سلسلۂ اشاعتِ مخطوطاتِ اُردو؛ دہلی یونیورسٹی، نمبر ۱

عمدۂ منتخبہ

یعنی

تذکرۂ سُرورؔ

تالیف

نواب اعظم الدولہ

میر محمد خاں بہادر سرور

ابن نواب اعظم الدولہ ابو القاسم بہادر مظفر جنگ

مع مقدمہ از

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی

پروفیسر و صدر شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی

سلسلۂ اشاعتِ مخطوطاتِ اردو، دہلی یونی ورسٹی، نمبر

ناشر : شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی،

مطبع : ادبی پرنٹنگ پریس، بمبئی

اشاعت اول : مارچ، سنہ ۱۹۶۱ع

تعداد : ایک ہزار

قیمت : بیس روپے

فہرست

	صفحہ
[illegible]	
مقدمہ	۷
متن اور حواشی	xxii

عمدہ منتخبہ
یا
تذکرہ سرور

الف

صفحہ

ب

صفحہ

عمدۂ منتخبہ

یعنی

تذکرۂ سَرْوَرْ

ہندوستان کے اس ادبی جواہر پارہ کو جو مغرب کے
کتب خانوں میں تقریباً ڈیڑھ سو برس رہ کر پھر اپنے
وطن کی محفلوں کو روشن کرنے آیا ہے،
احترام اور خلوص کے ساتھ

شری جواہر لال نہرو،

وزیر اعظم ہند

کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے،
جن کی ذاتِ گرامی ہندوستان کی بہترین تہذیبی
اقدار کی محرم و محافظ رہی ہے۔

✡

مقـــدمه

تذکرۂ سرور یا عمدۂ منتخبه کے تین نسخے میرے علم میں ھیں۔ ایک پیرس کے قومی کتب خانے (Bibliotheque Nationale) میں ھے اور اس کا نمبر Supp. Pers. 1032 [۱] ھے - دوسرا نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں [۲] ھے - جس کے عکس سے ھمارے نسخه کا متن تیار کیا گیا ھے۔ تیسرا نسخه ڈاکٹر عبدالحق کے پاس تھا اور اب انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانه میں محفوظ ھے۔ لیکن میں اس سے بوجوہ استفادہ نہیں کر سکا۔

نسخۂ پیرس صاف اور روشن ھے لیکن اس کا کاتب کم سواد ھے اور اس نے جا بجا غلطیاں کی ھیں۔ ترتیب بھی ناقص ھے۔ اس میں غالب کا ذکر اسد تخلص کے ذیل میں ورق ٤٨ ب پر پانچویں سطر سے شروع ھوتا ھے لیکن ورق ٤٧ الف کی چوتھی سطر پر بھی غالب کے اشعار مندرج ھیں۔ خاتمه کی عبارت یه ھے جو نسخۂ لندن میں نہیں۔

«تمت تمام شد تذکرةالشعرا تالیف نواب اعظم‌الدوله بہادر بتاریخ نہم ماہ جنوری ۱۸٤۹ء [۳]»

لیکن اس سے قبل وہ عبارت بھی درج ھے جو نسخۂ لندن کے خاتمه کی ھے۔

«الحمد للہ [٤] که بفضل ایزد متعال این نسخه نہم محرم‌الحرام ۱۲۲٤ھ موافق سنه جلوس مبارک حضرت بادشاہ جم جاہ ۰ ۰ ۰ ۰ ظل‌اللہ حضرت محمد اکبر بادشاہ غازی خلداللہ ملکه و سلطانه صورت اختتام پذیرفت [۵]۔»

(۱) Bibliotheque Nationale - Catalogue de Mss. Persans : Blochet 1159

(۲) Catalogue of Persian manuscripts, India Office Library : Ethe-Vol. I Page 1546.

(۳) عمدہ منتخبه۔ نسخه پیرس ورق ۳۷۱ الف

(٤) عمدہ منتخبه ۔ نسخه پیرس ورق ۳۷۱ الف

(۵) ایضاً نسخۂ پیرس ورق ۳۷۰ ب ۔ نسخۂ لندن ورق ۳۳۸ الف

چوں کہ لندن کا نسخہ ، پیرس کے مقابلہ میں قدیم تر اور ترتیب کے اعتبار سے بہتر ہے اس لئے ہم نے دھلی یونیورسٹی کے نسخہ کی بنیاد اول الذکر ہی کو قرار دیا ہے۔

لندن کے نسخے کا سائز ۸ / ۳ x ۱۰ ہے اور اس میں خط نستعلیق کے لکھے ہوے ۳۷۹ اوراق ہیں۔ اس میں اردو کے ۹۹۶ شاعروں کا ذکر ہے زبان فارسی ہے اور ترتیب ابجدی ۔ کتاب کا نام دیباچہ میں نہیں آیا ۔ اس کا علم سید غالب علی خان سید کے قطعۂ تاریخ سے ہوتا ہے جو تذکرے کے آخر میں درج ہے۔

صاحب عمدہ منتخبہ نے اپنے حالات کے بیان میں غیر معمولی اختصار اور انکسار برتا ہے۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

«عاصی میر محمد خان المتخلص به سرور به سمع بلند فهمان نکته طراز و فصاحت منشان بلاغت پرداز می رساند که از ابتداے سن شباب ذوق شعر گوئی ریخته در دل متمکن بود بعد چندے به قدر استعداد داتی آنچه که از دل به زبان می آمد موزون می نماید [؟] بناء علی هذا۔ به خاطر فاتر خطور کرد که اشعار ریختهٔ شعراے ماضی و حال جمع نموده به طور تذکره تالیف نماید و معنی فل و دل منظور [1]۔ دارد۔»

اپنے اشعار پیش کرنے سے قبل تحریر فرمایا ہے۔

«سرور اضعف العباد میر محمد خان مخاطب به اعظم الدوله بهادر معظم جنگ جامع این نسخه را از صغر سن ذوق شعر گوئی ریخته به خاطر فاتر رسید اشعار رطب و یابس می گوید، لایق آن نیست که درین مجمع مندرج کند و لیکن مثل مشهور است که هر جا گل است خار هم با [2]۔ اوست۔»

---

(۱) عمده منتخبه نسخه لندن ورق ۱ ب

(۲) عمده منتخبه ورق ۱۵۲ ب

لیکن اس سے زیادہ حالات حکیم قدرت‌الله قاسم نے مجموعه نغز میں درج کئے ھیں۔

«سرور بمعنی سردار تخلص اعظم‌الدوله میر محمد خان بهادر سلمه‌الله الاکبر خلف‌الصدق نواب غفران مآب اعظم‌الدوله ابوالقاسم‌بهادر مظفر جنگ است ۰۰۰۰ صاحب نفس سلیم، مالک طبع مستقیم، معانی فهم، نکته یاب، عالی طبع، خوش خطاب، استفادهٔ کتب متداوله فارسی از مرزا جان بیگ سامی نموده و مشق سخن در ابتدا از میر فرزند علی موزون فرموده ـ دیوانش ۰۰۰۰ دلچسپ و خاطر فریب است ـ تذکرةالشعرا خوب نوشته ۰۰۰ یکے از سعادت هائے وے آن ست که دست بیعت بدست حق پرست مقبول رب الکریم حضرت شاه محمد عظیم مدظله و سلمه ربه که امروز گل سر سبد مشائخ گلزار جاوید بهار شاه جهان آباد ۰۰۰ (اند) داده و روئے نیاز و ارادة براستان ملک نشان آن شاه باز عرش پرواز نهاده [1]»

شیفته نے تذکره گلشن بے خار میں اتنا اور اضافه کیا ھے۔

«از اجلهٔ اراکین جهان آباد است و از اعاظم امرائے عالی نهاد بافن شعر در نهایت مرتبه مانوف است و در هر بزم مشاعره شریک می شود و غزل در هر طرح سر انجام می کند۔ شاعر قدیم است و کلامش مستقیم است [2]»

شیفته نے سرور کا سنه وفات بھی درج کیا ھے۔

«بعد ضبط ترجمهٔ وے پیش ازاں که این تذکره بانجام رسد عمرش بانجام رسید و کان ذلک فی شهر شوال سنه خمسین و ماتین بعد الف من هجرت خیرالوری علیه الوف التحیة والثنا [3]»

کریم الدین نے بھی سرور کے انتقال کا سنه ۱۲۵۰ هجری (۱۸۳۴ء) لکھا ھے۔

---

(۱) مجموعهٔ نغز مرتبهٔ پروفیسر محمود شیرانی طبع لاھور ۱۹۳۳ء ص ۲۹۴ و ۲۹۵

(۲) و (۳) گلشن بے خار ـــ نول کشور ص ۹۷

" یہ شخص مرید حضرت محمد شاہ محمد عظیم کا تھا۔ ۱۲۵۰ھ میں فوت ہوا۔ اس شخص کا تذکرہ دھلی میں بہت مشہور ھے [۱] "

نساخ نے بھی کم و بیش ان ھی واقعات کو دھرایا ھے۔

" سرور تخلص اعظم الدولہ نواب میر محمد خان خلف نواب ابوالقاسم خان شاگرد محمد جان بیگ سامی۔ امرائے دھلی میں تھے شعر اچھا کہتے تھے۔ ایک تذکرہ شعرا اور ایک دیوان ان سے یادگار ھے۔ ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی۔ فارسی بھی اچھا کہتے تھے [۲] "

ھماری زبان کے ایک مقالہ نگار نے بہ خلاف صراحت شیفتہ، کریم الدین، نساخ اور صفا [۳] اعظم الدولہ کا سال وفات ۱۲۶۰ھ قرار دیا ھے اور بغیر حوالہ کے آزردہ کا ایک شعر بھی نقل کیا ھے جو بجائے خود محل نظر ھے اور نہ اس سے ۱۲۶۰ھ مفروضہ تاریخ نکلتی ھے۔

نواب محمد میر خان بہادر ٭ کہ درماہ صفر فوت شدند [۴]

۱۲۶۰ھ ؟

[۵] دتاسی۔ [۶] بیل [۷] اور اسٹوری نے بھی سرور کے انتقال کا سنہ ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) ھی قرار دیا ھے۔

سرور کا خطاب اعظم الدولہ ھے لیکن اشپرنگر نے A'tzamaldowlah لکھا ھے [۸]۔ گارساں دتاسی نے اپنی تاریخ میں ان کا نام تو صحیح لکھا ھے لیکن تخلص سَرَور کے بجائے سُرور (Joie) لکھا ھے [۹]۔ اور منولال کے گلدستۂ

---

(۱) تذکرہ کریم الدین۔ طبع دھلی۔ نسخہ قدیمہ ص ۴۳۸

(۲) سخن شعرا ــــ نساخ طبع نول کشور ص ۲۱۵

(۳) شمیم سخن ــــ صفا مطبع امداد الہند مرادآباد

(۴) ھماری زبان ــــ علی گڑھ ج ۱۹ ش ۳۱ ص ۶

(۵) خطبات گارسان دتاسی۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو اورنگ‌آباد۔ ص ۸۸

(۶) The Oriental Biographical Dictionary by T. W. Beale, Calcutta, 1881, Pages 237-238.

(۷) Persian Literature: C. A. Storey, Vol. 1. Part 2, Page 883.

(۸) A catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany manuscripts of the Libraries of the Kings of Oudh by A. Sprenger, Calcutta, 1854, P. 185.

(۹) Histoire de la Litterature Hindoui et Hindoustani, Garcin de Tassy, Tome I, Paris, 1839, Page 489.

نشاط [1] کے حوالے سے ان کے چند اشعار کا ترجمہ بھی اس تمہید کے ساتھ درج کیا ہے کہ یہ ممتاز ہندوستانی شاعر ہیں اور ان کے مندرجہ اشعار اصل (اردو) میں قابل ملاحظہ [2] ہیں۔

دتاسی نے اپنے ٤ دسمبر ١٨٥٤ء والے خطبہ میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ تاریخ لکھتے وقت وہ تذکرۂ سرور سے لاعلم تھا۔

« عمدۂ منتخبہ جو سرور کی تالیف ہے غالباً ١٢٢١ ھ (٧ـ١٨٠٦ء) میں لکھا گیا تھا۔ میں نے جب اپنی تاریخ لکھی تو مجھے اس کا علم نہ تھا مگر اس کے بعد مجھے اس کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا اور میں نے فرصت سے اس کا مطالعہ کیا [3]۔»

اس کے بعد وہ تذکرہ اور صاحب تذکرہ کا ذکر تفصیل سے کرتا ہے۔

« میر محمد خاں سرور مولف تذکرہ ھذا کا خطاب اعظم الدولہ تھا والد کا نام نواب ابوالقاسم مظفر خان بہادر تھا۔ وہ ساقی معروف بہ سامی اور موزون اور تجمل کے شاگرد تھے۔ علاوہ اس تذکرے کے وہ صاحب دیوان بھی تھے۔ یہ تذکرہ فارسی میں ہے اور اس میں بہت سے شعرا کا ذکر ہے جن کی تعداد ہزار اور بارہ سو کے درمیان ہے۔ ترتیب

(١) گلدستہ نشاط دتاسی کا اہم ماخذ ہو۔ یہ کتاب ١٢٥٢ ھ (١٨٣٦ء) میں بعہد لارڈ آکلینڈ کلکتہ میں طبع ہوئی اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کی کتب خانہ میں موجود ہو۔ میں مس جین ریڈ کاٹ واٹسن کا ممنون ہوں کہ ان کی عنایت سی اس کی زیارت دھلی میں بیٹھ کر ممکن ہوئی۔ سرور کی اشعار کی لئی ملاحظہ ہو گلدستۂ نشاط ص ٤٠٠۔

دتاسی نی لکھا ہو کہ « مولال » تحصیلداری کی عہدی پر ہو اور کلکتہ میں رہتا ہو »
(خطبات گارسان دتاسی۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ١٩٣٥ء ص ٩٨)

(٢) اعظم الدولہ سرور، نواب سید محمد زکریا خان رضوی ذکی دھلوی (١٩٠٣ـ١٨٣٩ء) کی نانا تھر اور ذکی، مرزا غالب کی شاگرد رشید تھی۔ غالب نی ان کو ایک سند شاگردی بھی دی تھی جو خطوط غالب مرتبہ غلام رسول مہر میں شامل ہو (دوسرا ایڈیشن ص ٦١٢) اس سند اور ذکی کی حالات کی لئی ملاحظہ ہو رسالہ ادیب الہ آباد بابت ماہ فروری سنہ ١٩١٣ء ص ٨٢۔ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ مضمون بعنوان نواب ذکی دہلوی۔ ذکی کا ترجمہ خم خانۂ جاوید (ج ٣ ص ٦٢٥ـ ٦٣٧) انتخاب زرین (ص ١٤٨ـ١٥٠) اور تلامذۂ غالب (ص ١٣٧ـ١٤٠) میں بھی ہو

(٣) خطبات گارسان دتاسی ص ٨٦ و ٨٧

حروف ابجد کے لحاظ سے ہے اور ہر شاعر کا مختلف قسم کا کلام مختصر بھی درج ہے ۔ سرور اپنے ذکر میں بہت انکسار کرتا ہے اور اس معذرت کے ساتھ مشہور شعرا کے کلام کے ساتھ اپنا کلام بھی پیش کرتا ہے ۔ کہ جہاں پھول ہے وہاں کانٹا بھی ہوتا ہے ۔ یہ تذکرہ قاسم کے تذکرے کے بعد کا ہے اگرچہ سنہ تالیف وہی ہے مگر شیفتہ کے تذکرے سے پہلے لکھا گیا ہے اور شیفتہ نے اس سے اسی طرح استفادہ کیا ہے جس طرح سرور نے قاسم کے تذکرے سے ۔

« کریم (الدین) کا بیان ہے کہ عمدۂ منتخبہ دھلی میں بہت مشہور ہے بڑی احتیاط سے لکھا ہے اور شیفتہ اور دوسرے تذکرہ نویسوں نے اس سے استفادہ کیا ہے ۔

« سرور کا انتقال ۱۲۵۰ ھ (۳۵ ـ ۱۸۳٤ ء) میں ہوا ۔ اس کا بیٹا محمد خان باپ کے قدم بہ قدم چلا ۔ شیفتہ نے اس کا نام اپنے ہم عصر شاعروں میں بیان کیا ہے [1] »

دتاسی کے اس بیان میں یہ بات محل نظر ہے کہ عمدۂ منتخبہ قاسم کے تذکرے کے بعد لکھا گیا اور سرور نے قاسم کے تذکرے سے استفادہ کیا ہے ۔

سرور نے قاسم کے ترجمہ میں بڑی صراحت سے لکھا ہے کہ موخرالذکر کے دل میں تذکرہ لکھنے کا خیال ان کے تذکرے کو دیکھ کر پیدا ہوا ۔ سنہ ۱۲۱۹ ھ (۱۸۰٤ ء) میں قاسم اس مجموعہ کو گھر لے گئے اور اس سے انتخاب اشعار اور تالیف تذکرہ میں مدد لی ۔ عمدۂ منتخبہ کے الفاظ یہ ہیں ۔

« درین ولا کہ ۱۲۱۹ ھجری ست بہ سبب مطالعۂ این مجموعہ خود ہم ذوق تالیف نمودن تذکرہ پیدا کردہ چناں چہ از مولف مسودہ را گرفتہ

(۱) خطبات گارسان دتاسی ص ۸۸

انتخاب اشعار نمودہ تذکرہ تالیف کردہ است [1]۔»

اس بیان سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ مجموعۂ نغز عمدۂ منتخبہ کے بعد مرتب ہوا اور موخرالذکر کا پہلا مسودہ (کسی نہ کسی شکل میں) ۱۲۱۹ھ سے پہلے مکمل ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ تذکرۂ قاسم کے دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آب و رنگ ایک حد تک عمدۂ منتخبہ کا مرھون منت ہے لیکن قاسم نے سرور کے ... کو آنکھ بند کرکے تسلیم نہیں کیا۔ اس میں مصنف کی ذاتی «تحقیقات اور تلاش کا ایک بڑا ذخیرہ» موجود ہے۔ اشعار کا انتخاب مختلف ہے۔ اکثر جگہ اضافے کئے ہیں اور کہیں کہیں سرور کی غلطیوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ مثلاً قاسم میر محمد باقر حزین دوم کے بیان میں لکھتے ہیں۔

«اشعار یہ کہ خان رفعت نشان اعظم الدولہ محمد (میر خاں) بہادر در تذکرۂ خود بنام محمد علی حزین تخلص نوشتہ اند از آن میر باقر حزین است [2]۔»

کریم الدین کا خیال ہے کہ شیفتہ نے بھی گلشن بے خار کی تالیف میں عمدۂ منتخبہ سے فائدہ اٹھایا ہے۔

«اس شخص (سرور) کا تذکرہ دھلی میں بہت مشہور ہے اور سچ یہ ہے کہ بڑی محنت اس کی تالیف میں اس شخص نے اٹھائی ہے اور اکثر شاعر متقدمین اور متاخرین کے لکھیں ہیں۔ شیفتہ وغیرہ نے اسی تذکرہ سے فائدہ اٹھایا [3]۔»

شیفتہ کے سرور سے خصوصی مراسم تھے۔ دونوں میں ملاقات بھی ہوتی

(۱) تذکرۂ سرور ورق ۲۲٤ الف ترجمۂ قاسم۔ قاسم نے اپنا تذکرہ بقول حافظ محمود شیرانی ۱۲۲۱ھ میں مکمل کیا ہے (مجموعۂ نغز دیباچہ صفحہ .. لو.. طبع لاھور) اور اس کی تاریخ وفات بقول اشپرنگر تقریباً ۱۲٤٦ھ ہے

(۲) مجموعہ نغز جلد اول ص ۲۰۱۔

(۳) تذکرہ کریم الدین۔ طبع دھلی ص ٤۳۸

رھتی تھی اور وہ خود بھی معترف ھیں کہ انہوں نے سرور کے تذکرے کو دیکھا تھا ۔

« تذکرۂ مبسوطے مشتمل بر اشعار ریختہ گویان ماتقدم و ما تاخر نوشتہ بنظر [1] رسیدہ ۔»

گلشن بے خار ۱۲۵۰ ھ میں مکمل ہوا ھے [2] اور بھی سرور کا سال وفات بھی ھے ۔

اشپرنگر نے لکھا ھے کہ عمدۂ منتخبہ کو عیارالشعرا کا ایک حد تک ترقی یافتہ ایڈیشن سمجھنا چاھئیے [3] ہم نے سرور اور ذکا کے ان بیانات کا مقابلہ و موازنہ کیا جو میر [4] درد [5] مصحفی [6] انشا [7] اور اسد [8] و غالب [9] کے متعلق ان تذکروں میں مندرج ھیں ۔ ان کے اختلافات سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ بات بس ایک حد تک ھی صحیح ھے کلیۃً نہیں ۔ فہرست اشپرنگر کے مترجم نے «ایک حد تک» یا «کچھ» ان الفاظ کو اپنے ترجمہ سے خارج کر دیا ھے [10] ۔ تذکرۂ ذکا میں آخری تاریخ جس کا ذکر ملتا ھے ۔ وہ ۱۲۴۷ ھ ھے اس کی ابتدا بقول اشپرنگر ۱۲۰۸ ھ یا ۱۲۱۲ ھ میں ھوچکی تھی اور سرور ان کے

(۱) گلشن بے خار ول کشور ص ۹۷
(۲) گلشن بی خار ـــ دیباچہ ص ٦ و نیز

Catalogue of Arabic, Per. and Hindustany manuscripts of the Libraries of the Kings of Oudh by A. Sprenger, Calcutta, 1854, and catalogue of Hindustani manuscripts in the British Museum by Blumhardt, p. 16.

(۳) فہرست اشپرنگر متذکرہ ص ص ۱۸٦
(٤) تذکرۂ سرور ورق ۲٤۳ ب تذکرۂ ذکا نسخہ انڈیا آفس ورق ۳۷۸ ب
(۵) ایضاً ورق ۱۰۳ ب ایضاً ورق ۱۲۱ الف
(٦) ایضاً ورق ۲٦۱ ب ایضاً ورق ۳٤٦ ب
(۷) ایضاً ورق ۱۱ الف ایضاً ورق ۹ ب
(۸) ایضاً ورق ٤٦ الف
(۹) تذکرۂ ذکا ورق ۲۷۳ الف
(۱۰) یاد گار شعرا مطبوعۂ الہ آباد ص ۷

تذکرے سے لاعلم بھی نہیں تھے[1]۔ اس لئے گمان بہ یقین ہے کہ سرور (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے ذکا کا تذکرہ دیکھا ہو اور اس سے فائدہ بھی اٹھایا ہو۔ بعض جگہ دونوں کی معلومات ایک ہی نقطہ پر ختم ہوجاتی ہیں جیسا کہ احسان لکھنوی، احسن حمد آبادی، یا مرزا احمد بیگ قزلباش کے ترجموں سے ظاہر ہوتا ہے۔ رہا اشعار کا غلط انتساب اور حالات کا بغیر کامل تحقیق کے اندراج، ان امور میں دونوں برابر کے شریک ہیں۔

سرور نے یہ تذکرہ کب لکھا؟ یہ بڑا مباحثہ انگیز مسئلہ ہے۔ محمد حسین آزاد نے آب حیات میں لکھا ہے کہ ذوق نے ان کے تذکرے کی تاریخ «دریائے اعظم» سے نکالی تھی[2]۔ جس کے عدد ۱۲۳۶ھ ہوتے ہیں لیکن آزاد سے سہو ہوا۔ یہ در اصل عمدۂ منتخبہ کی نہیں بلکہ اعظم الدولہ سرور کی سبعہ سیارہ کی تاریخ ہے جس کا ایک قلمی نسخہ پروفیسر حامد حسن قادری بچھرایونی کے پاس موجود ہے۔ اس مجلد میں مثنوی کی سات مشہور بحروں میں سات مثنویاں شامل ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر یوسف زلیخا، شیریں و فرہاد، اور وامق و عذرا ہیں۔ ذوق کا پورا قطعہ مع تمہیدی عبارت کے یہ[3] ہے۔

«و مادۂ تاریخ ایں قصص را شیخ محمد ابراہیم کہ ذوق تخلص دارد و فی زماننا در عرصۂ سخن وری یکہ تاز است چنیں یافتہ۔

ز طبع اعظم الدولہ حکایات ○ بنظم آمد کہ باشد ایں چنیں کم
بجستم سال نظمش را یکا یک ○ رسید آواز از ہاتف بگوشم
کہ ذوق ایں مثنوی در ہفت بحر است ○ بگو تاریخ ہم «دریائے اعظم»
۱۲۳۶ھ

---

(۱) تذکرہ سرور — ترجمۂ ذکا ورق ۱۲۶ ب
(۲) آب حیات طبع لاہور ۱۹۵۰ع ص ۴۶۸
(۳) سبع سیارہ قلمی بحوالہ پروفیسر حامد حسن قادری — ہماری زبان علی گڑھ۔ جلد ۱۹ شمارہ ۲۸۔

سبعہ سیارہ کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور سنہ ۱۲۳۶ ھ (۱۸۲۰ء) سے پہلے اپنا دیوان اور تذکرہ مرتب کرچکے تھے[1]۔

«چون درین ایام از تدوین طبع زاد خود و تالیف تذکرۂ ریختہ گویان فراغ حاصل شد ۔ چنان بخاطر فاتر خطور کرد کہ اگر ہفت حکایات منظومہ در بحور مختلف بزبان ریختہ کہ خاتمہ یکے بدیگرے مربوط باشد چنان چہ اشعارے ازین در اختتام ہر مثنوی ہویداست، موزون شوند یادگارے باقی خواہد ماند ۔»

سرور نے ان مثنویوں کے اختتام پر دو قطعے شائق اور نامی کے بھی درج کئے ہیں جن سے تاریخ ۱۲۳۷ ھ نکلتی ہے اس لئے ذوق کی تاریخ «دریائے اعظم» (۱۲۳۶ ھ). کو سبعہ سیارہ کے آغاز کا سال سمجھنا چاہئے بہرکیف اس کے دیباچہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ ۱۲۳۶ ھ سے قبل عمدۂ منتخبہ مکمل ہوچکا تھا ۔

لیکن تذکرۂ سرور میں کئی ایسی شہادتیں ہیں جن سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نقش اس سے بہت پہلے صورت پذیر ہوچکا تھا ۔ مندرجۂ ذیل تاریخیں لائق توجہ ہیں ۔

سرور نے ہدایت اللہ خاں ہدایت کے بیان میں لکھا ہے کہ ان کا انتقال ۱۲۱۹ ھ میں ہوا[2] ۔ قاسم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ۱۲۱۹ ھ میں عمدۂ منتخبہ کے مسودہ یا مجموعہ کو لے گئے اور اس سے مجموعۂ نغز کے لکھنے میں مدد لی[3] ۔

سیف الدولہ سید رضی خان بہادر کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ

---

(۱) ان مثنویوں کو تعارف کر لئے ملاحظہ ہو ہماری زبان علی گڑھ، جلد ۱۹ شمارہ ٤۱ ص ۸ مقالہ «مثنوی سبعہ سیارہ ۔ تعارف» از پروفیسر حامد حسن قادری نیز ہماری زبان جلد ۲۰ شمارہ ۱۰ صفحہ ۱ مقالہ مثنوی سبعہ سیارہ مزید تعارف ۔ از پروفیسر حامد حسن قادری و نیز مثنویات از امیر احمد علوی طبع لکھنؤ ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۸ و ۲۹

(۲) تذکرہ سرور ۔ ترجمہ ہدایت ورق ۳۲۷ ب

(۳) ایضاً ورق ۲۲٤ الف

« تاریخ این تذکره بسیار به پاکیزگی از ذهن صافیش سرانجام پذیرفته۔
بر ورق آخر این مجموعه ثبت کرده شد [1]۔ »

رضی کا شعر یہ ہے۔

رضی گفت ببوس تاریخ آن ٭ « همین اسمِ اعظم » برین تذکره [2]۔

اس میں « همین اسم اعظم » سے ۱۲۱۷ ھ نکلتے ہیں اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا پہلا مسودہ ۱۲۱۷ ھ (۱۸۰۲ ء) میں تیار ہوچکا تھا۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اضافے ۱۲۱۷ ھ کے بعد بھی ہوتے رہے مکرم الدولہ بہادر بیگ خان غالب کے حال میں لکھا ہے کہ ان کا انتقال ۱۲۱۸ ھ میں ہوا [3]۔ قاسم کو انہوں نے اپنا مسودہ ۱۲۱۹ ھ میں پڑھنے کے لئے دیا تھا [4]۔ اور حافظ عبد الرحمن خان احسان نے اس کی تاریخ « سرور دل شاعران زمان » ۱۲۲۰ ھ میں کہی تھی۔ یہ سلسلہ سنہ ۱۲۲٤ ھ (۱۸۰۹ ء) تک جاری رہا جس کو اتمام تذکرہ کی تاریخ سمجھنا چاہئے۔ خاتمہ کی عبارت جس سے یہ تاریخ معلوم ہوتی ہے مندرجۂ ذیل ہے۔

« الحمد لله که به فضل ایزد متعال این نسخه نهم محرم الحرام ۱۲۲٤ ھ
موافق سنه جلوس مبارک . . . حضرت محمد اکبر بادشاه غازی خلد الله
ملکه و سلطانه افاض علی العالمین بره و احسانه صورت اختتام پذیرفت [5]۔ »

ایتھے [6]۔ اور پروفیسر اسٹوری [7]۔ دونوں اختتام تصنیف کا سنہ ۱۲۲۲ ھ (۱۸۰۷ ء) لکھتے ہیں جو در اصل مخطوطۂ لندن کو صحیح نہ پڑھنے کا نتیجہ ہے اس کا عکس ہمارے سامنے موجود ہے اور لندن و پیرس میں ان قلمی نسخوں کو دیکھ کر جو یاد داشتیں تیار کی گئی تھیں وہ بھی پیش نظر

(۱) تذکرہ سرور ورق ۱۱۵ الف
(۲) ایضاً ورق ۳۳٦ ب
(۳) ایضاً ورق ۱۹٤ ب
(٤) ایضاً ورق ۲۲٤ الف
(۵) ایضاً ورق ۳۳۷ ب
(٦) Catalogue of Persian manuscripts: India Office Vol. I By Dr. Hermann Ethe. No. 2850 (p. 1546)
(۷) Persian Literature by C. A. Storey Vol. I, Pt. II, p. 883

هیں ۔ ان میں صاف ۱۲۲٤ ھ ہے ۔ اس کی مزید تصدیق نسخہ پیرس [1] اور نسخہ عبد الحق [2] سے بھی ہوتی ہے ۔ فرق یہ ہے کہ ڈاکٹر عبد الحق نہم محرم الحرام ۱۲۳٤ ھ کو تاریخ کتابت تسلیم کرتے ہیں اور راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس کو اختتامِ تذکرہ کی تاریخ سمجھنا چاہئیے [3] ۔ ڈاکٹر عبدالحق نے لکھا ہے :

« احسان ، نصیر ، عاشق ، قاسم ، سید رضی ، فراق نے جو مادۂ تاریخ نکالے ہیں ان سے ۱۲۱۹ ھ اور ممنون کے تاریخی مادے سے ۱۲۱۵ ھ نکلتے ہیں ۔ میرا نسخہ نہم محرم الحرام ۱۲۲٤ ھ کا مکتوبہ ہے جس کو عاشق نے اعظم الدولہ مولف تذکرہ کے حکم سے لکھا تھا » ۔

۱۲۲٤ ھ عمدہ منتخبہ کے تینوں نسخوں میں مشترک ہے اس لئے اس کو اِتمام تالیف کی تاریخ سمجھنا چاهئیے ۔ نسخہ پیرس میں کتابت کی تاریخ نہم ماہ جنوری ۱۸٤۹ ء [4] ہے اور نسخۂ لندن میں « رحمت خدا بے حد » [5] جس سے اشپرنگر [6] کے حساب کے خلاف ۱۲٤۱ ھ نکلتے ہیں اور جو در اصل ایتھے کے قول کے مطابق نواب غلام حسین خاں بہادر کے نسخہ کی نقل ہے [7] اس کا کاتب بھی وہی بھولا ناتھ عاشق [8] ہے ۔ جس نے

---

(۱) تذکرہ سرور ۔ مخطوطہ پیرس ورق ۳۷۰ ب

(۲) خطبات گارسان دتاسی حاشیہ ڈاکٹر عبد الحق ص ۸۷ و ۸۸

(۳) مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے عمدہ منتخبہ کا سنہ اتمام ۱۲۲٦ ھ قرار دیا ہے (دیوان غالب نسخہ عرشی ص ۳۸۳) انہوں نے غالب کے جو اشعار اس تذکرے کے حوالے سے نقل کئے ہیں وہ علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر سے ماخوذ ہیں حالاں کہ وہ لکھتے ہیں کہ عمدہ کا ایک نسخہ پٹنہ میں ہے اس سے رجوع ضروری تھا ۔ علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر (ج ۲٤ ش ۲) میں لکھا ہے کہ « سرور کا تذکرہ تقریباً ۱۲۱٦ ھ میں شروع ہوا اور تقریباً دس سال میں مرتب ہوا » (ص ۹٦) ممکن ہے عرشی صاحب اسی اطلاع سے اس نتیجے پر پہنچے ہوں کہ عمدہ سنہ ۱۲۲٦ ھ میں مکمل ہوا ۔ اس مضمون میں یہ تو لکھا ہے کہ ذکا کے تذکرے کا ایک نسخہ پٹنہ میں ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ عمدہ منتخبہ بھی وہاں ہے ۔

(٤) تذکرہ سرور ۔ نسخہ پیرس ورق ۳۷۱ الف

(۵) تذکرہ سرور ۔ نسخہ لندن ورق ۳۷۵ ب

(٦) فہرست اشپرنگر ۔ کتب خانہ شاہان اودھ ص ۱۸۵ (کلکتہ ۱۸۵٤ ء)

(۷) ایتھے ۔ فہرست مخطوطات فارسی انڈیا آفس صفحہ ۱۵٤٦

(۸) تذکرہ سرور ۔ ورق ۱۸۷ ب

عبد الحق صاحب کا نسخہ لکھا ہے۔ اول الذکر نے صنعتِ توشیح میں چند اشعار لکھے ہیں، اس کا پہلا شعر درج کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس تذکرہ کی نقل اعظم الدولہ سرور کے حکم سے کی تھی۔

اعظم الدولہ بہادر کے ٭ اذن سے ان کا تذکرہ لکھا[1]۔

ڈاکٹر عبد الحق نے تاریخوں کا حساب بھی صحیح نہیں لگایا۔ رضی کی تاریخ «ہمین اسمِ اعظم» جس سے ۱۲۱۷ ھ نکلتے ہیں۔ غالب علی خان کے «عمدہ منتخبہ» اور فراق کے «سفینۂ اعظم»[2]۔ سے ۱۲۱۶ ھ ممنون، کی «یہ ہے معیار نقد سخن»[3]۔ سے ۱۲۱۵ ھ، حافظ عبد الرحمن خان احسان کے «سرور دل شاعرانِ زمان»[4]۔ سے ۱۲۲۰ ھ، نصیر کے مصرع «بہ مجموعہ کوئی عطر سخن ہے»[5]۔ سے ۱۲۱۹ ھ یا ۱۲۲۰ ھ، عاشق کے «باغ و بہار»[6]۔ سے ۱۲۱۷ ھ اور آفرین کے «مفتاح بوستانِ نعیم»[7]۔ سے ۱۲۱۸ ھ نکلتے ہیں۔

ان تاریخوں میں سب سے پہلی تاریخ نظام الدین ممنون کی ہے۔

زہے اعظم الدولہ نکتہ سنج ٭ کہ ہر نکتہ اس کا ہے در عدن
لکھا زور ہے اس نے یک تذکرہ ٭ کہ باہم ہو تمیز اربابِ فن
جو تاریخ پوچھی تو ممنون نے ٭ کہا «یہ ہے معیار نقد سخن»[8]۔
۱۲۱۵ ھ

تذکرۂ سرور میں ۱۲۱۵ھ کا حوالہ دو جگہ اور ہے۔ میر جواد علی خان کے ترجمے میں لکھا ہے کہ ان کا انتقال ۱۲۱۵ھ میں ہوا[9]۔ دوسری جگہ یہ تاریخ ضمنی طور پر آئی ہے۔ سرور نے لطف کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

«لطف تخلص میرزا علی تذکرہ ریختہ گویان در نثر زبان ہندی تالیف

(۱) تذکرہ سرور ورق ۳۳۸ ب
(۲) ایضاً ورق ۳۳۶ ب
(۳) ایضاً ورق ۳۳۷ الف
(٤) ایضاً ورق ۳۳۷ الف
(۵) ایضاً ورق ۳۳۷ ب
(٦) تذکرہ سرور ورق ۳۳۷ ب
(۷) ایضاً ورق ۳۳۸ الف
(۸) ایضاً ورق ۳۳۷ الف
(۹) ایضاً ورق ۳۳۰ ب

نسودہ ۱ ہے"

لطف کا تذکرہ ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ء) میں ختم ہوا ہے [۲]۔

تذکرۂ سرور کی دوسری اہم تاریخ سید غالب علی خان کی ہے جس میں کتاب کا نام بھی ہے اور تاریخ بھی۔

عمدۂ اہل سخن میر محمد خان وہ ٭ اعظم الدولہ سرور سرورِ خیل امرا
کہ شرافت سے نسب کی ہے امیر ابن امیر ٭ لاتعد اوس کے اوصاف و ثنا لا تحصی
تذکرہ ریختہ گویوں کا بہ طرز عمدہ ٭ منتخب کر جو کلام شعرا اس نے لکھا
اور تاریخ کا اس منتخب عمدہ کے ٭ حکم اس منتخب عمدۂ دوراں نے کیا
عمدہ منتخبہ اس کی وہیں سید نے ٭ لکھی تاریخ وہی نام بھی ہے اس کا رکھا [۳]۔
۱۲۱۶ھ

ان امور کے پیش نظر ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ء) یا ۱۲۱۶ھ (۱۸۰۱ء) کو آغاز تالیف اور ۱۲۲٤ھ (۱۸۰۹ء) کو اختتام تذکرہ کی تاریخ قرار دینا چاہئے۔ ایک ایسے ضخیم تذکرے کا جس میں ۹۹٦ شاعروں کا حال اور انتخاب ہو آٹھ نو برس میں ختم ہونا تعجب کی بات نہیں۔ اشپرنگر کے قول کے مطابق ذکا کے تذکرے کا آغاز ۱۲۰۸ھ یا ۱۲۱۳ھ میں ہوا اور آخری تاریخ جو اس میں ملتی ہے ۱۲٤۷ھ ہے۔

عمدۂ منتخبہ کا زمانہ وہ ہے جب ذوق و غالب مسند شہرت پر فائز ہورہے تھے اور دھلی میں سید الشعرا میر غالب علی خان سید، فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون اور میر فقیر اللہ فقیر کا ڈنکا بج رہا تھا۔ لیکن سیاسی حالات روز بروز بگڑتے جا رہے تھے۔ غلام قادر روھیلہ کے مظالم کی داستانیں فضا میں

(۱) تذکرہ سرور ورق ۲٤۱ الف
(۲) گلشن ھند طبع علی گڑھ ص ۱۳
(۳) تذکرہ سرور ورق ۳۳٦ ب

گونج رہی تھیں (۱۷۸۸ء) دھلی کا بادشاہ شاہ عالم نابینا تھا اور اس کی سلطنت
دھلی سے پالم تک رہ گئی تھی ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک کی فوجیں فاتحانہ پرچم
کے ساتھ دھلی میں داخل ہوئیں اور بادشاہ بالکل انگریزوں کے زیر اثر آگیا۔
اس وقت ہر چھوٹا بڑا اقتصادی مصیبتوں میں گرفتار تھا۔ بادشاہ کے ملازمین میں
اہل نقدی اور اہل جاگیر سب ہی کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ سیاسی
انتشار اور اقتصادی بدحالی کے اس اندھیرے میں انگریز جن کے پیچھے انگلستان
کا صنعتی انقلاب تھا اپنے قدم دھلی میں جما چکے تھے۔ ۱۸۰۶ء میں اکبرشاہ
ثانی تخت نشین ہوا۔ اس کے دور حکومت میں زور و زر کچھ بھی باقی
نہیں رہا تھا اور سلطنت کی شمع بھڑک کر خاموش ہو جانے والی تھی۔
پرانا فوجی زرعی اور صنعتی نظام بوسیدہ ہوچکا تھا۔ عوام پامال تھے امرا غیر
منظم، دستکار بے روزگار۔ اس افراتفری میں بھی ادب کی محفلیں سونی نہیں
ہوئی تھیں اور اس کی خدمت میں صوفی اور سپاہی امیر اور غریب، ھندو
اور مسلمان سب ھی لگے ہوے تھے۔ آرام "تیرگر" تھے آگاہ «افسانہ خواں»
اختر «آتش باز» افسر «چودھری گاؤ خانہ» اور افسوس «سپاھی» — ان ھی محفلوں
میں ھندوستانی کلچر کی گہرائی اور گیرائی نظر آتی اور اختلافات کے باوجود
اس کی یک رنگی اور یک جہتی کا اندازہ ہوتا۔

سرور تاریخی شعور سے بیگانہ نہیں ھیں۔ بعض جگہ انہوں نے سنہ لکھ
دیا ھے اور کہیں ایسے اشارے کر دیے ھیں جن سے زمانہ اور عہد کا
کچھ اندازہ ھو جاتا ھے مثلاً انتظار کے متعلق لکھتے ھیں۔

«ھم عصر فغان و آبرو۔ شاعر عہدِ احمد شاہ [1]۔»

آزاد کے بارے میں لکھا ھے۔

«از جرگہ متقدمین و معاصر ولی [2]»۔

تذکرہ سرور کی سیرت نگاری میں وہ مصورانہ دقتِ نظر نہیں ھے

(۱) تذکرہ سرور ورق ۲۳ الف
(۲) تذکرہ سرور ورق ٤٤ ب

جو میر کے نکات الشعرا کا وصف امتیازی ہے، پھر بھی سرور نے سیرت کے بعض پہلوؤں کو خوبی کے ساتھ نمایاں کیا ہے۔ انشا کے متعلق لکھتے ہیں۔

«بسیار هنگامه آرا و شوخ طبع مست[۱]۔»

امیر کے بارے میں لکھا ہے۔

«سیاح وضع، در علم مجلس مہارتے دارد[۲]۔»

انور کے متعلق فرماتے ہیں۔

«مرد لطیفه گو و خوش خلق[۳]۔»

تذکرۂ سرور اپنے عہد کے عمومی رجحانات کا پابند ہے۔ سرور کے مذاقِ شعر میں بھی ان کے ذاتی رجحانات کے علاوہ اس دور کے اثرات کا پرتو دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے صحت محاورہ پر زور دیا ہے۔ «غزل ہائے طولانی» کی مذمت کی ہے، اور لکھا ہے کہ ایہام گوئی کا دور ختم ہو چکا۔ مراختوں اور مشاعروں کی اہمیت کو واضح کیا ہے جہاں نقادان فن جمع ہوتے تھے اور شعر کے حسن و قبح پر بحث کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مشاعرے ہماری معاشرت کا جزو بن گئے تھے اور ان کی بدولت اردو کی مقبولیت فارسی سے بڑھ گئی تھی۔

سرور نے بعض ایسے تنقیدی اشارے بھی کیے ہیں جو دلچسپی اور فائدے سے خالی نہیں مثلاً غالب کے طرزِ بیدل کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔

«ریختہ در محاورات فارسی موزوں کند»

آزاد کے بارے میں لکھا ہے۔

«از جرگه متقد مین ۰۰۰ زبانش ما نابه پیشینان است»

یا احسن کے بارے میں لکھا ہے۔

«در ایہام گوئی بسیار راغب والحق که دران زمان همان رائج بود»۔

---

(۱) تذکرہ سرور ورق ۱۲ الف

(۲) تذکرہ سرور ورق ۲٤ الف (۳) تذکرہ سرور ورق ۳۹ الف

ترقی کے متعلق لکھتے ھیں
« سخنش درد آلود و عاشقانہ است »

تذکرہ سرور ہمارے « ماخذ اصلی » میں ھے۔ اس میں پچھلے تذکروں کی طرح انحصار و ایجاز نہیں بلکہ اس کے مقابلہ میں تفاصیل زیادہ ھیں۔ سرور نے میر[1]۔ میر حسن[2]۔ مصحفی[3]۔ لطف[4]۔ اور ذکا[5]۔ کے تذکروں کا ذکر کیا ھے اور اس کا قرینہ غالب ھے کہ ان سے فائدہ اٹھایا ھو۔ اشپرنگر نے اس کا ماخذ عیارالشعرا کو قرار دیا ھے لیکن تذکرہ سرور اس کی کاربن کاپی نہیں۔ بہ لحاظ ترتیب اور تنقید اس کا بہتر چربہ ضرور ھے۔ جابجا مصنف کی ذاتی تلاش اور معلومات کا ذخیرہ موجود ھے جس سے قاسم اور شیفتہ دونوں نے فائدہ اٹھایا ھے۔ تذکرہ سرور مکررات اور اغلاط سے بھی خالی نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکا ان کی نشان دھی حاشیوں میں کی گئی ھے۔

ادب قدیم کے حیات افروز عناصر سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اس کی ضرورت ھے کہ اردو سے متعلق اہم مخطوطات کو حواشی اور تعلیقات کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اس بنیادی کام کے بغیر تاریخ اور تہذیب کا مطالعہ ادھورا رہے گا۔ اسی لئے ایک مستشرق نے نصیحت کی تھی Know Thy Texts ، ہمیں خوشی ھے کہ دھلی یونیورسٹی نے ان نادر مخطوطات کی اشاعت کا بندوبست کیا ھے جو یورپ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ تذکرہ سرور اس سلسلہ کی پہلی کتاب ھے جو ہم شری جواھر لال نہرو کی خدمت میں پیش کر رہے ھیں، جنھوں نے اپنے اعجازِ عمل سے تاریخ کی تخلیقی رو کو موڑ دیا ھے اور ھمیں کہ ان ھی کے چراغ کا ادنی پرتو ھیں کام کا ایک نیا حوصلہ اور ایک نئی توانائی بخشی ھے۔

(۱) تذکرہ سرور ورق ۲۴۳ ب (۲) ایضاً ورق ۱۸۹ ب
(۳) ایضاً ورق ۲۶۱ ب (٤) ایضاً ۲٤۱ الف (۵) ایضاً ۱۲۷ الف

اس کام میں رشید حسن خان صاحب نے بڑی مدد کی ہے جو اس اسکیم میں مددگار کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ میں ان کی عنایات کا بدل ممنون ہوں۔

شعبہ اردو۔ دہلی یونیورسٹی
۵ مارچ ۱۹۶۱ء
خواجہ احمد فاروقی

متن اور حواشی

تذکرہ سرور کا متن تیار کرنے میں ہم نے ایسے الفاظ کا قدیم املا برقرار رکھا ہے جیسے «تروار» (تلوار) یا «کایت» (کایستھ) لیکن عام الفاظ کو موجودہ املا کے مطابق لکھا ہے جیسے «جہاز» کے بجائے «جھاڑ» «اوسنے» کے بجائے «اس نے»۔ یائے معروف اور مجہول میں بھی فرق کیا ہے۔ نیز مرکب الفاظ کو موجودہ املا کے مطابق علاحدہ علاحدہ لکھا ہے تاکہ قاری کو سہولت ہو۔

اس تذکرے کے بعض صفحات کے عکس اتنے سیاہی زدہ تھے کہ عبارت کا صحیح پڑھنا دشوار تھا۔ اس خرابی کی وجہ سے بعض الفاظ باوجود کوشش کے پڑھنے میں نہیں آئے۔ ایسے مقامات پر نقطے (...) لگا دئے ہیں۔ مخطوطے میں جس جگہ عبارت موجود ہی نہیں ہے وہاں لمبا ڈیش (ـــــــ) لگا دیا ہے۔

جہاں مصرع یا عبارت میں کسی لفظ کی ضرورت ہے اور یقین نہیں ہے کہ یہاں اصل میں کیا ہوگا. وہاں ظنِ غالب کی رعایت سے لفظ مع نشانِ استفہام قوسین میں لکھ دیا ہے جیسے [کروں ؟] نیز جہاں کسی غلط لفظ یا الفاظ کا بدل پیش کیا ہے، وہاں اُسے اصل لفظ کے آگے قوسین میں علامت استفہام کے ساتھ لکھا ہے۔ لیکن جہاں کوئی لفظ اصل عبارت میں چھوٹ گیا ہے اور گمان بہ یقیں ہے کہ یہاں فلاں لفظ ہوگا ایسی

صورت میں اس لفظ کو قوسین میں لکھ دیا ہے جیسے (تم)۔ پورے مصرع، شعر یا جملے میں اگر کوئی شک ہے یا کوئی لفظ مشکوک ہے تو اس کے آخر میں علامتِ استفہام لگا دی ہے یا کذا لکھ دیا ہے۔

حواشی میں رموز ذیل مستعمل ہوئے ہیں

آثار	آثارالشعرائے ہنود (دبی پرشاد)	مطبوعہ ١٨٨٥ء
چمنستان	چمنستان شعرا (شفیق)	مطبوعہ ١٩٢٨ء
حسن	تذکرہ شعرائے اردو (میر حسن)	مطبوعہ ١٩٤٠ء
دستور	دستورالفصاحت (احد علی یکتا)	مطبوعہ ١٩٤٣ء
دیوان جہاں	عکس نسخہ لندن نیز	مطبوعہ ١٩٥٩ء
دیوان غالب	نسخہ عرشی	مطبوعہ ١٩٦٨ء
ریاض	ریاض الفصحا (مصحفی)	مطبوعہ ١٩٣٤ء
سخن	سخن شعرا (نساخ)	نول کشور ١٨٧٤ء
شیفتہ	گلشن بےخار	نول کشور
شورش	تذکرہ شورش (عکس نسخہ آکسفرڈ) نیز	مطبوعہ حصے
عشقی	تذکرہ عشقی (عکس نسخہ آکسفرڈ) نیز	مطبوعہ حصے
عمدہ	عمدہ منتخبہ (عکس نسخہ لندن)	
عیار	عیارالشعرا (عکس نسخہ لندن)	
کریم الدین	تذکرہ کریم الدین (طبقات الشعراء) نسخہ قدیمہ مطبوعہ دہلی	
گلزار ابرہیم	مولفہ علی ابراھیم خان خلیل	
مع		
گلشن ہند	مولفہ مرزا علی لطف	مطبوعہ ١٩٣٤ء
گردیزی	تذکرہ ریختہ گویان (گردیزی)	مطبوعہ ١٩٣٣ء
گلستان	گلستان بےخزاں (باطن)	نول کشور ١٨٧٥ء

گل	گلِ عجائب (اسد علی خان تمنا)	مطبوعہ ۱۹۳٦ء
مخزن	مخزن نکات (قائم)	مطبوعہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد
نکات	نکات الشعرا (میر)	مطبوعہ ۱۹۳۵ء
نغز	مجموعہ نغز (قاسم) جلد اول و دوم	مطبوعہ ۱۹۳۳ء
ھندی	تذکرہ ھندی (مصحفی)	مطبوعہ ۱۹۳۳ء
یادگار	یادگار شعرا	مطبوعہ ۱۹۴۳ء

احتیاط کے باوجود طباعت میں غلطیاں رہ گئی ھیں ۔ ان کو اردو طباعت کی روایت سمجھ کر گوارا کیا ھے ۔

یا فتاح

رب یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم و تمم بالخیر

دیباچہ

ای پایۂ افہام ز ادراک تو پست   از صنع تو نقش بستہ ہر چیز کہ ہست
انشای دو حرف کرد کلکت بہ ازل   مجموعۂ کائنات ازین صورت بست

آب و رنگ جواہر زواہر معانی بہ ستایش مبدعی ست، کہ بدائع مشتات امکانی و لطائف ارقام ایجادی، بہ یک جنبش کلک جابک رقم ارادتش، در رنگین مجموعۂ عالم تلوین و نگارین و صفحۂ ابداع و تکوین نقش ہستی بستہ و گوہر افشانی خامۂ عنایتش ابر لآلی آبدار بحر نطق و بیان، ہزار عقد گہر در دامن طبع معنی پرورداد گستہ۔ جل شانہ و عم نوالہ۔ و صلوات فراوان و تحیات بے پایان بر مجموعۂ جامع حقائق ازلی و ابدی دیباچہ منشأت قدرت سرمدی، (ورق ۱ ب) ہدایت کیش، شفاعت گستر، من لقب، امت پرور، زبدۂ کائنات، نخبۂ منتخبات، محمد مصطفی، احمد مجتبی

باج ستان ملوک، تاج دہ انبیا
شحنۂ ہشتم بہشت، خسرو مالک رقاب

درود نا محدود بر آل و اصحاب او کہ ترک تازان میدان حقیقت و پاک بازان مضمار طریقت اند۔ صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین۔ و بعد ذالک۔ عاصی میر محمد خان المتخلص بہ سرور بہ سمع بلند فہمان نکتہ طراز و فصاحت منشان بلاغت پرداز می رساند کہ از ابتدای سن شباب ذوق شعر گوئی ریختہ در دل متمکن بود. بعد چندی بہ قدر استعداد ذاتی آنچہ کہ از دل بہ زبان می آمد، موزون می نماید (؟) بنا علی ہذا بہ خاطر فاتر خطور کرد کہ اشعار ریختۂ شعرای ماضی و حال جمع نمودہ بہ طور تذکرہ تالیف نماید و معنی دل و دل مظور دارد، تا مطالعہ کنندگان را از

طوالت رنج نیفزاید - امید از جنابِ باری ست که مقبول اربابِ این فنِ شریف گردد و مطالعه کنندگان محظوظ شوند و مؤلف را به دعاے خیر یاد دارند -
والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ـ

حرف الالف

آفتاب ۔ آفتاب تخلص ، حضرت شاہِ گیتی پناہ ، جم جاہ ، فریدوں فر ، دارا مرتبت ، کیخسرو شکوہ ، سکندر منزلت ، خدیو دوراں ، خلیفۂ زماں ، شہنشاہِ سلیمان مکاں ، داورِ داد گر ، صاحب قران جلال الدین لقب ، قبلۂ امانی و آمال ، سرچشمۂ جود و نوال ، (ورق ۲ الف) ابوالمظفر مجاهد الدین شاہ عالم بادشاہ غازی ، خلد اللہ ملکه و سلطنة وافاض علی العالمین برہ و احسانه . آوازۂ سخاوتش شرق و غرب عالم را فرا گرفته و شورِ شجاعتش زلزله در دلِ رستم مزاجاں انداخته . ذاتِ فائض البرکاتِ قدسی صفاتش باعثِ امن و آرامش جہان و جہانیاں ، وجودِ مسعود میمنت آمودش سببِ فلاح و رفاهِ زمان و زمانیاں ، خاطرِ مقدسش ہر وقت به پرداختِ احوالِ رعایا و برایا که ودائعِ بدائعِ جنابِ صمدیت اند ، مصروف و ذاتِ همایونش همه دم به رعایتِ حالِ خانه زاد گانِ درگاہِ والا مشغوف . عالمے از خوانِ احسانش به نعمت ہاے گوناں گوں متلذذ و بہرہ یاب و خلقے از دولتِ بے زوالش به حصولِ انواعِ تیمنات مستفید و کامیاب - اوقاتِ مبارکِ آں شاہِ همایوں سیر ، با وجودِ کثرتِ اشغالِ امورِ جہاں بانی ، به عبادتِ جنابِ احدیت مائل و ماہ و سالِ ابد مدت سلطنتِ آں شہنشاہِ جہاں گیر به سیرِ خیابانِ اربعه و اربعین جلوہ گر - بعدِ فراغ عبادات حضرت خالق کل اشیاء خاطر مبارک به شغل شعر و شاعری و کبت و دوہرہ متوجه می شود - سر آمدِ سخن وراں سید الشعرا میر غالب علی خاں سید تخلص و فخرالشعرا میر نظام الدین ممنون تخلص و حافظ عبدالرحمان خاں احسان تخلص (ورق ۲ ب) و میر فقیر اللہ فقیر تخلص که ہر یک در فنِ سخن فہمی و نکته سنجی و بدیهه گوئی نادرِ روزگار و یکتاے اعصاراند ، حسب الحکمِ اقدس اشرف اعلیٰ به طورِ چوکی بندی در دیوان خاص که در وصفِ آں

منزلِ بهشت مثال اساتذهٔ سابقه این بیت را به طورِ کتابه ثبت کرده اند۔

اگر فردوس بر روئے زمین ست

همین ست و همین ست و همین ست

شرفِ اختصار داشته، بهره یاب و سامعه افروز از اشعارِ آب دارِ دررِ بارِ آں حضرت می شوند۔ احوالِ هر یک ازیں جادو طرازانِ معنی سنج جدا جدا به جا۔ خود مرقومِ خامهٔ سحریاں خواهد شد۔ تصنیفاتِ حضرت قدر قدرت مشتمل بر مثنویات و قصائد و غزلیات و دیوان فارسی و دیوان ریخته و قصهٔ شجاع الشمس به زبان هندی در نثر و ماسوائے ایں اقسامِ شعر به طورِ مناقب و مرثیه و سلام و دوهره و کبت و چیستاں وغیره بسیار ست۔ کلکِ دو زباں از تحریر صفات معانی تازهٔ واستخواں بندیِ الفاظ و سنجیدگی و پختگیِ عبارات و نازکیِ مضامین قاصر۔ چند شعر فخراً و تیمناً و تبرکاً مسطور قلمِ حقائق رقم می گردد که کلامِ الملک ملک الکلام است۔ من ارشاده

منہ کرے کس وجہ دریا مارے ڈر کے سامنے

ابر جب پانی بھرے اس چشم تر کے سامنے (ورق ۳ الف)

بیدِ مجنوں خاک میں مل جائے اے لیلیٰ منش

باغ میں لچکے اگر تیری کمر کے سامنے

تب تو اپنا سوختہ جاں شمع رو سمجھے گا آہ

جب لگا بیٹھیں گے دھونی تیرے در کے سامنے

تمہاری[1]۔ مانگ سے کیا معنیِ دل خواہ ہے پیدا

شب معراج کی اس خط سے گویا راہ ہے پیدا

آوے جو خواب میں بھی وہ یوسف لقا تو پھر

اے آفتاب دولت بیدار سمجھیے

آیا کمند لے کے جو ایما یونہیں ہے یار (؟)

پیش ار سحر مجھے پسِ دیوار سمجھیے

(۱) نثر ص ٦٤ به نام میر اصغر علی اصغر

کچھ اور اپنے دل میں نہ دل دار سمجھیے
اپنا ہی دوست دار مجھے یار سمجھیے

وہ دل ربا جو اٹھ مرے پہلو سے کل گیا
بے کل ہو دل ہی پہلو سے میرے نکل گیا

اس یار بے وفا کی ذرا چال دیکھیے
ہجراں سے کر دیا ہمیں پامال دیکھیے

کہتے نہ کیوں کہ پھر کہ چھپا مہر ابر میں
بکھرے ہوئے جو منہ پہ (اسے؟) بال دیکھیے

اچھا تم اس کے ساتھ (سے؟) اب کھاؤ پان پر
ہوتا ہے منہ رقیب کا کیا لال دیکھیے

کیا دیکھیے سوے مہ و خورشید آفتاب
اس سے دو چند بار کے جب گال دیکھیے

بن آتی مجھ کو کوئی نہیں گل عذار وضع
گر تو ملے تو ملے کی بھی ہو ہزار وضع

جوں شمع تا سحر شب فرقت میں آفتاب
بے اختیار مجھ کو رلاتی ہے چاند نی

اسعد | اسعد تخلص، مرزا اسعد بخت بہادر، فرزند ارجمند شاہ زادۂ بلند اقبال (سرو؟) چمنستان سلطنت۔ نور حدیقۂ خلافت، بہار پیراے دودمان ابہت، رنگ (ورق ۳ ب) کاشانۂ شوکت، میرزا احسن بخت بہادر دام ظلہ، کہ از چندے بہ اطراف ملتان و کابل رونق بخش شدہ اند۔ جناب[1] ایشاں را از ابتداے سن شباب شوق گفتن شعر ریختہ در طبع وقادش متمکن ست۔ چوں طبع رسا و فکر مستقیم دارند، اکثر بہ مضامین برجستہ اشعار موزوں می نمایند۔ از آں جملہ یک مقطع از اشعار آب دار آں والا تبار بہ سمع مؤلف رسیدہ۔ ثبت می شود۔

(۱) کذا۔

۱ تو ایسا ہے اسعد کہ ہاتھوں سے تیرے
نہ تسبیح ٹھہرے نہ زنار ٹھہرے

یہ اشک چشم میں ہم دم رہے رہے نہ رہے
حباب وار کوئی دم رہے رہے نہ رہے

شکل اس کی کسی صورت سے جو دکھلائے ہمیں
دوست ایسا کوئی ملتا نہیں اے وائے ہمیں

کیا چاہیے قالین و نمد خاک سبھی کو
مسند سے بھی بہتر جو سمجھتا ہے زمیں کو

آصف آصف تخلص، وزیر الممالک. مدارالمہام، آصف جاہ یحیی خاں آصف الدوله بہادر ہزبر جنگ مرحوم که وزیر اعظم و دستورِ معظمِ ہندوستان بود - شہرۂ انعام و مرحمت و سخاوتش در تمام عالم مشہور و به ہمت و جوان مردی و رعیت پروری و داد گستری و شجاعت و اکتساب فضائل و کمالاتِ فنون بے نظیر و در ہرفن یدِ طولی داشت - چنانچه در تیر اندازی و تفنگ بازی به نوعے ماہر بود که طائران را از فلک بر زمین می انداخت - عرض که مناقب و توصیفِ آن والا مرتبت ہر قدر (ورق ٤ الف) که مرقوم شود بجاست، و خامۂ بلند تلاش بلکه از ارقام جوہرِ ذاتیش کوتہی می کند - حیف که در عینِ شباب به سنِ چہل سالگی رخت اقامت ازیں عالم پر آشوب بربست - خاطرش اکثر مائلِ ریختہ گوئی بود - اشعارِ برجستہ از طبعِ رقادش سر برمی زد و پرداخت و مراعاتِ شعرا منظورِ نظر عاطفت اثر داشت - چنانچه میر محمد تقی متخلص به میر که در فن ریختہ گوئی سر آمد شعرائے وقت ست، به صیغۂ شاعری دو صد روپیه در ماهه را ملازم بود - ایں چند شعر ازاں گوہرِ دریای وزارت به نظر ایں مؤلف رسیده - مرقوم می نماید -

(۱) ع تو ہی کا وہ اسعد کہ ہاتھوں سی تیری (معرض ۵۹)
تو اسعد عضب ہی کہ ہاتھوں سی تیری
نہ تسبیح ٹھہری نہ زنار ٹھہرا (سخن شعرا ص ۲۵)

دنیا کی فکر دل کو اگر سو لگی رہے
آصف یہ شرط ہے کہ اُدھر لو لگی رہے

روز و شب اشک سے مژگاں میں تری رہتی ہے
شاخِ نرگس اسی پانی سے ہری رہتی ہے

بتوں کی گلی میں شب و روز آصف
تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں

جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے
ہم نے جانا کہ دو جہاں سے گئے

امیر | امیر تخلص، امین الدوله[1]، معین الملک، ناصر جنگ بہادر، المشہور به میرزا میڈھو، خلفِ نواب وزیر الممالک شجاع الدوله جلال الدین حیدر خاں بہادر جنگ مغفور، برادرِ خردِ نواب آصف الدوله مرحوم۔ به حضورِ انورِ خاقانِ جہاں، شاه عالم بادشاهِ غازی، ادام الله سلطنة، به خدمتِ میر آتشی (ورق ٤ ب) ارثاً سرافراز و مطرحِ عنایاتِ خاقانی ست۔ و به خلقِ نیکو ممتاز و به صفات حمیده موصوف۔ در ایامِ تشریف داشتن (به) شاه جہاں آباد پیش از ہنگامۂ غلام قادر نمک حرام، طرحِ مشاعره در خانۂ خود انداخته بود۔ همه شعرای این جا به مجلسِ مشاعره جمع می شدند۔ مدتے بدیں منوال گذشت۔ از چندے به لکھنؤ رونق افزاست۔ این چند بیت از نتائجِ طبعِ عالیِ ایشان است۔

کل جو ہم نے مغ بچے کے ساتھ سیرِ دیر کی
لڑکھڑایا پاؤں تھا ہی پر خدا نے خیر کی[2]

پرخوں به رنگ لالہ ہے اپنا ایاغِ دل
بوئے کبابِ سوخته دیتا ہے داغِ دل

---

(۱) امیر الدوله (سخن شعرا ص ٤٦)۔
(۲) لڑکھڑایا تھا ہی پا لیکن خدا نے خیر کی (سخن شعرا ص ٤٧)

۱۔ یاس و غم و آرزو، جمع یہ سب چیز ہے
بل بے ترا حوصلہ، دل بھی عجب چیز ہے

آرزو آرزو تخلص، سراج الدین علی خاں، شخصے عمدہ معاش و ذہین و بلند طبع، در علم و فضل یگانہ، بہ فارسی گوئی استاد وقت خود بود۔ گوے سبقت از اقران و امثال ربودہ۔ در عہد حضرت فردوس آرام گاہ با شیخ محمد علی حزیں کہ در آں عصر حاویِ علوم و یکتای زمانہ بود، معارض شدہ، اعتراضات بر اشعارِ شیخ صاحب مرحوم نمود و رسالۂ مسمی بہ تنبیہ الغافلین ترتیب دادہ۔ سواے ایں دیگر رسالہ ہا در عروض و قوافی و معما و تذکرۃ الشعرا تالیف (نمودہ)۔ مصطلحات و لغات وغیرہ تصنیف کردہ۔ مدعا کہ جامعِ علوم بودہ و یگانۂ روزگار۔ دیوانے از و مملوبہ اشعارِ (ورق ۵ الف) آبدار بر صفحۂ روزگار یادگار ماندہ۔ تفنناً گاہ گاہے شعرِ ریختہ ہم می گفت ایں چند شعر کہ از طبع زادِ اوست، بہ تحریر می آید۔

۲۔ دھرے سی پارۂ گل (کھول) آگے عندلیبوں کے
چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

۳۔ آتا ہے ہر سحر اٹھ اُس کی برابری کو
کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشیدِ خاوری کو

---

(۱) یاس و غم و آرزو، اس میں بھی سب چیز ہی
بل بی سمائی تری، دل بھی عجب چیز ہی (نغز ص ۷۳)

(۲) رکھی سی پارۂ گل کھول آگی عندلیبوں کی (نکات ص ٤ طبع ثانی)
رکھی سی پارۂ دل کھول آگی عندلیوں کی (سخن شعرا ص ۲۰ نغز ص ۲۵)
رکھی سی پارۂ گل آج آگی عندلیوں کی
چمن کی بیچ گویا پھول ہیں تیری شہیدوں کی (ریاض ۲٤)
رکھی سی پارۂ گل کھول آگی عدلیبوں کی
چمن کی بیچ گویا پھول ہیں تیری شہیدوں کی (چمنستان ص ۸)

(۳) ع آتا ہی صبح اٹھ کر تیری برابری کو (گلزار ص ۲۲ و حسن ص ۵)
ع آتا ہی ہر سحر اٹھ تیری برابری کو (نغز ص ۲۵)
ع ہر صبح آوتا ہی تیری برابری کو (نکات ص ٤ و گردیزی ص ۷)

۱ جان تجھ پر کچھ اعتماد نہیں
زندگانی کا کیا بھروسا ہے

کھول کر بندِ قبا کو ملک دل غارت کیا
۲ یہ حصارِ قلب دلبر نے کھاہے بدوں ایا

آزاد ا آزاد تخلص ، شیخ عبداللہ نام شاگرد محمد بخش استاد تخلص، ساکن لکھنؤ ، از چندے برائے روزگار بہ سرکار کویل وارد گشتہ ۔ شخصے ذی ہوش فکر رسا وطبع سلیم دارد و خوش فکری از اشعارش موہوم (مفہوم ؟) می گردد ۔ از نتائج طبع اوست ۔

انغیات او کاکلِ پیچاں گرفتاروں میں ہوں
الاماں اے ابروئے بتاں میں رو دارود میں ہوں
پیرہن شبنم کا کیوں پہنے ہے او نازک بدن
.. ..

۳ کب کب تری گلی میں ہم بے قرار آئے
سو بار دل نے چاہا تب ایک بار آئے

۴ میں کہاں ، تو کہاں ، یہ کہتے ہیں
کہ یہ آپس میں دونوں رہتے ہیں

۵ جی میں ہے از سرنو جور ترے یاد کریں
تو سنے یا نہ سنے نالۂ و فریاد کریں

۶ ہم اسیروں کی اسے چاہیے خاطر داری
اور الٹی نہ کہ ہم خاطر صیاد کریں (ورق ۵ ب)

(۱) ع جان کچھ تجھ پر اعتماد نہیں (حسن ص ۵ ، گلزار ص ۲۲)
(۲) ع کیا حصار قلب دلبر نے کھلی بدوں لیا (نغز ص ۲۵)
(۳) هندی ص ۹ موسوم بہ میر اثر (۴) گلزار ص ۳۸ موسوم بہ میر اثر
(۵) دستور ص ۵۹ موسوم بہ میر اثر (۶) ایضاً موسوم بہ میر اثر

رباعی

۱ـ احوالِ تباہ کو دکھاؤں میں کسے
افسانۂ دردِ دل سناؤں میں کسے
تو دیکھ نہ دیکھ، سن نہ سن، جان نہ جان،
رکھتا ہوں تجھی کو اور لاؤں میں کسے

۲ـ لوگ کہتے ہیں یار آتا ہے
دل تجھے اعتبار آتا ہے
تو نہ ہو یا ہم کو دے اللہ موت
اب تو اے دل تجھ سے گھبراتے ہیں ہم

اثر اثر تخلص سید محمد[۳] ـ میر صاحب مرحوم، برادرِ کوچک حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ ـ سید صحیح‌النسب، مردِ درویش صفت، با علم و عمل، اکثر در عباداتِ الٰہی و ذکر و شغل بسر می برد و بہ زیورِ صلاح و تقویٰ اراستہ ـ اشعارِ ہندی بہ صحت محاورہ می گفت ـ از چندے ازیں جہانِ فانی رختِ اقامت بربست ـ خدایش بیامرزاد.

۴ـ کب کب آتا ہے اثر کیوں تجھے تنگ آتا ہے
آ نکلتا ہے کبھو جی سے جو تنگ آتا ہے

۵ـ کس نے توڑا یہ شیشۂ دل ٹکڑا ٹکڑا جدا جدا ہے
ہو جائیں گے جور اس کے معلوم داغوں کو مرے شمار کرنا

۶ـ کوئی کھاتا تھا دغا تیری مدارات سے میں
آ گیا دام میں کیا جانیے کس بات سے میں

دل سینے سے یوں نکال لینا بہتر نہیں یہ وبال لینا

---

(۱) ایضاً موسوم بہ میر اثر
(۲) نغز ص ۴۶ موسوم بہ میر اثر
(۳) ہندی (ص ۹) اور گلزار (ص ۳۷) ,, میر محمد،،
(۴) کب کب آوی ہی اثر کیوں تجھی تنگ آتا ہی آ نکلتا ہی کبھی جی سی جو تنگ آتا ہی (دستور ص ۵۹ و ہندی ص ۹)
(۵) ع کن نی توڑا ہی اس طرح دل (نغز ص ۴۷ دیوان اثر ص ۴۸)
(۶) کوئی کھاتا تھا دغا جھوٹھی مدارات سی میں آ پھنسا دام میں کیا جانیی کس بات سی میں (دستور ص ۵۹ و ہندی ص ۱۰)

نالاں نہیں ھے آہ عبث یوں دلِ جرس
گم گشتگاں سنو کہ یہ کہتا ھے راہ کی

بے وفا تجھ سے اب گلا ھی نہیں
تو تو گویا کہ آشنا ھی نہیں (ورق ٦ الف)

[1]ـ ایک تنہا خاطرِ محزوں جسے افکار سو
ھائے اس بیمار سے وابستہ ھیں آزار سو

الم: الم تخلص، [2]ـ صاحب میر، فرزندِ حضرت خواجہ میر درد صاحب انارالله برھانہ، مردِ سلیم الطبع و خوش گو و خلیق و متواضع و بہ کمالِ درویشی آراستہ و بر روش و طرز آبا و اجدادِ خود قائم و مستحکم۔ بجاے والدِ بزرگوار خود سجادہ نشین ست۔ گاہ گاھے شعرِ ریختہ می‌گوید۔ از جودتِ طبع اوست۔

رباعی

[3]ـ نے دل کو قرار بے قراری کے سبب
نے چشم کو خواب اشک باری کے سبب
واقف نہ تھے ھم تو ان بلاؤں سے کبھو [4]ـ
[5]ـ جو کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

رباعی

سودا کب تھا اسے یہ کب تھی وحشت
بس دیکھ تجھے [6]ـ ھوئی پریشاں حالت

(۱) ایک تنہا خاطر محزوں جسے آزار سو ایک مجھ بیمار سی وابستہ ھیں آزار سو (گلزار ۳۸)
ع ایک مجھ بیمار سی وابستہ ھیں آزار سو (دیوان اثر ص ۲۸)

(۲) ,, الم تخلص، میاں صاحب (میر صاحب) خلف الصدق ... حضرت خواجہ (میر) است ''
(نغز ج ۱ ص ٦۹) الم صاحب میر ولد خواجہ محمد میر، یہ میر درد کی قریبی رشتہ دار تھی (یادگار ص ۲۹)

(۳) حسن ص ۱۲ میں ,, نہ '' (٤) ایضاً ,, کبھی '' نیز ھندی ص ۱۳ و عشقی ص ۵۰۔

(۵) ایضاً یہ کچھ دیکھا سو تیری یاری کی سبب۔ نیز ھندی ص ۱۲ و عشقی ص ۵۰۔

(٦) ھندی ص ۱۳ و نغز ص ۷۰ میں ,, ھوا ''۔

زلفوں کے دام میں الم سا آزاد
آ کر پھنس جاے [1] یوں خدا کی قدرت

امید | امید تخلص، قزل[2] باش خاں، مرد عمده معاش، اصلش از ایران زمین و مسکنش شاه جهاں آباد۔ معاصر سراج الدین علی خاں شاعر فارسی گو به اخلاق حسنه آراسته و به یار باشی متصف، با هر کس به مدارا و مواسا پیش می آمد دیوان او شهرت تمام دارد۔ در مدت العمر براے تفنن دو سه شعر ریخته موزوں نموده، مرقوم می شود، ازوست۔

یار گھر جاتا ہے یارو کیا کروں
ہاے گھر جانا ہے یارو کیا کروں
[3] در و دیوار سے اب صحبت ہے
[4] یاربن گھر میں عجب صحبت ہے — (ورق ۶ ب)
تیری آنکھوں کو دیکھ ڈرتا ہوں
الحفیظ الحفیظ کرتا ہوں

آبرو | آبرو تخلص، عرف شاه مبارک، نامش نجم الدین، شاگرد سراج الدین علی خاں، از شعراے پیشین است۔ می گویند از اولاد حضرت محمد غوث گوالیاری قدس الله سره بود۔ شعر موافق رویهٔ شعراے آں وقت می گفت در ایهام گوئی استاد ست من کلامه۔

دل تو دیکھو آدم بے باک کا
[5] عشق سے بھڑتا ہے پتلا خاک کا

---

(۱) جاوی (هندی ص ۱۳)
(۲) نام اصلی . . . مرزا محمد رضا (گلزار ص ۱۵ و چمنستان ص ۵۲)
(۳) یاربن گھر میں عجب صحبت ہی درو دیوار سی اب صحبت ہی (نغز ص ۷۱ ؛ مخزن ص ۳۱ ؛ ریاض ص ۲۴، گلزار ص ۲۰ و سخن شعرا ص ۴۶)
(۴) چمنستان ص ۲۹ میں ,,مجکو،، بجای ,,گھر میں،،۔ حاشیه میں مطابق سرو.
(۵) ع ,,عشق سی پتلا بھرا ہی خاک کا،، (حسن ص ۷، چمنستان ص ۲۷) (بقیه بر صفحهٔ دیگر)

سر سے لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں
[1] - یاں تک تو فنِ عشق میں کامل ہوا ہوں میں

[2] - نہیں تارے بھرے ہیں شک کے نقط
[3] - کس قدر نسخۂ فلک ہے غلط

اب دین ہوا زمانہ سازی
آفاق تمام دھریا ہے

[4] - کیوں چھپا ظلمت میں گر اُس لب سے شرمندہ نہ تھا
جان کچھ پانی مرے ہے چشمۂ حیواں کے بیچ

[5] - آبرو کے قتل پر حاضر ہوئے کس کے کمر
خون کرنے کو چلے عاشق پہ تہمت باندہ کر

[6] - تمہاری لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے، کس طرح کی ہے، کدھر ہے

بقیہ ص سابق

ع ,,عشق سی پتلا بھڑا ہو خاک کا،، (نکات ص ۱۲)

(۱) ع یاں لگ ھنر میں عشق کی کامل ہوا ہوں میں (نکات ص ۱۱)

(۲) نہیں یہ تاری بھری ہیں شک کی نقط
اس قدر نسخۂ فلک ہی غلط (نکات ص ۱۱)

(۳) اس قدر نسخۂ فلک ہی غلط (چمنستان ص ۲٦)

(٤) کیوں چھپا ظلمت میں گر تجھ لب سی شرمندہ نہ تھا (نکات ص ۱۲، و گردیزی ص ۹، شورش ص۱۳ چمنستان ص ۲۳)

(۵) آبرو کی قتل کو حاضر ہوا کس کر کمر
خون کرنی کو چلا عاشق پہ تہمت باندہ کر (حسن ص ۷، گلزار ص ۲۷)
آبرو کی قتل کو حاضر ہوا کس کر کمر
خون کرنی کو چلی عاشق پہ تہمت باندہ کمر (گردیزی ص ۹، چمنستان ص ۲۰)
آبرو کی قتل پر حاضر ہوا کس کر کمر
خون کرنی کوں چلی عاشق پہ تہمت باندہ کر (نکات ص ۱۲)
ع آبرو کی قتل کو حاضر ہوئی کس کر کمر (نغز ص ۲۲)

(٦) تمہاری لوگ الخ (نغز ص ۲۳) میاں کی لوگ الخ (گلزار ص ۲۸)

کیوں ملامت اس قدر کرتا [1] ـ ہے بے حاصل ہے یہ
لگ چکا اب چھوٹنا مشکل ہے اس کا دل ہے یہ

عبث کیوں روبرو ہونے کی کھاتے ہو قسم جھوٹی
[2] ـ نہ بن آئینے کے تم ایک دم بھی رہ سکتے ہو منہ دیکھو [؟] (ورق ۷ الف)

نالہ ہمارے دل کو [3] ـ غم کا گواہ بس ہے
دینے کے تئیں شہادت انگشتِ آہ بس ہے

دور خاموش بیٹھ رہتا ہوں
اس طرح حال دل کا کہتا ہوں

[4] ـ اس کی کنجی زبانِ شیریں ہے
دل مرا قفل ہے تماسے کا

[5] ـ اس ناتواں کا حال اب واں جا کہے ہے اُڑ کر
میرا یہ رنگ رو ہے گویا مکھی کبوتر

زندگی ہے سراب کی سی طرح
[6] ـ باد بندی حباب کی سی طرح

کون چاہے گا گھر بسے تجھ کو
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

(۱) ,,کرتی ہو،، (نکات ص ۱۳، مخزن ص ۱٦، نغز ص۲۳)

(۲) ع بن آئینہ کی تم اک دم بھی رہ سکتی ہو منہ دیکھو (نغزص ۲۲)

(۳) ع نالہ ہمارو دل کا الخ (نغز ص ۲۲) دل کی (حسن ص ۸)

(٤) ,,کنجی اس کی،، الخ (نغز ص ۲۱)

(۵) مجھ ناتواں کی حالت واں جاکہی ہی اڑ کر (چمستان ص ۲٤، گردیزی ص ۹) شورش ص ۱۳، نکات ص ۱۱) ع اس ناتواں کی حالت واں جا کہی ہی اڑکر (نغز ص ۲۲)

(٦) با و بندی حباب کی سی طرح (نکات ص ۱۲، گردیزی ص ۱۰، حسن ص ۷ مخزن ص ۱۵، گلزار ص ۲۷)

۱۔ پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے
۲۔ وے عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے
۳۔ جہاں اس خو کی گرمی تھی نہ تھی واں آگ کو عزت
مقابل اس کے ہو جاتی تو آتش لکڑیاں کھاتی

دامنِ دشت کیا نقشِ قدم سے پر گل
کن بہاروں کا یہ دیوانہ تماشائی ہے
شور ہے اس کی اشک باری کا
آبروِ چشمِ تر قیامت ہے ۴۔
نہ دیوے لے کے دل وہ جعدِ مشکیں
اگر باور ۵۔ نہیں تو مانگ دیکھو
نہ پوج بت کو برہمن تو اس صدا کو مان
مرے صنم کی پرستش کو آ خدا کو مان
پینا سنجی کی کیا کروں تعریف
پیچ کھاتا ہے دل بتانے میں

انیس : انیس تخلص، ۶۔ امیرالدولہ نوازش خاں بہادر کہ بہ زیورِ خوش خلقی (ورق ۷ ب) متجلی، ہمشیر زادۂ امین الدولہ، محسن الملک، شاہ نواز خاں بہادر مستقیم جنگ کہ نواب معزالیہ بہ یاوریِ اقبال و عقلِ کامل و اخلاقِ

(۱) پھرتی ہی پھرتی دشت دوانی کدھر گئی (گلزار ص ۲۸)
(۲) وہ عاشقی کی الخ (ھندی ص ۷، عشقی ص ۱۰، شیفتہ ص ۷)
ع وی عاشقی کی اہ زمانی کدھر گئی (حسن ص ۷، مخزن ص ۱۷)
(۳) ع جہاں تجھ خوکی گرمی تھی نہ تھی کچھ آگ کو عزت (نکات ص ۱۴ چمنستان ص ۲۴)
جہاں تجھ خوکی گرمی تھی نہ تھی کچھ آگ کو عزت
مقابل اس کی جو ہوتی تو آتش لکڑیاں کھاتی (گردیزی ص ۱۰)
(۴) قیامت ہیں (نغز ص ۲۳)
(۵) اگر باور نہ ہو تو الخ (سخن شعرا ص ۵)
(۶) ,, المسمی بہ حمید الرحمن، المعروف بہ میاں جان، سلمہ الرحمن، المخاطب بہ امیرالدولہ نوازش خاں،، (نغز ص ۷۸)

مستحسن و علم ِ مزاج دانی، قرب اعلیٰ حضرت روحی فداه، حاصل کرده و محل ِ اعتماد ِ حضور والا گشته۔ پیش ازیں امیرالدوله موصوف انعقاد ِ محفل ِ مشاعره به خانهٔ خود مقرر کرده بود۔ همه شعرائے دارالخلافه جمع شده، داد ِ سخن وری می دادند۔ چند شعر از طبع ِ صافی ِ انیس ِ دل ها ثبت نموده می آید۔

بلبل بنـــا تو پاس مرے آشیاں نہیں
کم برق سے مرا دم ِ اتش وشاں نہیں

خرید اب دل کوئی ایسا گہر ہووے تو میں جانوں
یہ سودا ہے کہ [1] ۔ اس میں کچھ ضرر ہووے نو میں جانوں

قہر ہے سج دھج، ستم اس [2] ۔ جان کا انداز ہے
قد قیامت، ٹھوکر آفت، ہر قدم پر ساز ہے

عشق ہے کہ آفت ہے یا [3] ۔ بلائے اگہانی ہے [؟]
آه ہـــر تپش دل کی آ تش ِ نہانی ہے

ساتھ خیل حسرت و درد و الم اے جاں اٹھا
جب اٹھا لاشه ترے کشتے کا یہ ساماں اٹھـــا

رنجشیں ہر آن [4] ۔ میں ظاہر یہاں ہر آن سے
تم رکے جاتے ہو اب تک جا چکے ہم جان سے

پر کالهٔ آتش تھا وه رخسـار حسیں آه
چہره جو غضب ناک ہوا اور بھی چمکا

احسان

احسان تخلص، حافظ عبدالرحمن، خلف‌الرشید ِ حافظ غلام رسول، پیش امام ِ حضور والا، از صغر ِ سن به شعر گوئی ِ فارسی و ریخته ذوقے داشت۔ رفته رفته اشعارش به پایهٔ پختگی رسید۔ به صحت ِ محاوره شعر برجسته می گوید و نزاکت ِ لفظ (ورق ۸ الف) و معنی در اجارهٔ قلم ِ بدیع رقم اوست

(۱) جو اس میں الخ (نغز ص ۷۸)
(۲) ,, چال ,, (نغز ص ۷۹)
(۳) ,, بلائی جانی ,, (نغز ص ۷۹)
(۴) ,, میں ,, کی بجای ,, ہیں ,, (نغز ص ۷۹)

و بلند تلاشانِ ایں فن طبع زادش را مقبول می دارند۔ به حضورِ انور در سلکِ شعرا ممتازست و نیز در چوکی بندی حاضر می باشد۔ در بدیه گوئی حاضرِ جواب۔ با جامعِ ایں نسخه از عهدِ طفولیت به سبب هم سایگی اخلاص کمال دارد۔ ایں چند شعر از نتائجِ فکرِ اوست۔

هم بھی مضطر جب کبھو تھے پر جہاں سیماب تھا
خانه زادِ اضطرابِ خاطرِ بے تاب تھا

شب کا عجب تھی تاب اس چکنے کی جس کے سامنے [؟]
ماہِ عالم تاب بھی اک کرمکِ شب تاب تھا

فقط مجھے ہی نہ دوراں نے گوشہ گیر کیا
فلک کی ناک میں بھی کہکشاں کا تیر کیا

سدا سے دخترِ رز کا ہوں خصم، تو ہے مجھے
بتا تو محتسبِ شہر! کیوں اسیر کیا

چہرے پر آپ کے ہے وجہ نہیں داد ہوا
داد دو میری کہ یہ باعثِ بیداد ہوا

مجھ کو مت ٹھکراؤ، بس چلیے سمجھ کر دیکھ کر
[۱] راہ سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

بوسہ لے بیٹھا اگر، اٹھوا نہ برہم ہوکے یار
مجھ کو سودا ہوگیا زلفِ معنبر دیکھ کر

قطعہ

پنجہ پر تاب جوارح ہے وہ یار چار میں [؟]
روز و شب ہفت آسماں ہیں جس کو ششدر دیکھ کر

بے بہا ہوتا ہے احساں میوۂ فصلِ اخیر
میں یہ سمجھا رتبۂ والائے حیدر دیکھ کر

(۱) چال سب چلتی ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر (شیفتہ ص ۱۹)

ربطِ آہِ سرد یوں ہے دیدۂ گریاں کے ساتھ
جس طرح ہوتی ہے اک ٹھنڈی ہوا باراں کے ساتھ

رنجِ دنیا، فکرِ عقبیٰ، ترسِ حق، عشقِ بتاں
سو طرح کی ہیں قضا سے [؟] لگ رہیں انساں کے ساتھ (ورق ۸ ب)

تیر تو نکلے گا، پر اے چارہ سازاں یہ کہو
کاشکے نکلے یہ میری جان بھی پیکاں کے ساتھ

نہیں چرخِ مقوس سے ہے حاصل جز ضرر دیکھو
بہ جز پیکان کیا شاخِ کماں کا ہے ثمر دیکھو

سدا آنکھوں میں پھرتا ہے خیالِ خطِ سبز اب تو
مری قسمت سے گھر بیٹھے ملے مجھ کو خضر دیکھو

قیامت میں ہے کیا باقی کہ نکلا مہر قبلے سے
ہوا اس طاقِ ابرو پر ہے ٹیکا جلوہ گر دیکھو

اگر احساں دل اپنا دے تو لے لیجیے مبارک ہے
کسی سے کیا تمہیں حضرت سلامت اپنا گھر دیکھو

میں ہوں بیمار تجھے مجھ سے ہے نفرت شاید
تیرے مذہب میں نہیں رسمِ عیادت شاید

دوستوں پاس نہیں تم نے کرم آج کیا
دشمنوں کی کہیں ماندی (ہے) طبیعت شاید

مثلِ تصویر ہے خاموش مرا آئنہ رو
مر گیا آج کوئی کشتۂ حیرت شاید

جب کہا میں نے نہ پھر گلیوں میں. بولا وہ ماہ
آپ کی شہر میں ہووے گی حکومت شاید

میں نے احساں سے کہا خسروِ شیریں سخناں
دل سے تم رکھتے نہیں مجھ پہ عنایت شاید

تم سے اصلاح میں لیتا ہوں بہ امید کہ ہو
بزمِ شیریں سخناں میں مجھے ثروت شاید
سن کے فرمانے لگے میں تو ہوں حاضر لیکن
عشق شیریں دھنے باید و محنت شاید
فائدہ تم جو مجھے نزع میں بار آئے نظر
[1] نہ تو یارائے سخن اور نہ یارائے نظر
مجھ پر نہ پیکِ یار ہی کچھ خشم گیں ہوا
نامہ بھی وا کیا تو وہ چیں بر جبیں ہوا
احساں لب اس کے ہیں وہ کہ ان کا سخن ہر ایک
شرمندہ سازِ عیسیِ گردوں نشیں ہوا (ورق ۹ الف)
جو کوئی جان بچا کر تمہارے در سے پھرا
نہ جانتا ہوں مری جاں خدا کے گھر سے پھرا
کیوں اجل تو بھی نہیں آتی ہے اس مضطر کے پاس
ہم دمو قسمت کہ خنجر بھی نہیں بستر کے پاس
گردِ دل احساں غمِ معشوق و مے! صد آفریں
پیر و مرشد! واہ یہ بدعت خدا کے گھر کے پاس
پھر آیا جام بہ کف گل عذار اے واعظ
شکستِ توبہ کی پھر ہے بہار اے واعظ
ہم کو نہ مدرسے ہی میں تجھ بن ملال تھا
جب مے کدے میں آئے تو واں بھی کلال تھا
مجلس کا حال ہم کو ہے معلوم شیخ جیو
اب ناچ ہی زمانۂ ماضی میں حال تھا
اطفال وہ ہی قاعدہ داں آج بن گئے
ہے کل کی بات جن کا سبق دال دال تھا

(۱) ع ہی نہ یارای سخن اور نہ یارای نظر (شیفتہ ص ۱۹ ، سخن شعرا ص ۱۲)

ساقی نے آپ کل اسے خذ ماصفا کہا
مے کیا پیئے کہ . . . .

جب اپنی آہ و نالۂ و اشکوں کی دھوم تھی
باران و رعدو برق کا کس کو خیال تھا

مینائے بادہ ہاتھ سے یوں میرے لے گیا
خون[۱] آج محتسب کا تو پینا حلال تھا

جوان تو بھی ہے، اپنے بھی ہیں شباب کے دن
بلا حساب دے بوسے، نہیں حساب کے دن

ہوکے شاگرد، لکھا خط میں ہے بھائی مجھ کو
قیسِ گستاخ (کی) یہ بات نہ بھائی مجھ کو

ہائے چلون سے جھلک کیا ہے دکھائی مجھ کو
آگ اس دستِ حنائی نے لگائی مجھ کو

بال پھر کھولے ہیں اس بت نے خدا خیر کرے
ایک اندھیر سا دیتا ہے دکھائی مجھ کو

رات سے کہتے ہیں برہم ہیں وہ زلفیں مجھ پر
مار ڈالے گی کسی دن یہ ادائی مجھ کو (ورق ۹ ب)

نہ بازو باندھنے سے غش یہ جاوے گا نہ دارو سے
مگر تعویذ اس بازو کا باندھو میرے بازو سے

گو ہو بہشت پر ہمیں راحت وہاں نہیں
جس جا کہ رسمِ نالۂ و آہ و فغاں نہیں

میں جو مے پینے پر آؤں تو سبو پی جاؤں
گر عسس منع کرے اس کا لہو پی جاؤں

---

(۱) خون محتسب کا آج تو پینا حلال تھا (شیفتہ ص ۱۹)

انساں کا گزر کوچے میں اس شوخ کے کیا ہو
جو کہوے صبا سے بھی کہ چل یاں سے ہوا ہو

میں کھول کے کہتا ہوں کھلے جب دل عاشق
جوڑا تو.....جوڑا بھی دھواں دھار بندھا ہو [؟]

تو چاہیے ــــ صحت ہو یہ بیمار کو تیرے
میں جانوں اگر حضرتِ عیسیٰ سے شفا ہو

جنت کا یہ سب ذکر فراموش ہو واعظ
گر حضرتِ من آپ کا دوزخ نہ بھرا ہو

انصاف بھی ہے تری درگاہ میں اے عشق
اک میرا جگر طعمۂ صد برقِ بلا ہو

کب فرطِ خوشی سے وہ دھرے پاؤں زمیں پر
قاتل ترے فتراک میں جو صید بندھا ہو

اے آئنہ رو خاک ہو اب زیست کی صورت
اس شکل سے تو مجھ سے جو برعکس ہوا ہو

جب میں نے کہا چاہتا ہوں میں تجھے واللہ
بولا وہ صنم تم مجھے للہ نہ چاہو

کچھ سانس رکا آئے (ہے) رہ رہ کے یہ ڈر ہے
قاصد نہ کہیں راہ میں کم بخت رکا ہو

خط غیر کو لکھے نہ لکھے مجھ کو وہ تو خط
کیا لکھے جو یونہیں مری قسمت کا لکھا ہو

دوزخ بھی لگا آنے مرے طوف کی خاطر
اے آتشِ دل رتبہ ترا اس سے سوا ہو

جب زلف کو چھیڑوں، تو یہ کہتا ہے کہ احساں (ورق ۱۰ الف)
تو اپنی خبر لے، تجھے سودا نہ ہوا ہو

جنت میں مجھ کو اس کی گلی سے ہیں لے چلے
کیا جانیے کہ مجھ سے ہوا آہ کیا گناہ

نہیں یہ اشکِ خونیں رات عشرت کی جو آئی ہے
سر انگشتِ مژہ پر چشم نے مہندی لگائی ہے

تمہارے قد سے ہیں قائم قیامتیں کیا کیا
اٹھی ہیں بیٹھے بٹھائے یہ آفتیں کیا کیا

کہے ہے مجھ کو مرا شمع رو بہ صد تشنیع
بیان تیری کروں میں شرارتیں کیا کیا

جو زلف دیکھی تو چمٹے مجھے بلا کی طرح
نصیب اپنے کی بتلائی [بتلائیں ؟] شامتیں کیا کیا

کہوں جو آ، تو پھرے گرد میرے پہروں تک
جو یوں . . . تو جتائے نقاہتیں کیا کیا

ڈرائیے آہ سے، گر آہ سے خطر نہ کروں
دکھائیے اشک کی اپنے سرایتیں کیا کیا

جو کھولوں بندِ قبا تو کہہ کی ہی تیری زبان [؟]
نکالتا ہے تو اس میں قباحتیں کیا کیا

مریضِ عشق تو ہو اور مجھ کو روگ لگے
رہی ہیں اب کے زمانے میں چاہتیں کیا کیا

نہ تو ہے قیس، نہ بلبل، نہ کوہ‌کن، احسان
نہ دشت میں، نہ چمن میں، نہ کوہسار میں جا

جو غم ہے تجھ کو، تو پڑھتا ہوا یہ شعر مرا
تو اپنے کوچۂ دلدارِ گل‌عذار میں جا

سیاہ [۱] بختوں کے رتبے کو اہلِ دید سے پوچھ
کہ مثلِ سرمہ رکھے ہیں وہ چشمِ یار میں جا

(۱) سیاہ بختوں کی رھنی کو اہل دید سی پوچھ (سخن شعرا ص ۱۲)

میں جو مے پینے پہ آؤں تو سبو پی جاؤں
گر عسس منع کرے، اس کا لہو پی جاؤں (ورق۱۰ب)
ایجاد نالہ مجھ سے، موجد ہوں میں فغاں کا
شاگرد مبتدی ہے یہ رعد اپنے ہاں کا

رباعی در ہجو

ہیں ایک حکیم جیو بہ شکلِ طاعون
ہے بخل، تقیہ، رفض، ان کا قانون
پھرتے ہیں ۰۰ اور جود میں وہ ۰۰۰
نسخہ ہیں عجیب اور تحفہ معجون

دوش بدوش تھا مجھ سے بت کرمہ کوش [؟]
پردہ درِ خیام عقل، رخنہ گرِ حریمِ ہوش
غازہ بہ رو، مسی بہ لب، پان بہ دھن، حنا بہ کف
سلکِ درِ عدن بہ سر، طرۂ عنبریں بہ دوش

پل میں مریض وہ کرے، دم میں شفا یہ دے مجھے
آہ وہ چشمِ مے پرست، واہ وہ لعل بادہ نوش

تلون، بد مزاجی، زود رنجی
یہ خو تیری مجھے احساں نہ بھائی
نہ ہوتا بحرِ اُلفت کا شناور
جو تو ۰۰۰۰۰ ڈولی آشنائی

جہاں میں وہ ہوا ہے تو بھی معروف
جہاں جائے گا ۰۰۰ اے بے وفائی

کہیں گی [کہے گی؟] خلق یہ دیکھو وہ آیا

الہی بخش خاں صاحب کا بھائی

اظہر

اظہر تخلص، میر غلام علی، سیدے بودہ، از احوالش اطلاع بہ مولف نیست۔ شعرِ او کہ مسموع گشتہ، ثبت می گردد۔ ازوست۔

۱۔ نہیں یہ مردمکِ چشم ساتھ آنسو کے
نکل کے لختِ جگر جم رہا ہے آنکھوں میں

انجام

۲۔ انجام تخلص، امیر خاں بہادر، خلفِ نواب بقاء اللہ خاں، برادر زادۂ نواب (ورق ۱۱ الف) عمدۃالملک مرحوم کہ خان عالم خطاب داشت۔ سخنش دل چسپ ست۔

۳۔ اب یہی احسان ہے، ہرگز نہ ہوں آزاد ہم
پھر چمن میں جائیں گے کیا لے کے منہ صیاد ہم

(۱) نہیں ہی مردمکِ چشم ساتھ آنسو کی نکل کی داغِ جگر جم رہا ہی آنکھوں میں
(شورش ص ۳۷، شیفتہ ص ۳۵)

نہیں یہ مردمکِ چشم ساتھ آسو کی نکل کی داغ جگر جم رہا ہی آنکھوں میں (حسن ص ۱۴)

(۲) ،، امیر خاں انجام، ولد میر میراں امیر خاں یزدی ناظمِ کابل،، (چمنستان ص ۳۰)

،، انجام تخلص عمدۃالملک خطاب نواب امیر خاں نام، والد ماجد ان کی عمدۃالملک امیر خاں ہیں،،
(گلزار ص ۱۳)

(۳) اب یہی احساں ہی جو ہرگز نہ ہوں آزاد ہم پھر چمن میں جائیں کیا منہ لی کی ای صیاد ہم
(گردیزی، ص ۲۰)

اب یہی احسان ہی ہرگز نہ ہوں آزاد ہم پھر چمن میں جائیں کیا منہ لی کی ای صیاد ہم
(چمنستان ص ۳۰، نغز ص ۸۰)

امیر | امیر تخلص، نواب محمد[1] یار خاں، فرزند نواب علی محمد خاں، قوم افاغنه، از سرداران کٹھر، شاگرد محمد قائم، اکثر شعرائے آں عصر ملازم او بودند۔ سردارِ با اقتدار و به همت و جواں مردی مشهور۔ مجلسِ مشاعره ترتیب می داد۔ مدتے شد که ازیں سرائے ناپائدار رخت اقامت بربست۔ خدایش بیامرزد که قدردان صاحبان ایں فن بود۔ وله

[2]۔ تیرے گھر جانے سے یاں اپنا تو گھر جاتا ہے
اے مری جان کے دشمن تو کدھر جاتا ہے
[3]۔ الله رے سرخی ترے چہرے کی ہنگامِ عتاب
[4]۔ جتنا بگڑے ہے تو اتنا ہی سنور جاتا ہے
[5]۔ اس شکار انداز سے لگ کر کوئی چھپتی ہے آنکھ
کیوں نہ ہو سوئے قضا، منہ وقت رم نخچیر کا

انشا | انشا تخلص، حکیم انشاء الله خاں، خلف میر ماشاء الله خاں، اصلش از نجفِ اشرف، خود در مرشد آباد تولد یافته، از ابتدا عمده معاش مانده، در فنِ طبابت مهارت کلی دارد۔ مثنوی مسمی به «[6]۔ شیر دربرنج» در جوابِ مثنوی نان و حلوای مولانا بهاء الدین آملی رحمته الله علیه بسے به لطافت موزوں نموده۔ اگر حکیم ابواسحق اطعمه زنده می بود، بسیار پسند می کرد و داد شیریں گوئی می داد۔ در ایامے که (ورق ۱۱ ب) به سرکار مرشد زداۂ آفاق میرزا سلیمان شکوه بهادر در لکھنؤ

(۱) ,, امیر تخلص نواب علی محمد خاں قوم افغان ،، (سخن شعرا ص ٤٧)
,, اسمش محمد یار خاں ابن محمد علی خاں ،، (گلزار ص ۳۵)
(۲) ع تیری گھر جانی سی بس اپنا تو گھر جاتا هی (شیفته ص ۲٦)
(۳) ع واه ری سرخی تری چهری کی هنگام عتاب (نغز ص ٧٤)
ع های سرخی تری رخسار کی هنگام عتاب (شیفته ص ۲٦، سخن شعرا ص ٤٧)
(٤) ع جتنا هی بگڑی هی اتنا هی سنور جاتا هی (حسن ص ١٤)
(۵) ع اس شکار انداز سی لگ کر کوئی چھپتی هی آنکھ (حسن ص ١٤، شیفته ص ۲٦، سخن شعرا ص ٤٧)

(٦) کذا

ملازم بود، قصیده در تہنیتِ سال گرۂ مرشد زاده دام عمره موزون نموده،
همه پر از مضامینِ عالی ست که مطلعش این ست،

صبح دم میں نے جو لی بسترِ گل پر کروٹ
جنبشِ باد بہاری سے گئی نیند اچٹ

هنگامیے که در اقتدارِ نواب ذوالفقارالدوله مرحوم خانِ مذکور واردِ شاه جہان آباد ..... و در مشاعرۂ امین الدوله معین‌الملک ناصر جنگ بہادر عرف میرزا میڈھو صاحب المتخلص به امیر خلفِ وزیرالممالک نواب شجاع الدوله مغفور انشاء الله خان با حکیم قدرت الله خان قاسم و ثناء الله خان فراق و میرزا عظیم بیگ و شیخ ولی الله محب که هر چهار شخص سخن سنج و سخن دان و سخن فهم و سخن گوے عصر خود اند، معارض و طرف شده بود و در مجالسِ مشاعره غزل هاے تلاشبه[1]۔ از جانبین به زبانِ عربی و فارسی و ترکی و ریخته براے امتحانِ طبائع به گفتار آمد، میرزا عظیم موصوف مخمس در هجوِ ملیح بسیار به پاکیزگی گفته است و اکنون در لکھنؤ با غلام همدانی مصحفی که عصر خود ست [؟] سقم در غزلیاتش بر آورده۔ بنا بران فی مابین ناخوشیِ کمال به میان آمد و بعدِ رد و بدلِ بسیار مجربه هجو گوئی شد۔ مدعا این که میر انشاء الله خان به زعمِ خود در عقل و قوتِ شاعری هیچ یکے را درین فن هم سرِ خود نه می داند۔ (ورق ۱۲ الف) فی‌الواقع در قوتِ شاعری او حرفے نیست، لیکن بسیار هنگامه آرا و شوخ طبع ست۔ اکثر اشعار به صنائع قلب و حروف بے نقط و بعضے اشعار که الفاظش تمام با نقط ست موزون نموده و شعر در زبان عربی و فارسی و ترکی و هندی وغیره در کمالِ فصاحت گفته۔ دیوانے مملو از قصائد و مثنویات و رباعیات و غزلیات و مخمسات و مقطعات مدحیات و هجویات دارد۔ از شیرین زبانیِ اوست۔

[2]۔ شمیمِ کا کلِ مشکیں سے میں جو اونگ گیا
تو آپ کہنے لگے، اس کو سانپ سونگ گیا

(۱) کذا۔ (۲) شمیم کا کل پیچاں سی میں جو اونگھ گیا تو هنس کی کهنی لگی اس کو سانپ سونگھ گیا (دستور ص ۱۰۸) ,,کلام انشا،، میں یه شعر نهیں هی۔

[1] جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا
لگا کے برف میں ساقی صراحیِ مے لا

برق کو چھیڑ، قدم معدنِ سیماب پہ رکھ
ہاتھ لیکن نہ کسی کے دلِ بے تاب پہ رکھ

نہ اڑا جائے کہیں ابرِ بہار اے ساقی
سنگ فرشِ بطِ مے چادرِ مہتاب پہ رکھ

قصہ خواں نیند جو تھوڑی سی بھی آجائے تو دوں
جوڑی سونے کے کڑوں کی تجھے کمخاب پہ رکھ

[2] یہ جو کہتے ہو مجھے اب قدر جانی آپ کی
بندہ کس قابل ہے صاحب مہربانی آپ کی

اے جنوں استاد [3] جیو آ جائیے خم ٹھونک کر
ہاں خلیفہ ہم بھی دیکھیں پہلوانی آپ کی

ہم نے سو راتیں جگائیں تب ہوا یہ اتفاق
سو اسی دن کو دھری تھی نیند آنی آپ کی

دو گلابی لا کے ساقی نے کہا انشا سے رات
زعفرانی میرا حصہ، ارغوانی آپ کی

[4] رونے سے اپنے دل کی تپش گرد ہو گئی
دو چار بوندیوں میں ہوا سرد ہو گئی (ورق ۱۲ ب)

(۱) لگا کی برف میں ساقی صراحی می لا — جگر کی آگ بجھی جس سی جلد وہ شی لا
(آب حیات ص ۲۷۱)

ع جگر کی آگ بجھی جلد جس میں وہ شی لا (کلام انشا ص ۵)

(۲) مجھ سی فرمانی لگی اب قدرجانی آپ کی (کلام انشا ص ۲۱۹)

(۳) ای جنوں استاد جی خم ٹھونک کر آ جائیی (کلام انشا ص ۲۲۲)

ای جنوں استاد جی آ جائیی خم ٹھونک کر (نغز ص ۸۷)

(۴) گرمی کی جو شکوہ تھی سب گرد ہوگئی — دو چار بوندیوں میں ہوا سرد ہو گئی
(کلام انشا ص ۲۷۳)

ھے شبِ وصل، کھلے کاش نہ دروازۂ صبح
۱۔ کم نہیں شور قیامت سے یہ آوازۂ صبح

۲۔ مانگا جو میں نے بوسہ اس سے چمن کے اندر
بولا یہاں نہیں چل مجھی بھون کے اندر

۳۔ دل کو رکھ کر پنجۂ مژگانِ تر پر بیچیے
یعنی اپنا مال ھے اس کو چھڑک کر بیچیے

پھبتی ترے مکھڑے پہ مجھے حور کی سوجھی
لا ھاتھ ادھر دے کہ بہت دور کی سوجھی

۴۔ عشق کا دامن لیا اک ارتلے کے واسطے
ورنہ کافی تھا جنوں بھی ولولے کے واسطے

۵۔ دیکھ کر گو مجھ کو دشمن نیلے پیلے ھوگئے
پر وہ میں نے چست کیں باتیں کہ ڈھیلے ھوگئے

۶۔ آئینۂ فلک میں یہ عکسِ چراغِ دل
خورشید ھو نمود ھوا، بل بے داغِ دل

کچھ اشارہ جو کیا ھم نے ملاقات کے وقت
۷۔ ٹال کر کہنے لگے، دن ھے ابھی، رات کے وقت

جس زمیں پر ھوں ترے کشتۂ دیدار کے پھول
کیوں نہ پھرواں سے اگیں نرگسِ بیمار کے پھول

(۱) کم نہیں شورِ قیامت سی کچھ آوازۂ صبح (کلام انشا ص ۷۱)
(۲) مانگا جو اس سی بوسہ میں نی چمن کی اندر
بولا کہ یاں نہیں چل مجھی بھون کی اندر (ھندی ص ۲۴ ، نغز ص ۸۹)
مانگا جو میں نی بوسہ ان سی چمن کی اندر
بولی کہ یاں نہیں چل مجھی بھون کی اندر (کلام انشا ص ۸۸)
(۳) (۴) (۵) یہ اشعار ,,کلام انشا،، میں نہیں ھیں۔
(۶) ع آئینی میں فلک کی یہ عکسِ چراغِ دل (کلام انشا ص ۱۲۷)
(۷) ع ٹال کر کہنی لگا الخ (کلام انشا ص ۵۵) ع تاڑ کر کہنی لگی الخ (سخن شعرا ۵۳)

[1] کتنی دن گرچہ فراقِ صنم و دیر تو ہے
چلیے پر کعبے بھی ہو آئیں بھلا سیر تو ہے

کل بھی عقل سے تری ہم نہ ٹلے، بیٹھ گئے
بولے اٹھ اٹھ سبھی یاں تک کہ گلے بیٹھ گئے

برق شعلہ زن چمکی، ابر بھی خروشاں ہے
گرم اس گھڑی ساقی، [2] بزم بادہ نوشاں ہے

چھوڑتے ہیں اب کوئی دو چار بوسے بن لیے
چٹکیاں لے، گالیوں کی خواہ تو بوچھاڑ کر

ہم نہیں ڈرنے کے ان باتوں سے پیارے شوق سے
اور غل کر، اور چلا، اور توبہ دھاڑ کر (ورق ۱۳ الف)

کیوں ساقیا نہ لال ہو اپنا [3] یہ رنگِ فرش
شیشے شراب سرخ کیے ہیں بجائے سنگِ فرش

تک قیس کو چھیڑ چھاڑ کر عشق
اپنا مجھے پنجے جھاڑ کر عشق

گر ہوں افلاک و عقول اور نظر بیسوں ایک
مدرکات اور مقولات عشر بیسوں ایک

لاہوت پر نہ دیکھیں جو قدسیاں تماشا
وہ [4] ہم کو ہے دکھاتا عشقِ بتاں تماشا

(۱) چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہی چلیے پھر کعبے بھی ہو آویں بھلا سیر تو ہی (کلام انشا ۲۰۰)
چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہی چلو پر کعبے بھی ہو آئیں بھلا سیر تو ہی (شیفتہ ۳۰)

(۲) بزمِ دردِ نوشاں ہی (کلام انشا ص ۲۰۳)

(۳) اتنا (سخن شعرا ص ۵۳)

(۴) سو ہم کو الخ (کلام انشا ص ۲)

اگر نہ مجھ سے تو آ کر لپٹ گیا ہوتا
تو [1] آج تجھ سے مرا جی ہی ہٹ گیا ہوتا

[2] واں جھوٹ جھوٹ تم نے بناوٹ سے غش کیا
ہم سچ مچ ایسے روئے کہ یاں جھٹ سے غش کیا

جس دم کہ ترے محوِ تجلیٰ کو غش آیا
لوگوں نے کہا حضرت موسیٰ کو غش آیا

[3] کوچے میں ترے بھیڑ جو ہے آج بہت سی
اغلب کہ کسی عاشقِ رسوا کو غش آیا

[4] نظارے کی تاب اپنے (نہ) لایا ہے وہ آخر
دیکھ آئنہ اس شوخِ خود آرا کو غش آیا

[5] بالیں پہ اکھٹے جو ہوئے لوگ ہیں اس کی
شاید ترے بیمارِ تمنا کو غش آیا

اک مست نے انجیل کے چھیڑے جو مقامات
بس سنتے ہی رہبانِ کلیسا کو غش آیا

بے خود [6] ہو گرا خاک پر انشا تو وہ بولے
آغا کو غش آیا مرے مرزا کو غش آیا

پرتو سے چاندنی کے ہے صحنِ باغ ٹھنڈا
پھولوں کی سیج پر آ، کر دے چراغ ٹھنڈا

---

(۱) ع تورات تجھ سی مرا جی ہی پھٹ گیا ہوتا (کلام انشا ص ٥)

(۲) واں جھوٹ موٹ تم نی بناوٹ سی غش کیا — ہم سچ مچ ایسی روئی کہ یاں چٹ سی غش کیا (کلام انشا ص ۱۲)

ع ہم سچ مچ ایسا روئی کہ یاں چٹ سی غش کیا (سخن شعرا ٥۲)

(۳) کوچی میں تری آج جو ہی بھیڑ بہت سی — شاید کہ کسی عاشق رسوا کو غش آیا (کلام انشا ۱٦)

(٤) نظاری کی تاب اپنی نہ لایا نہ یہ دیکھو (کلام انشا ص ۱٦)

(٥) بالیں پہ سمٹ کرکی جو لوگ آئی ہیں اس کی (کلام انشا ص ۱٦)

(٦) ع بی خود ہو گرا بزم میں انشا تو وہ بولا (کلام انشا ص ۱٦)

۱۔ دستِ جنوں سے اے واویلا
سونے نہ پایا میں پاؤں پھیلا (ورق ۱۳ ب)

۲۔ اس بے وفا کو یار کیا ہم نے کیا کیا
یہ جبر اختیار کیا ہم نے کیا کیا

اس سنگ دل کے ہجر میں ۳۔ چشموں کو ہم نے آہ
مانندِ آبشار کیا ہم نے کیا کیا

۴۔ بس آنکھ ملاتے ہی کیا کام ہمارا
تس پر یہ غضب پوچھتے ہو نام ہمارا

رکھتے ہیں کہیں پاؤں تو ۵۔ پڑتا ہے کہیں اور
ساقی تو ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا

۶۔ سرگشتگیِ وادیِ وحشت میں سن اے عشق
پڑتا ہے نئی وضع سے ہرگام ہمارا

۷۔ بے تابیِ دل کے لیے اس شوخ کو انشا
پہنچے ہے بلا واسطہ پیغام ہمارا

اگر ہمارے کرے کوئی بند بند جدا
تو یہ قبول ۸۔، نہ ہو پر وہ خود پسند جدا

(۱) دست جنوں سی ای وای ویلا سونی نہ پای ٹک پاؤں پھیلا (کلام انشا ص ۲۳)
(۲) ہی ظلم اس کو یار کیا ہم نی کیا کیا کیا جبر اختیار کیا ہم نی کیا کیا (کلام انشا ص ۲۴)
(۳) ع چشموں کو اپنی آہ (کلام انشا ص ۲۴)
(۴) ع ٹک آنکھ ملاتی ہی الخ (کلام انشا ص ۲۵ ، ہندی ص ۲۴ ، سخن شعرا ص ۵۲)
(۵) ع تو پڑتی ہیں کہیں اور (کلام انشا ص ۲۵ ، ہندی ص ۲۴)
(۶) ع سرگشتگیِ مرحلۂ شوق میں ای عشق (کلام انشا ص ۲۵)
(۷) ع بیتابی دل کی سبب اس شوخ تک انشا (ہندی ص ۲۴ ، کلام انشا ص ۲۵)
(۸) تو یہ قبول نہ ہو ہو وہ خود پسند جدا (کلام انشا ص ۲۵)

ہمیشہ پاؤں تلے دل کو میرے روندے ہے
وہ [1]۔ رخش غمزہ جدا، ناز کا سمند جدا

مجھے کیوں نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا
کہ پڑا ہے آج خم میں قدح شراب اُلٹا

دیوار پھاندنے میں دیکھو گے کام میرا
جب دھم سے آکہوں گا صاحب سلام میرا

ہوا پیدا (یہ) دودِ دل سے کوہِ قاف کا جوڑا
کہ واں پریوں نے اک قصہ پری [2]۔ اوصاف کا جوڑا

رہے گا چار سو ستر برس انشا زمانے میں
کہ اس پر سج رہا ہے عین و شین و قاف کا جوڑا

کیا کہوں احوال تیرے عاشقِ بے تاب کا
اشک جو ٹپکا سو کوہِ [3]۔ قطرہ تھا سیماب کا

پھرا یہ آنکھوں میں اس زلفِ عنبرین کا سانپ
کہ موجِ اشک ہوئی اپنی آستین کا سانپ

لٹ اس کے بالوں کی غصے میں ٹک جبیں پر دیکھ
نہ ایسا ہوئے گا [4]۔ صحرائے ملکِ چین کا سانپ (ورق ۱۴ الف)

عمامے والوں سے اے دل تو بچ کے نکلا کر
کہ ہے یہ شملۂ زہاد راہِ دین کا سانپ

کعبے سے کیے ہم نے جو آہنگِ خرابات
کیا جانیے خوش آیا ہمیں کیا رنگِ خرابات

یوں گئے لختِ جگر دیدۂ گریاں سے لپٹ
جوں پتنگے رہیں بارش میں چراغاں سے اپٹ

---

(۱) وہ رخش حسن جدا ناز کا سمند جدا (کلام انشا ص ۲۶)
(۲) مری اوصاف (کلام انشا ص ۳۹) (۳) سو گویا الخ (کلام انشا ص ۴۹)
(۴) ہووی گا (کلام انشا ص ۵۲)

لیے گئی وادیِ مجنوں میں جو وحشت ناگاہ
خوب سا روئیے ہم اشجارِ مغیلاں[1] سے لپٹ

بن کیے وہ برقِ نگہ ابروے خم دار کی آنچ
یوں کہے ہے کہ بری ہوتی ہے تروار کی آنچ

پھونک مت مجھ کو برے بیٹھ کے رواف انشا
شمع کی لو ہے ترے دیدۂ خوں بار کی آنچ

پھر کاش پھول بیٹھے ہر اک اس چمن کی شاخ
پھوٹے حمل کے سر سے طلائی کرن کی شاخ

راتوں کو نہ نکلا کرو دروازے سے باہر
شوخی میں دھرو پاؤں نہ اندازے سے باہر

آئے نہ آپ رات جو اپنے قرار پر
گزری قیامت اس دلِ امید وار پر

ساقیا یہ ہوش آئی بوے خانۂ خمار
دوڑے ہم سبو لے کر سوے خانۂ خمار

سن لیجے گوشِ دل سے مری مشفقا یہ عرض
مانندِ بید غصے میں[2] مت تھر تھرائیے

بلور گو درست ہو لیکن ضرور کیا
خواہی نہ خواہی اس کو غزل میں کھپائیے

دستور و نور و طور یہ ہیں قافیے بہت
اس میں جو چاہیے تو قصیدہ سنائیے

یہ تو غضب ہے کہیے غزل آٹھ بیت کی
اور اس میں روپ[3] ایسے انوکھے دکھائیے

---

(۱) اشجار بیاباں (کلام انشا ص ٦٤)
(۲) غصے‌سے (کلام انشا مقدمہ) (۳) حرف (کلام انشا مقدمہ)

کیا لطف ھے کہ گردنِ کافور باندہ کر
مردے کی باس [1]۔ جیتوں کو لاکر سنگھائیے (ورق ۱۴ ب)
[2]۔ کیوں خاطر شریف میں گررا کہ بزم میں
کھلا ھوا شـــربفہ غـــزل کو بنائیے
[3]۔ ایسے نجس کثیف قوافی کی نظم سے
دندانِ ریختـــہ پہ پھپھوندی جمائیے
بخرے میں آپ ھی کے یہ آئی ھے شاعری
[4]۔ بس منہ ھی منہ (میں) رکھیے اسے واں سرائیے
[5]۔ ماھی کی ترب سے مشابہ بساتھدی [؟]
لے ساتھ گومتی میں اسے غوطہ کھائیے
گردن کا دخل کیا ھے سقنقور میں بھلا
سانڈے (کی) طرح [6]۔ اپنی نہ گردن ھلائیے
مشفق کڑی کمان کو [7]۔ کڑی نہ بولیے
چلا کے مفت تیرِ ملامت نہ کھائیے
اردو کی بولی ھے یہ بھلا کھائیے قسم
اس بات پر اب آپ ھی مصحف اٹھائیے
[8]۔ اسناد گرچہ لائے ھیں صاحب صحیح [؟]
لیکن ڈھکی ھی رکھیے بس اس کو چھپائیے
جھٹ لکھیے روپ رام کنارا کو ایک خط
بھلو کی مہر سے سند اس کی منگائیے

(۱) زندوں کو (کلام انشا مقدمہ) (۲) یوں (کلام انشا مقدمہ)
(۳) ایسی نجس کثیف قوافی سی نظم میں (کلام انشا مقدمہ)
(٤) بس منہ ھی منہ میں رکھیے اسی مت سرا ھیے (کلام انشا مقدمہ)
(۵) کذا — یہ شعر کلام انشا اور آب حیات دونوں میں نہیں ھے
(٦) آپ (کلام انشا مقدمہ) (۷) کڑری (کلام انشا مقدمہ)
(۸) اسناد گرچہ ٹھہری ھیں صاحب یوں ھی سہی (کلام انشا مقدمہ)

اپنی کمک کے واسطے جا بھرت پور میں
رنجیت سنگھ جاٹ کو همراہ لائیے
یا گرد و پیش کے قصباتی جو لوگ ھیں
اک راوا باندھے انھیں جلدی بلائیے
مخلص کا التماس پزیرا ھو سوچ کر
کہے سے ایسے ریختے کے باز آئیے
سرکار کی یہاں نہیں گلنے کی دال کچھ
روٹی جو کھانی ھووے تو پنجاب جائیے
ستلج [۱] بیاہ راوی و جھلم کی سیر کر
چناب والے لوگوں کو یہ کچھ سنائیے
خشکا گدھوں کو دیجیے لوزینہ گاؤ کو
واں جاکے بین بھینس کے آگے بجائیے (ورق ۱۵ الف)
[۲] اس امر کا یہاں شنوا کون ھے بھلا
اب بھیرویں کا پٹہ کوئی آپ گائیے

یہ کس کا ھے غبارِ خاطرِ مایوس شیشے میں
کہ ھر ساعت ھے اس کو رجعت معکوس شیشے میں
جھمک ھے یہ کچھ (اس) اودے دوپٹے کی کناری میں
نظر جوں برق آوے دامنِ ابرِ بہاری میں
یاس و امید و شادی و غم نے [۳] دھوم مچائی سینے میں
خوب مچی ھے آج دھما دھم مار کٹائی سینے میں

ادب آموز ھو مانندِ ارسطا طالیس
تا جبلت پہ تری ھووے سکندر عاشق

(۱) بیاس (کلام انشا مقدمہ)   (۲) اس رمز کا (کلام انشا مقدمہ)
(۳) دھوم اٹھائی (کلام انشا مقدمہ)   یاس و امید و شادی و غم نی دھوم اٹھائی سینی میں
آج مچی ھی خوب دھما دھم مار کٹائی سینی میں   (دستور ص ۱۰۸)

سیکھ تقریر تو وہ شستۂ و رفتہ جس سے
قلزمِ علم کے ہوں تجھ پہ شناور عاشق
فارسی پر (تری) آوے شہ ایران کو غش
عربی بولے تو ہو روم میں قیصر عاشق
نہ کہ صحبت ہو رزالوں سے کہ[۱] یوں تجھ کو کہیں
دموں کی خیر رہے دولھا بہادر عاشق
سلطنت بیچتے ہیں درد کشاں خاک کے مول
ہے یہاں سایہ ہما کا خس و خاک کے مول

[۲] تجھے اے جنوں یہ کہا نہیں کہ نہ کھینچ پنبۂ داغِ دل
مرے چھیڑنے سے حصول کیا، نہ مزاج حوش، نہ فراغ دل
گل کھانے کو کل میں نے جو چھلے کو کیا گرم
بولے کہ چہ خوش، وا چھڑے، ہیں آپ بھی کیا گرم

دھوم اتنی ترے دیوانے مچا سکتے ہیں
کہ ابھی عرش کو چاہیں تو ہلا سکتے ہیں
[۳] ہم وہ آتش نفساں ہیں کہ بھریں آہ تو جھٹ
آگ دامانِ شفق کو بھی لگا سکتے ہیں
چارہ ساز اپنے تو مصروف بہ دل ہیں لیکن
[۴] کون تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہیں (ورق ۱۵ ب)
ہم نشیں تو جو یہ کہتا ہے کہ قد غن ہے بہت
اب وہ آواز بھی کب تجھ کو سنا سکتے ہیں
[۵] گو نہ آواز سنائیں مجھے در تک آ کر
اپنے پاؤں کے کڑوں کو تو بجا سکتے ہیں

(۱) جو یوں (کلام انشا ص ۱۲۱)
(۲) تجھی میں کہا نہیں ای جنوں کہ نہ کھینچ پنبۂ داغ دل (کلام انشا ص ۱۲۹)
(۳) یاں وہ الخ (کلام انشا ص ۱۴۱) (۴) کوئی (کلام انشا ص ۱۴۱)
(۵) ای نہ آواز سناویں مجھی در تک آکر (کلام انشا ص ۱۴۱)

۱۔ بستر اٹھے ھیں مینہ کے بادل گرج رہے ھیں
نقارے سے فلک پر کچھ آج بج رہے ھیں

سبزہ کیا خاکِ شہیداں سے تری خاک اگے
جائے گل چاھیے واں سے دلِ صد چاک اگے

جس جگہ پھوٹ بہے زخمِ جگر کا انگور
سیکڑوں کوس تلک واں شجرِ تاک اگے

۲۔ جس کو امید وصل کی بارِ دگر نہ ھو
شامِ وصال اس کی کبھو بھی سحر نہ ھو

۳۔ جوں ھوا ماہ وہ کواڑ کی اوٹ
آفتاب آگیا پہاڑ کی اوٹ

٤۔ یہ اپنے آپ کو بھولا ھوں ... محبت
کسی نے نام جو پوچھا کہا غلام محبت

فروغِ مے سے نہ ھووے کیوں کر، ۵۔ ایاغ روشن مراد حاصل
مثل یہ مشہور ھے جہاں میں، چراغ روشن مراد حاصل

واقعی مجھ سے گنہ ایسے ھی دو تین ھوے
کہ مرے سامنے وہ لے کے قرابین ھوے

٦۔ دستِ جنوں سے اے واویلا
سونے نہ پائے ھم پاؤں پھیلا

اے عشق مجھے شاھدِ اصلی کو دکھالا
قم خذ بیدی وفقک اللہ تعالیٰ

---

(۱) شرالی مینہ کی ھیں بادل گرج رہی ھیں (کلام انشا ص ۱٤٤)
(۲ و ۳) یہ اشعار ,,کلام انشا،، میں نہیں ھیں۔
(٤) یہ شعر بھی ,,کلام انشا،، میں نہیں ھی
(۵) مخ میں ,,چراغ،، ھی
(٦) دست جنوں سی ای وای ویلا — سونی نہ پانی ٹک پاؤں پھیلا (کلام انشا ص ۲۳)

شہر سے دل اچاٹ ہے، انس نہیں اجاڑ سے
سر کو پٹکیے اے جنوں، کون سے اب پہاڑ سے (ورق ١٦ الف)

کھینچ لے کاش وہ پری اپنے مجھے لحاف میں
یا کہ بلا سے پھینک دے دامنِ کوہِ قاف میں

لے انہوں نے جو یہ پھولوں کی چھڑی ڈالی توڑ
میں نے بھی آپ کی دو لڑی کی لڑی ڈالی توڑ

بولے وہ جب ہاتھ رکھا میں نے ان کی ران پر
خیر ہے تم کو، اجی لعنت کرو شیطان پر

لے چلا دامانِ صحرا کو گریباں پھاڑ کر
آخر آ مجھ کو جنوں [1] لپٹا ہے پنجے جھاڑ کر

غنچوں کو روند، گل کو مسل اور صبا کو چھیڑ
لیکن نہ اس کے عقدۂ بندِ قبا کو چھیڑ

آج وہ جلوہ فروز اپنے جو منظر میں نہیں
تو چمک ذرہ بھی اس خسروِ خاور میں نہیں

تاب فرقت کی مرے جسمِ محقر میں نہیں
صبر کا دخل کہیں اس دلِ مضطر میں نہیں

بس ہو چکے آغشتہ بہ خوں دست و گریباں
ہو مجھ سے نہ اے (دیو) جنوں دست و گریباں

[2] مرضِ عشق کا کوئی بھی گرفتار نہ ہو
اے خدا یہ تو کسی بندے کو آزار نہ ہو

نیند مستوں کو کہاں اور کدھر کا تکیہ
خشتِ خم خانہ ہے یاں اپنے تو سر کا تکیہ

(١) چمٹا ہے (کلام انشا ص ٩٠) (٢) کوئی اس دام محبت میں گرفتار نہ ہو
(کلام انشا ص ١٧٨)

[1] سج یہ آفت تری یہ دھج یہ خوش اندامی ھے
کہ نظر بھر کے تجھے دیکھیں تو بدنامی ھے
جامِ مے پینے پہ دیتا ھے یہ سب کو فتویٰ
اس گھڑی پیرِ مغاں مولویِ جامی ھے

[2] کچھ بات نہیں صرف ملاقات کی ٹھہرے
تب خوش ھو مرا جی کہ جب اس بات کی ٹھہرے
آتا ھے یہی جی میں کہ دستار گرو رکھ
پھر آج ذرا سیرِ خرابات کی ٹھہرے

کیا کام ھم کو سجدۂ دیرو حرم کے ساتھ
مستوں کا سر جھکے ھے صراحی کے خم کے ساتھ (ورق ۱٦ ب)
وحشی تری نگہ کا بیابانِ کعبہ دیکھ
بھرنے لگا شلنگ غزالِ حرم کے ساتھ

داغوں سے ھے یوں یہ دلِ بے تاب شگفتہ
پھولوں سے ھوجوں گلشنِ سیراب شگفتہ
آسودہ ترے کشتۂ نظارہ جہاں ھیں
کیوں کر نہ ھووان خاطرِ احباب شگفتہ
کوسوں تلک اس دشت میں قدرت سے خدا کی
ھے پیشِ نظر نرگس شاداب شگفتہ

[3] ... ھی نکلے ھے سدا عرش کے دروازے سے
جب نکلتا ھے گروہِ فقرا کا سایہ

(۱) سج (شیفتہ ص ۳۰)
(۲) کب چاھوں‌ھوں میں صرف ملاقات کی ٹھہری نب خوش ھو مرا دل کہ جب اس بات کی ٹھہری (کلام انشا ص ۲۰٤)
(۳) یونہیں نکلی ھی سدا عرش کی دروازی سی جب کہ پڑتا ھی گروہ فقرا کا سایہ (کلام انشا ۱۹۱)

۱۔ کچھ تو یاروں سے بھی واحد ہو ...... میں
کیوں میاں عرش رہے تجھ پہ خدا کا سایہ
غیر کے اک اشارے پر، اٹھ گئے میرے پاس سے
تس پہ یہ مجھ سے پوچھنا، بیٹھے ہو کیوں اداس سے
کیوں جی کیوں آپ کی خاطر میں بھلا کیا آیا
کہ خفا ہوگئے کل ذکر جو میرا آیا
۲۔ پیار سے اس نے پکارا مجھے منہ سے میرے
یہی نکلا کہ یہ آیا، اجی آیا، آیا
اس کی بن پونچھی جو ہونٹوں کی مسی یاد آئی
سامنے آنکھوں کے اک بار اندھیرا آیا
ناقہ رک رک کے اگا چلنے تو [۳] بولی لیلیٰ
جس میں مجنوں ہے یہ شاید وہی صحرا آیا
۴۔ ہم نشینوں نے کہا ان کو جو قاصد پہنچا
لو مبارک ہو تمہیں نامۂ انشا آیا

چشم و ادا وغمزہ، شوخی و ناز پانچوں
دشمن ہیں میرے جی کے بندہ نواز پانچوں
۵۔ سر چشم و صبر و دل دیں، تن مال و جان آٹھوں
صدقے کئے تھے تم پر او مہربان آٹھوں
دس عقل، دس مقولے دس مدرکات، تیسوں
تیرے ہی ذکر میں ہیں اے پاک ذات تیسوں (ورق ۱۷ الف)

---

(۱) کچھ تو یارں سی بھی واحد ہوکہ تا روز قیام (کلام انشا ص ۱۹۱)
(۲) پیار سی اس نی پکارا جو مجھی منہ سی مری (کلام انشا ص ۸)
(۳) تو لیلی بولی (کلام انشا ص ۸)
(٤) ہم نشیوں نی کہا ان کی جو قاصد پہنچا لو مبارک ہو اجی نامۂ انشا آیا (کلام انشا ص ۹)
(۵) سر، چشم، صبر، دل، دین، تن، مال، جان آٹھوں
صدقی کیی ہیں تم پر او مہربان آٹھوں (کلام انشا ص ۱۵۲)

[١] سب سرو باندھتے ھیں تو اس قد کو تاڑ باندھ
بوسے کی گر ھوس ھے تو گرد اس کے پاڑ باندھ

گو اس کی جھانک تاک پہ جس تس نے غش کیا
لیکن نہ اس کو سوجھ پڑی کس نے غش کیا

سودا زدہ دل ھے تو یہ تدبیر کریں گے
اس زلفِ گرہ گیر کی زنجیر کریں گے

غصے میں ترے ھم نے عجب لطف اٹھایا
اب تو عمداً اور بھی تقصیر کریں گے

[٢] میں اپنے ھاتھ کے گال کی کہوں کیا اک کہانی
نشانی اس کا چھلا تھا یہ چھلے کی نشانی ھے

[٣] اچھا جو خفا ھوتے ھو تم اے صنم اچھا
تو ھم بھی نہ بولیں گے خدا کی قسم اچھا

اس ھستیِ موھوم سے میں تنگ ھوں [٤] اتنا
واللہ کہ اس سے بہ مراتب عدم اچھا

نہ نکلے کیوں کہ تری چشمِ سرمہ سا سے نگاہ
وقار ھند میں کم تر ھے اب سپاھی کا

(١) بولی تو اپنی سرو خراماں کو تاڑ باندھ گر قصدِ بوسہ ھووے تو گرد اس کی پاڑ باندھ
(کلام انشا ١٨٥)
بولی وہ اپنی سرو خراماں کو تاڑ باندھ گر قصد بوسہ ھوئے تو گرد اس کی پاڑ باندھ
(شیفتہ ٣٠)

(٢) یہ شعر ,,کلام انشا،، میں نہیں ھے

(٣) اچھا جو خفا ھم سے ھو تم اے صنم اچھا لو ھم بھی الخ (ھندی ٢٤ ، سخن شعرا ٥٢)
اچھا جو خفا ھم سے ھو تم صنم اچھا لو ھم بھی نہ بولیں گے مولی کی قسم اچھا (نغز ص ٨٩)
مگر اس صورت میں بحر بدل جاتی ھے ـــ اچھا جو خفا ھم سے ھو تم اے صنم اچھا
تو ھم بھی نہ بولیں گے خدا کی قسم اچھا (کلام انشا ص ٢٤)

(٤) تنگ ھوں انشا (ھندی ص ٢٤ ، کلام انشا ص ٢٤)

[1] پھرے ہے خاک میں رلتا ہوا جو لاشہ مرا
ہر استخواں کو ہے اب حکم سنگ ماہی کا

[2] خلدِ بریں میں جتنی ہیں حوریں ان سے کہہ دو پردے ہو
نالہ چڑھے ہے اپنا فلک پر پردے کے لوگو پردے ہو

آنے اٹک اٹک کے لگی سانس رات سے
اب ہے [3] امید صرف خدا ہی کی ذات سے

فقیروں ساتھ یہ تعظیم [4] لمبی خرچ کم کیجے
نہ اُٹھیے مرشد اللہ بیٹھیے داتا کرم کیجے

خبر لیجو یہ کس کے پاؤں کی اٹکھیل آہٹ ہے
کہ ہر ٹھوکر پہ جس کی دل میں اُٹھتی گدگداہٹ ہے

جنوں کے رہ نوردوں کا کوئی (لگتا) کہیں دل ہے
بسانِ گردباد ان کو سدا قطعِ منازل ہے

نکلے ہے خوں ٹھہر ٹھہر دل کی ہر اک خراش سے
[5] چھیڑ دو اس کو دوستو تیز قلم تراش سے (ورق ۱۷ب)

شہر سے دل اچاٹ ہے انس نہیں پہاڑ (اجاڑ) سے
سر کو پٹکیے اے جنوں کون سے اب پہاڑ سے

رایت اہ پیش رو، فوجِ سرشک در جلو
حضرتِ عشق آئے تو زور ہی بھیڑ بھاڑ سے

خیال میں ترے چہرے کے مر گیا ہو جو شخص
تو اس کی خاک سے سونے کی آرسی نکلے

(۱) یہ شعر ,,کلام انشا،، میں نہیں ہے
(۲) خلد بریں کی الخ (نغز ص ۷۶) یہ شعر ,,کلام انشا،، میں نہیں ہے
(۳) ہے اب امید الخ (کلام انشا ص ۲۰۶)
(٤) یعنی (نغز ص ۸۹) ع فقیروں ساتھ یہ تعظیم لمبی خرچ کم کیجے (کلام انشا ص ۲۰۷)
(۵) چھیڑ دو (کلام انشا ص ۲۱۲)

ان کے دو مجھ سے کبوتر کے جو جوڑے اڑ گئے
تو یہ بولے کیا کیا ہے ہے، نگوڑے اڑ گئے

[1]- نیلے ڈورے پاؤں میں کیوں باندھتے ہو جانِ من
کیا لڑے روپے کے اور سونے کے توڑے اڑ گئے

ساقیا آئے ہیں بادل [2]- یہ کھرے پانی کے
جلد بھر مے سے جو خالی ہیں گھڑے پانی کے

[3]- غش ہوا دیکھ کے کل تجھ کو میں ایسا ہی کہ بس
چھینٹے لوگوں نے مرے منہ پہ جڑے پانی کے

صبح بس [4]- روپ سے لی اس نے پھریری انشا
کچھ درختوں میں سے قطرے جو جھڑے پانی کے

کاش ابر کرے چادرِ مہتاب کی چوری
تا مجھ سے (بھی) ہو جامِ مئے ناب کی چوری

[5]- مژگاں اگر نچوڑیے جیحوں ٹپک پڑے
دل پر جو دھریے ہاتھ تو بس خوں ٹپک پڑے

[6]- یہ جو دل سے اور جنوں سے یاں پڑی جنگ ہوتی ہے دیر سے
سو کچھ ایسے ڈھب کی لڑائی ہے لڑے شیر جیسے کہ شیر سے

[7]- کیسی ہی ہم میں تم میں کیوں نہ لڑائیاں ہوں
جب کھلکھلا (کے) ہنس دو وہ ہیں صفائیاں ہوں

---

(۱) نیلی ڈوری توڑ بھی ڈال اپنی دونوں پاؤں کی کیا بھلا موٹی کڑی سونے کی توڑی اڑ گئی
(کلام انشا ص ۲۲۹) ع کیا کڑی سونے کی اور روپے کی توڑی اڑ گئی (نغز ص ۸۷)
(۲) بڑی (کلام انشا ص ۲۳۰)
(۳) ع غش ہوا دیکھ کی میں تجھ کو کل ایسا ہی کہ بس (کلام انشا ص ۲۳۰)
(٤) کس (کلام انشا ص ۲۳۰) (۵) دامن اگر الخ (کلام انشا ص ۲٤۹)
(٦) یہ جو مجھ سی اور جنوں سی یاں بڑی جنگ ہوتی ہی دیر سی
سو کچھ ایسی ڈھب سی لڑائی ہی الخ (کلام انشا ص ۲۵۵)
(۷) کیسی ہی کیوں نہ ہم میں تم میں لڑائیاں ہوں (نغز ص ۸۷)

ابر (تنک کا آنا) کیا چاند پر خوش آوے
۱۔ نظروں میں جس کی اس کے مکھڑے کی جھائیاں ہوں
خلوت میں فائدہ ۲۔ کیا اغیار سب بہم ہوں
سب کو ہوا بتادو بس تم ہو اور ہم ہوں (ورق ۱۸ الف)
جاڑے میں کیا مزہ ہو وہ ۳ تو سمٹ رہے ہوں
اور کھول کر رضائی ہم بھی لپٹ رہے ہوں

ہے اور کوئی ایسا جس میں یہ پھبن نکلے
سج دھج اسے کہتے ہیں بے ساختہ پن نکلے
افشاں کا وہ عالم ہے اس چاند سے مکھڑے پر
جوں وقتِ سحر انشا سورج کی کرن نکلے

۴۔ گل کھلا تب اور ہی جب کہتی یہ بلبل گئی
دیکھیے اب آگے کیا ہو بندھی مٹھی کھل گئی

۵۔ شب کو میں ان سے راہ میں لپٹا
بیمِ حاکم رہا نہ خوف عسس
۶۔ ہاتھا پائی ہوئی یہاں تک تو
ان کی انگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس
لگے کہنے کہ میرے دامن کو
نہیں اب تک کیا ۷۔ کسو نے مس
۸۔ مفت جل جائے گا پرے ہی سرک
ارے میں آگ اور تو ہے خس

---

(۱) ع جس کی نظر میں اس کی مکھڑی کی جھائیاں ہوں (کلام انشا ص ۱۴۸)
(۲) فائدہ کچھ (کلام انشا ص ۱۵۰) (۳) وی تو (نغز ص ۸۸)
(۴) یہ شعر ,, کلام انشا ,, میں نہیں ہے
(۵) میں جو شب ان سی راہ میں لپٹا (کلام انشا ص ۱۰۵)
(۶) ہتا پائی ہوئی یہاں تک تو ان کی انگلی کی مڑ گئی جھٹ نس (نغز ص ۸۹)
ع ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر (کلام انشا ص ۱۰۵)
(۷) کسی نی (کلام انشا ص ۱۰۵) (۸) ع مفت جل جائی گا پری بھی سرک (کلام انشا ۱۰۵)

[1] جب یہ دیکھا کہ چھوڑتا ھی نہیں
[2] تب یہ ٹھہری کہ بوسے دیں گے دس
[3] لے کے دس بوسے گیارھواں نہ سہی
ہم کو پیٹے کرے جو زیادہ ہوس
ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات
آٹھ، نو، دس، ہوے بس انشاؔ بس

اس بندے کی چاہ دیکھیے گا
اور اس کا نباہ دیکھیے گا
میں کیسے نباھتا ھوں تم سے
انشاء اللہ دیکھیے گا

رباعیات

آرام و نشاط و عیش کردند ھجوم
ایجاب و قبول جملگی شد معلوم (ورق ۱۸ ب)
با دخترِ رز پیرِ مغاں عقدم بست
قد قلت قبلت بالصدیق المعلوم

بھاتا ھے بھوک پیاس سب کچھ سہنا
اور روزے میں انتظارِ مغرب رھنا
آپس میں سحرگہی کی چہلیں اور پھر
بالصوم غداً نویت ان کا کہنا

میں کوچۂ عشق کی جو کرتا ھوں سیر
آرام سے اور اس سے تو ذاتی ھے بیر

---

(۱) جب کہ دیکھا الخ (کلام انشا ص ۱۰۵)
(۲) تب تو ٹھہری کہ دیں گی بوسے دس (کلام انشا ص ۱۰۵)
(۳) گن کے دس لے لے گیارھواں نہ سہی مجھ کو پیٹے کرے جو اور ہوس (کلام انشا ص ۱۰۵)
ع لے کے دس بوسے بارھواں نہ سہی (نغز ص ۸۹)

هر لحظہ مری زباں پہ جاری انشا
ربِ یسّر ہے اور تمم بالخیر

احرام میں لبیک و سعد یک سے دل
خوش کرتے ہیں گو کعبہ رواں واں سب مل

ناقوسِ صنم سے ہم بھی یاں سنتے ہیں
سبحانک ما خلقت ھذا باطل

دل میں بدولت [1] ۔آپ کی اک درد ہے سو ہے
وہ آہِ سوزناک و دم سرد ہے سو ہے

بھری وہ آتشِ عشق اس دلِ فگار میں ہے
کہ لاکھ برق [2] ۔یہاں جس کے ہر شرار میں ہے

کیوں کر نہ لپٹ جاؤں صراحی کے گلو سے
[3] ۔بیعت ہے مجھے تازہ ہوئی دستِ سبو سے

یاں زخمیِ نگاہ کے جینے پہ حرف ہے
ہیں دل پر [4] ۔اتنے زخم کہ سینے پہ حرف ہے

[5] ۔جو سبک سمجھے مجھے اس عشق کی سرکار میں
یاالٰہی اس کو خفت ہو ترے دربار میں

کیوں نہ وہ پردہ نشیں پھر مجھے سمرن مارے
میں نے بھی [6] ۔پھول کٹی جانبِ چلون مارے

[7] ۔روئے رخشاں کو ترے گروہ حسد سے دیکھے
چشمِ خورشید کو عیسیٰ وہیں سوزن مارے

---

(۱) آپ کی (کلام انشا ص ۲۶۶) (۲) نہاں (کلام انشا ص ۲۷۳)
(۳) بیعت مجھی پھر تازہ ہوئی دست سبو سے (کلام انشا ص ۲۷۶)
(٤) ایسے (کلام انشا ۲۸۰) (۵) یہ شعر ،، کلام انشا ،، میں نہیں ہے
(٦) میں نے تو بھی پھول کٹی الخ (کلام انشا ۲۳٦)
(۷) تیری گردن کی جو ڈوری کو اڑا جائے تو پھر چشمِ خورشید میں عیسی وہیں سوزن مارے
(کلام انشا ص ۲۳۷)

نہ فقط کعبے میں زہاد کیے اس نے قتل
۱۔ بت کدے میں بھی تو لاکھوں ہی برہمن مارے
رشک کی جا ہے خوشا حالِ رہ افتادۂ عشق
جس کو اس شوخ کے توسن کی وہ روندن مارے (ورق ۱۹ الف)

شیے جی میں قفلِ خانۂ خمار توڑیے
یعنی درِ بہشت کو ۲۔ اک بار توڑیے

۳۔ گرچہ ہے آبلہ پائی سے نہایت ایذا
تو بھی تیار ہیں ہم بادیہ پیمائی کو
۴۔ گرد باد ایک پھرا ناقۂ لیلیٰ کے جو گرد
یاد کر رونے لگی اپنے وہ صحرائی کو
مست جاروب کشی کرتے ہیں یاں پلکوں سے
کعبہ کب پہنچے ہے میخانے کی ستھرائی کو

لب پر آئی ہوئی یہ جان پھرے
یار گر اس طرف کو آن پھرے

رباعیات

۵۔ انشا نے جو کہا میری طرف کو دیکھو [؟]
دیتا ہوں و گرنہ جی ہی دیکھو دیکھو
۶۔ غصے ہو لگے کہنے کہ ہیں کیا معقول
خوبی خلطے کی واہ منہ تو دیکھو

---

(۱) مے کدے میں بھی تو لاکھوں ہیں برہمن مارے (کلام انشا ص ۲۳۷)
(۲) یک بار (کلام انشا ص ۲۵۶)
(۳) گرچہ ہیں آبلہ پا دشتِ جنوں کی اے خضر تو بھی تیار ہیں ہم مرحلہ پیمائی کو (کلام انشا ص ۱۷٤)
(٤) ع اک بگولا جو پھرا ناقۂ لیلی کی گرد (کلام انشا ص ۱۷٤)
(۵) ع میں نے جو کہا میری طرف تو دیکھو (کلام انشا ۲۸٦)
(٦) ع غصے ہو لگے کہنے کہ ایں کیا معقول (کلام انشا ص ۲۸٦)

عالم کے بھی طور ہم نے کیا کیا دیکھے
خوباں کے لطف و جور کیا کیا دیکھے

شادی و غمی و ہجر و وصل اے انشا
کیا کیا دیکھیں گے اور کیا کیا دیکھے

کی مے سے جو ایک بار توبہ توبہ
اے ساقی و اے بہار توبہ توبہ

بس کیجیے معاف مجھ سے تقصیر ہوی
توبہ توبہ ھـــزار توبہ توبہ

. . . .
. . . .
. . . .
. . . .

رب علیٰ رحمتک الوافیہ
اسئلک الصحتہ والعـــافیہ (ورق ۱۹ ب)

انت مغیث الفقرا ھب لنا
عـــافیةً کافیةً شـــافیہ

. . . . . . تخلص، متوطن سرکار لکھنؤ، شخصے ست از نامش اطلاع . . به مرثیه گوئی مشهور ست ۔ آشنائے مطلع طبع زادش خوانده بود، مرقوم نموده شد ۔

مجنوں کو اپنی لیلیٰ کا محمل عزیز ھے
تو دل میں ھے ھمارے ھمیں دل عزیز ھے

امین | امین تخلص، میر محمد امین نام، [۱] متوطن اطراف دکن، صفـاتش

(۱) ,, باشندهٔ بنارس،، (سخن شعرا ص ٤٨) ,, شاگرد میر غلام علی آزاد بلگرامی . . . در محمد آباد بنارس . . . . در آخر ها به ممالک جنوبیه رخت سفر کشید،، (نغز ص ۷۷)

کماحقه دریافت راقم نه گشته ـ شعرے از تصانیفش شخصیے خوانده بود، ثبت نموده شد ـ

کیوں شعله رخو مجھ کو جلاتے ہو که سینه
رکھا ہوں میں گل خورده به رنگ پرطاؤس

ایمان ؛ امان تخلص، شیر محمد خاں، ساکنِ حیدرآباد، از ذات و صفاتش آگاهی نیست ـ زبانیِ مرد مانے که از آں جا آمده واردِ دارالخلافه گشته اند، معلوم گردید که بالفعل شاعرے مثل او درآں نواح نیست ـ منه ـ

محبت بعد مرنے کے بھی یوں لازم ہے افزوں ہو
که لیلیٰ کی لحد پر سایه گستر بیدِ مجنوں ہو
[1] روا ہے کون سے مشرب میں کہہ اے عشقِ نا منصف
دل پرویز خوش ہو، خاطرِ فرہاد محزوں ہو

چار آنکھیں مجھ سے کچھ ہوتے ہی شرماتا ہے وه
[2] ہاتھ تک لگتے ہی میرا پاؤں پھیلاتا ہے وه

قدم رکھے ہے وه جس دم رکاب کے گھر میں
چھپے ہے ترکِ فلک آفتاب کے گھر میں
کسو کی چشم کی گردش کا یه تصرف ہے
که دورِ مے ہے مشیخت مآب کے گھر میں (ورق ۲۰ الف)
مدام رند خرابات کو یه لازم ہے
که ایک دو تو ہوں شیشے شراب کے گھر میں

جو داغ ہے دل کا سو (به) رنگِ پرِ طاؤس
ہو کیوں نه خجل دیدۂ تنگِ پرِ طاؤس

---

(۱) روا ہی کون سی مذہب میں کہہ ای چرخ نا منصف (نغز ص ۹۴)
روا ہی کون سی مشرب میں یه ای عشق نا منصف (شیفته ص ۳۱)
(۲) ہاتھ تک الخ (نغز ص ۹۵)

ہے مرہم زنگار کا دشمن دل پر داغ
یاں شہ پر طوطی سے ہے جنگ پر طاؤس

انتقام کوہ‌کن کیا تھا وہ عاشق پیشہ تھا
ورنہ برق جان (خسرو ؟) ہر شرار تیشہ تھا

رباعی

از بس کہ ابھی عمر ہے اس کی چھوٹی
پھبتی (ہے) بہت اس کو تو کنگھی چوٹی
چھل بل کا میں قائل نہیں اس کی ایماں
جس کی کہ پھڑکتی نہ ہو بوٹی بوٹی

آغا آغا تخلص، اسمش آغا جان، از اقربائے نواب حسن رضا خاں، شخصے قابل و خلیق، در مرثیہ خوانی مہارت کلی دارد۔ از کلام اوست۔ مطلع۔

اے بت کبھو اپنے سے تجھے رام نہ پایا
ہم نے بہ خدا تجھ سے تو آرام نہ پایا

ایما ایما تخلص، میر حسین علی خاں، عمدہ زادہ ایست ساکن اطراف دکن، قصیدہ [1] اش بہ نام او مسموع گشتہ، مرقوم می نماید۔ از وست۔

بحمد اللہ کہ مجھ تک صبح دم پیک صبا پہنچا
نوید دولت دیدار کو لیتا ہوا پہنچا

ایما تخلص، میر حسین علی خاں مذکور۔

[2] زیبا ہے تجھے نام خدا شان وزارت
ہے ذات مقدس تری شایان وزارت

---

(۱) کذا (۲) پھبتی ہی تجھوی الخ (نغز ص ۹۶)

[1] رونق ہے تری ذات سے ہر شہر و مکاں کو
وابستہ ترے دم سے ہے سامانِ وزارت

چاکر کے ترے قیصر و فغفور ہیں [2] چاکر
اسکندر و دارا ہیں غلامانِ وزارت (ورق ۲۰ ب)

اِنکار سے لرزے ہے تری گنبدِ گردوں
لاریب ہے تو رستمِ دستانِ وزارت

روتے رہیں اعدا ترے گلزارِ جہاں میں
شبنم کی طرح اے گلِ خندانِ وزارت

صدقے سے (سدا) پنجتنِ پاک کے ایما
ہو چار جہت تابع فرمانِ وزارت

امجد امجد تخلص، مولوی [3] امجد، شاگردِ نظام خاں معجز، مردِ طالبعلم، شعرِ فارسی و ہندی بہ پختگی می‌گوید، از مریدانِ جناب مولوی محمد [4] فخرالدین صاحب علیہ الرحمۃ است۔ ہمیشہ بہ درس و تدریس اشتغال دارد۔ شیریں کلامیِ او خارج از تحریرِ قلم دو زبان، غزلے از تصنیفاتِ او می نگارد۔ منہ۔

جاں بہ لب، تشنہ جگر، یاں سے چلا جاتا ہوں
ساقیا جلد خبر لے کہ [5] موا جاتا ہوں

ایک عالم نے تری تیغ سے پائی ہے نجات
سب گنہگاروں میں اک میں ہی رہا جاتا ہوں

مت ہم آغوشی کو آنا مری اے سیلِ سرشک
اپنی ہی موج میں میں آپ بہا جاتا ہوں

(۱) ع رونق ہی تری ذات سی بازار شہی کو (نفز ص ۹۶)
(۲) ذکر (نغز ص ۹۶)
(۳) مولوی محمد امجد (نغز ص ۷۴)
(۴) ،، مولوی فخرالدین محمد صاحب،، (ہندی ص ۱۵)
(۵) چلا جاتا ہوں (نغز ص ۷۵) ع لی خبر جلدی سی ساقی کہ موا جاتا ہوں (ہندی ص ۱۵)

جس گھڑی آپ کو دیکھوں ہوں میں جوں قطرۂ اشک
اپنی نظروں سے بھی امجد میں گرا جاتا ہوں

احمد | احمد تخلص، احمد علی نام، شخصے ست نو مشق، غزل در مشاعرہ خوانده بود، مقطعش بہ یاد مانده بود، ثبت کرده شد۔ منہ

دل خراشی سے نہیں چین مجھے اے احمد
ایسی الفت سے خدا دے وے رہائی مجھ کو

احمد | احمد تخلص، [1]۔ صمصام اللہ نام، شاعرے بود از دورۂ سابقین، از تصانیفِ اوست۔ (ورق ۲۱ الف)

فراقِ گل رخاں میں کھا گیے دل آہستہ آہستہ
[2]۔ کیا سینے کو میں بے اپنے باغ آہستہ آہستہ

ارمان | ارمان تخلص، پسرِ جعفر علی حسرت، باشندۂ لکہنؤ۔ ازوست۔

چرچا ہوا ہے گھر گھر، اب دیکھیے کہ کیا ہو
دو دن نہ چھپ سکی تو، چاہت ترا برا ہو
تاسرِ بالیں اسے آنا [3]۔ نہایت شاق ہے
یہ دلِ بیمار جس کا نزع میں مشتاق ہے
کون کہتا ہے اجی تم سے نہ گھر جاؤ تم
پر کوئی بات تسلی کی تو کر جاؤ تم

احسن | [4]۔ احسن تخلص، احسن اللہ خاں نام، شاعرِ متقدمین [؟] معاصرِ آبرو و ناجی۔ درایہام گوئی بسیار راغب، والحق کہ در آں زمانہ ہماں رائج بود۔ ازوست۔

(۱) ,, صمصام الدین خلف انعام اللہ خاں یقین ،، (سخن شعرا ص ۱۴)
(۲) ,, کیا سینے کو اپنی میں نے باغ آہستہ آہستہ ،، (سخن شعرا ص ۱۴)
(۳) قیامت (نغز ص ۵۸، شیفتہ ص ۲۲، سخن شعرا ص ۲۱)
(۴) محمد احسن اللہ (نغز ص ۵۲)

یہی مضمونِ خط ہے احسن اللہ
کہ حسنِ خوب رویاں عارضی ہے

لام نستعلیق کا ہے اس [1]۔ بتِ کافر کی زلف
ہم تو کافر ہوں اگر بندے نہ ہوں اسلام کے

کیوں کہ مانی لکھ سکے نقش ابروئے دل دار کا
کام نقاشوں کا کب ہے کھینچنا تروار کا

کون چاہے گا گھر بسے تجھ کو
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

ہے گا خدا کے گھر کا کوچہ جمالِ خوباں
صورت سے ہے عزیزو، کعبے کی راہ سیدھی

[2]۔ کھول کر بندِ قبا اب ملک دل غارت کیا
یہ حصار قلب دل بر نے کھلے بندوں لیا

نہیں حاجت ہے زیور کی جسے خوبی خدا دیوے
کہ آخر بد نما ہوتا ہے دیکھو چاند کو گہنا

نازک بدن پر اپنے کرتے ہو تم جو غرہ
موسیٰ کمر نے تم کو [3]۔ فرعون ہے بنایا (ورق ۲۱ ب)

انا الحق . . . لکھتا ہے اس کے ہاتھ کا زخمی
کٹاری آب دار اس شوخ کی منصور خانی ہے

تیر سے سیدھے گئے، چلا رہے ہم تم کو جان
سہم کیا ہے اب جوان گوشوں میں پھرتے ہو کم آن

نکلے تھے آ صبا کی طرح تم چمن میں بھول
بلبل کے دیکھ تم کو گئے ہاتھ پاؤں پھول

---

(۱) بت خوش خط (حسن ص ۸، مخزن ۲۲، نغز ص ۵۲، عشقی ص ۱۸)
(۲) کھول کر بند قبا کوں ملک دل غارت کیا کیا حصار قلب دلبر نی کھلی بندوں لیا (گلزار ص ۳۱)
(۳) ,,فرعون سا بنایا،، (شیفتہ ص ۲۰، سخن شعرا ص ۱۳)

۔۔۔۔۔۔ نہیں جوڑے گا میرا نقدِ دل
آج وہ افغان پسر آیا یہی ہے دل پہ ٹھان

لطافت میں تمہارا حسن ہے جاوید روز افزوں
اگر شوخی کی خو جاوے، تو بہروزی ہے طالع کی

؟ ۔۔۔ تخلص ساکنِ بریلی ذوقِ شعر گوئی در دل متمکن دارد۔

ازوست۔

کیوں نہ ہم مضطر پھریں گھر بار سے بیزار ہو
آپ جاتے ہیں سفر کو پھر کہیں تیار ہو

اسد | اسد تخلص، میر امانی، سیدے بود شاگردِ میرزا محمد رفیع السودا، از بس کہ بہ شاہ جہاں آباد در کوچۂ ارباب نشاط کہ مشہور محلۂ دار الخلافہ است، مسکن داشت۔ طبعش بہ مزاح راغب بود۔ خلیق و یار باش۔ در فنِ شاعری ماہر شعرِ ہندی بہ طرزِ خوب می گفت و پسندِ خاطرِ استادان ست۔ برائے تلاشِ معاش از وطنِ خود عازمِ لکھنؤ شدہ بود۔ بہ حسبِ تقدیر از دست رہ زناں جامِ حیاتِ او از زہرِ ممات لب ریز گردید۔ خدایش بیامرزد۔ منہ۔

زلفیں ہی دیکھ کر نہ [1] خجل رات ہوگئی
مکھڑا جو کھل گیا تو سحر مات ہوگئی

ٹک تونے ہی گرم کی بغل رات
ہم سرد ہوئے تھے ورنہ کل رات (ورق ۲۲ الف)

[2] اسد اس جفا پر بتاں سے وفا کی
مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

---

(۱) یہ (نغز ص ٦١) (۲) ع اسد اس جفا پر بتوں کی وفا کی (نغز ص ٦١)
ع اسد توی جاں ان بتوں پر فدا کی (عشقی ص ۵۷) ع اسد اس جفا پر بتوں سی وفا کی
(ہندی ١٦، سخن شعرا ص ٢٤)

مانے ہے کوئی وہ بت گم راہ [1] کسو کی
[2] گر آپ سفارش کرے اللہ کسو کی
پھنس قید میں، گر چاہ میں، ہو گرگ کا طعمہ
[3] جو چاہے اسد کر، پہ نہ کر چاہ کسو کی

الفت | الفت تخلص، شخصے ست ساکن قصبۂ مظفر نگر، نامش معلوم نہ گردید۔ مطلعے از تصانیفش بہ سمع رسیدہ، ثبت کردہ شد۔ منہ۔

ہمیشہ کہتے تھے الفت کو لوگ رشت نصیب
سو آج کوچے میں تیرے ہوا بہشت نصیب

اختر | اختر تخلص، از زمرۂ سلاطینان ست۔ ذوق شعر گوئی بیش از بیش دارد۔ درین ولا کہ غزلے طرحی مشاعرہ تصنیف فرمودہ، ازاں چند بیت ثبت افتاد۔

صنم کے دردِ جدائی میں دم چلا میرا
ملاوے دیکھیے کب تک مجھے خدا میرا
مجھے بھی ہٹ ہوئی ایسی کہ مر مٹا لیکن
[4] نہ تیرے کوچے سے ہرگز قدم ہٹا میرا
نہ چرخ دے مجھے چرخِ کہن برائے خدا
نہ آزما کہ ابھی عشق ہے نیا میرا
کہوں میں دردِ جدائی ذرا ذرا اس سے
جو آوے رات کو اختر وہ مہ لقا میرا

اسلام | اسلام تخلص، شیخ الاسلام نام، ساکن قصبۂ تھانہ کہ از مضافات

---

(۱) کسی کی (دونوں مصرعوں میں) (ہندی ص ۱۶)
(۲) گو (سخن شعرا ص ۲۴)
(۳) ع جو چاہے اسد کر نہ مگر چاہ کسی کی (ہندی ص ۱۶)
(۴) ع نہ تیرے کوچے سے ہرگز اٹھا قدم میرا (شیفتہ ص ۲۲)

سرکارِ سہارن پور ست۔ دیگر حالاتش معلوم اضعف‌العباد نیست۔ دو سہ شعر از تصنیفاتش بہ دست آمد، ثبت می شود۔

سست پرواز ہیں اے دل تری تدبیر کے پر
ساتھ اس کے نہ لگیں جب تئیں تقدیر کے پر (ورق ۲۲ ب)

مردہ دل بات کہے لاف کی تو ہیچ ہے وہ
قابل اُڑنے کے نہیں طائر تصویر کے پر

ظلم ظالم کا پس مرگ بھی رہتا ہے بجا
ہیں یہ بازوے عقاب، اب جو بنے تیر کے پر

ارمان [۱] ارمان تخلص، نامش معلوم راقم نیست۔ المخاطب بہ نواب مجاہد جنگ بہادر، شخصِ عمدہ معاش ست در حیدرآباد۔ مطلعے بہ نام او مسموع شدہ۔ مرقوم می نماید۔ منہ۔

گھر آیا [۱] ابر ہے مینا میں آبِ ارغوانی بھر
شتابی جام میں ساقی شرابِ ارغوانی بھر

انسان انسان تخلص، [۲] اسد یار خاں نام، شاعرے از دورۂ سابقین ست۔ ار اوست۔

نہ کر واعظ کے کہنے پر نظر اے بوالہوس ہرگز
بہشت آخر ملے گی، دوزخ اک شرعی [۳] ڈر کا ہے

اعظم اعظم تخلص، اعظم علی خاں نام، ایں ہم از شاعرانِ قدیم ست۔ مطلعے از تصانیفش بہم رسیدہ، نوشتہ شد۔

شانہ جو دل کو کاکلِ پیچاں سے وا کرے
منت نسیمِ صبح کی اپنی بلا کرے

---

(۱) ع نہ بہلا تو بجھی میا میں آب ارغوانی بھر (نغز ص ۵۸)
(۲) اسدالدولہ اسد یار خاں اکبرآبادی (سخن شعرا ص ۴۹) اسد یار خان عرف جگو (عشقی ص ۱۶)
(۳) اک شرعی ڈرکا ہی (نغز ص ۷۷)

اویسی اویسی تخلص، نامش شاہ [1] ۔ غلام محی الدین، از پیرزادہ ہائے سرہندی، متوطن بریلی، از چندے بہ اطراف دکن رفتہ است۔ زیادہ احوالش معلوم نیست ۔ از اوست۔

باغ میں گل عذار ہو [2] ۔ فصل بہار ہو نہ ہو
میں ہوں غزل سرا وہاں، [3] ۔ بلبل زار ہو نہ ہو
[4] رکھے ہے گلستاں کو، جوں باد سحر تازہ
ہے آہ سے اب میری، ہر زخم جگر تازہ

انور انور تخلص، آفتاب رائے نام، شاعرے ست شیریں کلام، معلوم نیست کہ ساکن کجاست۔ ازوست۔

مشہور چمن میں تری گل پیرہنی ہے
قرباں ترے ہر عضو پہ نازک بدنی ہے (ورق ۲۳ الف)

انتظار انتظار تخلص. ہم عصر فغاں و آبرو، شاعر عہد احمد شاہ، [5] ۔ نامش معلوم نیست، تخلص شہرت دارد۔ ازوست۔

[6] ۔ جوں ہی بہار گل کی قفس میں خبر گئی
بلبل [7] ۔ بھی سن کے ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی

احسن احسن تخلص، [8] ۔ میرزا احسن علی، شاگرد میرزا محمد رفیع السودا، شخصے ست بہ خوش تقریری و خوش تحریری مشہور۔ در سرکار نواب وزیر الممالک مرحوم بہ جرگۂ شعرا ملازم بود۔ اوایل اصلاح شعر از میر ضیا گرفتہ و بعد آں از میرزائے موصوف ملکۂ شاعری بہم رسانیدہ۔ صحبت محاورہ

---

(۱) غلام محی الدین خاں (سخن شعرا ص ۵۸)
(۲) ہی (نغز ص ۹۲) (۳) کوئی (نغز ص ۹۳)
(۴) رکھتی ہے (نغز ص ۹۳) (۵) ,,تقی خاں انتظار ولد اکبر علی خاں،، (ریاض ص ۲۶)
(۶) جوں ہی بہار گل کی قفس تک خبر گئی سنتے ہی بلبل ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی
(ریاض ص ۲۶ سخن شعرا ص ۴۸)
(۷) یہ (شیفتہ ص ۲۸) (۸) ,,مرزا حسن قلی نامی مغل،، (نغز ص ۵۲)

به کلامش مندرج است۔ از کلامِ اوست۔

اشکِ گل گوں کو نہیں لعل و گہر سے پیوند
[1]۔ وہ رکھیں سنگ سے نسبت، یہ جگر سے پیوند

پہنچی جس وقت مجھے اس کے خبر آنے کی
[2]۔ فکر اپنے کی رہی مجھ کو نہ بیگانے کی

الٹا سحر صبا نے [3]۔ جو گوشہ نقاب کا
دیکھ اس کو رنگ زرد ہوا آفتاب کا

شب جو دھڑکا مرے دل کا خلل انداز رہا
کامِ دل لینے میں اس شوخ سے میں باز رہا

[4]۔ نہ ہے نالہ دل میں، نہ آہِ حزیں ہے
کوئی دم ہے یاں وہ دم واپسیں ہے

آشفتہ | آشفتہ تخلص، عظیم الدین خاں عرف بھوری خاں، قوم افغان، شاگرد [5]۔ میر محمدی مائل، جوان خوش فکر و خوش معاش، خلیق و یار باش، اکثر در مشاعرۂ مہدی علی خاں مرحوم وارد می شد، غزل ہاے طرحی به فصاحت می گفت (ورق ۲۳ ب) بعد چندے در صحبت فقرا و درویشاں آمد و رفت اختیار نمود۔ از آن جا که صحبت با برکت این طائفۂ غنی باطن اثر تمام دارد، شدہ شدہ ذوقے و شوقے وارد حالش گشته، دست بیع به سلسلۂ چشتیه بهشتیه یکے از خلفاے جناب مخدومی محمد فخر الدین قدس الله سرہ گشته، ترک شعر گفتن نمود۔ مشغول بـه اشغال معاد گردید۔ و معاش به تجارت بسر می برد۔ در هر مقطعِ غزلِ خود مضمونِ زلف بستن التزام نموده است۔

(۱) ع ,, یہ رکھیں سنگ سی نسبت وہ جگر سی پیوند (شیفتہ ص ۲۱، سخن شعرا ص ۱۳)
(۲) ع ,,سدھ رہی مجھ کو نہ اپنی کی نہ بیگانی کی،، (گلزار ص۳۳، نغز ص ۵٤، حسن ص ۱۷، مبتلی ص ٦۰)
(۳) ,, صبا سی ،، (نغز ص ۵۳)
(٤) نہ نالہ ہی دل میں نہ آہِ حزیں ہی   کوئی دم ہی یاں سو دمِ واپسیں ہی (گلزار ص ۳۲)
(۵) ,,میر محمدی مائل اور فرزند علی مضمون سی اصلاح لیتی تھی ،، (سخن شعرا ۲۸)

از نتائجِ طبعِ اوست۔

ناخوانده مرے خط کو الٹا [1] ہی پھرا لایا
[2] قاصد کی خطا کیا ہے قسمت کا لکھا لایا

پاؤں کو توڑ جو بیٹھے ترے در کے آگے
سر دیا یار، پر اک گام نہ سرکے آگے

تمام رات رہی ٹکٹکی ستاروں سے
خلافِ وعدہ تعجب ہے دوست داروں سے

نبی کو خاطرِ اصحاب کیوں نہ ہو منظور
کہ زیب و زینتِ مجلس ہے چار یاروں سے

سررشتۂ محبت ہم سب سے توڑ بیٹھے
اپنا سر آپ اپنے زانو سے جوڑ بیٹھے

برگشتہ بخت ہم سے دیکھے ہیں کم [3] کسو نے
جب ہم ہوئے مقابل وہ منہ کو [4] موڑ بیٹھے

ہجراں کا غم ز بس کہ مجھے کھائے جائے ہے
دل میں جگر میں درد مرے جائے جائے ہے

جو چاہو حسنِ عدیم المثال کو دیکھو
تو لے کے آئنہ اپنے جمال کو دیکھو

امانی امانی تخلص، میر امانی نام، سیدے بود متوطن شاہ جہاں آباد۔ مدتے شد (ورق ۲۴ الف) کہ مرشد آباد رفتہ است او راست۔ منہ۔

(۱) ہی (سخن شعرا ص ۲۸)
(۲) قاصد کا گلہ کیا ہی الخ (سخن شعرا ص ۲۸)
(۳) کسی نی (سخن شعرا ص ۲۸، نغز ص ۳۳)
(۴) پھیر بیٹھی (نغز ص ۳۳)

[1]- گھیرا ہے مجھے غم نے ۔ عجب حال ہے جی کا
اے نالۂ دل وقت ہے فریاد رسی کا
کس کے یہ خارِ مژگاں دل میں کھٹک رہے ہیں
جو چشم سے لہو کے قطرے ٹپک رہے ہیں

اشرف اشرف تخلص، محمد اشرف، خلفِ امام الدین ساکن قصبۂ کاندھلہ من مضافات سرکار سہارن پور، جوانے است خلیق۔ ازوست۔

آتش دل سے ہوا ہے مجھے یہ ڈر پیدا
کہ مرے سینے میں [2]- ہووے نہ سمندر پیدا

امیر امیر تخلص، سید امیراللہ، جوانے ست باشندۂ دارالخلافہ، سیاح وضع، درعلمِ مجلس مہارتے دارد۔ شوق ریختہ گوئی در خاطرش متمکن۔ بسیار حلیق و ذہین ست۔ ار خوش فکری اوست۔

مجھ سے پوچھو ۰ ۰ ۰ ۰ اور اب کیا چاہیے
بولے وہ کس کو یہ بدنامی کا ٹیکا چاہیے
قاصد مرا واں جاکے پشیماں نہ ہوا ہو
درباں سے کہیں دست و گریباں نہ ہوا ہو

(۱) گلزار (ص ۴۳) میں یہ دونوں شعر ,,امانی تخلص میر امانی خلف خواجہ آثمی (دہلوی)،، کی نام مندرج ہیں شیفتہ نی پہلا شعر ,,گھیرا ہی مجھی غم نی الخ،، میر امانی فرزند خواجہ آثمی،، سی منسوب کیا ہی اور دوسرا شعر ,,کس کی یہ خار مژگاں الخ،، ,,امانی تخلص شخصی بود از مردم شاہ جہان آباد،، کی نام لکھا ہی۔ یہی صورت سخن شعرا میں ہی۔ نیز سخن شعرا میں لکھا ہی ,,آمامی تخلص خواجہ امامی مرثیہ گو ولد خواجہ آثمی دہلوی ۱۱۷۷ میں مرشدآباد میں شدت گریہ سی مجلس عزا میں بی ہوش ہو کر راہی ملک بقا ہوی۔ بعض صاحب تذکرہ نی ان کا تخلص امانی لکھا ہی،، (ص ۴۴) صاحب سخن شعرا نی جو روایت درج کی ہی اس کا تعلق امامی سی نہیں۔ امانی خلف خواجہ آثمی سی ہی۔ ملاحظہ ہو گلزار ص ۴۳ و حسن ص ۱۰۔ نیز امامی اور امانی دو مختلف شاعر ہیں ملاحظہ ہو،، امامی عظیم آبادی اسمش خواجہ امام بخش در زمان نواب سراج الدولہ ...... روز گاری داشت والحال کہ سال بیست و چہارم جلوس شاہ عالم بادشاہست در عظیم آباد بہ عربت می گزراند (گلزار ص ۴۷)

(۲) ہوئی (سخن شعرا ص ۲۸)

اس تشنہ گلو پر ہے پھرا [1]- دیکھ تو قاتل
بے آب ترا خنجرِ برّاں نہ ہوا ہو
اب تک نہ پھرا لے کے جواب آہ یہ ڈر ہے
قاصد بھی کہیں عاشق جاناں نہ ہوا ہو

آرام آرام تخلص، خیراللہ خاں، اصلش تیرگرست، رفیق ظفر یاب خان فرنگی۔ عمدہ معاش و جوانِ خلیق و خوش فکر بود۔ در عین شباب ازیں جہانِ فانی بہ علتِ ہیضہ رحلت گزید۔ دوسہ شعر او مرقوم می گردد۔ ازوست۔ من کلام [2]- (ورق ۲۴ ب)۔

جی میں رکھنا تو غبار اے رشک گلشن چھوڑ دے
خاکِ عاشق پر [3]- جھٹکتا کیوں ہے دامن چھوڑ دے

یار نے پڑھتے ہی مرا کاغذ
تاؤ کھا ٹکڑے کردیا کاغذ

آرزو آرزو تخلص، میرزا عبدالغفور بیگ، قوم مغل، باشندۂ اکبرآباد، سپاہی پیشہ۔ کلامش دل نشین و مضامینش رنگین ست۔ ازوست۔ منہ

سبب سے عشق کے یک لحظہ شاد ماں نہ رہے
الٰہی میں نہ رہوں یا غمِ بتاں نہ رہے

احسان احسان تخلص، [4]- میر غلام علی، سیدے ست در حیدرآباد، مذاقِ کلامش مطبوع ست۔ ازوست۔

(۱) دیکھیو قاتل (سخن شعرا ص ۴۸) (۲) کذا
(۳) سے (نغز ص ۴۸)
(۴) میر غلام علی احسان سے جو اشعار منسوب کیے گئے ہیں وہ شبہ سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ دوسرے تذکروں میں ان میں سے بعض اشعار حافظ عبدالرحمان احسان کے نام سے درج ہیں۔ نیز بعض اشعار میں کچھ ایسے اشارات ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شعر حافظ عبدالرحمان احسان کے ہیں۔ نغز میں ص ۲۷۴ پر میر غلام علی احسان کا صرف مندرجۂ ذیل شعر درج ہے۔
حاسدوں کی عقلِ نافر جام حیران ہوگئی عید بھی آکر تری در پر سے قربان ہوگئی

حاسدوں کی عقلِ نافرجام حیراں ہو گئی
عید بھی آکر ترے در پر سے قرباں ہو گئی

[1] سن رکھو او خاک میں عاشق کے ملانے والے
عرشِ اعظم کے یہ نالے ھیں ھلانے والے

پاؤں کو ھاتھ لگایا تو لگا کہنے سرک
تجھ کو قربان کروں ھاتھ لگا نے والے

ذکرِ اغیار کو کہتا ہوں کہ بس آگ لگا
پھر وہی بات ھے او جی کے جلانے والے

[2] خواب میں بھی مجھے اس دولتِ بیدار کے ساتھ
بخت کم بخت نہیں آہ سلانے والے

[3] سر چڑھے میرے ھیں پاؤں کے پھپھولے ھیہات
یہ مجھے کون تھے آنکھوں کے دکھانے والے

[4] کہہ دو عیسی کو [5] کوئی دلی وہ جاھے حضرت
چھوکرے یاں کے ھیں مردوں کے جلانے والے

نقش قدم گلی کا تیری بنا دیا ھے
کیونکر اٹھوں کہ دل نے مجھ کو بٹھا دیا ھے

تیغ ستم سے میرا جو خوں بہا دیا ھے
قاتل نے میرے دل کا یہ خوں بہا دیا ھے (ورق ۲۵ الف)

سر رشتۂ وفا سے کیا شمع رو ھیں واقف
ھم نے پتنگ ان سے لمبا اڑا دیا ھے

جاتی نظر جدھر ھے اک نور جلوہ گر ھے
مکھڑے سے آج پردہ کس نے اٹھا دیا ھے

---

(۱) یہ شعر نغز میں ص ۵۵ پر حافظ عبدالرحمان احسان کی نام درج میں
(۲، ۳، ٤) یہ اشعار نغز میں حافظ عبدالرحمان احسان کی نام درج ھی
(٥) کہہ دی عیسی سی الخ (نغز ص ۵۵)

اے چشم گریہ . . . رونے کو تیرے رحمت
رو رو کے ابر کو بھی تو نے رلا دیا ہے

کیا جانیے عشق کیا ہے لیکن کسو نے احساں
اک آگ کا سا شعلہ دل کو لگا دیا ہے

سر بہ سر چاک ہوا سینہ بھی مرا اب تو
بس کر اے دستِ جنوں پاؤں نہ پھیلا اب تو

چشمِ تر، سوزِ جگر، آہِ سحر، نالۂ شب
تیری دولت سے ہے ہر چیز مہیا اب تو

ابر بھی جس شی خجالت سے ہے پانی پانی
چشمۂ چشم سے امڈا ہے یہ دریا اب تو

دیکھ جھمکے کو ترے کان میں اے رشکِ قمر
اپنی نظروں میں ہے بے رتبہ ثریا اب تو

دیکھ کر شکل کو ناصح کی یہ ہر یک بولا
نہیں مشکل ہے کچھ اثبات ہیولا اب تو

تیرے بیمار کو ممکن نہیں ہو تو بھی شفا
لائیں تشریف جو خود حضرتِ عیسیٰ اب تو

تو ہی اس بحرِ محبت میں ہے اے عشق رفیق
آشناؤں نے کیا مجھ سے کنارا اب تو

بس اب ذکر جانے کا یاں مت نکالو
مری جان اے میری جاں مت نکالو

پھر آخر وہ شاعر ہے احساں کے حق میں
زباں سے زبوں مفسداں مت نکالو

اس شعلہ رو کی ایک تو رفتار گرم ہے
تس پر کڑوں کی اور بھی جھنکار گرم ہے (ورق ۲۵ ب)

زلفیں دھواں ہیں، حسن بھبوکا، پری ہے چال
کیا سر سے پاؤں تک وہ طرح دار گرم ہے

اپنی جو غزل پڑھتے ہیں کہتے ہیں دوستاں
حضرت بہ غور سنیے کہ بسیار گرم ہے

جب میں پڑھوں ہوں شعر، تو بیچے ہیں کچریاں
کیا ان دنوں میں پھوٹ کا بازار گرم ہے

گاھک نئے ترے .... شمع ....
ہے ... صلاح خریدار گرم ہے

شاہد کہ تیر آتشِ دل سے ہی جل گیا
اٹھا دھواں جگر سے ہے، سوفار گرم ہے

مت کیجو ذکرِ برقِ جہاں اس کے رو برو
دیکھو مزاجِ آہِ شرر بار گرم ہے

آنکھوں میں مروت تری اے یار کہاں ہے
پوچھا نہ کبھو مجھ کو وہ بیمار کہاں ہے

لاؤ تو لہو آج پیوں دخترِ رز کا
اے محتسبو دیکھو وہ مردار کہاں ہے

دن چھپنے دو جب دیکھیو غارت گری اس کی
تب سوچیو خورشید کی دستار کہاں ہے

اس دن کے ہوں صدقے کہ تو کھینچے ہوئے تروار
یہ پوچھتا آوے وہ گنہ گار کہاں ہے

جب تک کہ وہ جھانکے تھا ادھر مہر سے، ہم تو
واقف نہ تھے پھر مہرِ پر انوار کہاں ہے

اس مہ کے سرکتے ہی یہ اندھیر ہے احساں
معلوم نہیں رخنۂ دیوار کہاں ہے

احسان شبے بہ پیشِ من آمد سخن ورے
در سر غرور و طعن زناں شعر واله را [؟]
گفتا رسالۂ ز تصانیفِ خود بخواں
گفتم کہ من بہ پیشِ تو خوانم رساله را (ورق ۲۶ الف)
تو طفل مکتبی و ترا ایں سخن بس است
اے داغ بر دل از غمِ خال تو لاله را
شرمنده گشت و چشم فرو کرد، گفتمش
شرمنده ساخت آهوِ چشمت غزاله را

ہمیشہ حسن سن اے بے وفا نہیں رہتا
کبھی زمانہ سدا ایک سا نہیں رہتا
بجھی جو شمع تو پروانو! بہ ہوا روشن
کہ بعدِ مرگ کوئی آشنا نہیں رہتا
۱۔ کہاں وہ گریہ، وہ نالہ، وہ جاں بہ لب رہنا
کسی کا کام ہمیشہ بنا نہیں رہتا
۲۔ لگائی تاک ہے کیوں محتسب نے تجھ سے دلا
اگر تو دخترِ رز سے بھلا نہیں رہتا
۳۔ یہاں مجھے ہی نصیحت کو ہیں سبھی موجود
وہاں تو ہوش کسی کا بجا نہیں رہتا
۴۔ جو دل لیا ہے تو بوسہ بھی دو، سمجھ رکھو
کہ بد معاملگی میں مزا نہیں رہتا

(۱) یہ شعر شیفتہ اور شمیم سخن میں حافظ عبدالرحمان احسان سے منسوب کیا گیا ہے
(۲، ۳، ۴) یہ اشعار نغز میں ص ۵۵ پر حافظ عبدالرحمان احسان کے ذکر میں درج ہیں

یہ داغ عشق ہے کیوں کر کھلے گل اس [1] کا
ہزار اس کو چھپاؤ چھپا نہیں رہتا

کوچے سے ترے کوچ ہے اے یار ہمارا
جی لے ہی چلی حسرتِ دیدار ہمارا

ابرو کی ترے بیت کی کیا بات و لیکن
ہے آہ کا مصرع بھی دھواں دھار ہمارا

ہوں آہِ شرر بار کا مشکور کہ اس بن
کوئی سببِ گرمیِ بازار نہ پایا

کل تک تو ترے کوچے میں احساں تھا مری جان
پر آج جو ڈھونڈھا تو وہ بیمار نہ پایا

جی ہی آخر کو یہ لے جائے گا جانا دل کا
جان کو روگ لگانا ہے لگانا دل کا

مزرعِ سینہ میں پہنچا نہ تری تیغ کا آب
سبز کیا خاک ہو اس کھیت میں دانا دل کا (ورق ۲۶ ب)

میں ان تغافلوں سے ، سن اے یار جی چکا
تم سا اگر طبیب ہے بیمار جی چکا

رونے میں ہوئے دیدۂ گریان تماشا
دیکھ آبِ رواں کا تو مری جان تماشا

دل جمع میں تھا سو بھی لیا تو بھی ہے برہم
تیری بھی ہے یہ زلفِ پریشان تماشا

دیکھ آکے تماشا تو مری جان کہ عاشق
داغوں سے بنا سروِ چراغانِ تماشا

---

(۱) کذا

دامن کے ھیں سو ٹکڑے، گریباں کے ھزاروں
دامن بھی تماشا ھے گریبان تماشا

ھر آن جلوہ نئی آن سے ھے آنے کا
چان یہ چلتے ھو عاشق کی جان جانے کا

نصیب ہوئے گی اس کو مئے بہشت مدام
ہوا ھے جو کوئی موجد شراب خانے کا

ھماری چھاتی پہ پھرتا ھے سانپ یاں احساں
وہاں (ھے) شغل اسے زلف کے بنانے کا

مرا تو صبر اس آہ شرر فشاں پر ھے
جہاں میں جو ھے پھپھولا مری زباں پر ھے

گلے میں ان کے گل سرخ کے نہ سمجھو ہار
یہ خونِ ناحقِ دل گردنِ بتاں پر ھے

تری گلی کو نہ آنکھوں سے کیوں [کروں؟] رنگیں
یہ فرضِ عین مری چشمِ خوں فشاں پر ھے

کوئی فلک زدہ ویسا نہیں زمیں پہ کہیں
دماغ آہ کا اس پر بھی آسماں پر ھے

ھمارے ناوکِ ابرو کماں پہ ھوں قرباں
کرم اسی کا مری مشتِ استخواں پر ھے

نہیں ھے آہ کی طاقت بھی اب تو مجھ کو ذرا
یہ زور ضعف کا اس تیرے ناتواں پر ھے (ورق ۲۷ الف)

سنتا نہیں اک بات وہ مغرور کسو کی
کہہ دو کہ دعا لے وے بہ مقدور کسو کی

یہ مجھ کو تمنا ھے کہ یا شاہِ ولایت
پھر ھووے ملاقات بہ دستور کسو کی

جب کوہ کن خستہ موا بولی یہ شیریں
تربت پہ لکھو سورۂ والطّور کسو کی
پہنچا ہی دیا ہائے مجھے مرگ کے نزدیک
ہے کاکل پر پیچ بہت دور کسو کی
آنکھیں رہیں احساں کی کھلی بعد وفات آہ
تکتا ہے وہ رہ عاشقِ مغفور کسو کی

ہجر بتاں میں مجھ کو آوے گی تاب کیوں کر
جاوے گا یا الٰہی یہ اضطراب کیوں کر
س زلف کا ہوں گاہک، کیا کام ہے جو پوچھوں
عنبر کا نرخ کیا ہے، ہے مشکِ ناب کیوں کر
مجنوں کے گرد لڑکے پتھر لیے نہیں ہیں
نکلا ہے آج تنہا حشمت مآب کیوں کر

گو ہو بہشت پر ہمیں راحت وہاں نہیں
جس جا کہ رسمِ نالۂ و آہ و فغاں نہیں
ہاں کس طرح نہ باد کے گھوڑے پہ ہو سوار
بجلی سے کم یہ نالۂ آتش عناں نہیں
ایمن نہ ہو جو اس کے شب خوں سے دوستو
دست فلک میں تیغ ہے یہ کہکشاں نہیں
میں ہی دوستی سے کیا دشمنوں کو دوست [؟]
لیکن علاج دشمنیِ دوستاں نہیں
بندوقیں کیوں [۱] ہیں چھوڑتے ہیں چاند رات کو
اس کا سبب جو پوچھو عیاں ہے نہاں نہیں

---

(۱) کذا

یعنی یہ اس طرح سے ہو جب تک کہ شور و شر
تنخواہ اور وضع سے ملتی یہاں نہیں (ورق ۲۷ ب)

اے طالعِ خجستہ مدد کر کہ اب تلک
وہ رشکِ ماہ مجھ پہ ذرا مہرباں نہیں

پوچھے جو مجھ کو یار تو دل مجھ سے پیش تر
دل رشک سے کہے ہے کہ حاضر یہاں نہیں [؟]

صحرا ہے عشق وہ بلا خیز جس جگہ [؟]
دل ہی نہیں کہ طعمۂ برق جہاں نہیں

گرجے ہے رعد، اس کو خدا مغفرت کرے
اس وقت آہ نالۂ عرش آشیاں نہیں

احساں بہ رنگ خامۂ اہل فرنگ ہاں
محتاجِ توتیا مژۂ نو خطاں نہیں

لکھا میں نے یہ اس یوسف کو کل خط
عزیز او مرا نازک مزا جا
رکھے ہے چاہ تیری آہ بے تاب
قلق اس میرے دل کا تو مٹا جا

کیا جرم ہے گر ابروے خم دار کو دیکھا
کیوں تم نے مجھے دیکھ کے تروار کو دیکھا

آنکھیں مری پھوٹیں تری آنکھوں کے بغیر آہ
گر میں نے کبھو نرگس بیمار کو دیکھا

دیکھے نہ کبھی اشک مسلسل مرے تم نے
اپنے ہی سدا موتیوں کے ہار کو دیکھا

دیکھا نہ کبھی کوچۂ دلدار کو رنگیں
بس ہم نے بھی اس دیدۂ خوں بار کو دیکھا

لب ریز غم و یاس و فغاں دل نظر آیا
اس کشتِ محبت کا یہ حاصل نظر آیا

جیتے ہی جی فقط تو مجھ تک کبھو نہ آیا
میں مرگیا تو میرے مرقد پہ تو نہ آیا

اس دشنۂ مژہ پرغش ہوں کہ جس کی دولت
کس دم بہ زیرِ خنجر میرا گلو نہ آیا

سرپائے خم فلک تو پہنچا ہے لیک ساقی
ہیہات ہاتھ اپنے دست سبو نہ آیا (ورق ۲۸ الف)

اے محتسب ہمارے قبضے میں دحتِ رز ہے
پر تیرے ہاتھ میں تو ضد سے کدو نہ آیا

عالم شمیم سے ہے اس گل کی عطر آگیں
لیکن نظر وہ گاہے مانندِ بو نہ آیا

کیوں کر نہ مے پیوں میں قرآں کو دیکھ زاہد
واں واشربو ہے آیا لا تشربو نہ آیا

میں تو کہتا نہیں قشقہ بتِ عیّار نہ کھینچ
کھینچ پر مجھ کو نہ کہ آہ شرر بار نہ کھینچ

مر چکا میں تو ہوں تکلیف تو اے یار نہ کھینچ
تیغِ ابرو ہی نے مارا مجھے تروار نہ کھینچ

پھر کرے گا وہ تجھے ناخنِ پا شہر بدر
آسماں پر تو ہلال آپ کو ہر بار نہ کھینچ

سر بزرگوں کے قدم پر ہے بہ ہرکیف ہی خوب
پائے خم سے مجھے ہیہات تو خمار نہ کھینچ

گر گنہگار ہوں دیوار میں چن دے لیکن
..... مرے سامنے دیوار نہ کھینچ

نکلا نہ اس کے لب سے مرا کام اب تلک
اللہ وہ صنم نہ ہوا رام اب تلک

رتبہ وہ تیرے چشم کے کشتے کا ہے کہ خلق
لاتی ہے اس کی قبر پہ بادام اب تلک

ہوں شہِ ہند کا استاد، یہ ہے فخر مجھے
شہرہ میرا تو شہا تا شہِ ایران گیا

عرضِ غماز پذیرا ہوئی حق میں میرے
کیا گیا میرا، مگر اس کا ہی ایمان گیا

حکمِ والا یہ ہوا قلعہ میں احسان نہ ہو
سن کے اس بات کو اک شہر کا اوسان گیا

دخلِ احسان نہ یہاں ہووے کہ احسان ہے بد
... قلعۂ دہلی ہے یہ فرمان گیا

اے شہنشاہ جہاں، قدر شناسِ احسان
خلق کیا کہوے گی، گو حکم کو میں مان گیا (ورق ۲۸ ب)

شہر وہ کیا ہے کہ جس شہر میں احسان نہ ہو
قلعہ وہ کیا ہے کہ جس قلعہ سے احسان گیا

جو اہل تسنن پر آواز کسے نا حق
شاگرد [وہ ؟] شیطان کا، ابلیس مقرر ہے
مردود ہے ملعون ہے، مطعونِ خلائق ہے
مسلم نہیں مشرک ہے، مومن نہیں کافر ہے

صبا تو کیجیو آہنگِ خدمتِ معروف
ادب سے کہیو کہ اے عندلیبِ خوش آہنگ
تو رنج شورشِ زاغاں سے اس گلستاں میں
نہ کیجو ترک ترنّم کا ایک شب آہنگ

وہ شہ سوار ہے تو عرصۂ فصاحت کا
مقر ہیں اہل صفاہان و ہند و روم و فرنگ
عنان اشہب معنی ہے تیرے کف میں سدا
صدائے مک (سگ) سے نہ ہونا تو زینہار بہ تنگ
ہر آں کہ خاطر تو بے سبب برنجاند
ز قعر ہفت ثری تابہ اوج ہفت او رنگ
ز ترک تاز در خانۂ تناسل او [؟]
....
مجھ کو مت چھیڑو کہ میں سر تا بہ پا تاثیر ہوں
برق ہوں ، آہِ سحر ہوں ، نالۂ شب گیر ہوں
تب جواں مردی ہماری اے رقیبو دیکھیو
جب کبھی واللہ بولا وہ بت بے پیر ہوں
خاصیت سیماب کی ہے اس ترے بے تاب میں
جل کے خاکستر ہوں تو بھی میں اکسیر ہوں [؟]
گالیاں دے کر مجھے ہوتا ہے خوش وہ بد زباں
مدعا یہ ہے کہ یعنی میں بھی خوش تقریر ہوں
ہے کمر تیری بھی اے غنچہ دہاں کہتے ہیں
ہم نے دیکھی نہیں پر لوگ میاں کہتے ہیں
کاش سروِ ارم و طوبیٰ فردوس کہیں
یہ قیامت ہے کہ اس قد کو سناں کہتے ہیں (ورق ۲۹ الف)
ایک نقطہ بھی زیادہ جو زباں پر آیا
وہ زباں ہی نہیں پھر اس کو زیاں کہتے ہیں
بھیجتے تجھ پہ ملایک ہیں مری جان درود
دیکھ کر نامِ خدا تجھ کو بتاں کہتے ہیں

چشم و بینی کو تری میں نے کہا واؤ الف
وجہ یہ ہے کہ مجھے قاعدہ داں کہتے ہیں

دیکھتی تجھ کو ہے کیا سر کو جھکائے نرگس
ذوفنوں ہے یہ اسے مکر زناں کہتے ہیں

دود آہ اپنے سے جی میں ہے انہیں کور کروں
زلف مشکیں کو تری جو کہ دھواں کہتے ہیں

منہ سے میرے کہیں نکلا تھا دھن یار کا ہے
اس سب سے مجھے سب ہیچ مداں کہتے ہیں

خوف بیٹھا ہے وہ زہاد کے دل میں تیرا
دو گھڑی رات سے اٹھ اٹھ کے اذاں کہتے ہیں

یاد آتا ہے مجھے اس کی . . . .
. . . .

خواب میں بھی دل خیالِ زلف سے خالی نہیں
جب سے دیکھے بال تیرے، فارغ البالی نہیں

ہیں جگر میں سنگ کے سوراخ اس کی مجسے آہ [آہ سے ؟]
گرد قبرِ عاشقِ مظلوم یہ جالی نہیں

نالۂ آتش عناں ہیں (ہے) برق اس کو مت سمجھ
دودِ آہ عاشقاں ہے یہ گھٹا کالی نہیں

دو ہی دن کے عشق میں احساںؔ یہ صورت بن گئی
منہ پہ وہ رونق نہیں، چہرے پہ وہ لالی نہیں

کہیے کیا کیوں طفلِ اشک اپنے گلے کے ہار ہیں
اس زمانے کے تو کچھ لڑکے ہی ناہموار ہیں

جس کی خاطر دشمنِ جاں یار اور اغیار ہیں
ہائے ری قسمت کہ وہ بھی ہم سے اب بیزار ہیں

چھیڑ تو دیکھو، سنا کر مجھ کو غیروں سے کہا
آج عاشق ہم کو صدقے کے لیے درکار ہیں (ورق۲۹ب)

اپنے ابرو سے جھگڑتا ہے وہ آئینے کو دیکھ
میرے منہ پر کیوں ہی تو کھینچے ہوئے تروار ہیں [؟]

پاؤں تک میں کیوں کہ پہنچوں تیری زلفیں عمر سے
اس تمنا میں اٹکتی اب تلک اے یار ہیں

چشم پوشی کیا ترے مذہب میں ہے عینِ ثواب
ہم سے یوں پرہیز مجھ کو اور ہم بیمار ہیں

قاعدہ اس کج ادائی کا نہ سمجھا میں کبھی
یہ الف قد راستی کہنے سے کیوں بیزار ہیں

لاغری کی کچھ نہایت ہے کہ میں بستر پہ ہوں
اور مجھ کو ڈھونڈھتے پھرتے مرے غم خوار ہیں

کس طرح جھانکوں میں اس پردہ نشیں کو، ڈر ہے یہ
دیکھتے میری طرف کو رخنۂ دیوار ہیں

خوبیِ قسمت تو دیکھو کچھ نہیں ہم کو خطر
گرچہ ہم بدکار و بدافعال و بداطوار ہیں

آتشِ دوزخ تلک مجبور ہے ہم سے کہ ہم
خانہ زادِ دودمانِ احمدِ مختار ہیں

مے سے توبہ میں کروں استغفراللہ سب غلط
نام توبہ سے سدا پڑھتے ہم استغفار ہیں

یوں ہنسا زخمِ جگر اس لبِ سوفار سے مل
ہنس پڑے جیسے کوئی یار کسی یار سے مل

دوری بہتر ہے مرے پاس سے وہ سبز قدم
تو ہی اے زخم جگر مرہم زنگار سے مل

کمی مایہ سے نیساں ہے بہت گریہ کناں
اسے کہہ دو کہ مری چشمِ گہربار سے مل

ان ابروؤں کی دل پر تصویر کھینچتے ہیں
ہم آپ اپنے اوپر شمشیر کھینچتے ہیں

خنجر بہ کف نہ آیا وہ یار صید افگن
اور انتظار اب تک نخچیر کھینچتے ہیں

خرمن پر آسماں کے گویا گرے ہے بجلی
جس دم کہ آہ تیرے دل گیر کھینچتے ہیں (ورق ۳۰ الف)

[1] بختوں کو یوں چھڑایا اس نوجواں کا کوچہ
اب دیکھیے کدھر یہ بے پیر کھینچتے ہیں

مانندِ سگ ہے یہ بھی، اس نفسِ شوم کا ہم
تسمہ . . . . قطمیر کھینچتے ہیں

نزدیک، ان کے شاید تقدیر ہے معطل
دور آپ کو جو اہلِ تدبیر کھینچتے ہیں

مت گرد گرد پھر تو ہر دم مری دعا کے
اب کوئی تیری منت تاثیر کھینچتے ہیں

پہلو سے گر نہ کھینچیں کھینچوں نہ میں اذیت
کچھ دم کھنچے ہے میرا جب تیر کھینچتے ہیں

اٹھے ہے شورِ محشر، بیٹھے ہے سقف گردوں
گر آہ کا کبھی ہم شہ تیر کھینچتے ہیں

ہر روز یہ جفائیں پھر تم نہ کیجو شکوہ
اب ہم بھی نالہ‌ہائے شب گیر کھینچتے ہیں

---

(۱) کذا

جاتا ہوں کوئی یاں سے کیوں بندگانِ حضرت
تصــدیع یار بہرِ تعزیر کھینچتے ہیں

تیرے کوچے میں جو ہم نالوں کے خوگر جائیں گے
واں کے سب اہلِ محلہ چھوڑ کر گھر جائیں گے

ہم وہ بندے ہیں جدا ہو بند سے گر بند بھی
بندگی سے کب تمہاری بنــدہ پرور جائیں گے

کشتگانِ تیغِ قاتل جب تلک ہے دم میں دم
کچھ فــدائے تیغ، کچھ قربانِ خنجر جائیں گے

ہم نہ اس در سے فقط با دیدۂ تر جائیں گے
داغ بر دل، نالہ بر لب، دست بر سر جائیں گے

تو نہیں آتا ہے کوٹھے پر مرے دریائے حسن
ہاں مگر نالے مرے اوپر سے اوپر جائیں گے

کون جاوے تیرے دیوانے کے سر پر وقتِ نزع
بہر غم خواری مگر لڑکوں کے پتھر جائیں گے

دم بہ دم بھرتا ہوں آہیں اس لیے میں وقتِ نزع
آہ دست و تیغِ قاتل خون میں بھر جائیں گے (ورق ۳۰ ب)

آئیں گے کیا کیا زمیں پر زلزلے او فتنــہ گر
اور خاک جس دم تیرے مضطر جائیں گے [؟]

رخِ مراد خدا مجھ کو یار دکھلاوے
کہ یعنی تیرے قدم ایک بار دکھلاوے

نہ لالہ زار (کو) دیکھو کبھی مرے صاحب
جو یــہ غلام دلِ داغدار دکھلاوے

نہ مے کدے میں کرو ذکرِ محتسب رندو
خــدا نہ وہ شترِ بے مہار دکھلاوے

ھمارے منہ کو نہ کھلوائیے کہہ دونا صبح سے
پھر اپنے منہ کو نہ یہ نابکار دکھلاوے

شب پئے وہ شراب نکلا ھے
رات کو آفتاب نکلا ھے

کون ثانی شہر میں اُس میرے مہ پارے کا ھے
چاند سی صورت دو پٹا سر پہ اک تارے کا ھے

درگاہ ھے تیری عیدگاہِ عالم
عالم یہ کہے ھے اے پناہِ عالم
عالم میں ہے رسمِ عید جب تک یارب
شاہِ عالم ھی رہ وے شاہِ عالم

قلیانِ نقرہ شب کو نہ یہ پیشِ یار ھے
نزدیکِ مہ ستارۂ دنبالہ دار ھے

بس کہ یادِ سرِ زلفِ بتِ ترسائی ھے
اب تو مارِ دمِ عاشق بھی چلیپائی ھے

فشار گردوں، تو ڈوبے گردوں، نشاں نہ اصلا رھے زمیں کا
کہ موجِ دریائے چشمِ پرخوں، لقب ھے اس چینِ آستیں کا
یہی وظیفۂ مجنونِ دشتِ عشق رھا
فدا ھوں اس پہ کہ ......

رکا جو یار تو بس حال یہ ھوا میرا
کہ دم بھی آئے ھے ھردم رکا رکا میرا (ورق ۳۱ الف)

تیری دیوار سے سر میں نے سراسر توڑا
نخل الفت سے ثمر ھم نے یہ دلبر توڑا

یک دست فتنہ برپا ھم نے جہاں میں دیکھا
منصور کو سراسر دارالاماں میں دیکھا

ہم کو کفن اسی کا لازم ہے ماہ رویاں
الفت کا پرتوا سا ہم نے کتاں میں دیکھا

بس مجھے تیرِ جفا کا ہی نشاں کیجیے گا
یا کبھی آن کے خاطر بھی نشاں کیجیے گا

جانبِ کشورِ وحشت علمِ آہ کے ساتھ
جی میں ہے فوجِ سرشک آج رواں کیجیے گا

طاقتِ گرمیِ خورشیدِ قیامت ہے کسے
تابہ کے داغِ جگر سے یہ فغاں کیجیے گا

یار جب ساتھ سفر میں ہو کہاں کے روزے
روز روزوں ہی میں عیدِ رمضاں کیجیے گا

وہ دھواں دھار سی زلفیں ہیں نظر میں ہر شب
ورد اب سورۃ واللیل و دخاں کیجیے گا

نہیں ہیں اشک تو اے چشم کر لہو پیدا
کہ ہم نے گریہ سے یاں کی ہے آبرو پیدا

مونس شام غم اے زلفِ رسا نہ اصلح اللہ ....

ہو چکا ہوں میں ازل سے اس رخِ پر نور کا
ہے مرا خطِ جبیں پروانہ شمع طور کا

ہے قیامت دبدبہ اس نالۂ پر شور کا
دم رہے گا بند جس سے تا قیامت صور کا

موسیِٰ دل گر ثمر چاہے ہے نخل طور کا
طور یہ سینہ ہے رکھ تو ورد یاں والطور کا

دور بیں ہو، تا تجھے ہو پاسِ دور افتادگاں
دوربیں سے پاس دکھلائی دے انساں دور کا

اس قدر ہوں پاک دامن گر ....
پکڑے دامن کو مرے پھاڑوں گریباں حور کا

ساعد و بازوے قاتل وقت همت هے یہی
تشنہ لب هر زخم هے آبِ دم ساطور کا

جوں چراغِ صبح قدر مہر انور هے یہاں
آفتابِ داغِ دل پر هے یہ عالم نور کا

خاکِ مستاں سے تیمم ، مے سے کرتے هیں وضو
دانۂ تسبیحِ رنداں دانہ هے انگور کا

اتی هے بس ستائے جانے کی
تجھ کو خو هے مرے کڑھانے کی

شوق سے مجھ سے یوں بگڑ بیٹھو
ایک ٹھہرے نہ منہ بنانے کی (ورق ۳۱ ب)

قیسِ صحرائی اور دعوئ عشق
هے جدا بات یہ ان آنے کی

نام رکھوا نہ اپنا هر جائی
نہ قبا پہن چار خانے کی

زلف کو چھیڑتے هی کہنے لگا
هے یہی بات مار کھانے کی

نہ هنسی جان ، قتل کرتی هے
وضع یہ تیرے مسکرانے کی

بیٹھ اے آہ ، بس خدا نہ کرے
تجھ کو فرصت هو سر اٹھانے کی

جب تک کہ (وہ) جھانکے تھا ادھر مہر سے ، هم تو
واقف هی نہ تھے مہرِ پر انوار کہاں هے[1]۔

(۱) مخطوطے میں اس شعر کے بعد پانچ شعر صریحاً غلط درج هیں ۔ جو بعد میں صحیح صورت میں بھی لکھے گئے هیں ۔ ایسا معلوم هوتا هے کہ مولف اول الذکر اشعار کو قلم زد کرنا بھول گیا هے۔ اس لئے تکرار سے بچنے کے لئے صحیح اشعار هی کو درج کیا گیا هے ۔

اب تو اس آہِ فلک فرسا کا یہ احوال ہے
دودِ پیچاں جس کا پائے عرش میں خلخال ہے

داغِ دل سے کہہ دو اب وقت سپرداری ہے یہ
بسمل آبِ تیغِ قاتل کا ادھر کو ڈھال ہے

ہوں وہ شاہِ ملکِ عشق اے قیسِ صحرائی یہاں
خیمۂ افلاک حس کی اک پرانی پال ہے

اضطراب دل پہ میرے تو عبث تہمت نہ کر
جنبشِ ابرو سے تیری ہر طرف بھونچال ہے (ورق ۳۲ الف)

خال و رخ پر غش [ہوں؟] اک طفل کبوتر باز کے
گھر میں میرے جو کبوتر ہے مکھی یا خال ہے

رشکِ مشکِ چین و تاتار اس کا ہریک بال ہے
دل جو اُن بالوں میں الجھا یہ مرا اقبال ہے

کون آیا ....
کاسنی جوڑا گلے میں سر پر اودی شال ہے

کاغذِ ابری پہ لکھو خط شکستہ اس کو تم
تا مجھے سمجھے کہ گریاں اور شکستہ حال ہے

جان اٹکی ہوئی اس زلفِ سیہ کار میں ہے
دلِ بیمار گرفتار اس آزار میں ہے

دل کو میرے ہے کیا خاک جلا کر اس نے
خاک تاثیر مری آہ شرر بار میں ہے

پان کو جس نے لبوں میں ترے دیکھا بولا
کیا زمرد کی جھلک لعل گہر بار میں ہے

کیفیت زیست کی اس دور میں اے درد کشاں
صاف تو یہ ہے کہ بس خانۂ خمار میں ہے

تیری ابرو کا جو کشتہ ہے وہ زندہ ہے مدام
اثر آبِ حیات اس تری تروار میں ہے
کس نے جھانکا مجھے اس روزنِ دیوار سے یار
دل بغل میں نہیں اب رخنۂ دیوار میں ہے
بس کہ گریاں غمِ فرہاد میں ہے کوہ مدام
آبِ شیریں ہی رواں دامنِ کہسار میں ہے
یاں سزا ملتی ہے ہر اک کو بہ قدرِ رتبہ
عدل و انصاف فقط عشق کے دربار میں ہے
پا بہ زنجیرِ محبت کو جو مارا احسان
تب سے زنجیرِ طلا گردنِ دلدار میں ہے
واقعی عاشقی عجب شے ہے
عاشقی واقعی عجب شے ہے
اس میں ہرگز نہیں ہے جائے سخن
الغرض خامشی عجب شے ہے (ورق ۳۲ ب)
سرو کو اس کے قد سے کیا نسبت
منصفو راستی عجب شے ہے
واقعہ عشق میں ہو گر احسان
واقعی واقعی عجب شے ہے
سب عمر گناہوں میں گزاری توبہ
توبہ توبہ جنابِ باری توبہ
کر توبہ قبول میری اے توبہ پذیر
توبہ توبہ ہزار باری توبہ
تیری محلوں میں سنا دل کو کوئی کیوں کر پھینکا [؟]
دل سر گشتہ فلا خن میں یہ کیا دھر پھینکا

مژدہ آھوئے حرم تیرا ستارہ چمکا
رخش میرے مہِ رخشندہ نے تجھ پر پھینکا

برق اس کو نہ سمجھ ، نالہ ھمارا ھے کہ آج
ھاتھ دو چار پٹی کی [1] ھے فلک پر پھینکا

اپنے دیوانے کی..................
سنگ مرمر بھی مری سمت کو اکثر پھینکا

نہ کہو لطف ھے اس نشترِ مژگان میں کیا
دل سے پوچھو کہ حلاوت ھے رگِ جان میں کیا

داغ سو ، ایک ھے دل ، چین پڑے جان میں کیا
گھر گیا اب تو یہ پروانہ چراغان میں کیا

عشق سے کام (ھے) ھم کو نہ فسانوں سے غرض
بابِ پنجم کے سوا پڑھیے گلستان میں کیا

یوں غم و درد ھیں داغ دل و سینے کے قریب
جوں نگہ باں متعین ھوں خزینے کے قریب

حالِ عاشق کہوں کیا تجھ سے ، تری جان سے دور
شربت مرگ ھی پہنچا ھے وہ پینے کے قریب

دل تو حاضر ھے اگر کیجئیے پھر ناز سے امر
میں ترے ناز کے صدقے اسی انداز سے امر

مقیمِ بزمِ رقیباں ھو گل عذار ، دریغ
مقامِ حیف ھے اور جائے صد ھزار دریغ (ورق ۳۳ الف)

نکلا نہ اس کے لب سے مرا کام اب تلک
اللہ وہ صنم نہ ھوا رام اب تلک

---

(۱) کذا

بالیں پہ میری آکے کہا شور حشر نے
حضرت ذرا تو جاگیے ارام اب تلک

غش ہے مے خانے پہ یہ رندِ قدح خوار مدام
پاے خم، دست سبو سے ہے سروکار مدام

میں نے جھانکا تھا مجھے روزن در سے گاہے
مجھ کو گھورے ہے ترا رخنۂ دیوار مدام

کج کلہ عہد میں تیرے ہے وہ فتنۂ رہا
تھامنا اپنی ہے خورشید دستار مدام [؟]

واں شے پوشاکِ تراشیدہ بدن پر ہردم
یاں ہے ناخن سے خراشیدہ تنِ زار مدام

ہے خیال ان تری آنکھوں کا دلارام مدام
دیکھتا خواب میں ہوں نرگس و بادام مدام

زلف و قد کا ترے رہتا ہے سدا اس کو خیال
دلِ سی پارہ جو پڑھتا ہے الف لام مدام

دام اقبالک صیاد کو کہتا ہوں کہ وہ
مرغِ دل کو مرے رکھتا ہے نہ دام مدام

میرزا نیلی مقصود سپہرِ نیلی
تجھ کو سر سبز رکھے خالق علام مدام

وجہ اس نام کے رکھنے کی یہ ہے تاکہ شہا
نیلِ چشمِ بد اعدا رہے یہ نام مدام

غش دیکھ (وہ) مانگ ہوگئے ہم
شب نصف گئی تو سو گئے ہم

چرخ کے ہاتھ سے گو رہتے ہیں مجبور سے ہم
سر جھکاتے نہیں لیکن کسی مغرور سے ہم

مژدۂ سودۂ الماس تجھے زخم جگر
یعنی بیزار ہوئے مرہمِ کافور سے ہم

محتسب قہر ہے تو شوق سے نکلے انگور
اور محروم رہیں بادۂ انگور سے ہم (ورق ۳۳ ب)

اور بھی شور مچا صورِ قیامت سے کہو
ہم کو بھی ضد ہے نہ جاگیں گے ترے شور سے ہم

قبر احساں سے اپٹ کر یہی کہتا تھا وہ شوخ
من گئے آج تو اس عاشق معفور سے ہم

آگاہ سترن سے نہ واقف سمن سے ہم
رکھتے ہیں کام اس گل نازک بدن سے ہم

غلط یہ شہرہ ہے یعنی بہ امتیاز ہو تم
سخن کو کرتا ہوں کوتہ زباں دراز ہو تم

کفش بھیجی تو وہ بگڑے کہ بنی خوب نہیں
پھنے پیزار مری اس کی انی خوب نہیں

اے بتو بات کبھی ہم سے غریبوں سے نہ کی
اس قدر غرہ بھی اللہ غنی خوب نہیں

ہووے گر وہ غیرتِ گل عکس افگن آب میں
مثل مرغابی پھریں مرغان گلشن آب میں

عکس پرویں دیکھ کر بولا وہ پر فن آب میں
موتیوں کی کس نے پھینکی میری سمرن آب میں

ساحل دریا پہ ناصح دیکھ اسے یوں غش ہوا
پاؤں تو ہیں خاک میں اور اس کی گردن آب میں

کتابِ لیلیٰ و مجنوں کو ہم کیا مول لیتے ہیں
کہ اپنے جی کی خاطر ایک قصا مول لیتے ہیں

عزیزو جو ہیں ملا، شرحِ ملا مول لیتے ہیں
فقط ہم چاہ سے یوسف زلیخا مول لیتے ہیں

لب شیریں پہ تیرے جو ہیں مرتے، اپنے کھانے کو
اگر وہ زہر بھی لیتے ہیں میٹھا مول لیتے ہیں

فصیحانِ جہاں دیوانِ احساں مول لیتے ہیں
وہ دیوانے ہیں جو سودا کا دیواں مول لیتے ہیں

نرے لذت شناس زخم خنجر اے مرے قاتل
برائے یک جراحت صد نمک داں مول لیتے ہیں

ہمیں اس بوستان دھر میں اک نامِ حق بس ہے
بہ پاسِ خاطر بلبل گلستاں مول لیتے ہیں (ورق ۳٤ الف)

بہار آئی خریدی سب نے ہے پوشاک نوروزی
جنوں سے ہم بھی اب چاک گریباں مول لیتے ہیں

ہمارے لعل لخت دل نہ لے وہی گاہ یا قسمت
یہ مرجانے کی باتیں ہیں وہ مرجاں مول لیتے ہیں

ہمیں جب دیکھتا ہے قیس کہتا ہے بہ صد حسرت
یہ وہ ہیں ہائے جو گل ہائے حرماں مول لیتے ہیں

نہیں ڈرتے کسو سے وضعِ بے باکانہ رکھتے ہیں
عسس (سے) کہدو دخت رز سے ہم یارانہ رکھتے ہیں

نہ مے سے ہم غرض، نے خواہشِ پیمانہ رکھتے ہیں
کہ نظروں میں کسی کی نرگس مستانہ رکھتے ہیں

وصالِ شمع رویاں آتشِ سوزندۂ جاں ہے
گواہِ صدقِ دعوی عاشقاں پروانہ رکھتے ہیں

دھواں پیچاں جگر سے اپنے اٹھا ہے کہ ہم ہردم
خیال پیچ (و) تاب کاکل جانانہ رکھتے ہیں

میں جو عزت طلب اس بزم میں آ جاتا ہوں
پشت جو میری طرف پھیرے چلا جاتا ہوں
مجھ کو اس راہ میں رہ رہ کے یہی ہے افسوس
ہم رہاں تم تو چلے میں ہی رہا جاتا ہوں
غضب کہ چکنی نلین چھالیا چپاتے ہیں [؟]
جو کہیے کاٹ نہ کھاؤ تو کاٹ کھاتے ہیں
کیفیت حب ہو کہ ساقی ہو شراب ناب ہو
آفتابی پر ہو وہ مہ اور شب مہتاب ہو
اس قدر رو چشم گریاں تا مرے گرد، آب ہو
سر حباب آسا، گریباں حلقۂ گرداب ہو
کیا خطر ہے خط کے آنے سے مکدر کیوں ہے تو
اے الف قامت وہ مصحف کیا جو بے اعراب ہو
بزم وہ بر هم نہ ہوتا حشر احساں، جس جگہ
مبحث زلف پریشاں، مجمع احباب ہو
اے آہ دل تو جاوے جو عرش برین کو
کیجو سلام عیسی گردوں نشین کو (ورق ۳٤ ب)
گر اس طرح سے خاک بسر ہم رہے مدام
پہنچا ہی آسمان پہ جانو زمین کو
بل بے شرار اشک کی گرمی کہ اب تلک
اک آگ لگ رہی ہے مری آستین کو
تھا میں کمین بوسہ میں بولے اسی لیے
اشراف منہ لگاتے نہیں ہیں کمین کو
گرچہ جواں ہوں لیک وہ ہوں پیر راہ، عشق
ہے عشق میرے اس دل محنت قرین [؟] کو

کہتی ہے دست بستہ مجھے آکے روح قیس
کیا حکم ہے مرید عقیدت گزین کو

مرے سر کو نہ سوادِ شبِ یلدا پہنچے
اور نہ جھومر کو ترے عقدِ ثریا پہنچے
کیا شکیبندہ ہو عاشق کہ فریبندہ ہے تو
تیرے زیبندہ ہیں بازو، ترے زیبا پہنچے
لب جاں بخش کا تیرے جو، سنا شہرہ وہیں
سوچ کر چرخ چہارم پہ مسیحا پہنچے
نکہتِ زلف سے ہے شہر معطر آدھا
سر مو کو نہ ترے عنبر سارا پہنچے
تیری خوبی کو نہ لاکھوں میں کوئی گل پہنچے
نہ ہزاروں میں مجھے ایک بھی بلبل پہنچے
دل بھی لے کر علمِ آہ مقابل پہنچا
نیزہ بازانِ مژہ جب (بہ) تقابل پہنچے
خانہ آباد تمہارا ہو کہ ہم حضرتِ عشق
نفع کو تم سے بہ ایامِ تو کل پہنچے
درد و غم یاس و الم سوزشِ دل داغِ جگر
تحفے جو آپ نے بھیجے ہمیں بالکل [1] پہنچے (ورق ۳۵ الف)

تکنے گر گرمیِ حسنِ بتِ پرفن کو لگے
با مہنی کاھی مرض چشمِ برھمن کو لگے
نعل کفش اس کے سے، آیا جو وہ بالائے مزار
جابہ جا چاند ہیں احساں مرے مدفن کو لگے

---

(۱) اس شعر کی بعد دو قطعہ بند شعر تھی ,,بندوقیں کیوں ہیں چھوڑتی ہیں الخ،،
یہ شعر ورق ۲۷ الف پر آچکی ہیں اس لیی یہاں سی خارج کر دیی گئی .

دل سے جب چاہنے ہم ایک فرنگن کو لگے
دل یہ چاہے ہے کہ اب دل یہی لندن کو لگے

درۃالتاجِ شہاں فخر زماں ایزد بخش
فخر ہے فخر ترے در کی گدائی مجھ کو
جس گھڑی ہووے گہر ریز ترا دستِ کرم
ہاتھ پھیلا کے کہے حاتم طائی مجھ کو
ہے یہی دولتِ عظمی کہ سدا ہووے نصیب
درِ دولت کی ترے ناصیہ سائی مجھ کو

آگاہ | آگاہ تخلص، میر حسن علی خاں نام۔ شخصے بسیار ذی‌ہوش و در اکثر حروہ ماہر۔ از چندے درزمرۂ افسانہ خوانانِ حضورِ والا شرف ملازمی دارند۔ بہ سبب ایں کہ طبعش موزون ست۔ گاہ گاہے شعرِ ریختہ می گوید۔ اروست۔

چہرہ بھی گرم ہے، تری گفتار گرم ہے
نامِ خدا تو کتنا مرے یار گرم ہے
ہاں تیغ کھینچ اے بتِ آتش مزاج تو
[1] مرنے پر آج یہ بھی گنہ گار گرم ہے

اشرف | اشرف تخلص، محمد اشرف، شخصے از ساکنان [2] لکھنؤ ست، از احوالش اطلاع نیست مگر خوش فکری از کلامش مفہوم می گردد۔

[3] آبیٹھو تو دو باتیں کریں تم سے میاں ہم
پھر دیکھیے اک دم میں کہاں تم ہو کہاں ہم

(۱) مرنی پہ آپ یاں یہ گنہ گار گرم ہی (نغز ص ۴۱)
(۲) شخصی ست از مردم مرشدآباد بہ داروغگی اخبار فرنگی جان برشٹو صاحب سرفراز. یک بیٹر نامہ گفتہ است (حسن ص ۲۴) از باشندگان شہر مرشدآباد (عشقی ۶۱)
(۳) آبیٹھو تو ٹک باتیں الخ (نغز ص ۳۷۵)

آشفتہ آشفتہ [1] مرزا رضاقلی، فرزند حکیم محمد شفیع، شاگرد میر سوز مرحوم۔ (ورق ۳۵ ب) در فنِ طبابت مہارتے دارد و شعر ریختہ ہم می گوید۔ شوریدہ سر و وارستہ مزاج ست۔ و اشعارش دل چسپ۔ در لکھنؤ بہ خانۂ خود مجلس مشاعرہ منعقد می کرد۔ منہ۔

چہرہ کچھ ان دنوں غم پنہاں سے زرد ہے
ظاہر میں کچھ مرض نہیں پر دل میں درد ہے

ہمیشہ آگ نکلتی ہے میرے سینے سے
الٰہی موت دے گزرا میں ایسے جینے سے

وہ رشکِ مہر جو عالم میں بے نقاب پھرے
پھر اس چمک سے نہ گردوں پر آفتاب پھرے

چلا ہے کعبے کو آشفتہ پارسا بن کر
خدا جو بیٹھے بٹھائے اسے خراب کرے

[2] سررشتۂ محبت ہم سب سے توڑ بیٹھے
اپنا سر آپ اپنے زانو سے جوڑ بیٹھے

[3] برگشتہ بخت ہم سے دیکھے ہیں کم کسو نے
جب ہم ہوے مقابل وہ منہ کو موڑ بیٹھے

فقط نہ اپنی ہی تم آن دیکھتے جاؤ
ادھر ادھر بھی مری جان دیکھتے جاؤ

---

(۱) مرزا ضیاقلی (ہندی ص ۱۸) حاشیے پر اختلاف نسخ کی ذیل میں "مرزا رضاقلی" درج ہے۔ "حکیم رضاقلی خاں نام والد ماجد ان کے حکیم محمد شفیع محمد خان مرحوم تھے متوطن اکبرآباد کے ... پرورش انہوں نے لکھنؤ میں پائی ہے۔ ۱۲۰۸ ھ میں لکھنؤ سے مرشدآباد میں آئے ... ۱۲۱٤ ھ میں کلکتے چلے آئے" (گلزار ص ۵۹) "بعضے اورا از لکھنؤ و بعضے از اکبرآباد دانند" (شیفتہ ص ۱۳) "آشفتہ تخلص دہلوی بہ طریق سیاحت وارد مرشدآباد گردیدہ .... آخرالامر ... بہ ضلع مظفرپور بہ خدمت تحصیلداری ماٴمور شدہ" (عشق ص ۵۷)

(۲ و ۳) یہ دونوں شعر سرور نے بھوری خاں آشفتہ کے نام درج کیے ہیں (دیکھو ورق ۲۳ ب) نیز شعر نمبر ۲ شیفتہ، نغز اور سخن شعرا میں بھی بھوری خاں آشفتہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

دیکھتے ہی اسے کل میرے یہ اوسان گئے
اپنے بیگانے وہاں جتنے تھے سب جان گئے

۱۔ وہی مقصودِ دل ہے اور وہی منظور آنکھوں کا
سرورِ سینہ میں اس کو کہوں یا نور آنکھوں کا

۲۔ حورشید ترا دیکھ کے منہ کانپ کے نکلا
(مہ) چادر مہتاب میں منہ ڈھانپ کے نکلا

۳۔ مرتے ہیں ہم تو اس کے لب آب دار پر
گر آب زندگی ہو تو مارے ہیں دھار پر

۴۔ یہ نہیں جوہر نمایاں تیغ تیز یار پر
کھد رہا ہے نام مقتولوں کا اس تروار پر

۵۔ ہوئی ہے آشنائی جب سے اس مے نوش سے مجھ کو
جو صاحب عقل ہیں کہتے ہیں اہل ہوش سے مجھ کو (ورق ۳۶ الف)

۶۔ دل باندھیے تو یار کے کاکل سے باندھیے
بلبل کو باندھیے تو رگ گل سے باندھیے

۷۔ زاہد کبھو تو گرد نہ پھریو شراب کے
یاں آگ ہے چھپی ہوئی پردے میں آب کے

امین | امین تخلص، خواجہ امین الدین ۸۔ مرشد آبادی، احوال اوشاں معلوم

---

(۱) گلزار میں یہ نام خواجہ امین الدین امین
(۲) گلزار، شیفتہ، اور سخن شعرا میں یہ نام خواجہ امین الدین امین
(۳) شیفتہ اور گلزار میں یہ نام خواجہ امین الدین امین۔
(۴) شیفتہ گلزار اور سخن شعرا میں یہ نام خواجہ امین الدین امین۔ گلزار میں یہ شعر اس طرح درج ہی
ہی نہیں جوہر نمایاں تیغ تیز یار پر لکھ رہا ہی نام مقتولوں کا اس تروار پر
(۵، ۶، ۷) گلزار میں یہ نام خواجہ امین الدین امین۔
(۸) از ارباب عظیم آباد است و آں کہ نسبتش بہ مرشد آباد کردہ ازو خطائی عظیم آمدہ
(شیفتہ ص ۲۶) خواجہ امین الدین خاں امین تخلص (ریاض ص ۲۵) خواجہ امین الدین
نام عظیم آبادی (گلزار ص ۴۸)

مولف نیست ۔ یک شعر که به نام او مسموع شده ، نگاشتهٔ خامهٔ شیریں رقم می گردد ۔

[1] عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ھی خواری میں کٹی
دن گیا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی

امین امین تخلص ، امین الدین خاں ، پسر قاضی وحید الدین خاں که خدمت قضاے دار الخلافه در وقتِ نجیب الدوله مرحوم متعلق ایشاں بود ۔ جوانِ نیکو کار و خلیق ۔ طرزِ شعر گوئیش بسیار دل نشیں ۔ یک مطلع از تصنیفاتش بهم رسیده ، به نگارش می رود ۔ مطلع

کون آتا ھے یه کس کے پاؤں کی آواز ھے
جو [2] صداے پا میں اس کی سو طرح کا ناز ھے

آگاه اگاه تخلص ، نور خاں نام ، جامعِ ایں نسخه از [3] احوالش اطلاعے نه دارد ۔ ازوست ۔

[4] منہ دیکھو اپنا ، سیکھو ابھی رسم چاه کی
باتیں بنا بنا کے نه کیجے نباه کی

اکبر اکبر تخلص ، شاید نام هم همیں خواهد بود ۔ معلوم نیست که کیست ۔ شخصے به نامِ او شعرے خوانده بود ، ثبت نموده شد ۔

---

(۱) عمر کٹنی تو کٹی پر کیا ھی خواری میں کٹی دن کٹا فریاد میں الخ (نغز دوم ص ۳۷۶)
دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی عمر کٹنی کو کٹی پر کیا ھی خواری میں کٹی
(شیفته ۲۷ نغز ص ۵۲)
عمر کٹنی کو کٹی پر کیا ھی خواری میں کٹی دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی
(حسن ص ۱٤)
(۲) هر صدائی پا میں جس کی سو طرح کا ناز هو (هندی ص ۲۰ شیفته ۲۷، سخن شعرا ص ٤۸)
(۳) از شاگردان شاه واقف . . . . چندی از میر ضیا نیز اصلاح گرفته به وسیلهٔ قصه خوانی بسر می برد ،، (حسن ص ۲۰)
(٤) باتیں بنا بنا کی نه کیجی نباه کی منہ دیکھو اپنا سیکھو ابھی رسم چاه کی
(گلستان بی خزاں ص ۱۳)

قدم رنجه مرے گھر تک تو کر یار
مری آنکھیں ہیں اور تیرا قدم ہے

آگاہ | آگاہ تخلص، محمد صلاح نام، شاعرِ عہدِ فردوس آرام گاہ بود۔ از اشعارش (ورق ۳۶ ب) مردِ قابل معلوم می گردد۔ مدتے شدہ کہ از دنیاے فانی رحلت گزید۔ خدایش بیامرزاد۔ ازوست۔

شب دیکھتے ہی خالِ لب اس شوخ پری کا
لیتا تھا مزہ بوسے سے میں تل شکری کا

[1]۔ پیری میں کروں سیر جہاں کی تو بجا ہے
[2]۔ دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے تماشا گرری کا

افسوس افسوس تخلص، میر شیر علی، ابن میر علی [3]۔ مظفر خاں، داروغۂ توپ خانۂ عالی جاہ، شاگرد میر حیدر علی [4] حیران، متوطنِ دار نول، شعر ہندی بسیار خوب می گفت و صاحبانِ ایں فن پسند می کنند۔ واقعی کہ اشعار دل کش دارد۔ منہ۔

گریے سے جو سرسبز ہوا داغ جگر کا
میں بہت سا ممنون ہوں اس دیدۂ تر کا

اشکِ گرم اپنے سے اب [5]۔ دیدۂ تر جلتے ہیں
دیکھ لو مردمِ آبی کے بھی گھر جلتے ہیں

ایک میں ہی نہیں، اس کوچے میں جو جاتے ہیں
واں کے ہو رہتے ہیں، گھر اپنے سے وو جاتے ہیں

(۱) پیری میں کروں سیر جہاں کا تو بجا ہی (گلزار ص ۳۴)
پیری میں کروں سیر جہاں کی تو مزا ہی (گردیزی ص ۱۶)
(۲) ہوتا ہی ڈھلی دن سی تماشا گزری کا (چمنستان ص ۲۳، شورش ص ۵)
(۳) سید مظفر علی خاں (گلزار ص۵۶) میر مظفر خاں (گلستان بی خزاں ۲۰) پدرش داروغۂ توپ خانۂ عالی جاہ بہادر میر علی نام المخاطب بہ مظفر خاں بود (نغز ص ۶۵)
(۴) چندی از میر سوز نیز فائدہ برداشت (حسن ص ۲۱)
(۵) بہ دیدۂ تر (سخن شعرا ص ۳۹)

۱۔ منھ تو دکھلائیے ذرا گو نہ ملاقات کرے
۲۔ ہم کو سو وصل ہیں جو ھنس کے ٹک اک بات کرے

ھنس کر مجھے لوگوں میں اشارات نہ کیجے
رسوائی ہو جس بات میں وہ بات نہ کیجے

دیکھتے ہی اسے حاضر ہوے مرجانے کو
۳۔ ووہی اشخاص جو یاں آئے تھے سمجھانے کو

دم میں دم آیا جہاں دیکھا تجھے
واقعی آرام جاں دیکھا تجھے

صورت تجھے حق نے دی پری سی
پر آدمیت بھی دی ذری سی (ورق ۳۷ الف)

۴۔ سمندِ ناز جو یاں اس سوار کا پہنچا
غبار تا فلک اس خاک سار کا پہنچا

۵۔ یہاں تلک ہے نزاکت، گلوں کے گجرے سے
۶۔ لچکنے لگتا ہے اس گل عذار کا پہنچا

۷۔ کیوں نہ فردوس سے بہتر وہ گلستاں ہوگا
زیب جس باغ کا وہ سرو خراماں ہوگا

---

(۱) منھ تو دکھلا دی ذرا گو نہ ملاقات کری ہم کوسو وصل ہیں جوھنس کی وہ اک بات کری (دستور ص ۱۰۳)

(۲) ،، ہم کو سو وصل ہیں جو ھنس کی وہ اک بات کری،، (نغز ٦٦، ھندی ۲۰ ھندی کی حاشیی پر،،جو ھنس کی ذرا بات کری)

(۳) وی ہی اشخاص جو یاں آتی ہیں سمجھانی کو (دستور ص ۱۰۳) وہی اشخاص الخ (شیفتہ ۲٤ وہی احباب الخ (سخن شعرا ص ۳۹)

(٤) سمند ناز جو یاں الخ (گلزار ص ۵۹)

(۵) ہی یاں تلک تو نزاکت الخ (گلزار ص ۵۹)

(٦) لچکنی لاگی ہی اس الخ (نغز ص ٦۵)

(۷) نغز میں یہ شعر مرزا غفور بیگ افسوس شاگردِ ہدایت سی منسوب کیا گیا ہی۔

کیوں نہ ہو اس قدر گھمنڈ اس بت پر غرور کو
صبر کسی طرح نہیں اس دل ناصبور کو

آرام | آرام تخلص، [۱] راے پریم ناتھ کھتری، پیش کارتن [؟] شعر فارسی و ہندی [۲] ہردو می گوید و خط نستعلیق و شکستہ و تعلیق ہرسہ درست می نویسد۔ در تیر اندازی ہم مہارتے کلی دارد۔ ازوست، منہ کلام [؟]

خون آنکھوں سے نکلتا ہی رہا
دل کا فوارہ اچھلتا ہی رہا
کون غم [۳] خواری کرے آرام کی
ایک مجنوں تھا سو چلتا ہی رہا

احسن | احسن تخلص، احسن اللہ خاں، جوانے ست، قریب دروازۂ لاھوری دارالخلافہ در مسجد سر ہندی استقامت دارد۔ دو سہ مرتبہ در مشاعرۂ مہدی علی خاں مرحوم؟ مشارالیہ را دیدہ شد۔ شعر خوب می گفت و نو مشق بود۔ دریں اثنا بازنکۂ مطربہ تعشق پیدا کرد۔ بعد چندے چوں عنایت الہی شامل حال گشت، در مہاجرتش ازیں خیالات فاسدہ در گزشتہ، راہ توبہ و انابت پیش گرفت و برزھد و تقویٰ کوشیدہ، ترک (ورق ۳۷ ب) تعلقات ساخت و در حلقۂ درویشاں در آمد۔ با مولف آشناست۔ یک مقطع از و بہ خاطر ماندہ بود، ثبت نمودہ شد۔

اس کی گلی میں احسن [۴] شب چوری چوری جانا
یہ چال ڈھال [۵] کیسی خانہ خراب کیا ہے

---

(۱) خلف الرشید رای بشن ناتھ (مخزن ص ۷۰) خلف رای کشن ناتھ (حسن ص ۱۰)
(۲) مشق سخن از ۰۰۰۰ قاسم ہیچ مداں ۰۰۰۰ می کرد (نغز ص ۵٤)
(۳) کون دل داری کری آرام کی ایک مجنوں تھا سو جلتا ہی رہا (شیفتہ ص ۹)
(٤) نت (نغز ص ٥٤)
(۵) تیری (نغز ص ٥٤، شیفتہ ص ۲۱، سخن شعرا ص ١٤، گلستان بی خزاں ص ١٦)

احمد ! احسن تخلص، میرزا احمد بیگ، قوم قزلباش، جوانے وجیہ و در فن سپاہ گری ماہر۔ از چندے در شعر گوئی مہارتے تمام بہم رسانیدہ است۔ غزلِ ہندی بہ وجہ احسن می گوید۔ مرد خلیق و درست آشناست۔ با راقم تعارفے دارد۔

دل ۱ نہیں وہ شے کہ اے کافر بنے اور ٹوٹ جائے
ہم نہ مانیں گے خدا کا گھر بنے اور ٹوٹ جائے

۲ غضب سے ہاتھ میں اس نے جو تیغِ کیں پکڑی
نہ اٹھ سکا ترے بسمل نے جو زمیں پکڑی

عاشقِ دختر رز جتنے ہیں اے پیر مغاں
باغ جنت میں بھی ہوں گے شجرِ تاک تلے

نہ عشقِ خال و خط (و) فکرِ دام و دانہ رکھتے ہیں
سر سودائے زلفِ یار ہم جوں شانہ رکھتے ہیں

نہ ہوگی ترکِ چشمِ یار کی ترکی تمام اے دل
کہ ہم احمد مذاقِ گفتگو ترکانہ رکھتے ہیں

نہ پہنچے جس کی وسعت کو کبھو دامن بیاباں کا
یہ اے دست جنوں وہ چاک ہے اپنے گریباں کا

انوار ! انوار تخلص، محمد مولیٰ نام، باشندۂ دکن، زیادہ از احوالش اطلاع نیست۔ مطلع و یک شعر از تصنیفاتش بہ دست آمدہ، مرقوم نمودہ شد۔ ازوست، منہ۔

---

(۱) دل نہیں وہ شی ہی کافر جو بنی اور ٹوٹ جائی (نغز ص ٤۹)
دل نہیں وہ شی کہ جو کافر بنی اور ٹوٹ جای (سخن شعرا ص ١٤، شمیم سخن)
(۲) غضب سی ہاتھ میں جب تو نی تیغ کیں پکڑی نہ اٹھ سکا تری بسمل نی یہ زمیں پکڑی
(شیفتہ ص ۲۱، سخن شعرا ص ١٤، شمیم سخن) ,,غضب سی ہاتھ میں تو نی جو تیغ کیں پکڑی
(نغز ص ۵۰)

کیوں عید نہ ہو ہر ماہ اس ظلم کے مارے پر
نکلے ہے ہلال اس کے ابرو کے اشارے پر (ورق ۳۸ الف)
خورشید نظر آوے پانی میں وہیں پھر تو
تو شب کو جو آجاوے دریا کے کنارے (پر)

احقر احقر تخلص، میرزا جواد علی، قومِ قزلباش خود در لکھنؤ تولد یافته، شاگردِ میر حسن مصنفِ مثنوی بے نظیر۔ در ابتدائے سنِ بلوغت به زیارتِ عتباتِ عالیات زاد هماالله تکریماً و تعظیماً، مشرف گشته، معاودت به وطنِ مالوف نمود۔ در فنِ ریخته گوئی بسیار خوش فکر ست۔ منه۔

بزم [1] میں اس کی جو شب چاہ کا مذکور چلا
[2] اٹھ کے مجلس سے وہیں وہ بت مغرور چلا
کبھی دیدار بھی [3] دکھائے گا
یا یونہیں در بہ در پھرائے گا

احسن احسن تخلص، از نام و نشانش مطلع نیستم که کیست و کجائے ست۔ یک مطلعِ غزل از و بهم رسیده، ثبت می شود۔ مطلع

کس تجمل سے چمن میں آج آئی ہے بہار
مژدهٔ عیش و خوشی دیوانو لائی ہے بہار

الفت الفت تخلص، محمد الفت نام، شخصے ست که به نواحِ حیدرآباد [؟] از تصنیفاتِ او همیں دو بیت که در مبارک بادِ عید قرباں برائے کسے گفته، به دست آمد، قلمی نموده شد۔

عیدِ قرباں کو مبارک باد کا ساماں ہے
ربعِ مسکوں وسعتِ میدان کا چوگان ہے

---

(۱) بزم میں اس کی جو شب چاند کا مذکور چلا (سخن شعرا ص ۱٤)
(۲) اٹھ کی محفل سی الخ (شیفته ص ۲۲)
(۳) دکھائیی گا (دونوں مصرعوں میں) (هندی ص ۲۲، نغز ص ٥٦)

ذبح ہو جاوے عدو اور تن جدا بسمل رہے
سر ترے قدموں پر اس کا خود بہ خود قربان ہے

احمد | احمد تخلص، غلام احمد، از سکنائے برہان پور ست۔ در مبارک باد سال گرہِ (ورق ۳۸ ب) نوابِ نظام علی خاں گفتہ۔ ازوست ولہ۔

شکرِ خدا! نشاط جہاں میں ہے آشکار
غنچے دلوں کے کھل گئے گلشن میں ہے بہار
[۱]۔ یاں تک ہے فیضِ عیش کہ شبنم چمن کے بیچ
گوہر کے ڈالتی ہے گلوں کے گلے میں ہار
یا رب جو رشتہ سال گرہ کا ہے، اس کے بیچ
اتنے برس حساب میں آویں کہ بے شمار
ہو خرمی و عیش مبارک بہ فضلِ حق
باصد نشاط، یعنی بہ نوابِ نام دار

آشنا | آشنا تخلص، میر زین العابدین، سیدے بود، [۲]۔ حقیقتش معلوم مولف نیست۔ ازوست۔

[۳]۔ گر مجھ سے دوانے کو تم آزاد کروگے
ویرانے میاں کتنے ہی آباد کروگے

اکبر | اکبر تخلص، [۴]۔ بھچو جا نام، مردِ [۵]۔ شوخ طبع و لطیفہ گو و بذلہ

(۱) یاں تک ہوا ہی جشن کہ شبنم چمن کی بیچ (نغز دوم ص ۳۷۳)
(۲) از متوطنان تبریز (عشقی ص ٦) آشنا دہلوی معاصر و معاشر سراج الدین علی خان آرزو (گلزار ص ۳۳) عرف میر نواب، متوطنِ گجرات، باشندۂ دہلی، خلف حکیم اصلح الدین خان (سخن شعرا ص ۳۲) گویند وی از سادات گجرات بود (نغز ص ۳۰)
(۳) گر ہم سی دوانوں کو تم آزاد کروگی ویرانی جہاں کی سبھی آباد کروگی (گردیزی ۱۹)
گر ہم سی دوانوں کو تم آزاد کروگی ویرانی میاں کتنی ہی آباد کروگی
(نغز ص ۳۰ گلزار ص ۳۳)
(٤) شخصی از عوام بھجو نام (نغز ص ٦۸) اکبر عرف بھجو ... اول برای اصلاح شعر روبہ فقیر آوردہ بود، بعدِ چندی بہ خدمت شاہ حاتم رفتہ (ہندی ص ۲۳)
(٥) شوخی طبعش بہ درجہ ای ست کہ در خواندن اشعار اساتذۂ مشہور بہ نامِ خود، ہیچ مبالات نہ دارد (نغز ص ٦۸)

سنج، ملازمِ سرکار والا، در فردِ نقیباں شرفِ امتیاز داشت۔ شاگردِ شاہ حاتم۔ مشاعرہ در خانۂ خود وقتِ بودنِ شاہ جہان آباد می کرد۔ در کلامش شوخیِ طبع مفہوم می گردد۔ ازوست۔

ہمارے دل میں خنجر ناز کے کیا کیا نہ گڑتے ہیں
یہ کافر خوب رو [1]۔جس وقت تن کر تک اکڑتے ہیں
خدا چاہے سو ہووے اب ہمارے حق میں اے اکبر
صنم سے اپنے [2]۔ہم پھر آج اک بوسے پہ اڑتے ہیں

اسد اسد تخلص، رائے کیرت سنگھ، قومِ کھتری، ساکنِ دار الخلافہ۔ مذاق کلامش باعث اشراحِ خواطرِ سخن سنجاں و معنی فہماں ست۔ ازوست۔ (ورق ۳۹ الف)

چشم کو حال سے عاشق کے یہ بے ہوشی ہے
دل جو حیراں ہو تو یاں سرمۂ خاموشی ہے
ہر مشت پر کے آنے سے شعلے کا گل کھلا
پروانہ بلبلوں کو جو آیا بہار کا

انور انور تخلص، ولی محمد خاں، شاگردِ ولایت زاے است، از خاندانِ عالی نسب و پیرزادہ ہاے بزرگوار۔ آباؤ اجدادِ ایشاں در سرکارِ بادشاہی عز امتیاز و اعتبار داشتند و داروغۂ عدالتِ عالیہ [3]۔تر بودند۔ شعر فارسی و ریختہ ہر دو می گوید و اکثر غزلہاے طولانی موزوں می کند۔ مرد لطیفہ گو و خوش خلق است۔ منہ۔

ساقی سرِ خم مغ بچۂ سیم بدن ہے
جوں جامِ تنِ بادہ کشاں جملہ دہن ہے

---

(۱) جس وقت تن تن کر اکڑتے ہیں (نغز ص ٦٨)
(۲) ہم بھی آج (ہندی ص ۲۳)
(۳) کذا

بلبل رگِ هر برگِ چمن دامِ هوس هے
مت جائیو تو غنچۂ گل پاس قفس هے

پاتے نہیں هیں وقت هم اتنا فراغ کا
کرے علاج جس میں کلیجے کے داغ کا

ایسی جاں بخش هوا موسمِ گل [۱] کی آئی
قصدِ پرواز میں هیں بلبلِ تصویر کے پر

هوا اشکِ خونیں بهارِ گریباں
رگِ [۲] گل هے هر تار تارِ گریباں

اکرم اکرم تخلص، سید [۳] اکبر علی خاں نام، از طبع زاد اوست۔

[۴] اک بار سوے مے کده زاهد اگر آوے
میں جانوں که مسجد کی طرف پهر نظر آوے

اختر اختر تخلص، [۵] میر اکبر علی، سیدے ست از پیر زاده هاے صوبۂ سرهند، مهارتے کلی در ساختنِ انواعِ آتش بازی دارد۔ کلامش شوخ طبع مفهوم می گردد [؟] شاگردِ قلندر بخش جراءت ست منه (ورق ۳۹ ب)

اور کیا خاک هو کوئی تجهه په ستم گر عاشق
ررتے پهرتے هیں [۶] پڑے اگلے هی گهر گهر عاشق

---

(۱) موسم گل میں آئی (نغز ص ۹۲)
(۲) رگِ گل بنی تار تارِ گریباں (سخن شعرا ص ۵۵، شیفته ص ۲۸)
(۳) خواجه اکرم . . . . در گفتن تاریخ خیلی مهارت داشت (حسن ص ۱٦) اسمش خواجه محمد اکرم (گلزار ص ۳٦)
(۴) اک بار مری دیر میں زاهد اگر آئو میں جاوں جو مسجد کی طرف پهر نظر آئو (حسن ص ۱٦)
گلزار میں "آئو" کی بجائی "آوی" هو اور مخزن و عشقی میں "اک بار" کی بجای "یک بار"
(۵) خلف میر عبد الله سرهندی (سخن شعرا ص ۱٦) "پیش ازیں انجم تحلص می کرد . . . . ولد میر عبد الله ابن حضرت اسان پاهصد می . . . . در هماں روزها با فقیر نیازمندی کرده چیزی شکسته و بستۂ خود را برای اصلاح اکثر می آورد۔ چوں چند سال بریں بگزشت روزگار فقیر برهم خورد. . لهذا جواب دادم که مرا دماغ اصلاح نه مانده است پیش قلندر بخش جراءت بروید" (هندی ص ۲۵)
(٦) تری (هندی ص ۲٦)

تماشے کی ہے جا مژگاں پہ جو لختِ جگر نکلا
عجب [1] یہ نخل ہے جس میں کہ شکلِ گل ثمر نکلا

ہمارا لے کے خط تجھ سے اگر وہ نامہ بر کھولے
تو کہہ دینا اسے ٹک دائیں بائیں دیکھ کر کھولے

احمد احمد تخلص، شخصے ست باشندۂ دار الخلافہ، غزلِ طرحی از [در ؟]مشاعرہ خواندہ بود، مطلع آں نگاشتہ شد۔

جاتے ہیں گھر جو پردہ نشیں تیرے ہاں سے ہم
پھروں تڑپتے پھر وہیں دردِ نہاں سے ہم

اشک اشک تخلص، شخصے بود، ساکن رام پور، قومِ افغان، اشعار رطب و یابس می گفت، مقطعے کہ در منقبت گفتہ، شخصے خواندہ بود، نوشتہ شد، ازوست، مقطع۔

اے اشک تو کیوں نکلا محشر میں کفایت ہے
تجھ چشم کو گر گریاں شبیر کا غم رکھے

اسیر اسیر تخلص، [2] تلبزار نام، قومِ نصاری، شاگرد میاں نصیر، رفیق ظفریاب خاں فرنگی، جوانِ قوی ہیکل و زور آورست۔ روزے دم پاتھ فیل سرکار نواب موصوف را از دست گرفتہ، ایستادہ داشت۔ ہرچند فیل بان سب و دھشت می کرد کہ رواں شود، طاقتِ رفتن بہ می یافت و حرکت نہ می توانست نمود۔ جامعِ ایں نسخہ اورا دیدہ است، شعرش خالی از کیفیت نیست، ازوست۔

نکل اک دن بت ترسا کبھی گھر سے باہر
دیکھنے کو ترے کب تک کوئی ترسے باہر (ورق ٤٠ الف)

(۱) عجب یہ شاخِ گل ہو جس میں شکل گل ثمر نکلا (نغز ص ٥٧) عجب یہ محل ہو جس میں یہ شکلِ گل ثمر نکلا (سخن شعرا ص ١٦)
(۲) پیترام (نغز ص ٦١) تلبرار (شیفتہ ص ٢٣) تلبراز (سخن شعرا ص ٢٥) ملتھیو (یادگار ص ٢٣)

خانہ میں چشم کے، یہ لخت دل اسیر
ہیں طفل اشک کے یہ کبوتر نگار بند
ہم اس آئینہ رو کے ہجر میں یوں زیست کرتے ہیں
کہ سکتے کی سی حالت ہے نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

افسر افسر تخلص، غلام [۱] اشرف، آبا و اجدادش چودھری گاؤخانہ سرکار والا بودند۔ اکثر مرثیہ و سلام می گفت و غزل ہائے ریختہ ہم موزوں می کرد۔ شاگرد غلام ہمدانی مصحفی ست۔

جب دیکھے ہے مہ داغ سیہ اپنی جبیں پر
آتا ہے اسے رشک ترے روے حسیں پر
معلوم نہیں کیا ہے تہ خاک تماشا
نرگس کی جو رہتی ہے جھکی آنکھ زمیں پر
فرہاد کیا حصول جو کہسار توڑیے
شیریں ہی کے نہ قصر کی دیوار توڑیے

آرام آرام تخلص، مکھن لال، قوم کایت، مرد ذی ہوش و خلیق، طبعش (بہ) [۲] ریختہ گوئی مائل، ازوست۔

ہمدمو مجھ سے یہ کہتے ہو نہ تو یار سے مل
اس کو سمجھاؤ ذرا یہ کہ نہ اغیار سے مل
دل کا آرام جو منظور تجھے ہے آرام
مان کہنا نہ پھر اس شوخ ستم گار سے مل

اظہر اظہر تخلص، معروف بہ خواجہ اظہر، از رفقائے نواب عماد الملک وزیر الممالک غازی الدین خاں مرحوم۔ سکنۂ شہر کہنہ۔ شخصے قابل و ذی عزت بود۔ اشعار ریختہ خوب می گفت۔ مدتے شد کہ ازیں جہان فانی

(۱) ولد غلام رسول کہ در مرثیہ اشرف تخلص می کند و در شعر افسر قرار دادہ قوم شیخ (ہندی ص ۲۸)
(۲) مشق سخن از میر انشاء اللہ خاں نمودہ (نغز ص ۲۸)

به سرائے جاودانی انتقال نمود۔ خدایش بیامرزاد۔ من کلامه۔

بہار آئی جنوں کی پھر وهی شورش نمایاں هے
وهی زنجیر و پا هے اور وهی دست و گریباں هے (ورق ۴۰ ب)

هر اک مو میں اٹکتے هیں دل اے مشاطه غنچوں سے
یه کلیانی هوئی سنبل هے یا زلفِ پریشاں هے

اوباش اوباش تخلص، شیخ امیرالزماں بجنوری، از شیخ زاده هائے لکھنؤ ست۔ فکرِ رسا دارد۔ شاگردِ غلام همدانی مصحفی۔ ازوست۔

چمکے هے چشمِ تر میں رخ اس سے حجاب کا
پانی میں جیسے عکس پڑے آفتاب کا

هو گئے پیر [1] انتظار میں هم تو بھی اوباش وه جواں نه پھرا
دل و دیده اپنے جو یار تھے سو وه درد و غم میں پھنسا گئے
[2] همیں جن سے چشم تھی لطف کی وه همیں سے آنکھ چرا گئے

امید امید تخلص، شخصے ست باشندۂ حیدر آباد۔ نام و نسبش معلوم راقم نسیت۔ مطلعے از تصانیفش ثبت می شود۔ منه۔

کیا جواهر خانۂ الفت میں آب و رنگ هے
معدنِ کونین جس کے آگے کم از سنگ هے

اخگر اخگر تخلص، ٹیک چند نام، شخصے ست از قوم هنود۔ ازوست۔

دو جہاں دینے میں ملتا تھا همیں دیدارِ یار
ایسی شے نایاب هے مفت سستی چھوڑ دی

(۱) هوگئی پیر انتظاری میں (سخن شعرا ص ۵۷)
(۲) همیں جن سی چشمِ امید تھیوهی آنکھ هم سی چرا گئی (شیفته ص ۳۰، سخن شعرا ص ۵۷)
همیں جن سی چشمِ امید تھی وه همیں سی آنکھ چرا گئی (نغز ۹۴، هندی ص ۳۰)
هندی کی حاشیی پر "آنکھیں چرا گئی"

افسوس افسوس تخلص، میرزا غفور بیگ، قومِ او زبک، [1] شاگردِ ثناء الله خان فراق۔ در فنِ سپہ گری روزگار بسر می برد۔ با احقر آشنا بود۔ از چندے ازیں سپنجی سرائے در گزشت۔ شعرِ خوب می گفت۔ خدایش بیا مرزاد۔ ازوست۔ (ورق ٤١ الف)

منہ دکھا کر بتِ عیار چھپانا کیا تھا
تھا یونہیں تجھ کو چھپانا تو دکھانا کیا تھا

یار در سر ہے خدا خیر کرے
خانہ بے در ہے خدا خیر کرے

امیر امیر تخلص، شیخ امیر الدین، از روسائے بلدۂ رورست۔ علاقۂ کوتوالیِ شہرِ مذکور بہ ذاتش متعلق ست۔ در فکرِ سخن طبیعت رسا دارد۔ منہ۔

خالِ سیہ رخ پر ترے جو یار آتا ہے نظر
مصحف میں یہ نقطہ مجھے بیکار آتا ہے نظر

ہوتی ہے رخصت اے وائے ویلا
لیلی سے مجنوں مجنوں سے لیلی

آزاد آزاد تخلص، نامش میر [2] ملعوم الله است۔ از بعض عزیزاں معلوم گشت کہ از دورِ سابقین ست۔ ازوست۔

اس مصر میں ہے رونقِ بازارِ ہنر کیا
پھر آکے یہاں کیجیے اظہارِ ہنر کیا

الہام الہام تخلص، شرف الدین نام، عرف شاہ ملول، قومِ شیخ در جرگۂ استاداں وقت بہ شمار می آید شعرِ فارسی بہ پاکیزگی می‌گوید۔ فکرِ ریختہ گوئی

(۱) مشق سخن از ۰۰۰ ہدایت الله خاں ہدایت می کرد۔ و درحین عیوبت آں ۰۰۰ اشعار خود از نظرِ حکیم ثناء الله خان فراق و ایں ہیچ مداں ۰۰۰ می گزراید (معزص ٦٦)

(۲) کذا

هم گاه گاهی می کند۔ اکثر مصلح اشعارِ شاعران لکھنؤ است و باشندۂ همان جا۔ به سببِ درویشی متوطنانِ آن‌جا عظیم القدر می شمرند۔ از طبع زادِ او دو مطلع که به سمع رسیده، مرقوم می نماید۔ من کلامه۔

قدر تو نے [1] کو نه جانی یا برے یا نیک تھے
[2] ناز برداروں میں پر ظالم ترے هم ایک تھے (ورق ٤١ ب)

نگه وه [3] دشنه که طعنه کٹار پر مارے
مژه وه تیر که خنجر کو دھار پر مارے

آشنا آشنا تخلص، از نام و نشانش مطلع نیستم۔ این دو شعرش که در تذکرۂ میر حسن مرحوم بود، نگاشته شد۔

جو کوئی چشمِ تر نہیں رکھتا
دردِ دل سے خبر نہیں رکھتا

کس طرح دل میں جا کروں اس کے
نالـه میرا اثـر نہیں رکھتا

آزاد آزاد تخلص، میر فقیرالله۔

کوئی کسی [4] بھی فن میں عاشق سے بر نه آیا
پر جس سے یار ملتا ایسا ھنر نه آیا

امیر امیر تخلص، امیر علی نام، شخصے ست روزگار پتشه، از چندے طرف دکن رفته است، ازوست۔

(۱) قدر تو نے کچھ نه جانی کو بری یا نیک تھے (هندی ص ۳۰)
(۲) ناز برداروں میں ظالم هم بھی تیری ایک تھے (نغز ص ۷۰)
(۳) نگه وه شوخ که طعنه کٹار پر ماری مژه وه تیر که خنجر کو دھار پر ماری (هندی ۳۱)
مژه وه دشنه طعنه کٹار پر ماری نگه‌وه که خنجر کو دھار پر ماری (نغز ص ۷۰)
(٤) کوئی کسی ھی فن میں هم ساتھ بر نه آیا (مخزن ص ۸)
سب صنعتیں جہاں کی آزاد هم کو آئیں پر جس سو یار ملتا الخ (شیفته ۱۲، سخن شعرا ص ۲۲)

عجب کیا ھے جو تربت میری مخزن ھو ستاں [نیستاں ؟] کا
کہ دل پر ھے جراحت اب تلک اس تیر مژگاں کا
امیر اس خط نورستہ کے کشتے کا نشاں یہ ھے
کہ ھوگا اس کی تربت پر درخت اک سبز ریحاں کا

آتش آتش تخلص، اسمش خواجہ [1] حیدر علی خاں، ساکنِ بلدۂ لکھنؤ، شاگردِ غلام ھمدانی مصحفی۔ در شعر گوئی اکثر مضامینِ نازک از طبعش می‌تراوند۔ از کلامِ اوست۔

شب اس کے [2] گیسوے افعی کا جب فسانہ ھوا
ھوا کچھ ایسی بندھی گل چراغِ خانہ ھوا

[3] مہندی کے رنگ سے تری گل ضرب دست کھاے
چوٹی کے فتح پیچ سے سنبل شکست کھاے

[4] خاک کا پیوند بھی ھوکر نہ آرام آئے گا
دانۂ خشخاش ھوں میں . . . کھینچا جائے گا

اس قدر آنکھیں مری [5] محوِ تجلی ھوگئیں
پتلیاں پتھرا کر آخر سنگِ موسی ھوگئیں (ورق ۴۲ الف)

[6] صفائی قلب کو حاصل ھوئی اپنے مقدر سے
یہ آئینہ مرے ھاتھ آگیا بختِ سکندر سے

(۱) خواجہ حیدر علی ولد خواجہ علی بخش... سلسلۂ نسبش بہ خواجہ عبیداللہ احرار منتہی می شود۔ از ابتداو موزونی طبع کم کم خیالِ شعرِ فارسی و ھندی ھردو می کرد۔ اما میلانِ طبیعتش بہ طرفِ فارسی بیش تر بود۔ و آں روز ھا کلامِ منظومِ خودرا بہ نظر فقیر می گزرانید (ریاض ص ۵۱) باپ دلی کی رھنی والی تھی۔ لکھنؤ میں جاکر سکونت اختیار کی (آب حیات ص ۳۸۷)
(۲) افعی گیسو کا جو (کلیات آتش ص ۲۵)
(۳) مہدی سی تیری ھاتھ کی گل الخ (کلیات آتش ص ۱۴۶)
(۴) یہ شعر کلیات آتش میں نہیں ھو۔ (۵) محو تماشا (کلیات آتش ص ۹۷)
(۶) صفای قلب کو حاصل کیا میں نی مقدر سی (کلیات آتش ص ۱۷۹)

۱۔ پھنسانا چاهتا هے باغ باں بلبل کو پھندے میں
کمر بندھوائی هے صیاد کی پھولوں کی چادر سے

۲۔ مثلِ فـــرهاد دل لگا بیٹھے
جان شیریں سے هاتھ اٹھا بیٹھے

۳۔ بدن میں انساں کے چار عنصر کا جمع هونا هے اتفاقی
سرا میں جیسے که هو مسافر کوئی کهیں کا کوئی کهیں کا

زخم دل بھرتا هے جلوه چهرهٔ پرنور کا
چانـــدنی میں یاں اثر هے مرهمِ کافور کا

۴۔ کس واسطے شب اس نے آنے میں دیر کی تھی
پائے اجل میں بھی کیا مهندی لگی هوئی تھی

۵۔ آکر گلے سے لگ جا اک بار بے مروت
کم دیکھیو حیا سے میں نے شراب پی تھی

یه کس رشک مسیحا کا مکاں هے
زمیں ۶۔ جس کی چهارم آسماں هے

احمدی ۷۔ احمدی تخلص، شاعریست باشندهٔ گجرات، زبان و بیانش موافق رویهٔ آں نواح ست۔

هوئے ۸۔ دیدار کے طالب جو دل سے هم گزر نکلے
نه پائی راه دانش میں خروشاں بے خبر نکلے

اعظم اعظم تخلص، اعظم خاں، قومِ افغان، متوطن دار الخلافه، شاگرد

(۱) پھنسایا (کلیات آتش ص ۱۷۹) (۲) یه شعر کلیات آتش میں نهیں هو
(۳، ۴، ۵) یه اشعار بھی کلیات آتش میں نهیں هیں
(۶) زمیں یاں کی چهارم آسماں هو (کلیات آتش ص ۱۸۹)
(۷) حسن نو احمد گجراتی لکھا هو اشپرنگر نو بھی اسی کی تائید کی هے اور احمدی کو غلط بتایا هو نیز عبدالحق صاحب نو نکات کو حاشیو پر اسی کی تائید کی هو
(۸) هوو دیدار کو طالب خودی سو خود گزر نکلو (نکات ص ۹۷)

شاہ محمد نصیر، جوانے ست لطیفه گو و بذله سنج، از چندے ترکِ شعر گوئی نموده، به مطالب علمی اشتغال دارد ـ ازوست ـ

اس کے گھر کا نام لے قاصد غلط پکڑا گیا
سخت رسوائی ہوئی یارو جو خط پکڑا گیا

۱ـ درد دل از بس طبیبوں سے نہاں رکھتے ہیں ہم
شمع آسا نبض زیرِ استخواں رکھتے ہیں ہم (ورق ٤٢ ب)

قبا کے بند جو ہو مہربان کھول دیے
ہزار عقدۂ دل تم نے جان کھول دیے

۲ـ کب یہ عکسِ دام کم ہے جوشنِ فولاد سے
ہے اسیری میں لڑائی صید کو صیاد سے

قاعـــده دانی به تیری حرف اعظم آئے گا
چشم کو اس شوخ کی نسبت نه دینا صاد سے

اسی مضمون سے معلوم اس کی سرد مہری ہے
۳ـ جو اس نے مجھ کو نامه کاغذ کشمیر پر لکھا

آزرده | آزرده تخلص، رام سنگھ اعمی، جوانے بود خوش خلق، بعدِ تحصیلِ ضروریات بـه حسبِ تقدیر از حلیۂ بصارت عـاری گشته، لیکن شوقِ شعر گفتنش در خاطر متمکن بود ـ در عالمِ درویشی توکل را اختیار ساختـه بسر می برد و مدام در مشاعرۂ مهـدی علی خاں مرحوم باوجودِ عدمِ بینـائی به اشتیاق تمام می رسید و غزلِ طرحی همیشه به انصرام می رسانید ـ شعر ریخته و فارسی هر دو می گفت ـ از چنـدے ازیں جهانِ فانی در گذشت ـ یک مطلع ازو به خاطر مانده، مرقوم می سازد ـ مطلع

ان دنوں پیارے ترا طرزِ تکلم اور ہے
طورِ چشمک اور ہے وضعِ تبسم اور ہے

---

(۱) سوز دل (نغز ٦٥) (۲) کیا (نغز ص ٦٥) (۳) جب اس نے الخ (نغز ص ٦٥)

الفت الفت تخلص، راے منگل سین، قومِ کایت، شخصِ ذہین و خوش اختلاط، شاگردِ قلندر بخش جراءت، متوطنِ عظیم آباد۔ چندے به علاقه [؟] وارد دارالخلافه گشته، غزل طرحیِ خود در مشاعره خوانده بود، ازاں جمله ایں شعر دریں مجموعه ثبت نموده شد۔

اس طرح چھپ چھپ کے جاؤ گے اگر دو چار سے[؟]
مفت ھوجائیں گے لو برباد گھر دو چار کے (ورق ۴۳ الف)

[1] ہر قدم پر یاں تلک آتے ھیں سو سو ناز سے
کیوں که گھر جانے لگے شام و سحر دو چار کے

احمد احمد تخلص، نظام احمد نام، احوالش مطلقاً معلومِ مصنف نیست که بر نگارد۔ (از) تصانیفش دو شعر بہم رسیده، ثبت کرده۔

یه تیری جلوه گریاں آنکھوں میں چھا رہی ھیں
پیاری ادائیں تیری دل میں سما رہی ھیں
طرفِ چمن کو شاید تیرا گزر ھوا تھا
جو آج عندلیبیں دھومیں مچا رھی ھیں

افسر افسر تخلص، نامش معلوم نیست، شخصے ست سکنۀ مراد آباد، اشعارِ ریخته می گوید۔ از آں جماه ایں مطلع از تصانیفش ثبت نموده شد۔ ازوست۔

چھپ گیا پردے میں ھنس کر جب وه ھم کو ٹال کے
گر پڑے رو رو کے ھم منھ رکھ تلے رومال کے

اوج اوج تخلص، اسمش عبد الله، ساکنِ قصبۀ سردھنه، از [2] حالاتش واقفیت نیست۔ ازوست۔

(۱) هر قدم پر یاں تلک آتی میں سو سو ناز تھو (شیفته ص ۲۵) هر قدم پر یاں تلک آنی میں سو سو ناز هو (سخن شعرا ص ۴۳) هر قدم پر یاں تلک آنی میں سو سو ناز هیں (آثار ۶)

(۲) عبد الله خاں باشندۂ سردھنا، مقیم دهلی۔ ان کو عارضه خلل دماغ کا تھا (سخن شعرا ص ۵۸)

رخ به کب خال سیه هے یه کنارِ کاکل
ناصح خواهاں هے شب تار سے تارِ کاکل

احمد احمد تخلص، [1] حافظ شیخ غلام احمد اخوند، مردِ عاقل و به حیا و ادب و حلم متصف، شاگرد ولایت زائے ست، کلامش سیار به مناسبت ست و نهایت دل‌چسپ۔ وطنِ آبا و اجدادش پنجاب۔ با راقم تعارفے دارد۔ از وست۔

کیا خوب هے گر تم سے اشارات کی ٹھهرے
چتون میں یو نهیں حرف و حکایات کی ٹھهرے

بے وفا بس بے وفائی هوچکی
[2] آگلے سے لگ جدائی هو چکی (ورق ۴۳ ب)
گر [3] یهی هیں دست اپنے پارسا
[4] پاؤں تک تیرے رسائی هو چکی

اظهر اظهر تخلص، غلام محی الــدین، متوطن دارالخلافه، شاگردِ میر فرزند علی موزوں، به معلمی بسر می برد۔ تحصیلِ علوم موافق رواجِ زمانه بــه خوبی کرده۔ طرزِ شعرگوئیش مرغوب [5] غلام‌حسین سروری تخلص شاعر فارسی گو۔ از چندے طرفِ کالپی برائے تلاشِ معاش رفته۔ ایں

(۱) شیخ‌احمد یار اصلش پنجاب ۰۰۰ و مولدش خاک‌پاک دارالخلافه ۰۰۰ نسبت تلمذ به‌از یکی شعرای ایران دارد (نغز ص ۵۰) اشپرنگر نے حافظ شیخ غلام احمد اخوند اور شیخ احمد یار کو دو مختلف شاعر مانا هے
(۲) آگلے لگ جا جدائی هوچکی (نغز ص ۵۰)
(۳) هے یهی اپنا جو دست پارسا (نغز ص ۵۰) ،،گر یهی هیں دست اپنے پارسا (سخن شعرا ص ۱۴)
(۴) اس کو پاؤں تک رسائی هوچکی (شیفته ص ۲۱) ان کو پاؤں تک رسائی هوچکی (سخن ۱۴)
(۵) اشپرنگر نے تذکرهٔ سرور کے حوالے سے لکھا هے که اظهر فرزند علی موزوں اور غلام حسین سروری دونوں کے شاگرد تھے۔ شیفته اور سخن شعرا میں بھی یهی مذکور هے۔ نغز میں اظهر کوغلام حسین سروری کا بیٹا لکھا هے۔ ،،خلف صدق میاں غلام حسین سروری و شاگرد فرزند علی موزوں،، (نغز ص ۶۴)

مطلع از طبع زادِ اواست۔

رکھتی ہے مری [1]۔ جان کو مضطر طپشِ دل
دکھلائے گی ہنگامۂ محشر طپش دل

امی امی تخلص، روشن بیگ، شاگردِ شاہ محمد نصیر، باشندۂ دارالخلافہ، جوانیے ست نو مشق، ذوق شعر گوئی در [2]۔ خاطرش متمکن۔ مصرع مرشد زادۂ عالمیاں ولی عہد میرزا ابو ظفر بہادر دام اجلالہ در مقطعِ غزل خود تضمین نمودہ است، چون کہ بامزہ است، نگاشتہ شد۔ ازوست۔

ظفر کا قول مجھ کو یاد ہے میں گرچہ ہوں امی
جو دانا ہیں نہیں وہ سبحۂ صد دانہ رکھتے ہیں

آفاق آفاق تخلص، میر فرید الدین، فرزند میر بہاء الدین، از اقربائے حضرت تقدس مرتبت حقائق آگاہ شاہ سلیمان صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ رسائی ذہن و روانی طبع از کلامش مفہوم می گردد۔ شاگردِ حکیم ثنا اللہ خاں فراق است۔ از نتائج طبعِ اوست۔

اشکِ تر چشم سے جس دم کہ ہمارے نکلے
[3]۔ مرد ماں کہنے لگے دیکھ یہ تارے نکلے (ورق ٤٤ الف)

قطعہ

ہجو کرنی کسی کی اے آفاق
رو سیاہی ہے نزد ہر کہ و مہ
جو کرے ہجو اس کی کیجے مدح
دہنِ سگ بہ لقمہ دوختہ بہ

(۱) رکھتی ہے مری جان جو مضطر الخ (نغز ص ٦٥)
(۲) از علم بی بہرہ ود (شیفتہ ص ۲۸)
(۳) دن کو یہ تاری نکلے (نغز ص ۷۹، سخن شعرا ص ۳۸)

رخ نہیں صبح سے کم زلف نہیں رات سے کم
اس پری کا نہیں عالم بھی طلسمات سے کم

ساقیا ساغرِ مے جلد پلانا ہم کو
دورِ مجلس میں[1] کہیں بھول نہ جانا ہم کو

ھاتھ کا اس کے خط لکھا لایا
تیرے قاصد میں ہات کے صدقے

اثر اثر تخلص[2] حسین علی خاں بہادر، خلف الصدق میرزا حیدر بیگ خاں تورانی ست. در شعر و سخن شاگرد شیخ امام بخش ناسخ ۔ اکثر تلاشِ مضمونش مائل بہ خیال ست [؟] ازوست ۔

برسوں بعد از مرگ بھی سوزِ غمِ جانانہ تھا
شمع تھا ہر استخواں میرا، ھما پروانہ تھا

رات بھر مجھ کو خیالِ عارضِ جانانہ تھا
آفتابِ صبحِ محشر یاں چراغِ خانہ تھا

سن کے غل شب تا درِ زنداں وہ آکر پھر گیا
شیونِ زنجیر خوابِ بخت کو افسانہ تھا

درسِ وحشت ھے بیاضِ چشمِ آھو سے مجھے
گوشۂ صحرا مرا طفلی میں مکتب خانہ تھا

اس میں نکلا تھا کسو کی زلف میں الجھے گا دل
شانہ بیں سے ایک دن ہم نے دکھایا شانہ تھا

(۱) چھوڑ نہ جانا ہم کو (نغز ص ۳۹)
(۲) میرزا حسین علی خاں ۰۰۰ خلف الصدق نواب امیر الدولہ حیدر بیگ خاں بہادر مرحوم نائب وزیرالممالک ھندوستان دو سہ بار برمکان ایشاں مجلس مشاعرہ ہم انعقاد یافتہ (ریاض ۳۲)۔

رات نیند آئی نہ مجھ کو سوز دل سے اے۔۔۔۔
کوئی شاید بالشِ پر میں پرِ پروانہ تھا

بس کہ ورد آٹھوں پہر نام اس مہِ تاباں کا ھے
بن گیا اختر مری تسبیح کا جو دانہ تھا

تھا اثر مرگ شب فرقت میں یاں سامان عیش
سینہ کوبی خلق کی شادی کا نوبت خانہ تھا (ورق ٤٤ ب)

امین امین تخلص، مرزا محمد اسماعیل، پیش ازیں وحشی تخلص می‌کرد، جوانِ مربوط و اشراف زادۂ خوش فکر، در شعر گوئی ماهر۔ ازوست۔

لپٹ بادِ صبا کب طرۂ سنبل نے یہ پائی
خدا جانے کہ بوئے زلف[1]۔ کس کی تو اڑا لائی

خدا جانے کہ قاصد راہ میں ھے یا کہ جا پہنچا
کہیں خط کھو دیا یا اس کو لے جاکر دیا پہنچا

اپنی تو وھی عید ھے جس روز کہ ھم دم
[2]۔ مکھڑا نظر آجائے لب بام کسی کا

جس روز تری اس سے ملاقات کی ٹھہرے
قاصد یہی کہیو کہ اسی بات کی ٹھہرے

زاھدا دیکھ ھے امیں بے باک
بولنا [3]۔ مت تو رند مشرب سے

آزاد آزاد تخلص، از حرگۂ متقدمین و معاصر ولی ست۔ احوالش بہ نظر نہ رسیدہ۔ زبانش ما نابہ پیشینان ست۔ [4]۔ ازوست۔

(۱) تو کس کی اڑا لائی (نغز ص ۷۶)
(۲) مکھڑا وہ نظر آئو لبِ بام کسی کا (سخن شعرا ص ٤۸)
(۳) کیوں الجھتا ھو رند مشرب سو (نغز ص ۷۶)
(٤) محمد فاضل آزاد، زاد گاهش دکن (گردیزی ص ۱۷) ،،در زمانہ ولی کسوت حیات بہ برمی داشت۔ و خود را یکو از شاگردان او می پنداشت چناچہ ولی می گوید۔
آزاد سو سنا ھوں یہ مصرع مناسب ہ جس سو کہ یار ملتا ایسا ھنر نہ آیا (چمنستان ۳۱)

سب صنعتیں جہان کی آزاد ہم کو آئیں
پر جس سے یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

آشنا آشنا تخلص، مہا سنگھ، قومِ کھتری، شعرِ فارسی و ریختہ ہر دو می گوید۔ ازوست۔

تری برگشتۂ مژگاں [1] جب سے یہ دیکھی ہیں اے ظالم
وہی آن اب تلک جی میں مرے ہر دم کھٹکتی ہے

آفرین آفرین تخلص، شیخ قلندر بخش. نسبتِ خود (بہ) حضرت ابوحنیفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ می رساند۔ متوطنِ سرکار سہارن پور۔ مردِ مؤدب و فہیم و ذہین ، در علمِ صنایع شعر ماہر و ہم در فن عروض و قوافی دخلے دارد۔ چناں چہ رسالہ در علم (ورق ٤٥ الف) بدایع مسمی بہ «تحفۃ الصنایع» تالیف نمودہ۔ دیوانِ ضخیم در اقسامِ شعر مرتب کردہ، مثل معما و لغز و مثنوی و مناقب و قصائد وغیرہ۔ مدعا کہ ایں چنیں شخصِ قابل در آں نواح بس مغتنم۔ بلکہ عدیل و انبازِ خود نہ دارد۔ بہ حسبِ اتفاق راقم وارد شہر مسطور شدہ بود، در آں ایام ملاقات شیخ موصوف دست داد۔ بسیار گرم اختلاط بہ نظر رسید۔ از نتائجِ طبعِ اوست۔

پہلے تو کر کے دل کو گرفتار زلف نے
آخر کو رفتہ رفتہ رکھا مار زلف نے

فی المثل چشم کو اپنی جو میں دربار لکھوں
لعل لب اس کے کو پھر کیا دمِ گفتار لکھوں

نہ فقط چشم میں آنسو کی تری رہتی ہے
نت یہ جوں شیشۂ مے خوں سے بھری رہتی ہے

تیری ابرو کا جہاں زخمی ہو واں طاق پہ یار
حکمت شیخ و فلاطوں بھی دھری رہتی ہے

(۱) ”جب سر میں دیکھیں ہیں ای ظالم“ (نغز ص ۳۷۲)

بہت ہیں گرچہ تمہیں اور ناز کرنے کو
برے تو ہم بھی نہیں دل نیاز کرنے کو

نگاہ چشم تو تھی پر مری شہادت پر
مژہ کی دیکھو زباں تک دراز کرنے کو

ز بس کہ دل ہے مرا بے قرارِ خندۂ گل
چمن میں کیوں نہ کروں جی نثارِ خندۂ گل

[1] نہ جا چمن میں تو اب آفریں کہ جوں غنچہ
لبوں میں اس کے نہاں ہے بہارِ خندۂ گل

امین امین تخلص، [2] میر محمد امین، سیدے بود در بنارس. احوالِ او کماحقہ در یافتِ خاطر نیست ـ شعرے کہ بہ نامِ او مسموع گشتہ، ثبت می شود ـ (ورق ٤٥ ب)

دل سے کہہ دو کہ آہ سرد کے ساتھ
ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے

اسفان اسفان تخلص، اسفان صاحب، فرنگی زادہ ایست نوجوان، مولدش ہندوستان، طبیعتش بہ ریختہ گوئی مرغوب، [؟] لہذا اشعار بہ زبان ہندی موزوں می کند ـ ازوست ـ

[3] خط کا یہ جواب آیا کہ گر پھیر لکھا خط
کر ڈالوں گا اک دم میں ترے آنے کے ٹکڑے

---

(۱) نہ جا چمن میں تو ای آفریں کہ جوں غنچہ ٭ لبوں پر اس کے یہاں ہو بہار خندۂ گل (معز ص ٤٠)

(۲) غالباً یہ وہی امین ہیں جن کا ذکر سرور نے ورق ۱۹ ب پر کیا ہو۔ اشپر نگر کا بھی یہی خیال ہو ملاحظہ ہو یادگار ص ۳۲ ـ

(۳) خط کا یہ جواب آیا جو لکھا کبھی پھر خط ٭ کرڈالوں گا اک دم میں تری آن کو پرزی (شیفتہ ص ۲۳)

امانت | امانت تخلص، امانت رائے نام، از [1] احوالش مطلقاً اطلاع نیست، ازوست

کس نے چھڑکا ہے گلال اس ابروئے خم دار پر
جم گیا کس کا لہو اس مغربی تروار پر

تشریف یاں نہ لاؤ پر نامہ بر تو بھیجو
مت لو خبر ہماری اپنی خبر تو بھیجو

گو مڑ کے تم نہ دیکھو اور پاس بھی نہ آؤ
بندے کا اپنے صاحب مجرا تو لیتے جاؤ

اصغر | اصغر تخلص، میر اصغر علی، [2] حالاتش کما حقہ دریافت نہ گشتہ، ازوست۔

[3] ہوا ہے مانگ میں گم دل مرا میں ڈھونڈ ہوں کدھر
کہ آدھی رات ادھر ہے اور آدھی رات ادھر

افغان | افغان تخلص [4] امام علی خاں نام باشندۂ لکھنؤ ازو ست۔

میرا آنا تجھے اے جان برا لگتا ہے
بن ترے اور مجھے دھیان برا لگتا ہے

اصغر | اصغر تخلص، [5] مولوی امجد علی، خلیفۂ حضرت سید شاہ عبداللہ

---

(١) در دریبہ کہ محلہ ایست در جہاں آباد، مسکن داشت (شیفتہ ص ٢٨) شاید یہ وہی امانت رای ہوں جنھوں نے رامائن اور بھاگوت کا فارسی منظوم ترجمہ کیا ہو (آثار ص ٧)

(٢) وی از سادات قصبۂ مارہرہ و مرد کامل فارسی دان ... شعر فارسی ہم می گوید و دیوان مردف دارد۔ بہ معلمی ایام بسر می برد (نغز ص ٦٤)

(٣) ہوا ہو مانگ میں دل گم کہو میں ڈھونڈھوں کدھر (نغز ص ٦٤، کریم‌الدین ص ٤٧٩)

(٤) علی ابراہیم کو خیال میں ان کا نام الفت خاں تھا اور یہ نہایت عسرت کی زندگی بسر کیا کرتو تھو (یادگار ص ٢٨) لیکن گلزار میں یہ کچھ نہیں ہو۔ اس میں الف خان افغان ایک دوسری شاعر کا ذکر ہو

(٥) سید امجد علی اکبرآبادی مہین برادرحکیم محمد میر کہ از رفقای معتبر حضرت والد ماجد بودہ (شیفتہ ص ٢٣) ان کا تخلص امجد بھی تھا (یادگار ص ٢٥)

بغدادی علیه الرحمه ـ از پیرزاده هاے مشاهیرِ مستقرالخلافة اکبر آباد ست ـ
متانت کلام از سخنش هویدا ست ـ

هوا هوں بس که خفا اب تو اپنے جینے سے
لگاهی لوں گا میں اس تیغ زن کو سینے سے (ورق ٤٦ الف)

[1] ـ کھینچ تروار کیوں ڈراتے هو
کام عاشق کا کیا هے مرجانا

اشتیاق اشتیاق تخلص، شاه ولی‌الله، مردے بود عالم، از اولادِ حضرت
[2] ـ شیخ مجدد الف ثانی، اصلش سرهند و مسکنش کوٹلۀ فیروز شاه، متصل
شهر پناهِ دارالخلافه، از معاصرین شاه حاتم ـ درویشِ متوکل، مشغولِ عبادت
الٰهی، چوں طبعش موزوں بود، شعرِ ریخته [3] ـ بسیار خوب می گفت ـ مدتے
شد که در گزشته، خدایش بیامرزد ـ

اڑکوں کے [4] ـ پتھروں سے لگے کیوں که اس کو چوٹ
هر ایک گرد باد هے مجنوں کو دھول کوٹ

[5] ـ چھوڑ کر تجھ کو همیں اور سے جو لاگ لگی
[6] ـ نهیں مهندی یه ترے تلووں سے هے آگ لگی

(۱) تیغ کو کھینچ کیا ڈراتے هو (نغز ص ٦٤)
(۲) علی ابراهیم خان مرحوم نے شاه محمد گل کو جد ان کا لکھا هے ـ لیکن راقم حقیر کو گوشزد یه مضمون نهیں هوا . . . . والد ماجد میں انر رونق بخشِ کشورِ قناعت کو جس کا نام نامی مولوی عبدالعزیز هے (گلزار ص ٢٤) علی لطف اشپرنگر اور کریم‌الدین نے حضرت شاه ولی‌الله محدث اور شاه ولی‌الله اشتیاق کو ایک شخص فرض کر لیا هے ـ یه درست نهیں ـ عبدالحق صاحب گلزار کے دیباچے میں حاشیے پر لکھتے هیں ،، صاحب تذکره کو اس سے دھوکا هوا ـ یه شاه ولی‌الله دوسرے صاحب هیں ـ جن کا تخلص اشتیاق هے ،، (گلزار ص ٢٥)
(۳) از جمله استادان ایهام بند بود (حسن ص ۸)
(٤) پتھروں کی (نکات ص ٦، چمنستان ص ٢٨)
ع لڑکوں کے پتھروں کی لگے اس کو کیوں که چوٹ (گردیزی ص ۸)
ع لڑکوں کے پتھروں سے لگے کیوں کر اس کو چوٹ (نغز ص ٦٢)
(٥) چھوڑ کر تجھ کو همیں غیر سے جو لاگ لگی (گلزار ص ٢٥) چھوڑ کر تم کو الخ (حسن ۸)
ع چھوڑ کر تجھ کو همیں اور سے جب لاگ لگی (مخزن ص ١٨)
(٦) نهیں مهندی یه تری تلووں ستی آگ لگی (چمنستان ص ٢٨) نهیں یه مهندی تری الخ (حسن ص ۸)

[1] بتاں جو ہجر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں
[2] قصور ان کا نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں

اسد اسد تخلص، اسد اللہ خاں، عرف میرزا نوشہ۔ اصلش از سمرقند، مولدش [3] مستقر الخلافۂ اکبر آباد۔ جوانِ قابل و یارباش و دردمند۔ ہمیشہ بہ خوش معاشی بسر بردہ۔ ذوق ریختہ گوئی در خاطر متمکن۔ غم ہاے عشق مجاز [؟] تربیت یافتۂ غم کدۂ نیاز۔ در فنِ سخن سنجی متبعِ محاورات میرزا عبد القادر بیدل علیہ الرحمہ و ریختہ در محاوراتِ فارسی موزوں می کند۔ بالجملہ موجدِ طرزِ خود ست و با راقم رابطۂ یک جہتی مستحکم دارد۔ اکثر اشعارش از زمینِ سنگ لاخ بہ مضامینِ نازک موزوں گشتہ۔ رویۂ خیال بندی بیش از بیش پیش نہادِ خاطر دارد۔ از نتائجِ طبعِ اوست (ورق ٤٦ ب)

شمشیر صاف یار جو زہر آب دادہ ہو
وہ خطِ سبز ہے کہ بہ رخسار سادہ ہو

دیکھتا ہوں اسے تھی جس کی تمنا مجھ کو
آج بیداری میں ہے خواب زلیخا مجھ کو

آئے ہیں پارہ ہاے جگر درمیان اشک
لایا ہے لعل بیش بہا کاروان اشک

آنسو کہوں کہ آہ سوار ہوا کہوں
ایسا عناں گسیختہ آیا کہ کیا کہوں

ہنستے ہیں دیکھ دیکھ کے سب ناتواں مجھے
یہ رنگِ زرد ہے چمنِ زعفراں مجھے

---

(۱) بتاں جو غیر کی باتیں الخ (نغز ص ٦۳)
(۲) کچھ اس کا دوس نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں (نغز ص ٦۳) کچھ ان کا دوس نہیں یہ الخ (حسن ص ۸، مخزن ص ۱۹) کچھ ان کا دوس نہیں ہر خدا کی باتیں ہیں (چمنستان ۲۸)
(۳) اشپرنگر نے تذکرہ سرور کے حوالے سے لکھا ہے کہ غالب دہلی میں پیدا ہوئے تھے جو درست نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (یادگار ص ۲۲)

دیکھ وہ برق تبسم بس کہ دل بے تاب ہے
دیدۂ گریاں مرا فوارۂ سیماب ہے

کھول کر دروازۂ مے خانہ بولا مے فروش
اب شکستِ توبہ مے خواروں کو فتح الباب ہے

مجلسِ شعلہ عذاراں میں جو آجاتا ہوں
شمع ساں میں تہِ دامانِ صبا جاتا ہوں

ہووے ہے جادۂ رہ رشتۂ گوہر ہر گام
جس گزرگاہ سے میں آبلہ پا جاتا ہوں

سر گراں مجھ سے، سبک روکے نہ رہنے سے رہو
کہ بہ یک جنبشِ لب مثلِ صدا جاتا ہوں

/ اک گرم آہ کی تو ہزاروں کے گھر جلے
رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر ہم جگر جلے

پروانے کا نہ غم ہو تو پھر کس لیے اسد
ہر رات شمع شام سے لے تا سحر جلے

[1]۔ جگر سے ٹوٹی ہوئی ہوگئی سناں پیدا
دہانِ زخم میں آخر ہوئی زباں پیدا

[2]۔ خوباں کے چاہنے کے میں قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

نیازِ عشق خرمن سوزِ اسبابِ ہوس بہتر
جو [3]۔ ہوجاوے نثارِ برق مشت خار و خس بہتر (ورق ٤٧ الف)

یاد آیا جو وہ کہنا کہ نہیں واہ غلط
کی تصور نے بہ صحرائے ہوس راہ غلط

(١) جگر سو ٹوٹو ہوئو ہو گی ہو سناں پیدا (دیوان غالب ص ٢٩٣)
(٢) عرض نیاز عشق کو قابل نہیں رہا (دیوان غالب ص ١٥٣)
(٣) جو ہو جائو (دیوان غالب ٢٩٥)

گلشن میں بندوبست بہ [1] ضبطِ دگر ہے آج
قمری کا طوق حلقۂ بیرون در ہے آج

اس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے اسد
[2] خونِ زاہد کو مباح اور مالِ صوفی کو حلال

[3] کہتا تھا کل وہ نامہ رساں سے بہ سوزِ دل
دردِ جدائی اسد اللہ خاں نہ پوچھ

اسد کو بوریے میں دھر کے پھونکا موجِ ہستی نے
فقیری میں بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

شکل طاؤس گرفتار بنایا ہے مجھے
ہوں میں [4] وہ دام کہ سبزے میں چھپایا ہے مجھے

ماہِ نو ہوں کہ فلک عجز سکھاتا ہے مجھے
عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلایا ہے مجھے

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے
سینہ جویائے زخمِ کاری ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے

قبلۂ مقصدِ نگاہِ نیاز
پھر وہی پردۂ عماری ہے

چشم دلالِ جنسِ رسوائی
دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے

(۱) بہ رنگ دگر (دیوان غالب ص ۱۶۵)
(۲) مالِ سنی کو مباح اور خونِ صوفی کو حلال (دیوان غالب ص ۵۲)
(۳) کہتا تھا کل وہ محرم راز اپنو سو کہ آہ (دیوان غالب ص ۷۰)
(۴) ہوں وہ گل دام کہ سبزی میں چھپایا ہو مجھو (دیوان غالب ص ۱۰۷)

وہ ہی صد رنگ نالہ فرسائی
وہ ہی صد گونہ اشک باری ہے

دل ہوائے خرامِ ناز سے پھر
محشرستانِ بے قراری ہے

جلوہ پھر عرضِ ناز کرتا ہے
روز بازارِ جاں سپاری ہے

پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں
پھر وہی زندگی ہماری ہے (ورق ٤٧ ب)

[1] کب سنے ہے وہ کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

خلشِ غمزۂ خوں ریز نہ پوچھ
دیکھ خوں نابہ فشانی میری

کیا بیاں کر کے مرا روئیں گے [2] لوگ
مگر آشفتہ بیانی میری

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہوجانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہوجانا

تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہوجانا

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہوجانا

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال
ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا

---

(۱) کب وہ سنتا ہے کہانی میری (دیوان غالب ص ۲۳۰)
(۲) یار (دیوان غالب ص ۲۳۰)

پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز
گرم بازارِ فوج داری ہے

پھر ہوا ہے جہان میں اندھیر[1]
زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال
ایک فریاد و آہ و زاری ہے

پھر ہوے ہیں گواہِ عشق طلب
بے قراری[2] کا حکم جاری ہے

دل و مژگاں کا جو مقدمہ تھا
آج پھر اس کی روبکاری ہے

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

مشکل ہے ز بس کلام میرا اے دل
ہوتے ہیں ملول[3] اس کو سن کر جاہل

آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل

حرف ب

بیدل | بیدل تخلص، [4] میرزا عبد القادر علیہ الرحمہ، در عہدِ فردوس

(۱) ہو رہا ہو جہان میں اندھیر (دیوان غالب ص ۴۲۴)
(۲) اشک باری کا الخ (دیوان غالب ص ۴۲۴)
(۳) سن سن کو اسے سخن ورانِ کامل (دیوان غالب)
(۴) بیدل تخلص اکبر آبادی اسمش مرزا عبد القادر، خلف مرزا عبد الخالق، از قبیلہ ارسلان تورانی الاصل، در اوایل حال از ملا کمال بہ کمالِ فن شعر و سخن پرداختہ، بہ ارشاد آں رمز شناس رمزی تخلص قرار دادہ۔ شرف ملازمت محمد اعظم در یافتہ در ہماں ایام بیدل تخلص نامزد نمود۔

(بقیہ صفحہ ۱۲۱ پر)

آرام گاه، درویشِ کامل از مقبولانِ درگاه صمدیت و احدیت بود۔ دلقِ تجرید را بسیار زیب و زینت بخشیده۔ همیشه مرجعِ خاص و عام مانده۔ خلقے فائده مند و بهره اندوز از انفاسِ متبرکش می شد۔ اکثر خوارقِ عادات که لازمۀ قرب الهی (ست) از ایشان به ظهور می آمد۔ مختصر این که قلم و زبان هر قدر توصیفِ آن یگانۀ زماں بر نگارد، کم ست۔ به طرفِ فارسی گوئی نهایت رغبت داشت، چناں چه تصانیف بسیار در نظم و نثر از ایشاں یادگار صفحۀ روزگار مانده۔ به سببِ شهرت احتیاج به شرح و بسط نیست۔ گاه گاهے تفنناً شعرِ ریخته هم می فرمود تیمناً دو شعر از طبع زادش مرقوم گشت۔

مت پوچھ دل کی باتیں [1]۔ وہ دل کہاں ہے ہم میں
اس [2]۔ تخم بے نشاں کا حاصل کہاں ہے ہم میں
[3]۔ جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے [4] ہم میں

(بقیه صفحه ۱۲۰ کا)

و نتائج ذهن صافی خود را به نظر شیخ عبد العزیز عزت تخلص که از مشاهیر شعرای آن عهد بودند، جلوه افروز می ساخت در سال یک هزار و یک صد و سی در عهد محمد شاه چهارم ماه صفر به روضۀ رضوان خرامید (عشقی ص ۸۲) میرزا سیوم ماه صفر سنه ثلث و ثلاثین و مائة والف واصل حق شد۔ (چمنستان ص ٤٤) درمیان دهلی کر ۱۱۳۷ هجری کو فوت هوا (کریم الدین ص ٦۸) تورانی الاصل بخارائی مولد که در صغر سن به خاک هندوستان افتاده (نغز ص ۱۱۵)

(۱) یه دل (مخزن ص ۱۰) اب دل (نغز ص ۱۱۷)

(۲) اس جنس بے نشاں الخ (مخزن ص ۱۰)

(۳) اس دل کو آستاں پر جب عشق آ پکارا (سخن شعرا ص ۷٦) بیدل کو آستاں پر جب عشق آ پکارا (نغز ص ۱۱۷، کریم الدین ص ٦۸)

(٤) حسن عشقی شورش گلزار کریم الدین میں تینوں مصرعوں کی ردیف میں ,, هم میں،، کو بجای ,, هم هیں،، هر

بیدار[1] [بیدار تخلص] شیخ محمدی، اصلش از مستقر الخلافه و مسکنش در عرب سرائے، که دو کروه از دار الخلافه طرفِ مشرق (ورق ٤٨ ب) واقع ست، شاگردِ مرتضی قلی بیگ شاعر فارسی گو۔ شیخ موصوف از تعلقاتِ دنیاوی وارسته بود و به لباس درویشی آراسته، من جمله خلفاے جناب مخدومی حضرت مولوی محمد فخر الدین قدس الله سره است۔ در شعر گوئی ‥‥‥ کلامش مطبوع۔ از این جا به وطنِ خود رفته مسکن اختیار کرده بود، همان جا به رحمتِ حق پیوست۔ از نتائجِ طبع اوست۔

هم په سو ظلم و ستم کیجیے گا
ایک ملنے کو نه کم کیجیے گا

---

(۱) ان کے نام اور تلمذ میں خاصا اختلاف ہے۔ "میاں محمد علی المتخلص بیدار جوان محمد شاہی ست" (حسن ص ۳۱) میاں محمدی بیدار از خوبان روزگارست از چندی تغیر لباس کرد و به استغنای تمام بسر برد (مخزن ص ٦۳) شاہ محمدی بیدار که میر محمد علی نام و بیدار تخلص او بود، (دستور ۷٤) بیدار که میر محمد علی نام دارد و به میر محمدی مشہور است (هندی ۳۱) بیدار تخلص، میر محمدی نام شاہجہان آبادی دوستوں میں سے خواجہ میر درد تخلص کے تھے۔ کہتے ہیں کہ کلام اپنا انہوں نے اصلاح کی تقریب سے خواجہ میر درد کو دکھایا ہے (گلزار ص ۷۳) یہ شخص سادات دارالخلافت اکبرآباد سے تھا۔ فارسی میں نسبت تلمذ کی ایک شخص ایران زا مرتضی قلی خاں نام المتخلص به فراق سے رکھتا ہے اور اشعار ریختہ میں جناب خواجہ میر درد سے شاگردی اس کو حاصل ہے۔ اور اصلاح اشعار کی شیخ ظہور الدین حاتم سے بھی لیتا تھا اور مرید شاہ عبدالستار مرحوم کا آخر میں اکتساب قواعد سعادت ‥‥‥ مولانا محمد فخر الدین قدس سرہ سے کی درمیان ۱۷۹۳ ع کے وہ اکبر آباد میں رہتا تھا (کریم الدین ص ۱۵٦) عشقی نے ایسے تین شاعروں کا ذکر کیا ہے جن کا تخلص بیدار تھا۔ (الف) "بیدار تخلص اسمش محمد علی از شاگردان مرتضی قلی فراق" عشقی نے ان کے دو شعر نمونۂ کلام کے طور پر درج کیے ہیں جن میں سے ایک شعر بیدار کے مطبوعہ دیوان میں موجود ہے۔ دوسرا شعر صفا الماس و گوہر سے فزوں ہے تیری دنداں کو الخ دیوان مطبوعہ میں نہیں ہے لیکن مخزن میں بیدار کے اشعار کے ذیل میں درج ہے (ب) "بیدار تخلص اسمش میر محمدی ساکن شاہ جہان آباد" (ص ۹۱) نمونۂ کلام میں ان کے سات شعر درج کیے ہیں جن میں سے چھ شعر دیوان مطبوعہ میں موجود ہیں۔ ایک شعر ہم چشم ابر دیدۂ تر گرچہ ہے سکا الخ دیوان میں نہیں ہے۔ لیکن گلزار میں بیدار کے اشعار کے ساتھ موجود ہے۔ (ج) "بیدار تخلص اسمش محمدی شاہ از مریدان مولوی فخر الدین" (ص ۹۲) نمونۂ کلام میں ایک غزل کا مطلع و مقطع درج کیا گیا ہے۔ جس میں سے مطلع دیوان میں موجود ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عشقی نے غلطی سے ایک ہی شاعر بیدار کا تذکرہ تین جگہ کیا ہے۔

گر یہی زلف یہی مکھڑا ہے
غارتِ دیر و حرم کیجیے گا

مے کدے میں جو ترے حسن کا مذکور ہوا
سنگِ [1] غیرت سے مرا شیشۂ دل چور ہوا

[2] واسطے داغِ دلِ بادہ پرستاں بیدار
پنبۂ شیشۂ مے مرہمِ کافور ہوا

[3] طالع ایسے مرے بیدار کہاں ہیں کہ جو آج
اس شبِ تار میں آوے مہِ تاباں میرا

کہاں ہیں طالع بیدار یہ کہ ایسا ہو
کہ سر دھرے مرے زانو پہ یار سوتا ہو

یوں مجھ پہ جفا ہزار کیجو
پر غیر کو تو نہ پیار کیجو

[4] جو کیفیت ہے مستی سے بنی آنکھوں کی لالی میں
نہیں وہ نشۂ رنگیں شرابِ پرتگالی میں

دل آتش و آہ آتش و ہر داغِ غم آتش
جوں سروِ چراغاں ہوں میں سرتا قدم آتش

جز اپنے کسی [5] خس میں بھی سوزش نہ ہو ہم سے
جوں شعلۂ مے گرچہ سراپا ہیں ہم آتش (ورق ٤٩ الف)

زلف اس رخ پہ صبا سے جو پریشاں ہو جاے
سحر و شام بہم دست و گریباں ہو جاے

(۱) سن کو غیرت سو الخ (دیوان ص ۱۸)
(۲) از پنو داغ دل الخ (دیوان بیدار ۱۸)
(۳) ایسو طالع مری بیدار کہاں میں جو آج (دیوان بیدار ص ۱۵)
(٤) یہ شعر دیوان مطبوعہ میں نہیں ہو
(۵) کسی خس کو بھی (دیوان ص ٤٤)

ہم جو تجھ بزم سے اے نورِ نظر جاتے ہیں
شمع ساں داغ بہ دل شعلہ بہ سر جاتے ہیں

عاشقوں میں جو کوئی کشتۂ کاکل [1]۔ ہوگا
اس کی [2]۔ تربت پہ سدا سبزۂ کاکل [سنبل؟] ہوگا

صبح کو بیہ نور [3]۔ تجھ ن ہر چراغِ لالہ تھا
جاے مانگِ گل چمن لبریزِ آہ و نالہ تھا

مل گئی تھی اس میں کل کس کے دلِ سوزاں کی خاک
گرد بادِ دشت فرسا شعلۂ جوالہ تھا

دل سلامت اگر اپنا ہے تو دلدار بہت
ہے یہ وہ جنس کہ جس کے ہیں خریدار بہت

بھڑکا ہے آہِ سرد سے جوں شعلہ داغ دل
روشن دمِ صبا سے ہوا [4]۔ ہے چراغِ دل

سرمہ عزیز تجھ کو ہو اے چشم یار حیف
برباد و پایمال ہو میرا غبار حیف

اب تک مرے احوال سے واں بے خبری ہے
[5]۔ اے آہِ فلک سوز یہ کیا بے اثری ہے

لب رنگیں ہیں ترے رشکِ عقیق یمنی
زیب دیتی ہے تجھے نام خدا کم سخنی

---

(۱) ہووی (گل ص ۳۲، دیوان ص ۸۸)
(۲) اس کی تربت پہ سدا سبزۂ سبل ہووی (گل ص ۳۳، دیوان ص ۹۳)
(۳) بن تیری (دیوان ص ۲۱)
(٤) ہوا یہ (نغز ص ۱۲۱)
(۵) ای نالۂ جاں سوز یہ کیا بو اثری ہی (دستور ص ۷۵، دیوان ص ۹۳)

نشـــہ میں جی چاھتا ھے بوسہ بازی کیجیے
اتنی رخصت دیجیے بندہ نوازی کیجیے

زاھد اس راہ نہ آ، مست ھیں مے خوار کئی
ابھی یاں چھین لیے جبۂ و دستـار کئی

بیـــدار رواں ھیں اشک دریا دریا
بتلا تو کہ ھے دیدۂ تر یا دریا

رونے سے ترے تمام خانہ ھے خراب
حیرت [۱] ھے مجھے اس میں یہ ھے گھر یا دریا

خرقہ رھنِ شراب کرتا ھوں
دلِ زاھد کباب کرتا ھوں (ورق ۴۹ ب)

[۲] ھم تری خاطرِ نازک سے خطر کرتے ھیں
ورنہ یہ نالے تو پتھر میں اثر کرتے ھیں

دیا ھے ھاتھ میں ان [۳] نو خطاں کے صفحۂ دل
سفید خواہ رکھیں خواہ یہ سیاہ کریں

[۴] دیکھ اس گیسوے مشکیں کی ادائیں شانہ
[۵] دونوں ھاتھوں ھی سے لیتا ھے بلائیں شانہ

اس کے بھر آئے ترے مرھم کاکل سے زخم
ھاتھ اٹھا کیوں نہ کرے تجھ کو دعائیں شانہ

(۱) حیران ھوں میں اس میں ھو گھر یا دریا (گلزار ص ۷۵)
(۲) ھم تری اس دل نازک سو خطر کرتو ھیں (گلزار ص ۷۳)
(۳) ان نو خطوں کو (نغز ص ۱۲۲ ، دیوان ص۶۷)
(۴) دیکھ تجھ کاکل مشکیں کی ادائیں شانہ ٥ دونوں ھاتھوں سیتی لیتا ھو بلائیں شانہ
(گل ص ۳۳ ، گلزار ۷۴، دیوان ص ۸۱)
(۵) دونوں ھاتھوں سو یہ لیتا ھو بلائیں شانہ
(شیفتہ ص ۳۷ ، نغز ۱۲۲ ، سخن شعرا ص ۷۵)

جانیں مشتاقوں کی [1] لب پر آئیاں
بل بے ظالم تری بے پروائیاں

[2] یوں بہارِ خط سبز اس کے ہے رخسار کے پاس
جیسے پھولے ہے بنفشہ کہیں گلزار کے پاس

جی میں بیدار کھب گئی میرے
فندق اس پنجۂ حنائی کی

کہاں گنجائشِ حرف اس دہن میں
نہیں جائے سخن کچھ اس سخن میں

..... از حالاتش واقفیت نیست۔

ترے در پہ جاناں ہم آکر چلے
تجھے حال اپنا جتا کر چلے

بہار [بہار تخلص] [3] ٹیک چند، شاعر فارسی گو، مولف بہار عجم کہ اصطلاحات اشعار و تشبیہات بہ تلاشِ تمام جمع ساختہ۔ مردے قابل بود۔ گاہے ریختہ ہم می گفت۔ ایں مطلع ازوست۔

وہی اک ریسماں ہے جس کو ہم تم تار کہتے ہیں
[4] کہیں تسبیح کا رشتہ ہے کہیں زنار کہتے ہیں

(۲) لب نک (شیفتہ ص ۳۶، دیوان ص ٦۲)
(۲) یوں بہار خط سبز اس کی ہو رخسار کو ساتھ ہ جیسو پھولا ہو بنفشہ کہیں گلزار کو ساتھ
(ہندی ص ۳٦، دیوان ص ۸۲)
(۳) نامش رای ٹیک چند ... بہ طور سیاحت ایران رفتہ (گلزار ص ٦٤) ازاں کہ بہ دستش اختر رسیدہ بود خان آرزو وی رابہ رستم یک دست خطاب می فرمود، بہ ہر کیف از قوم ستارہ بود، و ستارہ قبیلہ ایست از قبائلِ کھتریاں، و ازیں جاست کہ بعضو ازقلت تفحص وی را زرگر پسر دانند۔ در اشعار فارسی بہ خان آرزو استشارہ می نمود (نغز ص۱۱۵) او زر گربود (مخزن ص ۲۵) اشپرنگر نی ان کا تخلص بہادر لکھا ہو جو درست نہیں۔ ملاحظہ ہو یاد گار ص ۴۰)۔ ,, از یاران سراج الدین علی خاں ,, (نکات ص ۱۳۳)
(٤) کہیں تسبیح کا رشتہ کہیں زنار کہتی ہیں (نکات ص ۱۳۳، گردیزی، نغز، چمنستان، مخزن، حسن)

بقا [بقا تخلص] [۱] - محمد بقاء الله، خلفِ حافظ لطف‌الله خوش نویس، شاگردِ میرزا محمد فاخر مکین، (ورق ۵۰ الف) اصلش از اکبرآباد - شعر فارسی و ریخته هر دو می گوید - لیکن میلانِ طبعش به طرفِ اشعار هندی بیش تر ست - شوخ‌طبع و ظریف مزاج و به هجو گوئی راغب - اکثر با میر و مرزا معارض شده، و در اشعارِ این هر دو برگزیده شعرائے هندوستان سقم بر آورده - وهجوها گفته - پختگی کلامش و عذوبت گفتارش از تصانیفش هویداست - از شیریں کلامی اوست -

---

(۱) شیخ بقاء الله (حسن ص ۳۲) شیخ محمد بقا (عشقی ص ۹۲، گلستان ص ۳۷) محمد بقا نام ... مرزا رفیع سودا تخلص کی منه اکثر چڑھا - لیکن میرزای مرحوم نے مطلق اعتنا نه کی .... افلاس سے تنگ آکر کسی کے کہنے سے کچھ اعمال تسخیر کواکب کو شروع کیے تھے - خیال میں اس سودای خام کے مجنون ہوے - جب تک جیے سودائی رہے - ۱۲۰۶ ھ تھی کہ حالت میں سودائی کے یہ بات سوجھی که تحصیل دولت عقبی کی کیجیے اور خاک راہ سے کربلای معلی اور نجف اشرف کی دیدۂ و دل میں سرمۂ حق‌بنیاد کیجیے - به عزم کرکے جہاز پر سوار ہوے - اثنای راہ میں اس دار فنا سے سفر ملک بقا اختیار کیا (گلزار ص ۷۰) شیخ محمد بقاء الله به پارسی شاگرد مرزا فاخر مکین و در ریخته از تلامذۂ شاه حاتم و خواجه میر درد غفرالله لهما نوشته اند (شیفته ص ۳۳) پیش تر غمین تخلص می کرد - شعرِ فارسی می گفت در ایامی که وارد شاه جهان آباد بود، به اشارۂ شاه حاتم بقا تخلص گزاشته - حالا در لکهنؤ به کنج قناعت پا شکسته اوقات بسر می کند (هندی ۴۲) بقاء الله خان بقا آخر آخر دماغش مختل گردیده - دیوان خود را مع همه مسوده های کلام خود پاره پاره نموده، به آب تر کرده؛ در سبوچۂ کلاں می داشت - هر کسی که طالب شعر می آمد، همان سبوچه نشان داده می گفت که این همه کلیات من ست، و چون آخر شوقِ زیارت حضرت ابا عبدالله الحسین علیه‌السلام دامن گیر شد، و از فرط غیرت نمی خواست که دست سوال پیش کسی دراز کند اراده کرد که دوسه حرفه خود پیدا نمود . . چنان چه کندن عقیق نوشتن خط نستعلیق، و نسخ و علم طب درهمان حالت حاصل نمود - از راه بنگاله عازم منزل مقصود گردید - گویند که در همان ضلع به کدام مکان اجلش در رسید - حالا قریب دو هزار شعر ازو جسته جسته پیش مردمان مشهور ست (دستور ص ۸۰) محمد بقاء الله خاں ولدخوش نویس حافظ لطف الله خاں ساکن آگره - یه لکهنؤ میں رہتے ہیں - مصحفی ان کے دوست تھے - ان کے بیان کے مطابق یه ۱۲۰۹ ھ میں زنده تھے - (یادگار ص ۳۹) اشپرنگر کی یه رای صحیح نہیں ہے - مصحفی نے یه نہیں لکھا ہے که بقا ۱۲۰۹ ھ میں زنده تھے .. لطف کہتا ہے که بقا نے ارادۂ حج درمیان ۱۲۰۶ ھ کے جانب حجاز گیا تھا . ایک دیوان اس کا کلکته کی ایشیاٹک سوسائٹی میں موجود ہے ،، (کریم الدین ص ۲۰۰) لطف نے یه نہیں لکھا ہے که بقا حج کے ارادے سے چلے تھے - زیارت کربلا کا ذکر کیا ہے - جس کی تصدیق دستور کے بیان سے بھی ہوتی ہے -

لاؤں جو شکوۂ شبِ ہجراں سخن کے بیچ
جوں شمع پھر زباں نہ سماوے دھن کے بیچ

ان آنکھوں کا نت گریہ دستور تھا
دوآبہ جہاں میں یہ مشہور تھا

اس بزم میں ساقی قدحِ بنگ کی ٹھہرے
آنکھوں کی سفیدی میں درا رنگ کی ٹھہرے

[1]- مژگاں تلک پہنچ کر یوں دل کا لخت دم لے
جس طرح سے مسافر زیر درخت دم لے

[2]- گو قتل کیا بقا کو خوباں
[3]- پر منہ سے یہ بات مت نکالو
پنہاں ہی بھلا ہے خون [4]- عاشق
[5]- بس جانے دو اس پہ خاک ڈالو

سیلاب سے آنکھوں کے رہتے ہیں خرابے میں
ٹکڑے جو مرے دل کے بستے (ہیں) دوآبے میں

ساقی کو دو نوید بہار آئی باغ میں
[6]- سودا ہے پھر کیا ہے خلل سا دماغ میں

نہ دے زخم دل نازک پہ حکم بخیہ مژگاں کو
کرے کب سوزنِ عیسی رفو گل کے گریباں کو

ہم کو جو کچھ مفید جہاں کا نہیں علاج
شاید مریض عشق بتاں کا نہیں علاج (ورق ۵۰ ب)

(۱) مژگان تر کر نبچر یوں دل کا لخت دم لو ٭ جیوں آن کر مسافر زیر درخت دم لو (عشقی ۹۲)
(۲) ...ر قتل کیا الخ (عشقی ص ۹۲)
(۳) یہ بات زباں سو مت نکالو (عشقی ص ۹۲) تم منہ سی الخ (نغز ص ۱۱۰)
(۴) راز عاشق (نغز ص ۱۱۰) (۵) جانی دو اب اس پہ خاک ڈالو (عشقی ص ۹۲، نغز ص ۱۱۰)
(۶) سودی نو پھر خلل سا کیا ہو دماغ میں (شیفتہ ص ۳۳)

دل خوں ہے غم سے اور جگر ، یک نہ شد دوشد
لب خشک ہیں تو چشم بھی تر ، یک نہ شد دو شد

کس نے چمن میں رنجہ کیا عندلیب کو
غنچے رہے ہیں دانتوں میں داب اپنی جیب کو

کیوں مرغ چمن اس کا ہو نثار دامن [؟]
ہیں رگ گل سے مرے تار کیے تار دامن

میر صاحب پھر اس سے کیا بہتر
اس میں ہووے جو نام شاعر کا

لے کے دیواں پکارتے پھریے
ہر گلی کوچے کام شاعر کا

اس باغِ جہاں کے بیچ ہنگامِ بہار
جتنے ہیں درخت سب وہ لائے بر و بار

امیدِ ثمر میں ایک اپنا ہی بقا
ہے دستِ تہی بلند مانندِ چنار

مجھے تو عشق میں اب عیش و غم برابر ہے
بہ رنگِ سایہ وجود و عدم برابر ہے

عشق میں بو ہے کبریائی کی
عاشقی جس نے کی خدائی کی

مری چشم میں کیوں نہ خوناب اترے
کہ پانی میں البتہ سرخاب اترے

بقا ایک [جام ؟] اور ساقی سے پی لو
کہ سر سے خمار مئے ناب اترے

میر نے تو ترا مضمون دوآبے کا لیا
پر بقا تو یہ دعا دے جو دعا دینی ہو

یا خدا! میر کی آنکھوں کو دو آبہ کر دے
اور بیٹی یہ بہا اس کی کہ تربینی ہو

[1] دونوں تھے نیم ملا مرزا و میر ازبس
ہر سخن میں یعنی ہر ایک تھا ادھورا
اس واسطے بقا اب ہجووں کی ریسماں سے
دونوں کو باندھ باہم میں نے کیا ہے پورا (ورق ۵۱ الف)

آوارۂ وادیِ طلب کو افلاک
ہر گاہ کریں جور و تعدی سے ہلاک
[2] پیوندِ زمیں بھی کرکے آرام نہ دیں
پھر شیشۂ ساعت میں بھریں اس کی خاک

[3] اے جنوں یمن قدم سے ترے اک آن کے بیچ
پڑ گئی لاگ مرے دست و گریباں کے بیچ

بانگ ملا کی شبِ وصل میں ہے سینہ خراش
انگلیاں آپ موذن نے دھریں کان کے بیچ

کھب گئی چشم میں جب سے کمرِ یار کی طرح
رگِ گل دل میں کھٹکتی ہے مرے خار کی طرح

مجھ سے کب تک اس دل صد چاک کا پیوند ہو
اب یہ دیوانہ الٰہی خاک کا پیوند ہو

قتلِ عشاق کرو تم سے تو ہاں یہ بھی ہو
سر سے موجود ہیں ہم کاش میاں یہ بھی ہو

سرو کی لافِ بلندی کس سند پر راست ہو
سرکشی کا جامہ جب تیرے ہی قد پر راست ہو

(۱) مرزا و میر دونوں باہم تھے نیم ملا (نغز ص ۱۱۱)
(۲) پیوند زمیں کرکو بھی آرام نہ دیں (نغز ۱۱۱) (۳) اب (نغز ص ۱۰۸)

[1]۔ آئنه دیکھ کے کہتا ہے جو اللہ رے میں
[2]۔ اس کا میں چاهنے والا هوں بقا واه رے میں

چشم تر جام، دل بادہ کشاں ہے شیشه
محتسب آج کدھر جام کہاں ہے شیشه

یه گل اندام جو صرفے سے ٹک اک ناز کریں
کام لیں زلف سے کاکل کو پس انداز کریں

یه رخ یار نہیں زلف پریشاں کے تلے
ہے یہاں [3]۔ صبحِ وطن شام غریباں کے تلے

کیا کریں سینه جو ناصح سے چھپاتے نه پھریں
داغ سے داغ ہیں کچھ اپنے گریباں کے تلے

کل شیخ یه تیغ اس نے کھینچی تھی و لیکن
سمجھا که یه ہے صیدِ حرم ھاتھ سے رکھدی

جلوه ٹک باغ میں قمری جو وہ شمشاد کرے
مول لے کر ترے اس سرو کو آزاد کرے (ورق ۵۱ ب)

کل مے کدے کی جانب آهنگِ محتسب ہے
در پیش مے کشوں کو پھر جنگِ محتسب ہے

هوتا ہے شیشۂ دل چور اس کی گفتگو سے
یارب یه پندِ ناصح یا سنگ محتسب ہے

(۱) وه جو دیکھ آئنه کہتا هو که الله ری میں (دستور ص ۸۲) آئنه دیکھ جو کہتا هی الخ (هندی ص ۴۵) دیکھ آئنه جو کہتا هو الخ (شیفته ص ۳۳) آئنه دیکھ کو کہتا هو که الله ری میں (نغز ص ۱۰۸)
(۲) اس پری زاد په میں عش هوں بقا واه ری میں (نغز ص ۱۰۸، سخن شعرا ص ۶۸)
اس کا میں دیکھنی والا هوں بقا واه ری میں (هندی ۴۵، دستور ۸۲)
(۳) هی نہاں الخ (سخن شعرا ص ۶۸)

دل سے وہ نگاہ پیر گزری
پر شکر کہ جی کی خیر گزری

ہاں بتاں سچ ہے تمہاری تو بلا ہی جانے
جو گزرتی ہے مرے دل پہ خدا ہی جانے

دل سے نکلے کہیں پابوسی قاتل کی ہوس
کاش وہ خون کو مرے رنگ حنا ہی جانے

ہم تو نت یار سے حسرت کش خمیازہ ہیں
لذتِ بوس و کنار اس کی قبا ہی جانے

پوچھ اس دل سے جو ہے کاٹ ترے ابرو کا
جوہرِ برشِ شمشیر سپاہی جانے

آہیں افلاک میں مل جاتی ہیں
محنتیں خاک میں مل جاتی ہیں

[1]۔ یاد میں تڑپے ہے دل کس ابروے خم دار کی
[2]۔ آہ کچھ ناخن سے دل ہے آج اس بیمار کی

گریے سے بعدِ مرگ یہ طوفانِ آب ہے
گنبد مرے مزار کا مثل حباب ہے

شب [3]۔ گزری اب اے سحر کے نالو
پھر چرخ پہ برچھیاں سنبھالو

رخ اس کا صفائی ترے [4]۔ تلوے کی نہ پائے
[5]۔ خورشید ہزار آپ کو اب چرخ چڑھائے

---

(۱) یاد میں تڑپو ہو دل اس ابروی خم دار کی (شیفتہ ص ۳٤)
یاد میں تڑپی ہی یہ کس ابروی خم دار کی (نغز ص ۱۱۰، سخن شعرا ص ٦۸)
(۲) آج کچھ ناخن بہ دل ہی آہ اس بیمار کی (حسن ۳۲، گلزار ص ۷۱، شیفتہ ص ۳٤ سخن شعرا ٦۸)
(۳) شب گزری ہی ای سحر کی نالو ہ پھر عرش پہ برچھیاں سنبھالو (سخن شعرا ٦۸)
(٤) تری تلوؤں کی (ہندی ص٤٥) (٥) خورشید ہزار اپنو تئیں چرخ چڑھاوی (ہندی ٤٥، نغز ص۱۱۰)

ماہِ نو انجم کے عقدے کس طرح سے وا کرے
ہوں جہاں لاکھوں گرہ واں ایک ناخن کیا کرے

[1]۔ کیا خط تجھے لکھیں حرکت ہاتھ سے گم ہے
[2]۔ خامہ بھی مرے ہاتھ میں انگشتِ ششم ہے

عشق نے منصب لکھے جس دن مری تقدیر میں
داغ کی نقدی ملی، صحرا ملا جاگیر میں (ورق ۵۲ الف)

[3]۔ پیوند ہوا ایسا رخ سے خطِ جانا نہ
تھا یار چمن گویا یہ سبزۂ بیگانہ

اس زلف میں ہر لحظہ چھیڑ اس دل خونیں [؟]
کرتا ہے حنا بندی انگشت میں اب شانہ

صاف جی کر کے ملا تجھ سے ہزار آئینہ
ہے و لیکن مری خاطر کا غبار آئینہ

رشکِ گلشن ہے ترے عکس سے یار آئینہ
[4]۔ تو یہ جانے ہے کہ ہے باغ و بہار آئینہ

دعویٔ تیز روی کل تئیں کرتی تھی صبا
آج بازی ترے شب دیز سے ہار آئی نہ

حیرتِ حسن نے اس شوخ کی مارا ہے جسے
اس کا لازم ہے کریں لوح مزار آئینہ

(۱) کیا خط تجھی لکھی الخ (گلستان ص ۳۸) کیا خط لکھیں اس کو الخ (گلزار ۷۱)
کیا خط تجھی لکھی (شیفتہ ۳٤ ، سخن شعرا ٦۸) کیا تجھ کو لکھوں خط الخ (حسن ۳۲)
(۲) خامہ مری اب ہاتھ میں الخ (گلزار ص ۷۱)
(۳) پیوند ہوا رخ سی ایسا خط جانا نہ ، تھا بار چمن الخ (نغز ۱۰۸)
(٤) تو یہ سمجھی ہی کہ الخ (نغز ص ۱۰۸)

مت اسے چار غزل کہہ کہ صفائی سے بقا
جسم پر ھے یلِ معنی کے یہ چار آئینہ

.... میر صلاح الدین، شاعر عہد فردوس آرام گاہ ـ ازوست ـ

شرم سے آب ہوگیا دریا
تیرے دامن کی جب کہ دیکھی پاٹ

دل تری زلفوں میں دیکھے ھیں گرفتار کئی
ہو ویں زنجیر میں جیسے کہ گنہ گار کئی

ہوا خوش شعلـــہ روسے دل لگا کر
عجب دیکھا تماشا گھر جلا کر

....، ساکن لکھنؤ، از احوالش مصنف آگاہ نیست ـ

کیا حلاوت عیش کی اور کیا خوشی آرام کی
جان جب تو ھی نہیں تو زندگی کس کام کی

بے نوا (بے نوا) تخلص، درویشے آزاد وضع در عہدِ فردوس ارام گاہ بود ـ ازوست ـ

بے نوا ھوں رکواۃ حسن کی دے
او میاں مال دار کی صورت (ورق ۵۲ ب)

بے چارہ[1] ـ بے چارہ تخلص، ساکنِ ضلعِ پنجاب ـ اشعارِ ریختہ می گوید ـ ازاں جملہ است ـ مطلع ـ

[2] اس سے جدا ھونا نہ تھا، چاھا خدا کا یو نہیں تھا
جز صبر اب چارہ نہیں، بے چارہ کیا کیجے بھلا

(۱) بیچارہ تخلص شخصی بود از مردم دکن پیش از عالمگیر (حسن ص ۲۵)
(۲) یہ سی جدا ھونا نہ تھا چاہا خدا کا یوں اتھا ہ جز صبر اب چارہ نہیں بی چارہ ھو رھنا پڑا (نکات ص ۱۰۳)
بی سو جدا ھونا نہ تھا چاھا خدا کا یوں ھوا ہ جز صبر کچھ چارہ نہیں بیچارہ ھو رھنا پڑا (حسن ص ۲۵، شورش ص ۷۷)

بهادر: بہادر تخلص ، [1] بہادر سنگھ ، ساکنِ دہلی ، شاگرد شاہ قائم [شاہ حاتم ؟] ازوست ۔

ملا دلا نظر آتا ہے کچھ گلِ رخسار
رہا ہے کس کے گلے کا تو ہار ساری رات

ادھر تو مسکی ہے چولی ادھر [2] ہیں ٹوٹے بند
نہ جانے کس نے یہ لوٹی بہار ساری رات

[3] وا دریغا ہزار واویلا ۔ حال سے میرے ایسی بے خبری

ببر : ببر تخلص ، [4] ببر علی ، مولدش دار الخلافہ ، شاگردِ امیر محمدی مائل ، ازوست ۔

اس کماں ابرو کے ہم تیرِ نگہ کے آگیے
بے دھڑک اپنے کر اس دل کو ہدف ، بیٹھ گئے

بے تاب : بے تاب تخلص ، شخصے از دورۂ سابقین [5] بود ۔ زیادہ از احوالش علاعے نیست ۔ محاورۂ کلامش ما نا بہ زبانِ متقدمین ست ۔ ازوست ۔

(۱) نام کاتب رکہ ۔ ۔ ۔ الفعل بہ قصبۂ بریلی رحل اقامت افگندہ ، نسبت شاگردی بہ ۔ ۔ ۔ شیخ ظہورالدین حاتم دارد (نغز ص ۱۱٤)

(۲) ادھر کھلی ہیں بند (نغز ص ۱۱٤ ، کریم الدین ص ۱۸۰)

(۳) نغز اور کریم الدین میں یہ شعر "راجہ رام پنڈت بہادر راجہ دیا رام بہادر" کی نام درج ہی ۔

(٤) تخلص ببر علی شاہ است ، وی درویشو ست کہ سیزدہم و بست و نہم ہر ماہ مجلس سماع بہ خانۂ خود منعقد می سازد ۔ اگرچہ مرید و شاگرد شاہ محمدی مائل است ، اما در طریق ریختہ گوئی بہ خواہش طبیعت خود مائل ست ۔ در ہیچ غزل تخلص موزوں نمی شود ۔ (نغز ۹۸) اشپرنگر نو قاسم اور ذکا کو حوالی سو لکھا ہو کہ ان کا نام امر علی شاہ تھا اور یہ میر محمد کو مرید تھو ۔ حالاں کہ قاسم نو ان کا نام ببرعلی شاہ لکھا ہو اور شاہ محمدی مائل کا مرید و شاگرد لکھا ہو ۔

(۵) بزرگو ایہام گواز معاصران شاہ مبارک آبرو (نغز ص ۳۷۸)

۱۔ اس کے ابرو ھلال کے مانند
خال اس کا بلال کے مانند
۲۔ کیوں نہ ھو ھم سے وہ سجن باغی
جس کا قد نو نہال کے مانند
۳۔ گل رخوں کی گلی میں اے بے تاب
۴۔ خاک پانی گلال کے مانند

بے تاب بے تاب تخلص، محمد اسماعیل، درویشے بود، از تعلقاتِ دنیا وارستہ۔ از شاگردان مصطفے خاں یکرنگ۔ دیگر ار حالاتش معلومِ راقم نیست۔ ازوست۔ (ورق ۵۳ الف)

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے
نصیب میں کسی کافر کے یہ بلا نہ کرے

بے خبر بے خبر تخلص، محمد بیگ نام، متوطنِ خیر آباد، قومِ مغل، ذوقِ شعر گوئی دارد۔ یک مطلع بہ نام او مسموع گشتہ، ثبت می شود۔

قتل کر، مان مت کسو کی قسم
تجھ کو قاتل مرے لہو کی قسم

بسمل بسمل تخلص، مرزا بھچو بیگ، اصلش از شاہ جہان آباد، شاگرد میرزا رفیع السودا است۔ کلامش مطبوع۔ مقطعے ازو بہ نظر رسیدہ، ثبت نمودہ شد۔

(۱) ابرو اس کو ھلال کو مانند (نغز ص ۳۷۸)
(۲) کیوں نہ ھم سو ھو وہ سجن باغی ٥ قد ھو جس کا نہال کو مانند (نغز ص ۳۷۸)
(۳) گل رخاں کی گلی میں ای بوتاب ٥ خاک پا ھو گلال کو مانند (ھندی ٤۱)
(٤) کریم الدین نو یہ تینوں شعر محمد اسماعیل بو تاب دھلوی کو نام لکھو ھیں

[1]۔ اشعار میرے سن کر کہنے لگا وہ مجھ سے
آتی ھے بوے الفت بسمل ترے سخن سے

[2]۔ تری گالیاں بھی بہت کھا چکا
مزا عشق کا خوب میں پا چکا

بسمل بسمل تخلص، سید جبار علی، متوطنِ [3]۔ چنار گڈھ، جوانِ سلیم الطبع و آزاد وضع و وارستہ مزاج۔ ازوست۔

کب خیال آوے بلاؤں سے اسے پرھیز کا
ھے جو بیمار اس تری چشمِ بلا انگیز کا

جب غمزۂ چشمِ یار دیکھا
سو تیر جگر کے پار دیکھا

ھر دم مجھے نیاز اسے ناز ھی رھا
انجام کار عشق کا آغاز ھی رھا

[4] زمانے سے نرالی میں جگر افگار کہتا ھوں
کہ لوگ ابرو جسے کہتے ھیں میں نروار کہتا ھوں

رباعی

[5]۔ دکھ درد کی کب تلک حکایت کیجے
دوراں کی کہاں تلک شکایت کیجے (ورق ۵۳ ب)
اس کشورِ دل پہ فوجِ غم کا ھے ھجوم
یا شاہِ نجف مری حمایت کیجے

(۱) طرز سخن کو میری کہتا ھو سن وفا سو (نغز ص ۱۰۶) نغز میں لکھا ھو کہ اکثر لوگ اس غزل کو عبد آلحی تاباں سی منسوب کرتو ھیں
(۲) نغز میں یہ شعر مولوی محمدی صاحب ملقب بہ میاں صاحب بسمل سی منسوب ھو (ص ۱۰۴)
(۳) از رئیسانِ ضلعِ چنار ست (شورش ص ۶۳)
(٤) زمانی سی نرالی ھیں الخ (گلزار ص ۷۸)
(٥) دکھ درد کو (گلزار ص ۷۸)

بے جا نہ اس غلام کو ارشاد کیجیے
گر کام کا نہ ہووے تو آزاد کیجیے

گریہ افزا اس قدر اعضا مرے سارے ہوے
[1] ہر بن مو سے رواں آنسو کے فوارے ہوے

دل کو طلب ہے اور تمنا ہے جان کی
کیا مہربانیاں ہیں مرے مہربان کی

عہد و پیمانِ بتاں بس کہ بہ سالوسی ہے
ایک امید تو سو باعث مایوسی ہے

داغ اتنے ہیں دیے عشق نے تیرے کہ تمام
[2] جا بہ جا تن پہ مرے جلوۂ طاؤسی ہے

برکت برکت تخلص، سید برکت علی خاں خیر آبادی، خدمتِ منشی گری و مختاری سرکار کرنیل [3] نصیر الدولہ . . . . خاں بہادر، ناظم دارالخلافہ شاہ جہاں آباد بہ ذات ایشاں تعلق دارد۔ شخصِ قابل و سلیم الطبع و متصف بہ اخلاق حسنہ۔ در دوستی و اخلاص یکتاے زمانہ۔ غرض کہ مغتنمِ وقت ست۔ سلیقۂ شعر فہمی و ریختہ گوئی در خاطرش متمکن۔ اشعارش برجستہ مضمون۔ چند شعر از تصنیفاتش مرقوم می شود۔ منہ۔

ہر گلِ زخم میں نکلے ہے اب انداز چمن
سیر کو تو بھی نکل خانہ بر انداز چمن

[4] سن کے برکت کی خبر آکے یہ بولے لب بام
میری دیوار کے نیچے کہو مت آے کوئی

(۱) ہر بن مو جوش سو آنسو کو فوارے ہوے (گلزار ص ۷۸)
(۲) مو بہ مو تن پہ مری الخ (گلزار ص ۷۸)
(۳) بہ سبب تقرب خدمت نصیر الدولہ جنرل اختر اونی ناظم دہلی مرجع و ماب اکابر دہلی بودہ۔ یک چند بہ مختاری راجہ پٹیالہ . . . . ماندہ (شیفتہ ص ۳۱)
(۴) پاکو برکت کی خبر (نغز ص ۱۰۲)

میں نے اس واسطے دل اپنا لگایا تھا نہیں
باتیں گھر والوں کی اپنے مجھے سنوائے کوئی (ورق ٥٤ الف)

شریک جلسے کے جب آکے تم ہمارے ہوئے
جو مدعی تھے ہمارے وہ سب تمہارے ہوئے

[1] دل بے تاب کو کس طرح سے ٹھہرائے کوئی
مجھے سمجھائے کوئی یا اسے سمجھائے کوئی

[2] مٹا نہ سوزش دل اشک کے بہائے سے
یہ آگ وہ ہے کہ بجھتی نہیں بجھائے سے

خوش نہ پابند محبت جو ہوا یار سے مل
خوب جی کھول کے رویا در و دیوار سے مل

[3] موسم گل ہے قفس ہی میں نہ ہو جان ہوا
مت نسیم سحری مرغ گرفتار سے مل

اشکوں کو ہا دیدۂ گریاں سمجھ کر
گھبرائے نہ عالم کہیں طوفاں سمجھ کر
پردہ نہ کہیں راز کا اٹھ جائے، اٹھانا
آنکھوں سے مری گوشۂ داماں سمجھ کر

وصل کی مجھ کو نہ امید رہی یار کے ساتھ
رات اک بوسے کی ٹھہری بہت انکار کے ساتھ

سرد مہری سے مری آتش دل بھڑکا کر
کون جاتا ہے چلا گرمی رفتار کے ساتھ

---

(۱) دل بوتاب کسی طور سی ٹھہرای کوئی (نغز ص ۱۰۲)
دل بی‌تاب کسی طرح سی الخ (کریم الدین ص ۳۱۱، شیفته ۳۲، سخن شعرا ٦٤)
(۲) مٹی نه سوزش دل (شیفته ص ۳۲، کریم الدین ص ۳۱۲)
(۳) مخ میں یه شعر حاشیی پر درج هی

. . . . . . نہیں گر سینۂ صد چاک کیے پیوند
ہو جائیں گے اک روز ہمیں خاک کے پیوند
یہ آہ رسا کس کی تھی اے یارو کہ جس سے
ہیں شمس و قمر روزن افلاک کے پیوند

قطعہ

خیلِ عشاق کی ہو کیوں کہ نہ شاہی مجھ کو
بر سرِ عام سناتا ہے دلِ زار اپنا
اس کا میں چاہنے والا ہوں کہ جو سمجھے ہے
سایۂ بالِ ہما سایۂ دیوار اپنا
زخمیِ تیر نے تیرے بہ دمِ نزع کہا
میں اسی رشک سے مرتا ہوں ستم گار سے مل
لب سے لب ہم کو ملانا نہ ہوا یا قسمت
اور لبِ زخم رہا یوں لبِ سوفار سے مل

قطعہ

تھی کل شبِ وصال پس از عمر ہم نشیں
تو سر گزشت پوچھ نہ کیا ماجرا کہیں (ورق ٥٤ ب)
پرساں تھے وہ تو حال جدائی کا اور ہم
اس سوچ میں تھے کیا نہ کہیں اور کیا کہیں
وہ تیری خاک پہ گریہ کناں گیا برکت
غرض ٹھکانے لگی تیری خاکساری آج
پہنچے آسیب نہ اس کو کہیں دل گیر نہ ہو
نالۂ شب میں الٰہی مرے تاثیر نہ ہو

میں تو کہہ دوں اسے پیغامِ زبانی قاصد
پر یہ خطرہ ہے تجھے جرأتِ تقریر نہ ہو
اس لیے خط اسے لکھتا ہوں یہ اللہ کرے
گریۂ ہوش ربا مانع تحریر نہ ہو

پی ہم بغیر تم نے صہبائے ناب کیوں کر
تنہا گلے سے اتری پیارے شراب کیوں کر

یہ حالت ہے مری تجھ بن، گیا تو جب کہ پہلو سے
نہ دست و پا میں جنبش ہے، نہ سر اٹھتا ہے زانو سے
تصور میں ترے گر کوئی چھیڑے ہے تو کہتا ہوں
ذرا دم لو کوئی آیا ہوا جاتا ہے قابو سے

شہیدِ ناز ہے سرو اس تری رفتار و قامت کا
غرض بولا سا قد تیرا نمونہ ہے قیامت کا

کس کی نگاہِ گرم رخِ نازنیں پہ ہے
جو منہ کا رنگ فق ہے، پسینہ جبیں پہ ہے
بے وجہ دل جلائے ہے میرا سپند وار
وہ خالِ خوش نما جو رخ آتشیں پہ ہے
جی بھر کے آہ کس نے یہ کی ہے کہ اب تلک
اک تہلکہ سا رات سے روئے زمیں پہ ہے
اب لی خبر تو کیا، ترے بیمار غم کی آہ
وابستہ زندگی نفس واپسیں پہ ہے

بے تاب دل بغل میں ہے اس سیم بر کو دیکھ
جس سے کہ یہ بھی کہہ نہیں سکتے ادھر کو دیکھ

بہائے چشم سے دریا کے دریا اضطرابی نے
دکھایا مجھ کو یہ عالم تری پوشاک آبی نے (ورق ۵۵ الف)

پنچھی (۱) پنچھی تخلص، شاعر عہد فردوس آرام گاہ ست، ازوست -

چمن میں نکتہ کہا جب صبا نے اس (۲) لب کا
دہن جو گل کا کھلا پھر مندا نہیں تب کا

بہجت بہجت تخلص، مولوی عبدالمجید، طالب علمے ست، ساکن دارالخلافہ، ازوست -

خورشید بھی شرمندہ ترے منہ سے، قمر بھی
ہے مشک تری بو سے خجل، (۳) عنبر تر بھی

بے ہوش بے ہوش تخلص، میر عبدالرشید، سیدے ست ساکن (۴) قصبۂ شکار پور، ازوست، منہ -

خورشید ہو مکھڑے سے ترے کیوں کہ مقابل
تو زلف ابھی کھولے تو ہو شام زمیں پر

بے کس بے کس تخلص، امام بخش، سیدے ست موذن مسجد (۵) جامع دارالخلافہ - ازوست -

ہو چکے دو ہی مولوی جامی [نامی ؟]
مولوی روم و مولوی جامی

(۱) گاہی پنچھی تخلص می کرد گاہی پنچھا، بعضی گویند کہ مرد ہندو نژاد خوش نہاد مطیع الاسلام پاکیزہ اعتقاد بود - و بعضی بر آنند کہ مسلمان بود ولی تخت وضع بی بہبود مانا بہ شکل ہنود (نغز ص ۱۱۲) شاہ پنچھا فقیری بود در شاہ جہان آباد، کاغذ و قلم ہم راہ داشت، ہر جا کہ می نشست می گفت و می وشت، ہم فارسی و ہم ہندی (حسن ۳۴) پہچا تخلص ایک شخص کا تھا - کبھی پنچھی تخلص کرتا تھا کبھی پنچھا (کریم الدین ۱۷۴)
(۲) تجھ لب کا (نغز ص ۱۱۲)
(۳) سنبل تر بھی (نغز ص ۲۱۳)
(۴) در قصبۂ شکار پور بہ معلمی ایام بسر می برد (نغز ص ۱۲۶)
(۵) خدمت مسجد کہ متصل لال کنوان برشاہ راہ واقع ست، بدو تعلق داشت - ہر چہ بر زبانش می آمد می گفت - غرضی بہ صحت قافیہ وردیف و موزونی بحرنہ داشت (نغز ۱۳۹) میر امام بخش ساکن دہلی ایک مسجد میں رہا کرتی تھی جواجمیری دروازی سی زیادہ فاصلی پر نہیں ہی (یاد گار ص ۴۵)

بے جان | بے جان تخلص، شیوسنگھ۔ شخصے ست از قوم ہنود۔[1] در رمل مہارتے دارد۔ ازوست۔

آسماں گرپڑیں گے ٹوٹ کے ٹکڑے ہو کر
[2]جب کہیں آہ ہماری میں اثر ہووے گا

برکت برکت تخلص، برکت اللہ خاں، [3]شخصے ست ذی اعتبار، در زمرۂ شعرائے فارسی گوے دارالخلافہ۔ گاہے شعرِ ریختہ ہم می گوید۔ ازاں جملہ است۔

جلا یاں تک تبِ غم سے دلِ غم ناک سینے میں
اگر ڈھونڈھے کوئی دل کو تو پاوے خاک سینے میں

نہ اندیشہ کرو پیارے کہ شب ہے وصل کی تھوڑی
تم اپنی زلف کو کھولو، سحر ہووے تو میں جاؤں

.... تخلص، شاعرے بود ہم عصرِ آبرو، ازوست۔ (ورق ۵۵ ب)

لم یلد مولا تو ہی بے شک ہے خاص و عام کا
سب ترے محتاج ہیں کیا اولیا کیا انبیا

نہ کہے کوئی دمِ قتل مری جان نہیں
ہے یہ ارمان مجھے اور کچھ ارمان نہیں

کان کو تیرے صدف سے کبھی تمثیل نہ دوں
وہ صفائی نہیں تشبیہ کما کان نہیں

سیرِ مہتاب کی ہم خاک کریں دریا پر
ہے یہ خورشیدِ قیامت مہِ تابان نہیں

---

(۱) کھتری ست (نغز ص ۱۲۰) (۲) جب کبھی الخ (نغز ص ۱۲۰)
(۳) از مردم کوتانہ است (شیفتہ ص ۳۱)

قطعـــه

شب کو پھرتے ھیں جو وحشت زدگاں نالہ کناں
سن کے کہتا ھے یہ بھاتی مجھے اے جان نہیں
حاکم شہر نہیں یا کہ عسس ھے معزول
یا کہ زنجیر نہیں یا کوئی زنـــدان نہیں

بے تاب ؛ بے تاب تخلص ، میرزا کلو نام ، از زمرۂ سلاطیناں ، قرۃالعین حضرت فردوس منزل انار اللہ برھانہ ۔ اشعارِ خوب می فرماید ۔ منہ ۔

واں ھے رقیب گرمِ سخن گل بدن کے پاس
لب ریز نالہ یاں ھے دل اس خستہ تن کے پاس

بیان بیان تخلص ، [1] خواجہ احسن الدین خاں ، شاگرد [2] حضرت میرزا جان جاناں مظہر رحمۃاللہ علیہ ۔ اصلش از کشمیر و مولد شاہ جہاں اباد ۔ مریدِ جناب مخدومی حضرت مولوی فخر الـدین صاحب قدس اللہ سرہ ۔ از چنـدے

(١) ،،احسان اللہ خاں نام ، سکونت دلی میں اختیار کی ، لیکن متوطن اکبر آباد کا تھا،،
(گلزار ص ٦٥) خواجہ احسن اللہ خاں (نغز ص ١٢٣) لیکن صفحہ ١٢٤ پر ،،خواجہ احسن الدین خاں،، لکھا ھے ۔ ،، خواجہ احسن اللہ ، مولدش خاکِ پاکِ اکبر آباد،،
(چمنستان ص ٥٢) ،، خواجہ احسن اللہ ، مولدش شاہ جہان اباد (حسن ص ٢٦)
خواجہ احسن اللہ (گردیزی ٢٧ مخزن ٤٧ شیفتہ ص ٣٧) اشپرنگر نے قائم ، شورش ، گردیزی کے حوالے سے لکھا ھے کہ ،،بیان ساکن آگرہ تھے،، شورش و گردیزی کا حوالہ تو صحیح ھے ، لیکن قائم کا حوالہ صحیح نہیں ۔ قائم نے دھلوی یا اکبر آبادی ہونے کے متعلق کچھ نہیں لکھا ھے ۔

(٢) اشپرنگر نے لکھا ھے ،،یہ قاسم کے شاگرد تھے جو ان کی مثنوی کو ،، چیک نامہ ،، کہتے ھیں ۔ ،،قاسم نے نغز میں یہ نہیں لکھا ھے کہ بیان میرے شاگرد تھے ۔ بلکہ یہ لکھا ھے کہ وہ میرے ساتھ سبق کی تکرار کرتے تھے،، ۔ تکرارِ سبق خود بیش تر بلکہ بلا ناغہ می فرمود،، (نغز ص ١٢٤)
یادگار میں بیان کی مذکورۂ بالا مثنوی کا نام ،، جنگ نامہ،، لکھا ھے قاسم نے ،،چنگ نامہ،، لکھا ھے ۔ اور ایک نسخے میں ،،چیک نامہ،، درج ھے ۔ حسن نے اس کا نام ،،چنگ نامہ،، لکھا ھے ۔

به طرف [1] حیدر آباد رفته درسرکار نواب نظام علی خان مرحوم ۔ در ریختہ گوئی مشاق و خوش فکرست و مربوط گو و صحیح البیان ۔

[2] رو کے جب میں نے کہا مرتا ہے یہ بیمار آج
مسکرا کر وہ لگا کہنے کہ اس کا کیا علاج

کہتا [3] نہیں میں عرش پہ اے نالہ جا پہنچ
کانوں تلک تو اس کے تو اے نار سا پہنچ (ورق ٥٦ الف)

میری محنت پہ کیوں نگاہ نہ کی
کبھی جھوٹی بھی واہ واہ نہ کی

مجھے غم سے اس واسطے پیار ہے
کہ میرے برے وقت کا یار ہے

اے مسیحا مجھ کو تو زندہ نہ کر
ان لبوں سے دیکھ شرمندہ نہ کر

ہم دم نہ فکر کر کہ مرا کام ہو چکا
جو [4] دل یہی ہے تو مجھے آرام ہو چکا

قفس میں رہائی کے لیے کیا کیا نہیں کرتا
تڑپتا ہوں، پھڑکتا ہوں. کوئی پروا نہیں کرتا

[5] رخصت ہے عقل و ہوش کو چاہیے جہاں رہے
اے ساکنانِ کوے بتاں ہم تو یاں رہے

(۱) ۱۷۹۲ ع کو حیدرآباد گیا (کریم الدین ص ۱۵۵)
(۲) رو کر اس سو میں کہا مرتا ہو یہ بیمار حیف (گلزار ص ٦٦)
رو کر اس سو میں کہا مرتا ہو یہ بیمار آج (حسن ص ۲۷)
(۳) کہتا نہیں میں عرش پہ ای آہ جا پہنچ ہ کانوں تلک بتوں کی تو ای نارسا پہنچ (چمستان ص ٥٦)

(٤) گر دل مرا یہی ہو تو آرام ہوچکا (گلزار ص ٦٦)
(٥) رخصت ہو چشم و عقل جہاں چاہو جا رہو (سخن شعرا ص ۷۰)

کیا دیکھتے ہو دل کو مرے تم الٹ پلٹ
آیا ہے گر پسند تو اے مہرباں رہے

خدا کرے کہ خفا ہوکے جی نکل جاوے
کہیں شتاب یہ [1] جھگڑا چکے خلل جاوے

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی
[2] ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی

شب فراق کی دہشت سے جان جاتی ہے
ہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات آتی ہے

جاتا ہے یار کچھ تو بیاں منہ سے بول لے
اے بے نصیب مانعِ گفتار کون ہے

مت آئیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی
[3] جس طرح گیا روز گزر جائے گی شب بھی

[4] کافر ہوں جو زیادہ کچھ (اس سے) آرزو ہو
[5] اک بے خلل مکاں ہو اک میں ہوں اور تو ہو

بےتاب بےتاب تخلص، از نامش اطلاعے نیست، شاگرد محمد [6] قائم احوالش بہ سماعت نہ رسیدہ۔ مقطعِ غزلش جائے بہ نظر درآمدہ، می نگارد۔ منہ۔ (ورق ٥٦ ب)

(١) یہ قصہ (نغز ص ١٢٥) یہ قضیہ (ہندی ص ٣٨)
(٢) پیارو وہ تری الخ (مخزن ص ٤٧)
(٣) جس طرح کٹا روز الخ (نغز، گلزار، حسن، ہندی، مخزن، شیفتہ، سخن شعرا)
(٤) کافر ہر جس کو دل میں کچھ اور آرزو ہو ٭ اک مختصر سی جا ہو بس میں ہوں اور تو ہو (گلزار ص ٦٧)
(٥) اک ہی خلل مکاں ہو بس میں ہوں الخ (شیفتہ ص ٣٧، سخن شعرا ص ٧٠)
اک ہو خلل سی جا ہو بس میں ہوں الخ (ہندی ص ٢٩)
(٦) تخلص شاہ حاتم کی ایک شاگرد کا ہو (سخن شعرا ص ٧١)

بے تاب بھی کیا جواں تھا اے وائے
ہو خانــہ خراب اس اجل کا ۔

برق | برقؔ تخلص، بھگوان دت، از ساکنانِ لکھنؤ ست۔ احوالِ او مفصل دریافت نہ شدہ۔ یک شعر ازو بہم رسیدہ، نگاشتہ شد، شعر ازوست۔ منہ۔

[۱] نتھ کے حلقے میں ترے زور لٹکتا ھے بلاق
خوں مرے پینے کو کیا آپ نے پالا بچھو

بے تاب بے تاب تخلص، [۲] محمد علیم. از سکنۂ الہ آباد، رویۂ شعر گوئی بہ آئین مرغوب بہ دستش افتادہ۔ بہ زعمِ خود استاد وقتِ خود ست۔ منہ۔

جی کیوں کہ بچے جب کہ حلاوے جگر آتش
سب بستی کو ڈر ھے جو لگے ایک گھر آتش

بہادر بہادر تخلص، راجہ بینی [۳] بہادر، از راجگانِ ضلع صوبۂ بہار۔ ازوست۔ منہ۔

سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی
ھمارے جامۂ کہنہ سے مے کی بو نہ گئی

بے جان بے جان تخلص، زور آور خاں نام، متوطنِ قصبۂ کول۔ ازوست۔

جب سے کچھوے کو دعا شیخ نے دی ھے بے جان
لیے دن رات وہ پھرتا ھے سپر پانی میں

بشیر بشیر تخلص، میر بشارت علی، اصلش از دار الخلافہ۔ از چندے بہ لکھنؤ رفتہ بود۔ وقتِ مراجعت در اثناے راہ بہ علتِ ہیضہ رحلت نمود۔ شاگرد میر نظام الدین ممنون فخر الشعرا۔

(۱) نتھ کی حلقو میں تمہاری یہ لٹکتا ہو بلاق ٭ خون مرا پینے کو یا آپ نے پالا بچھو (نغز ص ۱۷۷)
(۲) محمد علیم الدین (نغز ۱۲۸)
(۳) قوم کایتھ، باشندۂ لکھنؤ، مختار اور مدار المہام سرکار نواب وزیر شجاع الدولہ (آثار ۲۱)

یا رب، نہ کھلے زلفِ گرہ گیر کسو کی
وابستہ ہے واں خاطرِ دل گیر کسو کی

شاید دل بے تاب (کو) تسکین ہو اپنے
کھنچوا کے رکھوں سینے پہ تصویر کسو کی (ورق ٥٧ الف)

دل بے تاب پہ ہم ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں
دیکھتے ہیں تجھے حسرت سے پرے بیٹھے ہیں

بے ہوش بے ہوش تخلص، دیدار بخش نام، قومِ شیخ، متوطنِ مستقر الخلافہ اکبر آباد۔ روزگار پیشہ۔ (بہ) معلم گری بسر می برد۔ مرد رنگیں مزاج و خوش کلام است۔ ازوست۔ منہ۔

ابروے یار نے کی ہم سے کجی کیا کیجے
اب کسی طور سے بچتا نہیں جی کیا کیجے

اس کی یاں آنے کی تھی شام کو نوبت بے ہوش
سو تو اب شام کی نوبت بھی بجی کیا کیجے

بے جان بے جان تخلص، عزیز خاں، از قومِ افاغنہ، احوالش کما ھی معلوم نیست۔ لیکن سخناش مطبوعِ طبائع۔

ایسے نادان ہیں ہم تم کو نہ پہچانیں گے
ہم سخن غیر سے ہوتے ہو جو آواز بدل

پیچ دیتا ہے تجھے کہہ کے برادر یہ رقیب
اس سے دستار نہ اے خانہ برانداز بدل

بے قرار بے قرار تخلص، میر[1] کاظم حسنین، سیدِ صحیح النسب، جوانے ست مودب، شاگردِ میاں نصیر، کلامش رنگین و سخنش دل چسپ ست۔ از کلامِ اوست۔

(۱) مرزا کاظم حسن المعروف بہ میر قمرو ہمشیر زادۂ سید رضی خاں بہادر صلابت جنگ (نغز ۱۲۷)

زلف کھول اس نے جو عارض پہ دکھائی مجھ کو
ایک جا شام و سحر پھر نظر آئی مجھ کو

ظرف بس دیکھ لیا ساقیِ گل فام ترا
ساغرِ گل میں نہ مے تونے پلائی مجھ کو

ماصحا سیم تنوں کا ہوں میں دیوانہ سدا
کرو وابستہ بہ زنجیرِ طلائی مجھ کو

بے قرار ایسی ہی اک اور غزل پڑھتا ہوں
سن کے تحسین نہ کرے کیوں کہ سائی مجھ کو

شبِ ہجراں میں ذرا نیند نہ آئی مجھ کو
اس کی کیوں یاد دلا تو نے دلائی مجھ کو (ورق ۵۷ ب)

اس کے دندانِ مسی زیب جو مستی میں کھلے
برق سی ایک چمکتی نظر آئی مجھ کو

بے خود بےخود تخلص، نراین داس، قومِ مہاجن، ساکنِ دہلی، اصلاحِ شعر از حضرت خواجہ[1] میر درد صاحب علیہ الرحمہ گرفتہ۔ چند مرتبہ در مجلس مشاعرۂ مہدی علی خاں مرحوم دیدہ شد۔ اکثر اشعارش ہم وارست ازوست۔

سرِشکِ گرم سے میرے بہا سیلاب آتش کا
بنا ہے یا الٰہی یہ دلِ بے تاب آتش کا

چمن میں آگ موجِ رنگِ گل نے جب سے دی تجھ بن
نظر آتا ہے ہر یک گل ہمیں گرداب آتش کا

مری آنکھوں سے دیکھے سیلِ اشکِ گرم کو آکر
نہ دیکھا ہو کسی نے گر[2] کہیں تالاب آتش کا

(۱) نغز میں لکھا ہے کہ یہ ہدایت اللہ ہدایت اور ثناء اللہ خاں فراق سے بھی مشورۂ سخن کرتے تھے
(۲) نہ دیکھا ہو کسو نے جو کبھو تالاب آتش کا (نغز ۱۲۶)

مئے گل گوں کو چشم کم سے تو مت دیکھ اے زاہد
بنایا ہے یہ اعجاز مغاں نے آب آتش کا
کیا کہوں میں حال دل بہ عشق کا بیمار ہے
جس سے مجنوں مر گیا اس کو وہی آزار ہے

گذرا دن اور اضطرابی آئی
بے خود کیا تمام غم شتابی آئی
جوں توں کر پہاڑ سا تو کاٹا تھا دن
اب رات آئی بڑی خرابی آئی

پہنچ سکتی ہے اس کی گرمی چہرہ کوکب اخگر
اگر سو سو طرح کے روپ دکھلائے نہ اب اخگر
حرام ان پر ہے یعنی آتش دوزخ جو عاشق ہیں
کرے ہے تو نہ جلنے سے مرے اب کیا عجب اخگر
[1] گلے میں دھکدگی اب لعل کے ٹکڑوں کی مت باندھو
بدخشاں میں کہیں صاحب نہ [2] برسے اس سبب اخگر

بیباک بے باک تخلص، میر نجف علی، سید صحیح النسب۔ اصلش از عرب، ار اولاد (ورق ۵۸ الف) حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام۔ مولدش قصبۂ کول، از مضافات دارالخلافہ، شعر خوب (و) دل چسپ می‌گوید۔ شاگرد غلام ہمدانی مصحفی ست و در فن طبابت ہم مہارتے دارد۔ ازوست، منہ۔

هم کو لیل و نہار نے مارا گردش روزگار نے مارا

صیاد یہ ہوس ہے دل داغ دار میں
گل پوش کر قفس کو مرے نوبہار میں
داد خواہوں سے [3] بھر گئے رستے اس کا جس کوچے سے گزار ہوا

(۱) گلو میں اور بسی اب لعل کو ٹکڑوں کی مت پہنو (نغز ۱۲۶)
(۲) نہ برسیں (نغز ص ۱۲۶)
(۳) گھر گئو (ھدی ص ٤۱)

بے تاب بے تاب تخلص ، [1] خدا وردی خاں ، برادر کوچکِ سعادت یار خاں رنگین تخلص ، که ذکرش در حرف الرا مذکور خواهد شد ۔ جوانے ست سپاهی وضع ۔ بسیار مودب و خلیق و یار باش و فهیم و کم گو ۔ از راقم تعارف تمام دارد و شعرِ ریخته خوب می گوید ۔ شاگردِ [2] میر نظام الدین ممنون ۔

هجر میں کاش نکل جائے کہیں دم اپنا
ہے سوال اب تو خدا سے یہی پیہم اپنا

مجھ سے وہ ہر دم کہے ہے [3] اپنا خنجر دیکھ کر
قتل کیجے تجھ کو جی چاہے ہے اکثر دیکھ کر

آبلہ پا کا مرے دشت کے ہر خار سے مل
یہی کہتا ہے کہ آ یار ذرا یار سے مل

زلفِ خوباں میں عبث دل کو پھنسایا ہم نے
مفت میں آپ کو سودائی بنایا ہم نے

کچھ اے پتنگ اپنے دل میں [4] تو منفعل ہو
ہم قدر میرے دل کا سوزش میں تو نہ آیا (ورق ۵۸ ب)

تو خاک تب ہوا جب محفل میں شمع آئی
اس دم جلا [5] میں جس دم وہ شمع رو نہ آیا

پروانہ پروانہ تخلص ، [6] علی شاہ مرادآبادی ، جوانِ قلندر مشرب و از قیدِ تعلقاتِ دنیا وارسته ، مثلِ فرقهٔ بےنوایاں به خوردنِ مسکرات میلے داشت ۔ می گویند گاهے کشفے هم ازو مفهوم می گردید ۔ شاگرد محمد قائم ۔

(۱) .. ظریف تخلص ، خدا یردی خاں که پیش تر بےتاب تخلص می کرد (نغز ۳۷۱)
(۲) شعرش به اصلاح برادر بزرگش می رسد (نغز ۳۷۱)
(۳) آپ خنجر دیکھ کر (نغز) (٤) اپنے تو دل میں منفعل ہو (نغز)
(۵) یہ (نغز) (٦) اسمش پروان علی (گلزار ص ٧٦) پروانہ علی شاہ (هندی ٤٥)

اشعارش شیریں و دل چسپ ست۔ منه۔

آج ثابت نه رهے دل (نه) کوئی حال درست
اس کی مژگاں ہے کیسے پھر پر و پیکان درست
[1] کھا تیغ نگه جب ترے عاشق کو غش آیا
گویا که دم نزع میں بسمل کو غش آیا

باقر باقر تخلص، میر باقر علی، برادرِ خرد میر فرزند علی [2]۔ موزون تخلص، مرد متوا ضع و مودب و یار باش۔ در مرثیه گوئی مهارتے دارد، و گاه گاهے فکرِ ریخته گوئی هم می کند۔ اروست۔

جورِ بتاں سے سینے میں [3] هر دم خراش هے
دل ٹکڑے ٹکڑے سب هے جگر پاش پاش هے

برق برق تخلص، میاں شاه [4] جی نام، جوان رعنائے ظریف مزاج، خوش طبع، شاگردِ غلام همدانی مصحفی۔ سخنش عاشقانه است۔ ازوست۔ منه۔

یوں لاکھوں دنیا میں تو کچھ کام نہیں (هے)
والله که تجھ بن [5] همیں آرام نہیں هے
کیا دهوم سے امڈی هے گھٹا ایسی هوا میں
افسوس که ساقی و مے و جام نہیں هے

بلیغ [1] بلیغ تخلص، حاجی قدرت الله نام، از اولادِ حضرت فخرالدین زاهد که ولی اکمل (ورق ۵۹ الف) بودند، منسوب ست۔ متوطن اوادن متعلقه قصبه سراند۔ شخص مرتاض، صوفی مشرب، در علومِ متداوله ماهر، به زیارت حرمین شریفین مشرف گشته۔ دیوانے ضخیم در زبانِ فارسی ترتیب داده۔ (قصیدهٔ [6]۔ هندی به نظر در آمده) مطلعش نگاشته شد۔

(۱) هندی اور نغز میں یه شعر راجه جسونت سنگھ پروانه کے نام درج هو
(۲) " شاگرد برادر مهین خود ست " (نغز ص ۹۷) (۳) کیا کیا (نغز ص ۹۷)
(۴) میاں شاه جیو (هندی ۴۵) (۵) بجھو (هندی ص ۴۵، نغز ص ۱۰۰)
(۶) قوسین کی عبارت مخ میں حاشیه پر درج هے۔

خوشی و غم [جو ؟] زمانے میں نہ ہوتے توام
خنـــدۂ صبح پہ زنہار نہ روتی شبنم

بالا | بالا تخلص، رحیم رسول نام، ساکنِ قصبۂ نارھڑہ [؟] بزرگانش متوطن بلگرام بودند ـ از اولادِ حضرت شاہ برکات قدس سرہ، ازوست، منہ ـ

اس کے گھر میں جو وہ روشن ہے اگر کی بتی
مجھ کو دے وے تو کروں زخمِ جگر کی بتی

بے تاب بے تاب تخلص، سیوک رام، احوالش مطلق معلومِ راقم نہ گشتہ ـ چند شعرش کہ بہ دست آمدہ، نگاشتہ شد ـ ازوست، منہ ـ

نہ رہے باغ جہاں میں [1] کہیں آرام سے ہم
پھنس گئے قید قفس میں جو چھٹے دام سے ہم

محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا اے ہمنشیں راہیں
کہ خوباں یوں ہمیں دکھ دیں ہم ان کو اس طرح چاہیں

برشتہ برشتہ تخلص، میاں مشرف، [2] از شاگردانِ بھوری خاں آشفتہ تخلص، دو سہ بار در مشاعرہ دیدہ شد ـ مقطعے ازو بہ خاطر ماندہ نوشتہ می شود ـ ازوست، منہ ـ

رشتـــہ توڑا برشتـــہ الفت کا
دیکھ اس نے شکستہ حال ہمیں (ورق ۵۹ ب)

بھید | بھید تخلص، میر میراں صاحب، کہ سید نوازش خاں خطاب داشت، خلف سید مرتضی خاں ایلچی ایران، کہ برادر نواب معتمد خاں مرحوم بودہ ـ کلامش پاکیزہ است ـ

(۱) کبھو (نغز ص ۳۷۸)
(۲) شرف الدین (نغز ص ۱۰۰، سخن شعرا ص ۶۳)

گہ گر باغ [1] میں وہ سروِ خراماں گزرے
اشکِ قمری سے گلستاں میں طوفاں گزرے

بس کہ ہے آتشِ غم تیز مرے سینے میں
ناوکِ ناز ترا دل سے بھی سوزاں گزرے

پروانہ پروانہ تخلص، راجہ جسونت سنگھ، پسرِ راجہ بینی بہادر، کہ رکنِ رکین نواب وزیرالممالک شجاع الدولہ مرحوم بود۔ شاگردِ [2] سرپ سنگھ دیوانہ۔ شخص خلیق و خوش شمائل و خنداں رو۔ سامعاں از نظمش محظوظ۔ منہ۔

ایک دن دیکھا نہ تو عاشق کی غم خواری کرے
بے وفا تجھ سے کوئی کب تک وفاداری کرے

غمِ فراق سے تو بس کہ کوفت جاں پر ہے
شکستگی مرے ہر ایک استخواں پر ہے

نسیمِ آہ نہیں شاید کسی کی کی تاثیر
شکفتگی سی [3] ترے غنچۂ دہاں پر ہے

روئے کتابی سے ہے مخزنِ اسرار علم
رکھے ہے کاکل سے وہ شملہ بہ مقدار علم

بخشی | بخشی تخلص، حسین بخش، از سکنائے مستقر الخلافۂ اکبر آباد ست۔ معاش بہ پیشۂ بزازی بسر می برد۔ ازوست، منہ۔

ترا در چھوڑ صاحب ہم نہ آویں گے نہ جاویں گے
اسی دہلیز کے بندے ۔۔۔۔۔ کہاویں گے

(۱) سو (نغز ص۱۱۳)
(۲) در فارسی گوئی شاگرد سرپ سنگھ دیوانہ است، در فن ریختہ گوئی اول تلمذ بہ سخن سنج بے نظیر محمد تقی میر نمودہ، واز ان پس بہ میر حسن مرحوم استفادہ فرمودہ۔ و در آخر از ہمہ وارستہ بہ میاں غلام ہمدانی مصحفی توسل جستہ (نغز ص ۱۵۲)
(۳) شگفتگی سو ترا غنچۂ دہاں نہ رہا (نغز ۱۰۲)

کہوں ہوں جس سے میں ان کو بلا لانا یہ کہتا ہے
مجھے ناحق ہو دوڑاتے نہ آویں گے نہ جاویں گے

بے کس بے کس تخلص، میرزا محمد، قومِ مغل، سکنۂ عظیم آباد، گاہ گاہے شعرِ ریختہ می گفت۔ (ورق ٦٠ الف) رباعی کہ در هجوِ شخصے گفته بود، از مدتے به یاد مانده، ثبت کرده شد۔ منه۔

ظاہر میں تو ایسے ہیں کہ ماشاءاللہ
سب کہتے ہیں [1]۔ ایک ہوں گے انشاءاللہ

باطن میں جو دیکھا انہیں اتنے ہیں پوچ
لاحول و لا قوۃ الا باللہ

بے نوا بے نوا تخلص، مقبول شاہ، درویشے ست نوجوان، شاگردِ میر عزت اللہ عشق۔ اروست، مطلع۔

نہیں جزدید مطلب اور ہم اے جان رکھتے ہیں
ہمارے سر پہ ناحق لوگ کچھ بہتان رکھتے ہیں

پیام[1] پیام تخلص، شرف الدین علی خاں اکبر آبادی. شاعرِ زبردست۔ در فارسی گوئی استادِ عہدِ خود بوده۔ احوالش در تذکره هاے سراج الدین علی خاں آرزو و علی قلی خاں واله مفصل مندرج ست۔ گاهے شعرِ ریخته هم می گفت۔ از حوش فکری اوست۔

بات منصور کی فضولی ہے ور نہ عاشق [2]۔ کو آہ سولی ہے

قطعہ

دلی کے کج کلاہ لڑکوں نے کام عشاق کا تمام کیا
[3]۔ ایک عاشق نظر نہیں آتا ٹوپی والوں [4]۔ کو قتل عام کیا

(۱) زیادہ (نمز ۱۲۹)   (۲) " کی " (گلزار ص ٦٩)
(۳) " کوئی " (چمنستان ص ۵۰)   (٤) " نو، (چمنستان، گلزار)

[1] لام نستعلیق کا ھے اس بتِ کافر کی زلف
ھم تو کافر ھوں اگر بندے نہ ھوں اسلام کے

حرف التاء المثنی

تاباں تاباں تخلص، میر عبدالحی، در عہدِ حضرت فردوس آرام گاہ بود۔ خوبی حسن و جمالش شہرۂ آفاق ست۔ اشعارش اکثر بر زبانِ خلائق جاری ست۔ (ورق ٦٠ ب) شاگردِ [2] شاہ حاتم و مولدش دارالخلافہ۔ در عینِ شباب بہ حسبِ تقدیر بہار جانش را خزانِ فنا برباد دادہ، باعث تحسر و تالم و تاسف عالمے گشتہ۔ خدایش بیامرزد۔ تصنیفاتش بسیار ست۔ ازان جملہ چند بیت، ثبت می نماید، منہ۔

گل زمیں سے جو [3] نکلتا ھے بہ رنگِ شعلہ
کون [4] دل سوختہ جلتا ھے تہ خاک ھنوز

قیامت مجھ پہ کل کی رات اس کے ھجر میں لائی
نہ آیا یار میرا آج بھی، وہ رات پھر آئی

کس سے فریاد کروں میں کہ وہ ھرجائی ھے
[5] ھائے اس بات میں اپنی بھی تو رسوائی ھے

(١) سرور نے ورق ٢١ الف پر یہ شعر احسن اللہ خان احسن سے منسوب کیا ھے۔
(٢) از شاگردان میرزا محمد علی حشمت (حسن ٣٥) اگرچہ زبانی شاہ حاتم در ابتدا شاگردِ شاہ حاتم ست۔ اما آنچہ شہرت دارد و واقعی ست این ست کہ بہ شاگردیِ محمد علی حشمت ... بسیار سر بردہ۔ (ھندی ٤٨) ظاھرا تحصیل علوم بہ خدمت حشمت کردہ باشد و اصلاح شعر از حاتم می گرفت (چمنستان ص ٥٣٤) مرزا رفیع سودا بھی ایک نظر توجہ کہ ان کو حال پر تھی، اکثر اشعار کو ان کی اصلاح کرتے تھے (گلزار ص ٨٢)
(٣) جو نکلے ھے (شیفتہ ص ٢٨، شورش ص ١٠٦)
(٤) کون جاں سوختہ الخ (شیفتہ ص ٣٨)
(٥) آہ اس بات میں تو اپنی ھی رسوائی ھے (معز ١٣٣)
آہ اس بات میں میری بھی تو رسوائی ھے (شیفتہ ٣٩)

ھاتھ میں اس کے ھاتھ تھا ھیہات
دل مرا گم ھوا ھے ھاتھوں ھات

آئی بہار شورشِ طفلاں کو کیا ھوا
اھل جنوں کدھر گئے یاراں کو کیا ھوا

اس جامہ زیب غنچہ دھن کو چمن میں دیکھ
حیران[1] ھوں کہ گل کے گریباں کو کیا ھوا

ھوتا تمھارے عشق میں کیوں درد سر مجھے
یہ رنگِ صندلی نہ حوش آتا اگر مجھے

ھمیں سرمہ سا چشم نے اس کی مارا
کفن سرمئی کیجو یارو ھمارا

جب رات تھی دراز ملاقات کم ھوئی
ملنے کے دن جو آئے تو اب رات کم ھوئی

[2] آنکھ دکھتی ھے جو عاشق کے لگا گال سے خوب
زرد سو وجہ ھے ظالم ترے رومال سے خوب

تمھارے ھاتھ سے پاکر بہت آزار دل میرا
بتاں ساری خدائی سے ھوا بیزار دل میرا

ھجر میں ساقی کے مارو جب کبھی آتا ھے ابر
تو ھمارے سر پہ کیا روزِ سیہ لاتا ھے ابر (ورق ٦١ الف)

رباعی

[3] ھوتا ھوں ترا جو اشتیاقی ساقی
بے خود ھو پکارتا ھوں ساقی ساقی

---

(۱) حیران ھوں میں کہ الخ (ھدی ۴۹ نغز ص ۱۳۲)
(۲) یہ شعر نغز میں میر محمد محسن تجلی کے نام لکھا ھوا ھے
(۳) ھوتا ھوں جو تیرا الخ (شورش ص ۱۰۷)

ہے مجھ کو خمار شب کا، لا صبح ہوئی
شیشے میں جو کچھ کہ [1] ہے ہو باقی ساقی

رباعی

مدت میں حقیقت اس جہاں کی جانی
یاں دل کا لگانا ہے بہت نادانی
دانا ہے اگرچہ تو سمجھ اے تاباں
[2] باقی اللہ اور سب کچھ فانی

تمنا تمنا تخلص، محمد اسحاق خاں، متوطنِ دار الخلافہ۔ چندے در بنارس رفتہ بود، بہ سرکار مرشد زادۂ عالمیان میرزا جہان دار شاہ مرحوم ملازم گشتہ۔ شعرِ برجستہ می گفت، ہماں جا ودیعتِ حیات بہ متقاضی اجل سپرد۔ خدایش بیامرزد۔ منہ۔

تڑپ رہا ہے کوئی خستہ جاں زمین کے تلے
[3] رہے ہے زلزلہ جو ہر زماں زمیں کے تلے
رہیں کرایہ کی جاگہ میں کب تلک اے دل
ہمیشہ رہنے کو لیجیے [4] مکاں زمین کے تلے
جب درد کے لشکر نے کیا دل پہ گزارا
جو زخم تھا سینے پہ بڑھے جاؤ پکارا
کل بلبلیں چمن میں غزل خواں جو آئیاں
ہم نے بھی ان کو ایک کی سو سو سنائیاں

تعشق تعشق تخلص، میر سید محمد، سیدِ صحیح النسب، جدِ بزرگ وارِ ایشاں مالکِ مقاماتِ عالی بودند و از درویشانِ مشاہیرِ اکملِ دار الخلافہ۔ از چندے ذوقِ شعرگوئی در خاطرش جا گرفتہ، لہذا اشعارِ ریختہ می‌گوید۔

(۱) مو ہو الخ (نکات ص ۱۱٤)
(۲) باقی باللہ (نغز ص ۱۳۳)
(۳) اٹھو ہو زلزلہ الخ (نغز ۱٤٦)
(٤) لیں اب مکاں (نغز ۱٤٦)

شاگردِ حافظ میر عزت الله عشق ـ قرابت [1] صهری نیز با میر موصوف دارد و [2] طالب علم ست ـ ازوست ـ (ورق ٦١ ب)

خیال چشم و ابرو دل میں ہم جانانہ رکھتے ہیں
تعجب ہے کہ یک جا مسجد و مے خانہ رکھتے ہیں

تجلی [1] تجلی تخلص، میر [3] محمد حسین المشهور به میاں حاجی، ولد میر محمد حسن کلیم، همشیر زادۂ میر محمد تقی میر ـ جوانے یار باش، و خوش خلق و شاعرِ [4] مسلم الثبوت، اشعارش اکثر زبان زدِ عالم، در فنِ سپاه گری عمرے بسر برده ـ با عاصی اخلاصِ تمام داشت و در مشاعره اکثر می آمد و بود و باش در سرائے باغ بیگم که اتصال به چوک چاندنی دارد، داشت ـ بسیار خوش اختلاط و متواضع ـ از چندے به لکھنؤ رفته بود ـ حالا به سمع رسیده که از دنیائے فانی رحلت گزید، خدایش بیامرزد ـ از کلامِ فرحت انجامِ اوست، منه ـ

گل مری تربت پہ نم غیروں سے بھجوانے لگے
مر گئے پر بھی مجھے یہ داغ دکھلانے لگے

تمہارے جب سے خطِ سبز کا خیال کیا
گلوں کے وصف سے ہم نے زباں کو لال کیا

شب خیال اس چشم کا دل سے زبس ہم خانہ تھا
اشک کو میرے خرامِ لغزشِ مستانہ تھا

نشے میں آنکھوں سے اس بت نے جب سلام لیا
گرا ہی ہوتا میں زاہد، خدا نے تھام لیا

(۱) کذا (۲) بالفعل مدرس مدرسۂ انگریزی واقعِ شاه جهان آباد ست (شیفته ۴۳)
(۳) میر محمد محسن مرحوم، فرزند دل بند میر محمد حسین کلیم . . . مثنوی لیلیٰ مجنوں به طور خود خوش گفته (بحر ص ۱۲۴) میر حسن علی تجلی (دستور ص ۷۷) میر حسن عرف میر حاجی دهلوی، خلف میر محمد حسین کلیم، شاگرد و خواهر زادۂ میر تقی میر (سخن شعرا)
(۴) به زعم راقم رویۂ میر سوای مشار الیه در کلام هیچ کس یافته نه می شود (دستور ۷۷)

طرب کا رنگ رخِ گل پہ آشکار آیا
۱- کلی سے کھل گئے جونہیں سنا وہ یار آیا

بہ شوق دیکھو پسِ مرگ بھی تجلی نے
کفن میں کھول دیں آنکھیں سنا جو یار آیا

عشق میں کرتے ہیں بدنام تجلی کو عبث
وہ بچارا کبھو اس کوچے ۲- سے آیا نہ گیا

صبح آ سوز و گدازِ عشق کی خلوت میں دیکھ
شمع ہو فانوس میں ۳- تو میں ہوں پیراھن کے بیچ (ورق ٦٢ الف)

روئیے اتنا فلک تک پہنچے اوج موجِ اشک
ماہ بھی تڑپا پھرے پانی میں ماھی کی طرح

. . . . دم بہ دم جاتی ھے اب
تیری رونق یاں چراغِ صبح گاھی کی طرح

. . . . پھیریں نہ وہ پیار سے آنکھیں
کیوں پھیر لیں یار اپنے گنہ گار سے آنکھیں

سوجھی ھمیں کیفیتِ اسرارِ دو عالم
دو جام ملے خانۂ خمار سے انکھیں

اتمامِ عبارت کی جگہ کرتے ھیں جوں بیض [؟]
عاشق کی ترے ۴- لگ گئیں طومار سے آنکھیں

صد شکر کہ شب دیکھے ترے وار ستم کے
یہ زخم نہیں ہوگئیں تروار سے آنکھیں

تر دامں آگیا جو میں روزِ حساب میں
کہنے لگے بتھاؤ اسے آفتاب میں

(۱) کلی سی کھل گئی جوں ہی وہ گل عذار آیا (نغز ۱۳۵) طرب سو کھل گئو جوں ہی وہ گل عذار آیا (ھندی ٥٠)
(۲) اس کوچہ میں (ھندی)
(۳) یوں (ھندی ٥٠)
(٤) لگ چاہیں (نغز ص ۱۳٦)

اک تو مارا مجھے ہردم کے ترے ناز نے ہاے
دوسرے طعنۂ یارانِ نظر باز نے ہاے

چمکتے ہیں [1] ترے دنداں، مرے رونے پہ ہنستا ہے
ادھر بجلی چمکتی ہے اُدھر باراں برستا ہے

ہم طرز جنوں جب کبھی ایجاد کریں گے
پھر قیس کی محنت کو بھی برباد کریں گے

تحسین تحسین تخلص، منشی حسین عطا خاں، ساکنِ قصبۂ اتاوہ. از اشراف الضلع است۔ روزگار به عمدگی گزرانیده۔ شوقِ ریختہ گوئی در خاطرش متمکن۔ ازاں جمله است ایں دو شعر۔

بٹھا گیا ہے کہاں یارِ بے وفا مجھ کو
اٹھا سکا نہ کوئی مثلِ نقشِ پا مجھ کو

کبھی مقیمِ حرم ہوں کبھی ہوں ساکنِ دیر
کیا خراب مرے دل نے جا بجا مجھ کو

تصور تصور تخلص، سید رجب علی، باشندۂ دار الخلافه، شاگرد شاه نصیر، اشعارِ (ورق ۶۲ ب) دل چسپ می گوید۔ ازاں جمله است۔ منه۔

بالا نہ کان کا تہِ کاکل دکھا مجھے
یہ رات وصل کی ہے نہ بالا بتا مجھے

تاثیر تاثیر تخلص، میر صادق علی، مردِ خوش گو و خوش فکر معلوم می گردد۔ از باشنده هاے حیدر آباد۔ در تعریفِ شمشیرِ نواب وزیر گفته۔ منه۔

اعدا کی صف پہ جب چلے وہ تیغِ آب دار
ہوں ایک کے تو دو ہیں اور دو کے ہوویں چار

تقی تقی تخلص محمد تقی، متوطنِ دار الخلافه۔ جوانِ طالب علم۔

(۱) در دنداں (نغز ۱۳۶)

در خوش نویسی مہارت دارد۔ متصف بہ صلاح و تقوی۔ از چندے شعر گوئی اختیار نمودہ۔ از غزلِ طرحیش دو سہ شعر بہ یاد ماندہ، ثبت کردہ شد۔ ازوست۔ منہ

عاشق[1] کشی پہ وہ بتِ خوں خوار گرم ہے
دیکھو جدھر کو موت کا بازار گرم ہے

میں کس طرح سے اس سے ہوں سرگرمِ اختلاط
ڈر ہے کہ طبعِ یارِ ستم گار گرم ہے

کام و زبان و لب پہ پھپھولے[2] ہیں پڑ گئے
کیا اے تقی فغانِ دلِ زار گرم ہے

تحسین تحسین تخلص، نامش میر محمد حسین خاں، مخاطب بہ خطابِ مرصع رقم۔ شخصے ست ساکنِ لکھنؤ۔ در سرکارِ نواب وزیر الممالک بہ صیغۂ خوش نویسی ملازم۔ در انشاپردازی نیز مہارتے دارد۔ ازوست منہ۔

یہ حالت ہے مری تجھ بن نہیں جاتا ہوں پہچانا
لبوں پر جان آئی ہے ہوا لب ریز پیمانا (ورق ۶۳ الف)

تنہا تنہا تخلص، محمد عیسی، وطنِ اسلافش دارالخلافہ، خود در لکھنؤ تولد یافتہ، شاگردِ غلام ہمدانی مصحفی۔ تصنیفاتش دل کش و مطبوع می نماید۔ از نتائجِ افکارِ اوست۔

غیر سے شکوہ مرا سن دیکھی دانائی تری
میں ہوا رسوا تو کیا ہوگی نہ رسوائی تری

آئے تو ولے آن کے اک آن نہ ٹھہرے
[3] کتنا ہی کہا وہ کسی عنوان نہ ٹھہرے

(۱) عاشق کشی پہ جب سی وہ خوں خوار گرم ہو ۔ تب سی جہاں میں موت کا بازار گرم ہی (نغز ۱۴۴)

(۲) ہی (نغز ص ۱۴۴)

(۳) میں کتنا کہا الخ (ہندی ص ۵۱)

مذکور [1]۔ کر رھا تھا شب ھم نشیں کسی کا
جی میں خیال گزرا میرے وھیں کسی کا

سینے پہ ایک پرزہ اب جیب کا نہیں ھے
دیکھا تھا ھاتھ میں نے بے آستیں کسی کا

معمورۂ دنیا میں یہ کثرت ھے کہ اللہ
آئے تھے اسے ھم تو بیابان سمجھ کر

یہ تو فرمائیے ھم آپ کا کیا لیتے ھیں
آپ بے وجہ (جو) منہ ھم سے چھپا لیتے ھیں

تھم کے بے وجہ تڑپتے نہیں بسمل تیرے
آبِ خنجر [2]۔ کا یہ رہ رہ کے مزا لیتے ھیں

گر عیادت کو کسی کی کبھی آتا کوئی
تو بھلا مفت میں کیوں جان سے جاتا کوئی

رویا جو میں اک شب بت نادان کے آگے
وہ صبح لگا کہنے ھر انسان کے آگے

اے دستِ جنوں چاھے تو کر اس کے بھی [3]۔ ٹکڑے
اب باقی ھے دامن ھی گریباں کے آگے

بجلی کی چمک، شعلۂ جوالہ کا عالم
ھے گرد تری جنبشِ داماں کے آگے

عجب طرح کی بہار ان دنوں کسی پر ھے
نہ حور [4]۔ پر وہ لطافت نہ وہ پری پر ھے

(۱) مذکور ای چلا تھا شب الخ (ھندی ص ۵۲)
(۲) آب خنجر سی الخ (شیفتہ ٤٤ ، سخن شعرا ص ۹۳)
(۳) پرزی (ھندی ص ۵۳)
(٤) ,,نہ حور پر وہ لطافت ھو نا پری پر ھو،، (ھندی ص ۵۳)

هم سے کرتے ہو بیاں غیروں کی یاری آن کر
رہ گئی ہے آپ کی یہ دوست داری آن کر (ورق ٦٣ ب)

تجمل تجمل تخلص، نامش معلوم نیست - متوطنِ سرکارِ لکھنؤ - شخصِ فاضل و عمدہ معاش - اشعارِ برجستہ از طبعِ موزونش سر بر می زند - ازاں جملہ است، منہ -

جس کے گھر لے کے میں یہ دیدۂ تر بیٹھ گیا
اٹھتے اٹھتے مرے آخر کو وہ گھر بیٹھ گیا

تمنا تمنا تخلص، [1] عباس قلی خاں، قومِ مغل، باشندۂ دار الخلافۂ شاہجہاں آباد - مردِ سپاهی وضع - ذوقِ شعر گوئی دامن گیرِ حالش بود - با راقم تعارفے داشت - حالا معلوم نیست کہ کجا ست - ازوست، منہ -

کیا بات کہوں ہم دم اس رندِ شرابی کی
[2] اک چشم کی گردش نے یہ اس کی خرابی کی

رکھتے ہو دریغ آہ جو آبِ دمِ شمشیر
ہووے گی فرو یار یہ کیوں کر تپشِ دل

تمکین تمکین تخلص، صلاح الدین، شخصِ فارغ از تعلقاتِ دنیا و از اختلاطِ اهلِ عالم نفور - با هیچ کس سروکار نہ داشت، مگر شوقِ شعر گوئی در دلش متمکن بود - از طبعِ زادِ اوست -

عشق اور حسن کو جس روز کہ ایجاد کیا
مجھ کو دیوانہ کیا، تجھ کو پری زاد کیا

تصور تصور تخلص، [3] سید حیدر حسین خاں، از اولادِ حضرت زید شہید

---

(١) عباس علی خاں (نغز ص ١٤٥)
(٢) اک چشم کی گردش نے جس کی یہ خرابی کی (نغز ص ١٤٥)
(٣) سید احسان حسین ولد سید حیدر حسین خاں از سادات زیدیہ (هندی ٥٤)

علیه الرحمه ـ مسکنش قصبهٔ پنکور ـ شاگردِ قلندر بخش جرأت، خوش فکری از کلامش پیداست ـ منه ـ

صدمۂ غم متصل جب تیرے مائل پر رہے
کیوں نہ ہر دم ھاتھ اس بے دل کا پھر دل پر رہے

لگ جاے تصور کے گلے آکے وہ ست آج
اللہ کرے اس کی یہ امید بر 'وے (ورق ٦٤ الف)

تصور گرم جوشی یار کی مجھ کو رلاوے گی
بہت گرمی کا ھونا مینھ برسنے کی علامت ھے

لے گئے یوں ترے کوچے سے تصور کو لوگ
جوں اٹھاویں کسی بد مست کو مے خانے سے

یہ کہتے ھیں طبیب آکر سرِ بیمار پر تیرے
ھمیں آتا ھے رونا اب تو حالِ زار پر تیرے

تائب تائب تخلص، مہتاب رائے نام، قومِ ہنود، اصلش از کشمیر ست ـ ازوست ـ

ملا جس دم سرِ بازار وہ جانِ جہاں ہم کو
وھیں بس چھوڑ کر چلتی رھی تاب و تواں ہم کو

تقی تقی تخلص، حافظ محمد تقی، ساکنِ دارالخلافہ، اوقات (بہ) تمکنت داری می گزارد ـ ازوست ـ

سیرِ حسنِ بتِ پر فن ھی خوش آئی مجھ کو
ایک جلوے میں دکھائی دی خدائی مجھ کو

دل میں اس آئنہ رو کے ھے کدورت بے وجہ
نظر آتی نہیں اب خاک صفائی مجھ کو

مے کشو حرمت رکھو مے کی سراپا نور ھے
دخترِ رز نورِ چشمِ حضرتِ انگور ھے

سرو کی سولی پہ چڑھنا فاختہ کا حق ہے میاں
یہ بھی ایک از خانہ زادِ حضرتِ منصور ہے

تجرد تجرد تخلص، میر عبداللہ، از حالاتش مطلقاً [1] اطلاع نیست۔ ازوست۔

[2] اس رخ میں لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں
خورشید کیا ہے اس کی فلک کو خبر نہیں

تجمل تجمل تخلص، محمد عظیم۔ از ساکنینِ لکھنؤ ست۔ شاگردِ قلندر بخش جرأت۔ اطلاع حالاتش نیست۔ (ورق ٦٤ ب)

مزے کہاں سے انہیں عیشِ زندگانی کے
وہ ولولے نہ رہے عہد نوجوانی کے
کتاب قصۂ فرہاد و [3] دفترِ مجنوں
یہ دو ورق ہیں مری عشق کی کہانی کے
سمجھنا سخت مشکل ہے مری شیریں مقالی کا
کوئی خسرو سے پوچھے لطف اس مضمونِ عالی کا

تسکین تسکین تخلص، سعادت علی، شاگردِ میر قمر الدین منت۔ جوانِ مودب و بہ زیورِ علم و حیا آراستہ۔ از کلام اوست۔ منہ کلام۔

حال اگر کہیے تو ہم سے وہ صنم رکتا ہے
اور [4] چپ رہیے تو مشکل ہے کہ دم رکتا ہے
کس کا کوچہ ہے یہ یارب نہیں معلوم ہمیں
خود بہ خود یاں کے پہنچتے ہی قدم رکتا ہے

---

(١) شاگرد عزلت، زاد کاهش دکن ست (گردیزی ص ٣٠)
(٢) "تجھ رو میں لطف ہو سو ملک کو خبر نہیں" (نکات، گردیزی)
(٣) قصۂ مجنوں (معر ص ١٣٧)
(٤) اور جو چپ رہیو تو (خز ص ١٤٠)

تنہا | تنہا تخلص، سعداللہ خاں قومِ افغان، از شاگردانِ ثناء اللہ خاں فراق۔ جوانے بود بہ عمرِ بست سالگی۔ شعرِ ریختہ خوب می گفت۔ در مشاعرۂ مہدی علی خاں عاشق غزلِ طرحی آمدہ می خواند۔ در ہماں ایام بہ اجلِ طبعی در گزشت۔ خدایش بیامرزاد۔ازوست۔

دم بہ دم پیارے ترے عاشق کا عالم اور ہے
آن [۱]۔ کر اس کو جو دیکھے تو کوئی دم اور ہے

مت کوئی ہووے گریباں گیر قاتل کا مرے
قتل کا اپنے نہیں ہے غم مجھے غم اور ہے

ترساں | ترساں تخلص، میر بہادر علی نام، باشندۂ لکھنؤ. شاگردِ قلندر بخش جرأت۔ ازوست۔

چاک گل کا پیرھن کل شب میں تھا کس کے لیے
صبح تک روتی تھی شبنم یاں صبا کس کے لیے

کیا خاک ہے صفائی بھلا ہم میں یار میں
خط بھی لکھا جو ہم کو تو خطِ غبار میں (ورق ٦٥ الف)

ناصح یہ نصیحت اب تم کرتے ہو کیا بیٹھے
جو ہونی ہے سو ہووے، دل اس سے لگا بیٹھے

تھا نیسری [۲]۔ تھا نیسری تخلص، درویشے ست شاہ امام بخش نام، ساکن قریۂ تھا نیسر، من مضافاتِ صوبۂ سرھند۔ کلامش صوفیانہ است۔ ازوست۔

لوگ کہتے ہیں جدا ہے لامکاں
پھر زمین و آسماں میں کون ہے

تحسین | تحسین تخلص، غلام مصطفے نام، فرزندِ کلانِ حضرت مولوی

(۱) دیکھ لے دیکھو تو اس کو وہ کوئی دم اور ہو (نغز ص ۱۴۸)
(۲) اشپرنگر نے سرور کے حوالے سے تھنیسری لکھا ہے، جو صحیح نہیں۔

محمد رفیع الدین صاحب، شاگردِ ثناء اللہ خاں فراق۔ از طبع زاد اوست۔

عید کے دن مجھے کہنے یہ ہر اک یار لگا
ہو مبارک کہ گلے سے ترے دل دار لگا

جدا مجھ سے جب وہ دل آرام ہوگا
اجل کا اسی وقت پیغام ہوگا

ترقی [۱] ترقی تخلص، [۱] میرزا تقی خاں بہادر، در فیض آباد سکونت دارد۔ از اقربائے نواب وزیرالممالک مغفور۔ شخص بسیار عمدہ معاش و باجاہ و ثروت و صاحب مروت۔ سخنش درد آلود و عاشقانہ است۔

تو نے عاشق کی بھی کچھ اپنے خبر پائی ہے
جان دیتا ہے وہ اور خلق تماشائی ہے

کون سا گل اس باغ میں آیا رنگ [۲] اور بو سب لوٹ گیا
کس نے آنکھ لڑائی بھی جو دیدۂ نرگس پھوٹ گیا

اے ترقی بات جی کی جی میں رکھ
منہ سے نکلی اور برائی ہو چکی (ورق ٦۵ ب)

کیا شعاعِ حسن اس خورشید روکے تن پہ ہے
پر توا سا نور کا جو [۳] اس کے پیراہن پہ ہے

داغِ دل روشن رہے ہے رات دن مثل چراغ
روشنی کی احتیاج اب کیا مرے مدفن پہ ہے

قتل کی لذت کا کس منہ سے ادائے شکر ہو
حشر تک احسان قاتل کا مری گردن پہ ہے

(۱) امداللہ رستم‌الدلک مرزا محمد تقی خاں بہادر ترقی تخلص عرف آغا صاحب، خلف مرزا محمد امین نیشا پوری (ہندی ص ۵٤)
(۲) رنگ اور روپ جو لوٹ گیا (نغز ص ۱۳۹)
(۳) جو ساری پیراہن پہ ہو (نغز ص ۱۳۹)

ساکنانِ کعبہ نے کی بت پرستی اختیار
وہ صنم نام خدا کیا ان دنوں جوبن پہ ہے

بہارِ عشق میں جب مائلِ سیرِ چمن تھے ہم
بہ رنگِ گل سدا مصروفِ چاکِ پیرہن تھے ہم
رہا وہ شمع رو بھی تا سحر مصروفِ نظارہ
سراپا مثلِ پروانہ جو گرمِ سوختن تھے ہم
ہزار افسوس جا سکتے نہیں ہم اس کے کوچے تک
ترقی کل تلک حسن کے شریکِ انجمن تھے ہم

اس نے تو دل یہ دکھایا ہے کہ جی جانے ہے
پر مزا میں نے یہ پایا ہے کہ جی جانے ہے

وہ آب و رنگ ہے تجھ بن نہیں کچھ روے گلشن پر
زبان زاغ کا گل چین کرتا ہے سوسن پر [؟]

تسلیم تسلیم تخلص، محمد کبیر خاں نام، قومِ افغان، متوطنِ رام پور. شاگردِ خلیفہ غلام محمد بریلوی۔ از خوش فکریِ اوست۔

جو اتنا ملتفت اور مہرباں وہ ماہ پارہ ہے
موافق ان دنوں اے ہم دماں اپنا ستارہ ہے

تحریر تحریر تخلص، شخصے بود ساکنِ دار الخلافہ، مدتے شد کہ بجائے رفتہ است، ازوست۔

کہا تھا حال سمجھ اس کو آشنا دل کا
سو مدعی وہ بنا سن کے مدعا دل کا

فکر اطفال کو ہے سنگ اٹھا لانے کی
آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی (ورق ٦٦ الف)

ہمارے خشک لب دیکھو، ہماری چشمِ تر دیکھو
ہوئے ہیں عشق میں ہم بادشاہ بحر و بر دیکھو

تارک تارک تخلص، زاهد بیگ، شاگردِ میر عزت اللہ عشق، مطلعے از تصانیفش بہ سمع رسیدہ، مرقوم گشت۔ ازوست۔

ٹکٹھ گئے حضرتِ دل زلفِ سیہ تار سے ہو[1]
اس طرح روتے ہو اب سیکڑوں بستار سے ہو

تمنا تمنا تخلص، میر اسد علی خاں دکھنی، در تعریفِ نظام علی خاں گفتہ، ازوست۔

اے مہرِ سپہرِ جود و اے زمین کے بدر
اے مسند جاہ و اقبال کے صدر
مانگے ہے تمنا یہ دعا حق میں ترے
ہر روز ہو روزِ عید ہر شب شبِ قدر
کرتا ہے کارِ بستہ سے نت چرخ واگرہ
ناخن ہلال پاس ہے انجم ہے تا گرہ

تجلی تجلی تخلص، شاہ تجلی، درویشے ست وارستہ مزاج، ساکنِ حیدرآباد۔ ازوست۔

گر وصل اس کا آے مرے ایک بار ہاتھ
ہر مو سے بہرِ شکر ہوں پیدا ہزار ہاتھ
دامن کا کس کے عکس پڑا ہے کہ آج تک
پھیلا رہا ہے سرو لب جوئبار ہاتھ[2]

تمکین [3] تمکین تخلص، بخت مل پنڈت، اصلش از خطۂ کشمیر، تولدش در دار الخلافہ، جوانِ مودب و متواضع، در پیشۂ وکالت ماہر، از سکناے سرکار بریلی۔ از چندے براے کارے واردِ شاہ جہاں آباد گشتہ، شعرِ عاشقانہ

(۱) کذا (۲) پھیلا رہو ہیں (نغز ص ۱۳۷)
(۳) شاگرد لچھمی رام پنڈت فدا تخلص (سخن شعرا ص ۹۰)

مربوط می گوید ۔ ازوست ۔

قید سے ہو نری ظالم جو رہائی مجھ کو
پھر نہ دوں دل تجھے ہے تیری دہائی مجھ کو (ورق ٦٦ ب)

بن گیا آئنہ ساں صاف سراپا حیرت
تیرے چہرے کی جو یاد آئی صفائی مجھ کو

آج سر پنجۂ مژگاں جوبہ خوں رنگیں ہے
کس کا خوش آیا ہے یہ دستِ حنائی مجھ کو

فصلِ گل جاتی ہے اور کنجِ قفس سے تمکیں
وا دریغا نہیں سوجھے ہے رہائی مجھ کو

تسلی تسلی تخلص، ٹیکا رام، پسرِ گوپال رائے، بخشی فوج نواب وزیر الممالک، جوانے ست ستودہ اخلاق، مسکنِ آباو احدادش [1] ۔ اٹاوہ، از مضافاتِ پورب، خود در لکھنؤ تولد یافتہ ۔ در فارسی گوئی اصلاح از محمد فاخر مکین گرفتہ ۔ در شعر ریختہ شاگردِ غلام ہمدانی مصحفی ۔ اشعارِ خوب دارد و خالی از کیفیت نیست، منہ ۔

دیکھے سماں جو اس مژۂ اشک بار کا
ہو جائے شق جگر رگِ ابر بہار کا

آنکھیں سحر تلک مری در سے لگی رہیں
کیا پوچھتے ہو حال شبِ [2] انتظار کا

اب بھی اس نیم جان میں کچھ ہے
فائدہ امتحان میں کچھ ہے

تو نہ میری ہی جان ہے کافر
تجھ پہ شیدا جہان ہے کافر

(۱) وطن بزرگانش موضع کرہل، قریب بہ اٹاوہ، خودش در لکھنؤ نشو و نما یافتہ (ہندی ٥٦)
(۲) مری انتظار کا (نغز ١٤٥)

کیا پوچھتے ہو حال تم اس [1] بے نصیب کا
میں تو یہی کہوں گا برا ہو رقیب کا
[2] جب ہمیں دیکھتے ہو دیتے ہو گالی کیا خوب
بارے اب آپ نے یہ وضع نکالی کیا خوب
میاں جو کچھ تری سج دھج میں [3] رعنائی نکلتی ہے
کہاں مرزا مزا جوں میں یہ [4] مرزائی نکلتی ہے
صبا مذکور جب کچھ لے چلے ہے تیری زلفوں کا
چمن سے بوئے سنبل ہوکے سودائی نکلتی ہے (ورق ٦٧ الف)
تجھ پہ آفت یہ نئی پھر دلِ زار آئی ہے
لوگ کہتے ہیں کہ گلشن میں بہار آئی ہے
گو دل میں خفا ہو تو پر اس بات کو ناداں
کہہ سنھیو مت عاشقِ دل گیر کے منہ پر
مر جاوے جو کوئی اس قدمِ پاک کے نیچے
وہ زندۂ جاوید رہے خاک کے نیچے

تسلی تسلی تخلص، [5] میر شجاعت علی نام، جوانے ست باشندۂ دار الخلافہ۔ در تحصیلِ علمِ عربی مشغول، اشعارِ ریختہ موزوں می نماید. اکثر غزلِ طرحی سر انجام نمودہ، شریک مشاعرہ می شود۔ مردِ نیک نہاد و مودب بہ نظر آمدہ۔ از افکارِ اوست، منہ۔

رات کو میری بغل میں گو وہ آفت پیشہ تھا
آہ . . . . صبح ہجر کا اندیشہ تھا
عشق شیریں نے دکھائے کیا مزے فرہاد کو
چشم میں آنسو . . . . تیشہ تھا

---

(۱) غم نصیب کا (ہندی ۵۷) (۲) جب ہمیں دیکھا دی بیٹھا گالی کیا خوب (ہندی ص ۵۸)
(۳) مرزائی (ہندی، نغز) (٤) رعنائی (نغز، ہندی)
(۵) شاگرد نصیر دہلوی (سخن شعرا ص ٨٦)

قطعـــہ

مرے مزار پہ سبزہ کہاں ہے اے نو خط
بہار دیکھنے کو ہو تم اس کی کیا اٹکے
مژہ کے خار یہ نکلے ہیں پھوٹ کر باہر
کہ تا تمہارا کبھی دامنِ قبا اٹکے

تنہا تنہا تخلص، شیخ عوض علی، شخص سپاہی وضع، مردِ ظریف و یار باش و خلیق و خوش نویس۔ ازوست، منہ۔

مردماں یہ چشم اپنی بس کہ گوہر بار ہے
ہے بجا گر اشک کو کہیے در شہوار ہے
دل بروں کو کیا ادا تو نے عنایت کی خدا
جو نگہ ترچھی پڑی برچھی سی دل کے پار ہے

حرف الثـاء المثلثہ (ورق ٦٧ ب)

ثابت ثابت تخلص، مرشد زادۂ آفاق مرزا معز الدین بہادر۔ برادرِ کوچکِ مرشد زادۂ عالمیاں میرزا احسن بخت بہادر، عالی مزاج و بلند فکر، در سخن فہمی و شعر گوئی بے نظیر و بہ (صفاتِ) حمیدہ متصف۔ اصلاحِ اشعار از حافظ عبد الرحمان احسان گرفتہ۔ از نتائجِ طبعِ آں والا نژاد است۔

تیرا جو شب تصور اس دل نے یار باندھا
بس آنسوؤں کا میری آنکھوں نے تار باندھا
قاتل تری نگاہیں ہم نے بھی تاڑیاں ہیں
پھر قتل پر ہمارے [1] ظالم کنار باندھا
سحر ہونے کے دھڑکے سے ہمارا ہے بدن ٹھنڈا
کہ تیرا ہار موتی کا ہوا ہے سیم تن ٹھنڈا

(۱) نونو (نفر ۱۵۰)

عجب کافر ہے دل اس بت کے جو قربان جاتا ہے
ہماری آبرو رکھ لے خدا ایمان جاتا ہے

یار نے زلفِ سیہ کو منہ لگایا بے طرح
یعنی اس کافر کو اپنے سر چڑھایا بے طرح

کب تلک دل کو رکھے عاشقِ دل گیر کڑا
گردنِ جان کا آخر ہوا زنجیر کڑا

ہاتھ میں پہنچی عجب، بازو میں بھج بند غضب
سر پہ تعویذ پری، پاؤں میں تصویر کڑا

حسن کا سامان تیرے پاس ہے دل دار خوب
رخ پری، کاکل دھواں، بالا بلا، رفتار خوب

اس قدر تو بے مروت مجھ سے استغنا تجھے
جان دینی تھی مجھے پر دل نہ دینا تھا تجھے

ہے گرچہ حلاوت مجھے اس بات میں سب کچھ
کب جی کی ہوس نکلے پر اک رات میں سب کچھ

اک بوسے پہ صبر و دل و دیں ہوش و فراست
وہ لے ہی گئے ہم سے مدارات میں سب کچھ (ورق ٦٨ الف)

ذبح کر راضی ہوں لیکن ٹک چڑھا کر آستیں
تا مرے خوں میں نہ ہو جاوے کہیں تر آستیں

فرطِ گریہ سے گریباں غیرتِ گرداب ہے
رشکِ موجِ بحرِ قلزم ہے سراسر آستیں

واہ رے دستِ جنوں، اللہ رے [1] تیرا دست برد
[2] نہ گریباں ہے، نہ دامن ہے، نہ یکسر آستیں

(١) تیری (نغز)
(٢) نو (نغز)

رات کو اس گل بدن کے تھا سرھانے میرا ھاتھ
ھوگئی اس واسطے میری معطر آستیں

ھست در زنداں بہ ھجرِ گردن و دستِ کسے
گردنِ من در گریباں، دستِ من در آستیں

شعر احساں تیری فرقت میں جو ثابت نے پڑھا
چارہ گر رونے لگے آنکھوں پہ دھر کر آستیں

میں کسی چشمِ مفتن کا ھوں مائل ثابت
کیوں کہ محکوم مرا ابلقِ ایام نہ ھو

سیرِ لالہ باغ میں گل وہ ادھر دیکھا کیے
ھم ادھر با چشمِ تر داغِ جگر دیکھا کیے

ثنا ثنا تخلص، میر شمس الدین. سیدے بود، اصلش از خطۂ کشمیر، مولد و منشاء او عظیم آباد، بہ شاگردی شاہ مشتاق طلب تخلص مشہور۔ گاہ گاھے شعرِ ریختہ می گفت، ازوست۔

چمن ھے، خندۂ گل ھے، مئے و مینا ھے اور تو ھے
فغاں ھے، نالہ ھے، فریاد ھے، زاری ھے اور میں ھوں

ثاقب ثاقب تخلص، میر غالب الدین نام، معلوم نیست کہ کیست و باشندۂ کجاست۔ شخصے بہ نامِ او شعرے خواندہ بود، نگاشتہ شد۔ ازوست۔

مجھ سے بے دل کی اگر تصویر کھینچا چاھیے
اے مصور اس کو پھر دل گیر کھینچا چاھیے (ورق ٦٨ ب)

ثابت ثابت تخلص، اصالت خاں، شاگردِ میرزا بھچو فدوی تخلص عظیم آبادی، کہ استادِ عھدِ خویش بود کلامش نمکیں و عبارتش رنگیں۔ در ریختہ گوئی از اقران ممتاز۔ منہ۔

مصرع کبھو [1] جو آہ کا موزوں کروں ہوں میں
سکان ہ سپہر کا دل خوں کروں ہوں میں
وقت مرنے کے مرے پاس وہ موجود ہوا
اپنے [2] جی کا ہی زیاں اپنے نہیں سود ہوا

ثاقب ثاقب تخلص، شاہ شمس الدین، بزرگے بود درویش صفت، در جرگۂ مقدمین ست۔ اصلاح شعر از شاہ مبارک آبرو می گرفت۔ مذاق کلامش پسند خواطر صاحبان این فن ست۔ منہ۔

ترے عتاب سے کس دن بہ رنگ رو نہ اڑا
کہ مرغ روح مرا اس کے دو بہ دو نہ اڑا
مرے ادب نے رکھا مجھ کو یاں تلک محروم
کہ بعد قتل بھی دامن تلک لہو نہ اڑا

ثابت [3] ثابت تخلص، شجاعت اللہ خاں، شاگرد جعفر علی حسرت، باشندۂ لکھنؤ، دیگر احوال دریافت نہ گشتہ۔ اروست منہ۔

آتے ہو تم تو دن میں کئی بار ہم طرف
پر دیکھتے نہیں کبھی اے یار ہم طرف

ثروت ثروت تخلص، میرزا محمد صادق نام، المعروف بہ آغا ثروت، باشندۂ لکھنؤ، (ورق ۶۹ الف) اتالیق پسر راجہ تکیت رائے۔ اشعارش مربوط از کلام اوست۔

بے قراری سے قرار اب نہیں آتا افسوس
کیا کروں آہ کہ جی مفت ہے جاتا افسوس

(۱) آنکھ د (نغز ۱۵۱) (۲) اپنی جینی کا بھی میری تئیں سود ہوا (نغز ص ۱۵۱)
(۳) مخ میں اس سے پہلے میر عالب الدین ثاقب کا حال درج ہے۔ حالانکہ ورق ۶۸ الف پر ان کا ذکر آچکا ہے۔ دونوں عبارتیں ایک ہی ہیں۔ یہ سہو کتابت ہے، اس لئے یہاں اس کو حذف کردیا گیا ہے۔

اب نہ وہ وصل، نہ وہ عیش، نہ وہ عشرت ہے
ہجر ہے، درد ہے، اور ہم ہیں، عجب صحبت ہے

ثاقب ثاقب تخلص، میاں شہاب الدین، شخصے بود معاصرِ ولی. از ثاقبِ اول جداست۔ زبان و بیانش بہ طورِ پیشینان ست۔ مقطعِ غزلش جائے دیدہ شد، ثبت نمود۔ منہ۔

ثاقب کی نعش پر آ، اس شوخ نے یہ پوچھا
یہ کون مر گیا ہے، کس کا ہے یہ جنازہ

ثابت ثابت تخلص، شخصے ست باشندۂ حیدرآباد، اسمش معلوم نیست، فقط یک رباعی کہ در مدحِ کسے گفتہ، بہ دست آمدہ، می نگارد۔ ازوست۔

سر کردۂ و سردار، امیرِ دوراں
نواب فلک رتبہ بہادر ذی شاں
ان کا جو خطاب ارسطو جاہ ہوا
ہو ان کو مبارک از فضل سبحاں [؟]

حرف الجیم المعجمہ

جہاں دار جہاں‌دار تخلص، بادشاہ زادۂ ولی عہد میرزا جواں بخت مرحوم. فخرِ دودماں ابہت و حشمت، کارکشاے امور سلطنت، کیواں مکاں، مشتری منزلت، مرشد زادۂ بلند ہمت، تاج بہ تارک شوکت، صاحب عالم و عالمیاں، سخن‌ور نکتہ پرور کہ شرحِ حشمتش بروں از تحریرِ منشیانِ عطارد رقم ست۔ باوجودِ (ورق ٦٩ ب) و فورِ شانِ جہاں داری، بہ کمالِ علم و ہنر آراستہ بود و اکثر اوقات شعر ریختہ موزوں می فرمود۔ تعریفِ اشعارِ گہر نثارش خارج

از بیان ـ صد افسوس که آں درۃالتاج ِ تیموریہ در عین شباب ایں جہانِ فانی را وداع نمودہ ، ساکنِ اعلی عایین گردید ـ چند شعر از نتائجِ طبعِ موزون آں گوہرِ یکتائے سلطنت مرقوم می شود ـ منہ ـ

چھوڑا ملاپ یار کا اغیار کے لیے
ترک شمیم گل کا کیا خار کے لیے

دیت کا نام اس عاشق ستم کے آگے کیا لیجے
غرض چپ رہیے اور آنکھوں سے اپنی خوں بہا لیجے

یا الٰہی ایک ایسی تو کوئی رات ہو [؟]
چاندنی ہو ۔ یار ہووے اور گلے میں ہات ہو

ہیں بس کہ جزوِ تن مرے طاؤس وار داغ
رکھتا ہے ایک ایک عجب ہی بہار داغ

پوشاکِ سرخ ِ یار جو دیکھی چمن کے بیچ
. . . . پیاری بـــدف کے بیچ

مرکس کے اشتیاق میں یہ بے اجل گیا
آنکھیں جو یوں کھلی رہیں اور دم نکل گیا

کون سی بات تری ہم سے اٹھائی نہ گئی
پر جفاجو یہ تری نت کی لڑائی نــہ گئی

دل سوزاں کی جہاندار مرے تابــــہ فلک
کون سی آہ تھی جو مثلِ ہوائی نہ گئی

میں تو سو بار ترے ملنے کو آیا تنہا
لیکن افسوس کبھی تجھ کو نـــہ پایا تنہا

بجھاؤں شمع ساں کیا اب جہاں دار
شرار عشق تو پہنچا جگر تک

جہاں دار کس لالـہ رو پر موا
جگر میں جو ہیں داغ کالے ترے (ورق ۷۰ الف)

زلف آمیختہ جو رخ پہ صنم رکھتے ہیں
رات اور دن کو بہ اعجاز بہم رکھتے ہیں

ہے دمِ زیست کی مانند ہمیں ہر دم مے
ساقی ہم جب تئیں دم اپنے میں دم رکھتے ہیں

ٹھان اپنے ہیں وہ پہلے ہی سر اپنا دینا
تیرے کوچے میں جو اے شوخ قدم رکھتے ہیں

بوالہوس تیغِ جفا کا تری روکش کیا ہو
دعوی اب سینـہ سپر ہونے کا ہم رکھتے ہیں

جمال جمال تخلص، مرزا[۱] بند علی، سیدِ صحیح النسب، بزرگانش از شرفاے ایران بودند، خودش به دارالخلافه تولد یافته۔ شخصے ذی لیاقت و ذہین بود۔ افسوس که در عینِ شباب ازین جہانِ فانی رحلت کرد۔ شوقِ موزون نمودنِ اشعارِ ریختہ در دل متمکن داشت۔ این دو مطالع ازان جمله است۔

کس مری آہ کا تا عرش گزارا نہ ہوا
کون سا شعلہ اٹھا دل سے کہ تارا نہ ہوا

دیکھے جو کوئی اسے قالبِ بے جاں بن جاے
روے جس بزم میں وہ گنج شہیداں بن جاے

جان جانؔ تخلص، جانعلی شاہ نام۔ بزرگانش امراے عہد فردوس آرام گاہ بودند ایشان ترکِ لباس ساختہ دم درویشی می زدند۔ درسکندر اباد تکیۂ فقیرانه بنا کردہ بسر می برند۔ اروست، منه۔

---

(۱) کذا

یار جب ہم کلام ہوتا ہے
مدعا سب تمام ہوتا ہے

جولاں جولاں تخلص، میر حسین علی خاں، شخصے عمدہ معاش، از شعرائے دکن ست، (ورق ۷۰ ب) قصیدۂ بہاریہ بسیار خوب گفتہ۔ محل اختصار ست والا قابل نوشتن بود۔ مطلع غزلش کہ آشنائے خواندہ بود قلمی گشت، ازوست، منہ۔

اب ایسے جام میں ساقی شرابِ ارغوانی بھر
کہ جس کو دیکھ کر زاہد کے اوے منہ میں پانی بھر

جعفری جعفری تخلص، از نام و نشانش مطلع نیستم، سوائے ہمیں یک قطعۂ تاریخِ بنائے مکان کہ موسوم بہ سرور نگرست، از تصنیفاتش چیزے دیگر بہ دست نیامدہ، ناچار بریں اکتفا نمودہ شد۔ ازوست قطعۂ تاریخ۔

بنی ہے تازہ آبادی سرور نگر
بہ جاہ و دولت و اقبال و شان و شوکت و فر
کہی ہے میں نے بھی یہ جعفری عجب تاریخ
رہے ہمیشہ بہ آبادی سرور نگر

جوشش جوشش تخلص، [1] محمد عابد، از سکنۂ عظیم آباد، شاعر مستعد معلوم می گردد۔ دو مطلع از تصنیفاتش بہم رسیدہ، ہر دو بسیار خوب گفتہ۔ منہ۔

تمہارے در پہ جو درباں نے آستیں پکڑی
بہ رنگ نقشِ قدم ہم نے بھی زمیں پکڑی

---

(۱) محمد عابد جوشش پسر جسونت ناگر (ہندی ۶۰) یہ درست نہیں بعض ارباب تذکرہ نے غلطی سے محمد روشن کے بجائے محمد عابد لکھدیا ہے، جو ان کے بھائی کا نام ہے عشقی اور شورش میں صحیح طور سے درج ہے۔ ,, جوشش تخلص، اسمش محمد روشن برادر عیسی محمد عابد دل تخلص ،، (عشقی ۱۱۸) مصحفی و شیفتہ نے بھی ,, محمد عابد جوشش از ابنای جسونت ناگر ،، اور ,, شیخ محمد روشن جوشش ،، دو شاعر فرض کیے ہیں۔

ہر غنچـــہ خموش باغ میں ہے
مشہور ہے پر دہن دریـــدہ
جوں آئنـــہ بہ ستم رسیـــدہ
رہتـا ہے مـــدام آب دیـــدہ

جنوں جنوں تخلص، محمد فخرالاسلام، از خانوادۂ بزرگ و پیرزادہ ہاے دارالخلافہ۔ شاگردِ میر نظام‌الدین ممنون۔ مردِ خلیق و شعر معقول می گوید۔ ازوست۔ (ورق ۷۱ الف)

اٹھی جو شرم تو دونوں ہی دل ملے نکلے
بجز حجـاب یہـاں کچھ نہ فاصلے نکلے

جعفر جعفر تخلص، جعفر علی خاں، مردِ عمدہ روز گار، در عہدِ حضرت فردوس آرام گاہ بود۔ شعرِ خوب می گفت۔ زیادہ احوالش معلوم نیست۔ منہ۔

چمکتے دانت دیکھے [۱] شوخ کے مسی لگانے میں
جڑی ہیں [۲] پٹریاں الماس کی نیلم کے خانے میں

جعفری جعفری تخلص، میر باقر علی، فرزندِ میر قمرالدین مست، برادرِ کوچکِ فخرالشعرا میر نظام‌الدین ممنون۔ جوانِ شایستہ، مودب و طالب علمِ خوب و کلامش مرغوب ست۔ اصلاح از برادرِ بزرگِ خود گرفتہ۔ منہ۔

تیغ یوں دل میں خیالِ نگہِ یار نہ کھینچ
با خدا ترس تو کعبے میں تو تروار نہ کھینچ
نوکِ مژگاں کے تصور میں نہ رہ اس کے دل
آپ کو آپ تو بالاے سرِ دار نہ کھینچ
بے سروپا چمن و دشت کے عالم میں پھر [؟]
نازِ ہر گل نہ اٹھا، منتِ یک خار نہ کھینچ

(۱) یار (نغز ۱۶۸) (۲) قطبیاں (نغز)

تو ھے گر عرش [۱] پہ نالے نہیں تھے تجھ سے کم
اب کو دور بس اب آہِ شرربار نہ کھینچ

جو ہمرہ دل غم سر انجام ہوگا
تو مر کر بھی کاھے کو آرام ہوگا

جو وہ روئے تاباں پہ [۲] کھولیں گے زلفیں
تو خورشید پنہاں تہ شام ہوگا

وہ رشکِ قمر ہووے گر جلوہ فرما
تو اک مطلعِ مہ لب بام ہوگا

ارام و عدے کی شب اک دم کبھو نہ ایا
آیا نہ چین [۳] جی کو جب تک کہ تو نہ آیا (ورق ۷۱ ب)

سیتے ہیں زخم جوں جوں ہوتے ہیں چاک افزوں
دورے سے تیغ کے کم تار رفو نہ ایا

زخم کہن سے تھی کل درکار تازہ کاوش
وہ نشتر مژہ پر دل میں فرو نہ آیا

اس نالۂ رسا کی دیکھو دراز دستی
کب دامن مسیحا یہ جاکے چھو نہ آیا

یہ آہ برق افشاں گر نکلی دل سے میرے
تو آتشِ سقر کا گویا نمونہ آیا

آئے جو یاد ہم کو یارانِ بادہ پیما
یک جرعہ مے کا لب سے بس تاگلو نہ آیا

.... تو شبِ جدائی تاریک رہ ہمیشہ
وعدہ خلافیوں سے وہ ماہ رو نہ آیا

---

(۱) تو مر گرعرش پہ نالہ بھی نہیں تجھ سو کم (نمز)
(۲) کھولو گا (نمز) (۳) دل کو (شیفتہ)

جمال | جمال تخلص، جمال علی نام، قومِ بنی اسرائیل، ساکنِ قصبهٔ میرٹھ۔ از چندے برائے تلاشِ روزگار طرفِ حیدرآباد رفته است۔ شاگرد غلام محی الدین عشق۔ ازوست۔

کب تلک جور و ستم کیجیے گا
کبھی ہم پر بھی کرم کیجیے گا
کثرتِ داغ سے دل کو اپنے
غیرتِ باغِ ارم کیجیے گا

جوش جوش تخلص، رحیم الله شخصے بود، شعر به طور بازاریاں می گفت و اظہارِ شاگردی غلام ہمدانی مصحفی می کرد۔ در مشاعرهٔ مہدی علی خاں دیده می شد۔ از مدتے مفقودالخبر ست۔ ازوست۔

دریا مری آنکھوں سے نت جاری لہو کا ہے
بے درد تو کیا جانے کیا رنگ کسو کا ہے
ظرف پر اپنے نظر کر تو ابھی لڑکا ہے
منہ صراحی سے نہ او دل برمے حوار لگا
میں نے جو کہا تجھ بن کیا کیا نہ الم گزرا
بولا که ایے تیرا روتے ہی جنم گزرا (ورق ۷۲ الف)

جوہر | جوہر تخلص، میرزا احمد علی، قوم قزلباش، از وطن و [۱] مسکنِ او و احوالش ہیچ دریافت نه شده۔ مطلعے خوبے از طبع زادش به دست آمده۔ مرقوم نموده شد۔

آتش ده چمن ہو، یا برقِ آشیاں ہو
اے مرغِ ناله کچھ ہوگا ہے تو پر فشاں ہو

جولاں | جولاں تخلص، بہار علی شاه، متوطنِ دارالخلافه، در عام تیر

(۱) مولدش دہلی سعه و اصل آبایش از ایران بود۔ در دہلی به پاس خاطر دوستی به معرکهٔ خانه جنگی کشته شد۔ (گلزار ۹۹)

اندازی سر آمدِ وقتِ خویش بود۔ عمرے بہ تجرید گزرانیدہ۔ مدتے شد کہ در گزشتہ، خدایش بیا مرزاد۔

کبھی قفس میں دیکھ کے بے بال و پر مجھے
اے ہم[1] صفیر چھوڑ گیا تو کدھر مجھے

جان جان تخلص، [2] خان عالم خاں، شاگرد میر محمد سوز۔ معلوم نیست کہ متوطنِ کجابود۔ اشعارش کیفیتے دارد۔ ازوست۔ منہ۔

چھوڑ عارض دل نے گھیرا زلفِ مشکیں فام کو
صبح کا بھولا غنیمت ہے جو پہنچے شام کو

جھمن جھمن تخلص، کہ جھمن ناتھ نام دارد۔ از سکنۂ دارالخلافہ۔ مشاق قدیم ست۔ ازوست۔

دل جوں سپند عشق کی آتش سے جل گیا
اٹھ آہ کھینچتے ہی مرا [3] دم نکل گیا

اشک ہوتے ہی تولد اس قدر رسوا ہوا
یہ تو لڑکا حضرتِ مجنوں کا بھی باوا ہوا

[4] جو صوبے دار صاحب جاہ آیا
برائے قتلِ خلق اللہ آیا

[5] نہ تھا وہ شاہ جی اور یہ نہ حاجی
وہ نادر شاہ تھا یہ شاہ آیا

---

(۱) ای ہم صفیرو چھوڑ گئو ھو کدھر مجھو (نغز ۱۷۳)
(۲) تخلص جان عالم خان ست۔ وی خلف الصدق نواب منور خان مغفور برادر کوچک نواب روشن الدولہ ظفر خان مبرورست در فرخ آباد شعر خود بہ اصلاح میر سوز می رساید (نغز ۱۵۳)
(۳) جی (نغز ۱۷۷)
(٤) یہاں مختار جو با جاہ آیا (نغز)
(۵) نہ تھو وہ شاہ جی نی شاہ حاجی ٥ وہ نادر شاہ تھو یہ شاہ آیا (نغز ص ۱۷۷)۔

جوشش [1]جوشش تخلص. عظیم آبادی، در علمِ عروض ماہر۔ بسیار خوش لیاقت ست۔

غیروں پر تو ستم کرے گا
ہم پر جو کبھی کرم کرے گا

جب عشق میرا شہرۂ آفاق ہو گیا
اک عالم اس کے حسن کا مشتاق ہو گیا

اٹھ اے طبیب جا مجھے ارام ہو چکا
مرتا ہوں کوئی دم کو مرا کام ہو چکا

[2]وہ زمانہ کیا ہوا جو مرے گریے میں اثر تھا
یہی چشمِ خوں فشاں تھی، یہی دل یہی جگر تھا

گر یوں ہی یہ دل درپئے آزار رہے گا
اک روز نہ اک روز مجھے مار رہے گا

[3]دل میں ہے اب قرب میں آئینہ ساں پیدا کروں
وہ مجھے دیکھا کرے اور میں اسے دیکھا کروں

جیسا کہ دل پہ زخم ہے اس کے خدنگ کا
گلشن میں ایک گل نہیں اس آب و رنگ کا

اس کا خدنگ داغِ جگر سے گزر گیا
اک تیر تھا کہ صاف سپر سے گزر گیا

اگر منظور ہو اے عشق دل کو پاک کر دینا
تو اسبابِ تعلق کو جلا کر خاک کر دینا

(۱) یہ وہی جوشش ہیں جن کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے ملاحظہ ہو ورق ۷۰ ب سرور نے بھی بعض دوسری تذکرہ نویسوں کی طرح جوشش تخلص کے دو شاعر فرض کیے ہیں۔
(۲) وہ کیا ہوا زمانہ رونے میں جو اثر تھا ٭ یہ چشم خوں فشاں تھی یہ دل یہی جگر تھا (گلزار ۱۶۰)
(۳) یہ تمنا ہے کہ قرب الخ (شورش)

مرا دل جبہ سائی سے نہیں اے مہرباں ٹوٹا
بہانہ تک سر کو ٹکرایا کہ سنگِ آستاں ٹوٹا

بے ساختہ ہی رہتا ہوں تری یاد میں ہر شب
گزرے ہے مری نالۂ و فریاد میں ہر شب

نہ شکلِ شیشہ آتی ہے نظر ، نہ جام کی صورت
دمے زیرِ فلک پھر کون سی آرام کی صورت

کرے ہے جیب کو جیسا یہ چشمِ گریاں سرخ
شفق سے ہو نہ سکے صبح کا گریباں سرخ

زلف اس کی جو کھل پڑی منہ پر
شام تھی صبح کے گری منہ پر

ہمارے حال پہ اس کو نظر نہیں ہرگز
کسی کے دل کی کسی کو خبر نہیں ہرگز (ورق ۷۳ الف)

سینے میں غمِ عشق نے کی مشتعل آتش
اے اشک بجھانا کہ لگی متصل آتش

کیوں کر نہ گرد باد کو ہووے ہوائے رقص
ہے راستی کہ دامنِ صحرا ہے جائے رقص

سوزِ دل سے تری محفل میں جلا جاتا ہوں
شمع کی طرح کھڑا ہوں پہ گھلا جاتا ہوں

[1] کیا ہوا عشق میں گو ہم کوئی دم جیتے ہیں
مبتلا جو ہیں اس آزار میں کم جیتے ہیں

تم نے تو پھیر دیا دل میں لیے جاتا ہوں
بہت پچھتاؤگے یہ عرض کیے جاتا ہوں

---

(۱) کیا ہوا گر کوئی دم عشق میں ہم جیتو ہیں (شورش ۱۴۰)

تجھ سے هم بزم هوں نصیب کہاں
تو کہاں اور میں غریب کہاں

راغب نہ هو طبیعت [1] گو حور رو نہ رو هو
اپنی یہ آرزو هے دنیا هو اور تو هو

[2] توانائی ہو کر بیٹھی جدا آغوش سے مجھ کو
گرا مت دیجیو اے ناتوانی دوش سے مجھ کو

بختِ بد هونے نہ دے خون مرا اس کے هاتھ
گو کہ آجاؤں بھی حوں دزدِ حنا اس کے هاتھ

[3] دم بہ دم بس کہ دل خراش هے یہ
آہ هے یا قلم تراش هے یہ
دیدۂ تر کو دوست رکھ جوشش
بہت تحفہ گلاب پاش هے یہ

اپنی وہ بے ثبات هستی هے
کہ سدا نیستی کو هستی هے

جس طرح دل کا داغ جلتا هے
اس طرح کب چراغ جلتا هے

جی میں جس وقت کہ مضمونِ کمر آتا هے
بس کہ نازک هے مجھے باندھتے ڈر آتا هے

چشم تر ، آہ بہ لب ، خستہ جگر ، هوں جوشش
[4] بے طرح حال مرا مجھ کو نظر آتا هے (ورق ۷۳ ب)

---

(۱) جو (شورش ص ۱۴۵)
(۲) توانائی تو کرتی هو جدا الخ (شورش ۱۴۶)
(۳) ایک عالم کی جان خراش هو یہ (گلزار ص ۹۷)
(۴) یو طرح حال نظر مجھ کو مرا آتا هو (گلزار ص ۹۷)

۱ ایک دن کا ماجرا ہے میں گیا تھا سیر کو
دیکھتا کیا ہوں کہ ۲ جھگڑا بر سرِ بازار ہے
برہمن کہتا ہے بت خانے میں ہے ذات احد
شیخ کہتا ہے غلط کعبے ہی میں وہ یار ہے
اس میں جوشش بول اٹھا سنیے ہو شیخ و برہمن
جہاں دو اپنی طرف دیکھو یہ کیا تکرار ہے

لاکھوں ہیں کیے قتل گنہ گار مجھی سے
۳ رہتی ہے پھری اک تری تروار مجھی سے

کشورِ عشق میں رسوا سرِ بازار ہوئے
اس کے ہاتھ آپ بکے جس کے خریدار ہوئے

قطرے مرے آنسو کے ہیں اک لختِ شرر سے
کیا آگ برستی ہے یہاں دیدۂ تر سے

آشنا جب سے ہوئے اس بتِ ہرجائی سے
در بہ در خاک بہ سر پھرتے ہیں سودائی سے

جنوں جنوں تخلص، شاہ غلام مرتضی، درویشے ست صاحب کمال، ظاہر و باطنش بہ صلاح و تقوی آراستہ۔ از سکنائے الہ آباد۔ اکثر شعرائے آں جا استفادہ ازو حاصل می نمایند۔ طبعش بہ ریختہ گوئی مائل۔ کلامش صوفیانہ است۔ منہ۔

مرا یار میرے ہی دل میں تھا، ولے مجھ کو بے خبری رہی
پھرا کوہ و دشت میں ڈھونڈھتا مرے شیشے ہی میں پری رہی

(۱) ایک دن کا ماجرا تھا میں اٹھا تھا سیر کو (شورش ۱۵۱) ایک دن کا ماجرا ہو میں اٹھا تھا سیر کو (گلزار ص ۹۷)
(۲) یہ (شورش، گلزار)
(۳) رہتی ہو مڑی اک الخ (شورش ۱۵۳، گلزار ۹۷)

تو ھے آفتاب حسن کا صنم اور مثل چراغ ھیں [؟]
تری شان جب ھوئی جلوہ گر ، تو شکوہ سب کی دھری رھی

(ورق ۷٤ الف)

تیری چشمِ مست سے ساقیا جنوں (ایسا مست تو ھوگیا)
کہ مئے دو آتشہ طاق پر جو دھری سو ووں ھی دھری رھی

شیریں لبوں سے تیرے کیا تلخیاں سہی ھیں
ھر چند زار شب کو کوئی چھپا دی ھیں [؟]
کہنی نہ تھیں جو باتیں وہ تو سے سب کہی ھیں
کب چھپتی ھیں وہ آنکھیں جو جاگی رھی ھیں

جوھر جوھر تخلص ، دیوالی سنگھ ، قومِ کھتری ، ساکنِ سرکار بریلی ،
زیادہ از اوصافش آگہی نیست ۔ ازوست ۔

سوار نقرہ کا دریا سے کون گزرا ھے
ھلال پکڑے ھے جس کی رکاب در تہِ آب

جوان جوان تخلص ، میرزا نعیم بیگ ، اصلش از دارالخلافہ . از چندے
وارد لکھنؤ گشتہ ، در سرکارِ مرشد زادۂ آفاق میرزا سلیمان شکوہ بہادر بہ
زمرۂ خواصان شرفِ ملازمی حاصل کردہ ، شاگردِ غلام ھمدانی مصحفی ۔
این چند شعر از طبع زادِ اوست ۔

یہ ان دنوں جو ھم سے اتنی رکھائیاں ھیں
شاید کسی نے [۱] کچھ کچھ باتیں بنائیاں ھیں
[۲] نقاب الٹے جو شب کو وہ مہ لقا نکلے
تو چاند شرم سے [۳] بادل میں منہ چھپا نکلے

---

(۱) شاید کسی نے باتیں کچھ کچھ سجھائیاں ھیں (نغز [illegible] ، ھندی ص ٦٧)
(۲) نقاب الٹ کے جو شب کو الخ (ھندی ٦٧ ، نغز ١٧٤)
(۳) بدلی میں (نغز)

۱۔ جو دیکھ کر درِ گوش اس کا مرگیا ہووے
۲۔ بجا ہے خاک سے گر اس کی موتیا نکلے
۳۔ سیہ خال اس طرح کے ہیں گے اس کی ناف کے اوپر
رشیدانے دیے ہوں جیسے نقطے قاف کے اوپر

جراح جراح تخلص، غلام ناصر. اصلش از خطۂ کشمیرِ جنت نظیر، خود به دارالخلافه تولد یافته۔ جوانے مودب و ظریف۔ آباؤ اجدادش پیشۂ جراحی اختیار کرده بودند۔ ایں هم در پیشۂ خود ماهر ست۔ در حضورِ والا به جرگۂ جرّاحاں داخل۔ قدرے تحصیلِ طب (ورق ۷۴ ب) هم نموده۔ شعرِ ریخته گاهے موزوں می کند۔ ازوست منه۔

جب سے سنا که شوخ کا بازار گرم هے
. . . . کو اس کے به بهی دل زار گرم هے

اک دم نہیں هے اس بتِ خورشید روکو چین
پهرنے میں جیسے کوکبِ سیار گرم هے

جراح ٹانکے دینے میں مت کر درنگ تو
اس واسطے که زخم مرے یار گرم هے

جذب جذب تخلص، سید بهکهاری، باشندۂ سرکارِ بریلی۔ دو سه سال منقضی شده که وارد دارالخلافه گشته بود۔ شخصِ ذی هوش و حلیق و مودب به نظر رسیده۔ تحصیلِ کتبِ عربی هم نموده است و در شاعری نیز مهارتے دارد۔ ابیاتے چندکه از طبعش سرزده، اکثر دل کش اند۔ ازاں جمله بریں سه چهار اکتفانموده شد۔ منه۔

---

(۱) جو دیکھ کر درِ گوش ان کا جان دی هم دم (نغز ۱۷۴)
(۲) بجای خاک سو اس کی جو موتیا نکلی (نغز)
(۳) سیه خال اس طرح سی دیکهی ان کی ناف کی اوپر (نغز)

وان صفائی [1] وہ خود نمائی ہے — یاں مری جان کی صفائی ہے
اے فلک مجھ سے اتنی [2] بے رحمی — یہ ترے دل میں کیا سمائی ہے
یاں ہوئے ہم تو جاں بحق تسلیم — واں اہوی عشق آزمائی ہے
جو کہ حلقہ بگوش تھے کے ہیں — ناک میں ان کی جان آئی ہے
ہوں مسلمان بندۂ کافر — کچھ عجب طرح کی خدائی ہے
حدب چل دیکھ آستانۂ یار — ہم ہیں اور [3] واں کی جبہ سائی ہے

جوہری جوہری تخلص، (از) نامش اطلاعے نیست۔ متوطن دارالخلافہ در جوہری بازار می ماند۔ (ورق ۷۵ الف) جوانیست نو مشق، جوہری پسر، شاگرد میاں نصیر۔ ازوست، منہ۔

آفریں دل کو گیا ابروے خم دار سے مل
کس کا ایسا ہے جگر جاوے جو تروار سے مل

روشنی مہ کی شب نار میں ہوتی ہے دو چند
زلف بے وجہ گئی ہے نہ رخ یار سے مل

دیکھ کر ابرو ہوا آج یہی ہے جی میں
کیجے پیمانہ کشی ساقی سرشار سے مل

جوہری چھوڑ تو مت ایسی رقم کو کہ وہ شوخ
ساتھ آیا ہے ترے جوہری بازار سے مل

جلال جلال تخلص، از نام و نشانش اطلاعے نیست۔ بالفعل در فیض آباد استقامت دارد۔ اشعارش دل چسپ و کلامش رنگین ست۔ منہ۔

تنگ احوال ہے اب تو ترے شیدائی کا
آ کے ٹک دیکھ تماشا تو تماشائی کا

قدر عاشق کی وہ کیا جانے کہ آپی شب و روز
عشق رکھتا ہو جو شخص اپنی خود آرائی کا

(۱) ہی (نغز ۱۰۴) (۲) بی مہری (نغز ص ۱۰۴) (۳) اس کی (نغز ص ۱۰۴)

دل دیا مفت اب اس آئنہ رو کو افسوس
میں تو حیران ہوں حلال اس تری دانائی کا
اس مرے ہوئے کو جی جلا لو ہو تو اپنے گلے سے ٹک لگا لو
حال مت پوچھ اس پریشان کا جو ہوں گرفتار زلفِ خوباں کا
اب تلک بازار میں بیٹھے ہیں جس کی دید کو
کیوں نہ آیا آہ کیا سوجھی یہ اس بے دید کو

جراءت جرأت تخلص، [۱] قلندر بخش، بزرگانش فخرِ دربانیِ حضورِ والا داشتند۔ از چندے بہ سببِ انقلاب مع قبائل بہ لکھنؤ رفتہ، طرحِ اقامت انداخت۔ چوں طبعش موزوں بود، (ورق ۷۵ ب) شعرِ ریختہ می گفت و بہ نظرِ اصلاحِ میر جعفر علی حسرت می رسانید۔ بعدِ مرورِ ایام کلامش چناں بہ پایۂ پختگی رسید، کہ از استادِ خود فوقیت گزید و الحق کہ اکثر فکرش طرفِ طرز بندی و صحتِ محاورہ و درستیِ روز مرہ و ارتباطِ الفاظ وصنایع .... مائل و یاس و نومیدی از کلامش می تراود۔ بیش تر غزلیات غزل در غزل گفتہ است۔ ماہرانِ ایں فن بہ استادیش معترف۔ مصلحِ اشعارِ اکثر سکنائے لکھنؤ ست۔ در علمِ نجوم نیز مہارت دارد۔ و بہ علمِ موسیقی ہم آشنا ست۔ چناں چہ درنواختن ستاردستے دارد. لیکن افسوس کہ ایں قسم مردِ ہنرمندِ باکمال را در عینِ جوانی چشمانش از حلیۂ بصارت عاطل گشتہ۔ دریں زمانہ ہم چو شخص بسا مغتنم۔ از نتائجِ طبعِ رنگینِ اوست، در نعت گفتہ۔ منہ۔

محمد ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا
[۲] کہے بندہ گر اس کی مدح دعوی ہے خدائی کا
ہوا ہے اب تو یہ نقشہ ترے بیمارِ ہجراں کا
کہ جس نے کھول کر منہ اس کا دیکھا پھر وہیں ڈھانکا

(۱) یعنی مان ام آبائی اوست بدیں جہت کہ خودرا از اولاد بجر رای مان می گوید۔ اوشخصی گزشتہ کہ ہنوز در محلۂ کہ متصل چاندنی چوک جای بود و باش او ود، بہ کوچۂ رای مان شہرت دارد (ہندی ص ۶۳)
(۲) کری بندہ الخ (نغز ص ۱۵۶)

ہوا ظاہر نہ مردہ بھی ترے بیمارِ ہجراں کا
ز بس صدمہ اٹھا کر وہ موا تھا درد پنہاں کا

مت یہ گھبرا کر کہو اب یاں سے بندہ جائے گا
کوئی مر جائے گا صاحب آپ کا کیا جائے گا

دل پر لگا الٹ کے وہیں تیر آہ کا
جب یاد آ گیا وہ پلٹنا نگاہ کا

جھپکے اجل سے آنکھ مری کیوں کہ وقتِ نزع
بسمل ہوا ہوں میں کسی بانکی نگاہ کا (ورق ۷٦ الف)

کون دیکھے گا بھلا اس میں ہے رسوائی کیا
خواب میں آنے کی بھی تم نے قسم کھائی کیا

ذرا کر سیر گل رو تازگی پر ہے چمن اپنا
شگفتہ جوں گلِ تو ہے ہر اک داغِ کہن اپنا

برہم کبھی قاصد سے وہ محبوب نہ ہوتا
گر نام ہمارا سرِ مکتوب نہ ہوتا

سبب پوچھو نہ واں سے دستۂ نرگس کے آنے کا
کہ ہے یہ عین شفقت میں مزا آنکھیں دکھانے کا

مبتلا بس کہ ہوں میں اس بتِ ہرجائی کا
جا بہ جا کیوں نہ ہو شہرہ مری رسوائی کا

کچھ ہم تو نہ سمجھے کہ شبِ وصل کدھر تھی
[1] اس زلف سے رخ پر جو نظر کی تو سحر تھی

نہ دیکھو نبض مری اور مت لگاؤ ہاتھ
طبیبو تم مرے جینے ہی سے اٹھاؤ ہاتھ

(۱) لٹک زلف سے جو رخ پہ نظر کی تو سحر تھی (گلزار ص ۹۳)

نزع میں ہم نے عجب طور سے دل شاد کیا
آئی ہچکی تو کہا اس نے ہمیں یاد کیا

چین اس دل کو نہ اک آن ترے بن آیا
دن گیا رات ہوئی، رات گئی دن آیا

روشن ہے اس طرح دل ویراں کا داغ ایک
اجڑے نگر میں جیسے [1] جلا ہے چراغ ایک

حس کے غم میں آہ ہم آرام سے واقف نہیں
کیا غضب ہے وہ ہمارے نام سے واقف نہیں

تو نہیں ساقی تو ہم کو جام سے کیا کام ہے
خون دل بس ہے مئے گل فام سے کیا کام ہے

مرگیا درد اٹھا کر جو وہ تنہائی کا
کوئی اٹھانا نہیں لاشا ترے شیدائی کا

دیکھنا دشوار ہے اب اس بت دل خواہ کا
یہ ہمیں در پردہ گویا عشق ہے اللہ کا

لاش کو میری چھپاکر اک کنویں میں ڈال دو
یارو میں کشتہ ہوں اک پردہ نشیں کی چاہ کا (ورق ۷٦ ب)

گر مشغلہ نہیں تہِ دریا شراب کا
کیوں منہ ادھر کیے ہے قدح ہر حباب کا

کیجو زمیں سے قبر برابر مری کہ میں
کشتہ ہوں ایک پردہ نشیں کے حجاب کا

غم ایک پردہ نشیں کا جو پردہ دار رہا
تو استخواں میں پنہاں مری بخار رہا

(۱) جلو ہو (گلزار ۹۳)

سر گزشت اس سے جو کچھ کہنے میں دل گیر لگا
دی مرے سامنے فرہاد کی تصویر لگا

جرأت انبوہ ہو درکار اگر بعدِ فنا
دیجو اس کی مرے تابوت پہ تصویر لگا

رشک اس پہ عجب گردشِ افلاک نے کھایا
کاوا جو ترے توسن چالاک نے کھایا

آکر مرے اس آبلۂ دل کے مقابل
الزام قیامت شجرِ تاک نے کھایا

یہ اشک بہے آہ کہ سب بہہ گئے اعضا
جوں اشک مجھے دیدۂ نم ناک نے کھایا

یاران گزشتہ کی کہانی رہی جرأت
ساتھ اپنے جو کھاتے تھے انہیں خاک نے کھایا

شب کیا یہ چپکے چپکے وہ شوخ و شنگ بولا
دیکھو نہ بولیں گے ہم گر پھر پلنگ بولا

اس مست مئے ناز کا اللہ جھجکنا
تنکے کو سمجھ کر قدح بنگ میں کیڑا

سالہا گزرے کہ تم ہم کو نہ یار آئے نظر
آئے تو باد کے گھوڑے پہ سوار آئے نظر

بلائیں ہاتھوں نے میرے جو لیں تمہاری رات
بلائیں ہاتھوں کی لیتا رہا میں ساری رات

ہر آہ سے جو شعلہ نمایاں ہے آگ کا
پتلا بغل میں کیا دلِ سوزاں ہے آگ کا

ہم عاصیوں کو لہر جو رونے کی آ گئی
دوزخ کی پھر خدا ہی نگہ باں ہے آگ کا (ورق ۷۷ الف)

تھی کل اس بن یہ مری شکل گلستان کے بیچ
جیسے بیٹھے خفقانی کوئی زندان کے بیچ

دل کو اے عشق سوئے زلفِ سیہ فام نہ بھیج
رہ زنوں میں تو مسافر کو سرِ شام نہ بھیج

قصد جانے کا نہ ملکِ دل سے تو اے جان کر
سن مرے بستے اس آبادی کو مت ویران کر

یہ کسی پردہ نشیں کا کیا پیام آیا کہ آہ
منہ لپیٹے ہم پڑے ہیں دل میں مرنا ٹھان کر

بوسے ہم خواب میں لیتے تھے کڑے [پڑے ؟] ہاتھوں کے
کھل گئی آنکھ بجے جوں ہی کڑے ہاتھوں کے

نالہ و آہ و فغاں میرا ہی دم بھرتے ہیں
آپ کا جان کے یہ مجھ پہ کرم کرتے ہیں

عزیزو وصل میں بھی ہم جو رو رو کر نہ سوتے تھے
سو اندیشہ تھا روز ہجر کا اس دن کو روتے تھے

غم سنانے کو جو بیٹھوں کسی غم خوار کے پاس
بے قراری یہی کہتی ہے کہ چل یار کے پاس

کب حالِ دلِ زار سے محبوب ہیں واقف
جو ہم پہ گزرتی ہے ہمیں خوب ہیں واقف

ملا چاہو تم تو بہانے بہت ہیں
جگہ سیکڑوں ہیں ٹھکانے بہت ہیں

کبریائی میں مرا وہ بتِ گم راہ ہے ایک
لوگ سچ کہتے ہیں یہ بات کہ اللہ ہے ایک

وہ سوختۂ عشق ہوں جرأت کہ جگر پر
ہر داغ ہے خورشیدِ قیامت سے سوا گرم

مثلِ آئینہ با صفا ھیں ھم
دیکھنے ھی کے آشنا ھیں ھم
قول آنے کا دے کے راہ میں تم
واہ خوب آئیے وعدہ گاہ میں تم

حیران مجھے دیکھ کے [۱] بولے وہ ھنسی سے
ھے آج تو [۲] جرأت نرا تصویر کا عالم (ورق ۷۷ ب)

اس دلِ بےتاب کو آہ ہیں کل کہیں
مجھ کو پھرے ھے لیے آج کہیں کل کہیں

کچھ تو جرأت بھلا ارمان موئے پر نکلے
سامنے بیٹھ کے اپنے جو وہ اٹھوائے ھمیں

دام میں ھم کو لاتے ھو اور دل اٹکا ھے اور کہیں
شعر پڑھاتے ھم سے ھو مضمون گٹھا ھے اور کہیں

قدم میں ناتواں جب اس کے کوچے سے اٹھاتا ھوں
تو شکلِ نقشِ پا ھر ھر قدم پر بیٹھ جاتا ھوں

لخت دل سمجھو نہ میرے آنسوؤں کے تار میں
بیڑیاں یاقوت کی ھیں موتیوں کے ھار میں

لختِ دل کی ھے اب آمد دیدۂ خوں بار میں
دیکھیے کیا پھولتا ھے گل گھڑی دو چار میں

تصور تیری صورت کا جو باندھ اے یار لیتا ھوں
تو سر تا پا بلائیں اس کی سو سو بار لیتا ھوں

ز بس وہ آپ کو بے مثل سمجھے ھے زمانے میں
ھوا سو شکل سے حیران کل آئینہ خانے میں

(۱) ،، بولا ۔ (نفز ص ۱۵۷)
(۲) ،، ھو آج تو جرأت یہ بھی تصویر کا عالم ،، (نفز ص ۱۵۷)

پردے میں شکل کس کی یہ آئی نظر ہمیں
منہ ڈھانک رونے گزرے ہے دو دو پہر ہمیں
دے قید غم یہ کون گیا اپنے گھر ہمیں
بیٹھے جو وقتِ نزع ہیں سب گھیر کر ہمیں

شادی و غم ساتھ ہیں، من چاہ یہ ہو وہ نہ ہو
یہ نہ ہووے گا کبھی واللہ یہ ہو وہ نہ ہو

وصل میں جس کے نہ تھا چین سو جرأت افسوس
وہ گیا پاس سے اور موت نہ آئی مجھ کو

خدا ناکردہ گر اس بت میں اور مجھ میں لڑائی ہو
نہ ہووے صلح گر پھر درمیاں ساری خدائی ہو (ورق ۷۸ الف)

اس پری زاد پہ دل کیوں کہ نہ دیوانہ ہو
خوب صورت ہو جو اور عاقل و فرزانہ ہو

اللہ رے اس پردہ نشیں کا پردہ
آسماں کا ہے نہ جس سے نہ زمیں کا پردہ

شرم یاں تک ہے کہ مانگے نہ خدا سے وہ دعا
کرلے ہاتھوں سے نہ تا روے حسیں کا پردہ

قتل کرنا ہے تو لو دیکھو نہ دو چار کی راہ
کھوٹی کیوں کرتے ہو تم اپنے گنہ گار کی راہ

ان کے آنے میں اب جو دیر ہے کچھ
یہ بھی قسمت کا ہیر پھیر ہے کچھ

بلا جوڑے کی بندش اور قیامت قدِ بالا ہے
غضب چتون، ستم مکھڑا، بدن سانچے میں ڈھالا ہے

یوں گوری سی چھاتی پہ ہے زنجیر طلا کی
جوں کاسۂ چینی پہ ہو تحریر طلا کی

بجلی ہے تلے ابر کے یا جھمکے ہے جرأت
اس سوسنی کرتے میں سے زنجیر طلا کی

گو رونے کا تار ابر اب افلاک سے باندھے
پر شرط نہ اس دیدۂ نم ناک سے باندھے

مستوں کے تئیں لے جو چلا محتسب شہر
لازم ہے کہ ان کو شجرِ تاک سے باندھے

اس طفل کو یہ جنگ ہے مجھ سے کہ پس از مرگ
مینڈھے بھی لڑانے کو مری خاک سے باندھے

جس جگہ رہتے ہیں ہم جرأت مریضِ چشمِ یار
وہ محلہ شہر میں مشہور بیماروں کا ہے

دیکھ زخمی مجھے اس کوچۂ قاتل والے
ہنس کے کہتے ہیں کہ آ زخمِ جگر سلوا لے

بے کلی ایسی گیا ہے سونپ وہ گل رو مجھے
کل نہیں پڑتی کسی کروٹ کسی پہلو مجھے

زخم اک شمشیر کا سا دل پہ لگ جاتا ہے آہ
یاد آ جاتی ہے جب وہ جنبشِ ابرو مجھے (ورق ۷۸ ب)

شب بن اس کے جاں ہم دم جب مری جانے لگی
آہِ سوزاں آگے آگے شمع دکھلانے لگی

دور سے اس کی گلی جو نہیں نظر آنے لگی
اضطرابِ دل سے پہلے جان ہی جانے لگی

روز غل آگ لگ اٹھنے کا وہاں رہتا ہے
جس محلے میں ترا سوختہ جاں رہتا ہے

بسانِ سنگِ در کیا خاک اپنی زندگانی ہے
کہ جن کی ٹھوکریں کھاتے ہیں ان کو سرگرانی ہے

نہیں ملتے ہیں پھروں دست و پا، یہ ناتوانی ہے
سنا جو مرگ کا عالم، سو اپنی زندگانی ہے

کسی کے منہ چھپانے سے پڑے ہیں منہ لپیٹے ہم
کریں کیا اس کو ظاہر دل میں جو درد نہانی ہے

خموشی کی ہماری جا بہ جا اب قصہ خوانی ہے
برابر سو زباں کے ایک اپنی بے زبانی ہے

مرے ہر بار کے آنے سے یہ اس کی زبانی ہے
یونہیں بس آتے آتے ایک دن موت اس کی آنی ہے

کیوں کر کوئی سلامت اس کے مکاں سے نکلے
جب نخل ہو بریدہ تب گل ستاں سے نکلے

دھیان اس زلف کا جب آتا ہے
دل پر اک سانپ سا پڑ جاتا ہے

رہنے کو اپنے یار کا گر آستاں ملے
تو جانیے کہ پھر ہمیں دونوں جہاں ملے

ہم نشیں ہوگئے رقیب اپنے
کیا گلہ کیجیے نصیب اپنے

دیکھ مجھ کو اپنے در پر یوں کہا منہ پھیر کے
کس لیے بیٹھا ہے دیوانہ یہ رستہ گھیر کے

پڑے ہے بزم میں جس شخص پر نگاہ تری
تو منہ کو پھیر کے کہتا ہے وہ پناہ تری

یہ حالت ہے مری جب تک نہ در سے تو نکل آئے
ادھر ایک آہ کھینچی اور ادھر آنسو نکل آئے (ورق ۷۹ الف)

اب کیوں کہ ملنے پاؤں میں ناتواں تم سے
گرویدہ ہوگیا ہے سارا جہان تم سے

کیوں کہ دوں ہجر میں ایسے کے نہ میں جان لگا
میں تو روتا تھا کھڑا ، ہنس کے گلے آن لگا

اک دم میں نالۂ دل مفت آسماں ہلاوے
فرمائش فغاں پر گر تو زباں ہلاوے

چھوڑا گلزار سے دور اور پرِ بلبل کترے
آج صیادِ جفا پیشہ نے کیا گل کترے

قلق یہ اس بت کافر کی ہے جدائی سے
کہ آہ بیٹھے ہیں بیزار ہم خدائی سے

یوں وہ آنکھوں میں کہے ہے جب کہ روتا ہے کوئی
پھوٹ پھوٹ اتنا نہ رو بدنام ہوتا ہے کوئی

گرد ہالہ اختروں کو دیکھ روتا ہوں کہ یوں
موتیا کے پھول بالے میں پروتا ہے کوئی

جرأتِ گریہ کناں کا ان دنوں ہے رنگ یہ
پونچھے ہے آنسو کوئی ، دامن کو دھوتا ہے کوئی

دوا نے اس پہ نادان اور دانش مند ہوتے ہیں
[1] یہ عالم اب تو اس کا ہے کہ رستے بند ہوتے ہیں

جو گئے تھے ترے بیمار کے لانے کے لیے
سو وہ سب بیٹھے ہیں اب اس کے اٹھانے کے لیے

بارے کچھ جذبۂ دل نے ہے کیا اس کو اثر
جو کہ آتا ہے سو یہ مژدہ سناتا ہے مجھے

بر میں مرے یا رب وہ کبھی سیم بر آوے
اس پاس کی یاری کی یہ امید بر آوے

(۱) یہ عالم اس کا دیکھا ہے کہ رستے بند ہوتے ہیں (نعز ص ۱۶۱)

اس پردہ نشیں سے کوئی کس شکل بر آوے
جو خواب میں بھی آوے تو منہ ڈھانپ کر آوے

جو مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ کیوں مفت دیا دل
ہو جائیں ابھی مجھ سے جو وہ مفت بر آوے

بھرلوں اسے کولی میں اگر میں تو عجب کیا
یہ مرہم ابھی زخم مرے دل کا بھر آوے (ورق ۷۹ ب)

جی کہتے ہیں جرأت نے دیا یار کے در پر
سمجھے یہ وہی بات جو الفت میں در آوے

جو چاہوں اس لب شیریں سے دل مرا پھر جائے
تو کیا غضب ہے زباں پر وہیں مزا پھر جائے

یہ تنگ دل کیے جو ہاتھوں سے تھا میں جینے سے
ہوے جدا نہ موئے پر بھی ہاتھ سینے سے

قطعہ

کی سفارش جو مری اس سے کسی نے اے وائے
ربط کچھ ان کو تو ٹھہرا نہ نہ منظور ہوئے

یہ مگر بولے کہ جی کیوں نہ ملوں گا ان سے
اب تو وہ چاہنے والے مرے مشہور ہوئے

دہانِ شیشہ جلدی کہتے ہیں مے نوش کھل جائے
مبادا ابر یہ اے ساقیِ مدہوش کھل جائے

خبر اس کو نہیں کرتا کوئی
کہ میاں مفت ہے مرتا کوئی

وہ نہ آوے تو یہ ہو جاوے غلط
کہ بن آئے نہیں مرتا کوئی

۲ آهیں مت بھر اسے لے آئیں گے
اتنی حامی نہیں بھـــرتا کوئی

مالوف جس سے طبع ہے یارب حبیب کی
ہو جائے کاش شکل مری اس رقیب کی

حسے کہ موت خیالِ جمالِ یار میں آئے
تو پھر بجائے فرشتہ پری مزار میں آئے

اٹھے جہاں سے نہ جرأت اٹھا کے درد فراق
الٰہی موت بھی آئے تو وصلِ یار میں آئے

رکھیو یارب تو پھنسا دل کی گرفتاری میں
موت بھی آوے تو آوے اسی بیماری میں

س کہ وابستہ خیال اس عشوہ گر کے ساتھ ہے
ٹپکے اک تصویر سی تار نظر کے ساتھ ہے

ہو نہ شکلِ جزوِ لاینفک جدا جوں موج و بحر
آستیں کو ربط اپنی چشم تر کے ساتھ ہے (ورق ۸۰ الف)

عشق گو کوہِ گراں ہے ، سرکیں کیا جوں کوہ کن
ہم میں جرأت یہ ارادہ اپنے سر کے ساتھ ہے

لطف بے یار ہمیں سیرِ گلستاں کب دے
دیکھنے دیدۂ گریاں گلِ خنداں کب دے

جی چلا کر جی میں ہے صدقے تمہارے جائیے
اس میں گو رسوائی ہو یا جی سے مارے جائیے

یاد آئے جو اس چشمِ غضب ناک کے ڈورے
پھر ٹوٹے رفوئے دلِ صد چاک کے ڈورے

---

(۲) آهیں مت بھر اسے هم لاتے هیں (نغز ص ۱۶۲)

جب کبھی نکہتِ گل سوے قفس آتی ھے
کیا کہیں ھم جو اسیروں کو ھوس آتی ھے

نالے دو چار سناؤں تمہیں لے سے ایسے
نہ سنے ھوں کبھی تم نے لبِ نے سے ایسے

کل واقفِ کار اپنے سے کہتے تھے وہ یہ بات
جرأت کے جو گھر رات کو مہمان گئے ھم

کیا جانے کم بخت نے کیا ھم پہ کیا سحر
جو بات نہ تھی ماننی سو مان گئے ھم

ازبس کہ دل سے جرأت بندے ھیں حسن کے ھم
سجدہ کریں اسی میں مسجد ھے جو پری کی

صبح اٹھ گھر کو چلے وہ تو مجھے جرأت آہ
جوں چراغِ سحری جنبشِ دامن مارے

صنم پردہ نشیں نے ھمیں مارا جرأت
اب دکھائی بھی وہ اللہ نہیں دیتا ھے

گلے سے آکے گروہ سبزہ رنگ اک بار لگ جاوے
تو گویا زخمِ دل پر مرھمِ زنگار لگ جاوے

گر تم کو گر اپنا نہ دل آرام رکھیں گے
تو آج سے جرأت بھی نہ ھم نام رکھیں گے

وھی مضمون تو سمجھے ھے جواے ماہ جی کا ھے
سخن دانی کا حق یہ ھے ترے ماتھے پہ ٹیکا ھے

دمِ آخر نہ پوچھو وضع اس بد ظن کے آنے کی
کہ وقتِ نزع آکہنے لگا خوی بہانے کی (ورق ۸۰ ب)

قتل سے کب قاتلانِ فتنہ گر خالی ھوئے
بھر گیا شہرِ خموشاں گھر کے گھر خالی ھوئے

خاک پر پھولے جو تیرے کشتۂ حرماں کے نخل
نکلے گل بے رنگ و بو پیدا ثمر خالی ہوئے

جس دن سے کہ تم پاس نہیں جان ہمارے
نہ ہوش ٹھکانے ہیں نہ اوسان ہمارے

کیا کیا نہ کچھ اس دیدۂ خوں بار سے نکلا
ارمان ہی پر نکلے نہ ارمان ہمارے

چین دیتی نہیں یارب یہ خدائی مجھ کو
کاش لے جائے کسو کی کہیں آئی مجھ کو

چین سے پھر کیوں کہ واں جس جا ہوں کھٹکے سوئیے
جی تو چاہے ہے کہ خوب اس سے لپٹ کے سوئیے

یاد آتا ہے یہ کہنا جب تو اڑجاتی ہے نیند
اپنی ہٹ تو رکھ چکے، لو اب تو ہٹ کے سوئیے

گر وہ ہاتھ آوے تو زانو پہ بٹھائے رکھیے
لب سے لب سینے سے سینے کو ملائے رکھیے

کھڑا تھا بام پر وہ اور نگہ میں نے جو اوپر کی
نظر آنے لگی گویا مجھے پتلی سکندر کی

مت کڑھ جو نہ پوچھا دلِ رنجور کسی نے
وہ پاسِ مروت ہی کیا دور کسی نے

ٹک دیر جو آجانے میں جاناں نے لگائی
ساون کی جھڑی دیدۂ گریاں نے لگائی

بل کھانے پہ کل اپنے اکڑتا تھا جو سنبل
قمچی تری کیا زلفِ پریشاں نے لگائی

سر رشتۂ سودا کے خریدار چلے آئیں
دوکان مرے چاک گریباں نے لگائی

جامه ترے وحشی کو کسی نے جو پنھایا
قینچی وھیں گردن میں گریباں نے لگائی
جلدی سے کرائے چرخ سحر، ورنہ کہوں گا
کالک ترے منہ کو شبِ ہجراں نے لگائی (ورق ۸۱ الف)

پنہاں نہ ھوں کیوں لعل و گہر سنگ و صدف میں
چوٹ دونوں کو تیرے لب و دنداں نے لگائی

بولا جو کوئی لعل پہ دیکھی نہ ادا ھٹ
مسی کی دھڑی بس وھیں جاناں نے لگائی

پھباتے جس پہ تھے کل تم کہ یہ کیا نقشِ قالی ھے
سو پیارے آج اس بیمارِ غم کی جائے خالی ھے

ظلمات کی یک راہِ نمودار نکالی
لے آئنہ مانگ اس نے جو یک بار نکالی

باتیں تو بہت سب نے نکالیں پہ کسی نے
پھانس اپنے کلیجے کی نہ زنہار نکالی

جرأت نہ رھوں کیوں کہ میں بے تاب کہ صورت
بجلی سی چمک جاتی ھے ناگاہ کسو کی

گرچہ وصلِ یار ھے، پر اپنے دل کو کل کہاں
ھے یہی دھڑکا کہ جو کچھ آج ھے سو کل کہاں

کیجو زمردی مرے مرقد کے سنگ کو
میں مر گیا ھوں دیکھ کے اک سبزہ رنگ کو

دن رات ھرزہ گرد نہ ھو، طور کیا ھے یہ
سودا اگر نہیں تو دلا اور کیا ھے یہ

گوھرِ اشک اب کیوں نہ خریدیں انکھ لڑے کا سودا ھے
کیوں کر چھوٹیں زلفِ بتاں سے گلے پڑے کا سودا ھے

ملاپ کیوں کہ ہو دونوں کے دل قفس میں ہیں
جنہوں کے بس میں ہیں[1] ہم وہ پرائے بس میں ہیں
ہوے ہم بت کے بندے برہمن سے راہ کرتے ہیں
حرم کے رہنے والو تم سے عشق اللہ کرتے ہیں

رباعی در ہجو

مختاری پر آپ اتنا کیجیے نہ گھمنڈ
[2] کہیے جسے نوکری سو ہے بیخ ارنڈ (ورق ۸۱ ب)
سرمائی دلانی ہے تو دیجیے ورنہ
تم کھاؤ گے گالیاں جو ہم کھائیں گے ٹھنڈ

[3] بے وجہ نہیں دیکھو یہ پڑتے اولے
انگریز بڑا بول جو ناحق بولے
تو فوجِ ملائک نے فلک سے جرأت
مارے گوروں کو گورے گورے گولے

قطعہ

ہے عشقِ خدا نبی سے ظاہر ٭ یہ چاہ نہ سمجھیو نہانی
دیکھو تو ذرا بہ چشمِ تحقیق ٭ کیا مدِ نظر ہے پاسبانی
تھا سایۂ مصطفےٰ جو معدوم ٭ دشوار تھی رمز اس کی پانی
گزرا جو خیال یہ نبی کو ٭ تو آئی صدا یہی کہ جانی
باسایہ ترا نہ می پسندم ٭ عشق ست و ہزار بدگمانی

جہاں گیر | جہاں گیر تخلص، سیدے ست ساکن لکھنؤ، از طبع زاد سید مذکور ست۔

(۱) ہوں میں (نغز ص ۱۵۸) (۲) کہتے ہیں جسے نوکری (نغز ص ۱۶۲)
(۳) بے وجہ نہ سمجھیو یہ پڑتے اولے (نغز)

وہ کافر مرا درد کیا جانتا ہے
جو گذرے ہے مجھ پر خدا جانتا ہے
غم دردِ ہجراں سے واقف نہیں ہے
یہ ناصح فقط مغز کھا جانتا ہے

جوان جواںؔ تخلص، شیخ محب اللہ، بزرگ زادہ ایست، شاگردِ میر عزت اللہ عشق ست۔

وہ بت کہتا ہے گر تو نے لگایا ہات چھاتی پر
بہ ربِ کعبہ پھر ووہیں جڑوں گا لات چھاتی پر
غیروں سے ملو ہم سے کرو یار بہانے
گر ایسی ہی صورت ہے رہا میں تو ٹھکانے

جواہری جواہری تخلص، غلام جیلانی نام، ساکنِ رام پور، اشعار ریختہ موزوں می کند۔ (ورق ۸۲ الف) بہ قدر مولویت [؟] ہم دارد۔ ازوست۔

بہار آئی ہے دیوانوں کی ہے تدبیر صحرا میں
ہوا کی موج پھرتی ہے لیے زنجیر صحرا میں

جلال جلالؔ تخلص، جمال الدین حسین نام، از سکنۂ دہلی ست۔ ازوست۔

جی میں آتا ہے گریباں پھاڑ کر ٭ دشت کو اٹھ چلیے داماں جھاڑ کر

جنون جنوں تخلص، میر فیض علی ساکن دارالخلافہ. شاگرد میرامانی اسد۔ ازوست۔

باندھ کر تلوار جب آیا نظر میرے تئیں
ہوگئی معلوم قاتل کی نظر میرے تئیں

جگن جگن تخلص، از اقربائے نواب شیر افگن خان مرحوم، شاگرد میر تقی میر۔ ازوست۔

اس دل مریض عشق کو آزار ہی بھلا
جی کا ہو تو ستم ہی یہ بیمار ہی بھلا [؟]

جمیل جمیل تخلص، مرزا مغل، پسرِ عبدالباقی خاں، از چندے در دھلی استقامت ورزیدہ، شاگرد سودا۔ ازوست۔

کیوں نہ ہوویں جان و دل سے ہم نثار آئنہ
عکس ہو مکھڑے کا تیرے ہم کنار آئنہ

حرف الحا

حاتم حاتم تخلص، [1]۔ شیخ ظہور الدین، معروف بہ شاہ حاتم، ساکن دارالخلافۂ شاہ جہاں آباد۔ مرد درویش وضع، پاک [2]۔ طینت، مرتاض وقت، از قید علائق وارستہ و تعلقاتِ دنیاے فانی را پشت پا زدہ۔ در عنفوان شباب اول روزگار بہ فنِ سپاہ گری می‌کرد۔ آخر سعی و تلاش را کہ لازمۂ اہل دنیا ست، (ورق ۸۲ ب) خیر باد گفتہ، بر مسندِ توکل نشست و متصل دروازۂ دھلی قلعۂ مبارک تکیۂ [3]۔ درویشانہ بنا کردہ، خواص و عوام بہرہ یاب و فیض اندوز از انفاس متبرکۂ ایشاں می شدند و در شعرِ گوئی ریختہ و فارسی سرآمد زمانۂ خود بود۔ اول دیوانِ ریختہ بہ زبانِ متقدمین تصنیف نمودہ۔ بعدِ آں دیوان دوم ریختہ بہ زبانِ حال بہ فصاحت ترتیب دادہ۔ شاگردانِ [4]۔ بسیار داشت۔ ازاں جملہ میرزا سودا ہم از تلامذۂ ایشاں ست۔ چند اشعار از طبع زادِ آں درویش با صفا نقل می نماید۔ منہ۔

تم تو بیٹھے ہوے پر آفت ہو ٭ اٹھ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو

(۱) نکات، مخزن، حسن، گردیزی، چمنستان، میں ان کا نام محمد حاتم درج ہی۔ اشپرنگر نی لکھا ہو کہ محمد حاتم اور ظہور الدین حاتم دو مختلف شاعر ہیں۔
(۲) مردی ست جاهل ومتمکن و مقطع وضع دیر آشنا (نکات ص ۷۵)
(۳) بہ تکیۂ شاہ تسلیم کہ بر شاہ راہ راج گھاٹ زیر دیوار قلعۂ مبارک واقع است۔ تشریف ارزانی داشت (نغز ص ۱۸۰) تاریخِ تولدش بہ قولِ از حرف ”ظہور“ برمی آید (ہندی ۸۰)
(۴) در دیباچۂ دیوان نام چہل و پنج کس از شاگردان خود بہ رشتۂ تحریر کشیدہ (نغز)

دل تو چاہ زنخ میں جا [۱]ـ ڈوبا ٭ آشنا تھا غریق رحمت ہو
مفلسی اور دماغ اے حاتم ٭ کیا [۲]ـ کرے تو نجھے جو دولت ہو

قطعـــہ

اس جہاں کے قمار خانے میں ٭ جب سے ہم آکے یار بیٹھے ہیں
عمر ہفتاد و ہشت سال کو مفت ٭ کیا دم نقد ہار بیٹھے ہیں
[۳]ـ ہجر کی زندگی سے مرگ بھلی ٭ کہ [۴]ـ جہاں سب کہیں وصال ہوا

مارا ہے سنگ دل نے دکھا مجھ کو رنگ سرخ
[۵]ـ تعویذ اب مزار کا لازم ہے سنگ سرخ

[۶]ـ آج نرگس کے قلم کرکے سخن لکھتا ہوں
[۷]ـ وصف آنکھوں کا تری کاغذ بادامی پر (ورق ۸۳ الف)

مضمون خط کو دیکھ ترے ہم بہت ڈرے
جیسے مسودے تھے رہے [۸]ـ طاق میں دھرے

تو اذیت پیشہ دشمن ہے بغل میں دل نہیں
دور ہو پہلو سے صحبت کے مری قابل نہیں

آؤ چمن میں گل رو دیکھیں بہار ہم تم
اور بیٹھ کر لب جو ہوں ہم کنار ہم تم

(۱) ڈوب ہوا (ہندی ۸۲، دستور ۷۱)
(۲) کیا قیامت کری جو دولت ہو (ہندی ۱۲، شیفتہ ۵۵) تو قیامت کری جو دولت ہو (دستور ۷۱)
(۳) ہجر میں (نکات ۷۶)
(٤) کہ کہو سب جہاں وصال ہوا (نکات ۷۶) کہ یہ کہوی جہاں وصال ہوا (مز ص ۱۸۱) کہ کہیں سب جہاں وصال ہوا (گلزار ص ۱۰۳، گردیزی ص ۵۰ چمنستان ص ٤٤)
(۵) تعویذ میری گور کا لازم الخ (مز ص ۱۸٤) تعویذ مجھ مزار کا لازم الخ (نکات، گردیزی، چمنستان)
(٦) آج نرگس کا قلم کرکو سخن لکھتا ہوں (نکات ص ۷۸) آج نرگس کو قلم کرکو سخن لکھتا ہوں (چمنستان ۱٤۵) آج نرگس کو قلم کرکو صنم لکھتا ہوں (مز ۱۸۵)
(۷) وصف چشموں کا تری (مز ۱۸۵)
(۸) طاق پر (ہندی ص ۸۰)

عشق کے شہر کی کچھ آب و ہوا اور ہی ہے
اس کے صحرا میں جو دیکھا تو فضا اور ہی ہے

الفت کی مجھ کو ظالم تیری نگاہ بس ہے
گر دم بہ دم نہ ہووے تو گاہ گاہ بس ہے

ابھی مسند نشینِ طارمِ افلاک ہو جاوے
جو سب کچھ چھوڑ کر تیرے قدم کی خاک ہوجاوے

جی میں آتا ہے کہ شہرِ عقل کو ویراں کروں
ہو کے مجنوں خانۂ زنجیر آباداں کروں

جان کر بھیجتا ہوں خط کو میں بے سر نامہ
جانتا ہے مرے نامے کو وہ بے سر نامہ

ہم وہ جب ہم شراب ہوتے ہیں ٭ کئی مرغے کباب ہوتے ہیں

گوکہ شمیم گل سے آج عطر فروش باغ ہے
دل ہی نہ ہو تو اے نسیم کس کو یہاں دماغ ہے

پیری میں آج یار مرا ہم کنار ہے
ساقی بیا بیا کہ خزاں میں بہار ہے

بے خود اس دور میں ہیں سب حاتم ٭ ان دنوں کیا شراب سستی ہے

دیکھ جراح تیرے مرہم کو ٭ میرے سینے کا داغ ہنستا ہے

کریں (ہیں) قمریاں تعریفِ سرو اور ہم ترے قد کی
جو تو آوے چمن میں تو ہمارا [1] بول بالا ہے

رباعی

ان سیم بروں کے ساتھ سونا معلوم
[2] قسمت میں نہیں ہے خاک سونا معلوم (ورق ۸۳ ب)

(۱) بول بالا ہو (شیفتہ ص ۵۵)
(۲) قسمت میں لکھی ہو خاک الخ (نغز ص ۱۹٤)

حاتم افسوس دی و امروز گزشت
فردا کی رهی امید سو نامعلوم

جلتا هے (مرا) زخم دل اب شمع (کی) مانند
شاید پر پروانه پر تیر هوا هے

طالع کی گر مدد هو تو جا اپنی بود و باش
خوباں کے زیر سایۂ دیوار کیجیے

پھر خبر اس فصل میں یارو بہار آنے کی هے
اب سوا زنجیر کیا تدبیر دیوانے کی هے

آتا هے اب نشے کی طرف جی کبھو کبھو
ساقی نگاہ مست ادھر بھی کبھو کبھو

پاؤں کو اگر مل کے حنا لال کرے تو
پہلے هی قدم باغ کو پامال کرے تو

ابر هے اور بہار باراں هے ٭ روز عید شراب خواراں هے
شام هجراں کا روسیاہ کرو ٭ صبح وصل امیدواراں هے

گر ناقۂ لیلی کے چرانے کی هے خواهش
مجنوں تجھے لازم هے لباس سری رنگ

کیا هوا تو نے بنایا گر سکندر آئنه
آئنه دل کا بنانا تھا تجھے هر آئنه

شعر استادانه هے، حاتم هے مرزایانه وضع
طبع امرایانه هے، اوقات درویشانه هے

غم و اندوه دل میں گھر رها هے
فلک کچھ هم سے شاید پھر رها هے

حیدر | حیدر تخلص، میرزا حیدر بیگ، باشندۂ اله آباد، زیاده از احوالش اطلاع نیست ـ یک مطلع ازوبهم رسیده، نگاشته می شود ـ منه کلام،

ہے کدھر کو تو اے مسیحا دم
یاد آتا ہے وہ تسرا عالم (ورق ۸٤ الف)

حسن حسن تخلص، میر غلام[1] حسن، خلف میر غلام حسن ضاحک، اصلش از ایران زمین و مولدش[2] دارالخلافه۔ در عنفوانِ شباب به ضلع مشرق رفته اقامت گزید۔ در فیض آباد به رفاقتِ نواب سردار جنگ خلف نواب سالارجنگ بهادر بسر می برد۔ شاگرد[3] میر ضیاء الدین ضیا ست۔ اکثر مثنویات و قصائد و غزلیات تصنیف کرده۔ ازاں جمله مثنوی « بے نظیر و بدر منیر » که به فصاحت تمام موزوں ساخته و مقبولِ طبائعِ خاص و عام گشته۔ الحق که نہایت دل کش و دل چسپ ست۔ در فنِ خویش قادر زمانه بود۔ به اجلِ[4] طبعی ازیں جہاں در گرشت۔ خدایش بیامرزد منه۔

بس ہے اتنا ھی تیرا پیار مجھے ٭ او حسن کہ کے پھر پکار مجھے

اس کی جب بزم سے ہم ہو کے بہ تنگ آتے ہیں
اپنے ساتھ آپ ھی کرتے ہوے جنگ آتے ہیں

کسے آرزو تھی جو اس طرح لیے ساتھ غیروں کو آگئے
بھلے چنگے دل کو جلا گئے نئے سر سے آگ لگا گئے

[5] کہا میں نے مرے گھر میں کبھی دو چار دن رہ جا
لگا کہنے نہ کر جلدی ابھی دو چار دن رہ حا

(۱) سید حسن (دستور ص ۸۵) (۲) در سید واڑۂ دهلی کهه تولدش واقع شده (نغز ص ۲۰۳)
(۳) معز، عشقی، اور شورش میں سودا سے تلمذ کا بھی ذکر ہے۔ لیکن خود حسن نے اس کے متعلق یہ لکھا ہے ,, اصلاح سخن از میر ضیا گرفته ام۔ لیکن طرز اوشاں ازمن کما حقه سر انجام نه یافت۔ بر قدم دیگر بزرگان مثل خواجه میر درد و میرزا رفیع سودا و میر تقی پیروی نمودم ،،
(تذکرہ میر حسن)
(٤) گلزار میں سال وفات ۱۲۰۵ ھ درج ہے۔ اشپرنگر نے بھی یہی لکھا ہے لیکن دوسرے تذکرہ نویسوں نے ۱۲۰۱ ھ لکھا ہے۔ مصحفی نے ,, تذکرۂ ھندی ،، میں جو قطعۂ تاریخ لکھا ہے اس سے بھی یہی تاریخ نکلتی ہے۔
(۵) کہا میں نے کہ گھر میرے کبھی دو چار دن رہیے ٭ لگا کہنے ہے جلدی کیا ابھی دو چار دن رہیے
(نغز ۲۰۳)

ترے بن باغ میں جس وقت غنچے [1] گل کے کھلتے ھیں
خراشِ ناخنِ غم سے جگر کے زخم چھلتے ھیں

جان و دل ھیں اداس سے میرے
اٹھ گیا کون پاس سے میرے (ورق ۸٤ ب)

بے کلی مجھ کو نہیں ھے گل بدن کے واسطے
تنگ دل ھوں اپنے اس غنچہ دھن کے واسطے

کہنے کی ھیں یہ باتیں کس بن نہیں گزرتی
[2] اس بن نہیں گزرتی جس بن نہیں گزرتی

شبِ وصلِ صنم ھے آج اے ھم دم کسی ڈھب سے
گریبانِ سحر کو ٹانک [3] دینا دامنِ شب سے

کہا [4] میں نے بھرتا ھوں دم آپ کا ٭ لگا کہنے صاحب کرم آپ کا

ھے دھیان جو اپنا کہیں اے ماہ جبیں اور
[5] جاتا ھے کہیں اور تو جاتا ھوں کہیں اور

میں حشر کو کیا روؤں کہ اٹھ جاتے ھی تیرے
برپا ھوئی اک مجھ پہ قیامت تو یہیں اور

تھا روے زمیں تنگ ز بس ھم نے نکالی
رھنے کے لئے شعر کے عالم میں زمیں اور

دامنِ صحرا سے اٹھنے کو حسن کا جی نہیں
پاؤں دیوانے نے پھیلائے بیاباں دیکھ کر

اشکوں سے حسن کیوں کہ نہ ھو رازِ دل افشا
پانی کے چھڑکنے ھی سے بو ھوتی ھے خس میں

---

(۱) غنچو دل کو (گلزار ص ۱۱۹)
(۲) پر اک جان تو ھو جس بن نہیں گزرتی (حسن ۵۸ ، گلزار ص ۱۲۰)
(۳) ٹانک رکھتا (ھندی ص ٦۹) (٤) کہا میں کہ (حسن ۵۵)
(۵) جاتا تھا کہیں اور تو جاتا ھوں کہیں اور (دستور ص ۸٦)

اشـــدا حسن کی وہ اس کے، تھی تیری چاہ
ہائے کیا دن تھے حسن اور وہ زمانہ کیا تھا

خوش ہے وہ مست کہ تابوت کے آگے جس کے
آب پاشی کے عوض مے کو چھڑکتے جاویں

تجھے جس گھڑی اے صنم دیکھتے ہیں ٭ جھمکڑا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں

درد دل کا جو شب افسانہ سنایا اس کو
آپ بھی روے ہم اور خوب رلایا اس کو

کہوں کیا تیری زلفوں کے تصور نے یہ خواری کی
کہ وقتِ نزع آخر چھا گئی آنکھوں میں تاریکی

حسن حسن تخلص، ابوالحسن نام، خلف مولوی الہی بخش کاندھلوی، شخصے ست (ورق ۸۵ الف) بسیار خلیق، از طبع زاد اوست۔ منہ

ہوگئی مثلِ گلِ شاداب دل کی وا کلی
لگ گئی چھاتی سے میری اس کی شب چمپا کلی

جواب لائیو قاصد شتاب نامے کا ٭ جواب نامہ نہ ہووے جواب نامے کا

خاک کو میری وہیں رہنے دے زنہار نہ چھیڑ
ہوں گا میں تیرے گلے کا اے صبا ہار نہ چھیڑ

ابرو کماں یہ کیا ہیں مژگاں کے چار دستے
کر خالی ایسے ایسے دل پر ہزار دستے

بتا ابرو کماں لوٹے ترا زخمی یہ کس پہلو
گڑے ہیں لاکھ پیکاں اس طرف اور لاکھ اس پہلو

اے پری رو دکھا کے قامت کو ٭ کر دے برپا ابھی قیامت کو

نہ وقتِ ذبح دیکھا اس نے، نے فتراک سے باندھا
سزا ہے اپنی کیوں دل اس بتِ بے باک سے باندھا

۱ سب نقش اس فلک کے نگینے پر آ رہے
کار جہاں تمام کمینے پر آرہے

۲ گر کیجیے رقم کچھ تری وحدت کے بیاں کا
تو چاہیے خامہ بھی اسے ایک زباں کا

۳ غیر کو ہم نہ آنکھ بھر دیکھو ٭ کیا غضب کرتے ہو ادھر دیکھو

۴ کہیے کس کی ہیں یہ باتیں کس بن نہیں گزرتی
پر ایک جان تو ہے جس بن نہیں گزرتی

۵ دریا میں ڈوب جائے کہ یا چاہ میں گرے
اے عشق کوئی پر نہ تری راہ میں گرے

۶ آجا کہیں شتاب کہ مانندِ نقش پا
تکتے ہیں راہ تیری سر راہ میں گرے

حشمت حشمت تخلص ، میر محمد علی ، مشاق قدیم ست ، در زمرۂ متقد مین به شمار می آید - (ورق ۸۵ ب) احوالش [7] - دریافت نیست - منه کلام -

خط نے ترا حسن سب [8] - گنوایا ٭ یہ سبز قدم کہاں سے آیا

[9] اس بے وفا کے عشق میں کچھ ہم کو جس نہیں
پاؤں تلک بھی ہائے ہمیں دسترس نہیں

حزیں حزیں تخلص ، محمد علی حزیں ، از تلامذۂ میرزا جان جاناں مظہر -

---

(۱) هندی میں بہ نام میر حسن درج ہو -
(۳،۲) یہ اشعار میر حسن نی اپنی تذکری میں اپنو اشعار کی دیل میں درج کیی ہیں -
(٦،٥،٤) یہ اشعار میر حسن نو اپنو تذکرو میں اپنو اشعار کو ذیل میں درج کیی ہیں .
(۷) از دوستان میر عبدالحی تاباں بود . خود را بہ زینتِ رعنائی می آراستہ ... گویند استاد تاباں بود .
(گلزار ص ۱۰٤) (۸) اڑایا (گلزار ص ۱۰٤)
(۹) یہ شعر گلزار ، نغز ، هندی ، میں میر محمد باقر حزیں سی منسوب کیا گیا ہی .

کلامش [1] دل چسپ و نمکین معلوم می شود ۔

وہ کہ ھے ملک مسلم اسے یکتائی کا
خوب لیتا ھے مزا عالمِ تنہائی کا

اس کو کچھ لذتِ شراب نہیں
جس کا دل عشق سے کباب نہیں

ان بتوں کے دیکھنے کا جو کوئی مائل نہیں
زندگانی کا اسے واللہ کچھ حاصل نہیں

رباعی

کن کن طرحوں سے جان ہم سے لے دل
کرتا ھے اب اس طرح تو ہم کو بے دل
جلنے کی قدر ھمارے اس دل کی تجھے
ظاہر تب ہو کہ جب کسی کو دے دل

حیران حیران تخلص، میر حیدر علی، متولد شاہ جہاں آباد ۔ عمرے در ضلع مشرق بسر بردہ ۔ مدتے روزگار سپاہ گری در رسالۂ راجہ تکیت راے نمودہ ۔ در بلدۂ خیرآباد توطن گزیدہ، در ضلع بہار از دستِ راجہ دلیپ سنگھ . . . . . . زخمے برداشتہ، و راجۂ مذکور را بہ کمالِ شجاعت راھیِ عدم کردہ. خود ہم ازیں جہان گزراں در گزشت ۔ شاگردِ سرب سنگھ دیوانہ شاعرِ فارسی گو پر قوت بودہ ۔ کلام او مربوط و نمکینی بسیار دارد و دعوی شاعری خیلے در دماغ داشت ۔ (ورق ۸٦ الف) فی الواقع گوہر سخنانش بس تاب داراند ۔ ازوست۔ منہ

آدیکھ قد موزوں اس میرزا منش کا
یا تو دکھا دے قمری کوی سرو اس روش کا

---

(۱) اشعاری کہ خان رفعت نشان اعظم الدولہ محمد میر خاں بہادر در تذکرۂ خود بہ نام محمد علی حزیں تخلص نوشتہ اند، از آن میر باقر حزیں ست (نغز ص ۲۰۱)

تجھ بن اب تو غم سے فرصت ایک ذرا ہیہات نہیں
دامن سے منہ ڈھانکے رہنا ، رونا پہروں ، بات نہیں
بہ کمالِ حسن جو عید کو سرِ راہ وہ نظر آگئے
ہوئے ہم خوشی کہ گلے ملیں ۔ سو وہ آنکھ ہی نہ ملا گئے

قطعـــہ

میں نے حیراں کو جو دیکھا روتے ٭ بن گئی روکنے کی گھات مری
ان کی خدمت میں ادب سے میں نے ٭ عرض کی دیکھی کرامات مری
میں نہ کہتا تھا کہ دل آپ نہ دیں ٭ بندگی قبلـــۂ حاجات مری

کیا اک خلق کو ان ابروؤں نے قتل اے حیراں
کہاں جاتا ہے واں تروار پرتروار پڑتی ہے
اپنے جانے کا وہاں دن کو نہ ہے رات کو ڈھب
دیکھیے کیسی بنے آن بنی بات کڈھب

قطعـــہ

جب کہا میں نے میرے گھر چلیے ٭ اس میں کچھ کم نہ ہوگی محبوبی
سن کے تیوری بدل کے کہنے لگے ٭ راہ رسم ادب تو سب ڈوبی
مجھ سے کہتا ہے میرے گھر چلیے ٭ دیکھیو اختلاط کی خوبی
بہ زیرِ ناف اس کے کیا کہوں میں ٭ کناری مار مرنے کی جگہ ہے

حیا ؛ حیـا تخلص ، نامش معلومِ راقم نیست ، مگر کلامش بہ طرزِ متقد میناں دریافت می گردد ۔ (ورق ۸۶ ب)

حیـا کی تلخ کامی کا یہ قصہ ٭ مفصل جا کہو شیریں سخن کو

حسن ؛ حسن تخلص ، خواجہ حسن صاحب ، خلف الرشید خواجہ ابراہیم

صاحب۔ نبیرۂ حضرت [1]۔ کمہاری مودودی قدس اللہ سرہ العزیز۔ از فرزندان حضرت خواجہ مودود چشتی نور اللہ مضجعہ۔ صوفی مشرب، عالم با عمل و فاضل اکمل، کہ بہ تقدس ذات و پاکیزگی صفات، مقتدا و پیشوائے عصر خود ست و تشنہ لبان وادی حقیقت را بہ زلال مصفائے ہدایت سیراب و شاداب می فرماید و اوقات شریف خود را با وصف تعلقات دنیوی شب و روز بہ یاد و ذکر محامدات الٰہی مصروف می دارد۔ در علمِ موسیقی ہم یکتا و یگانہ و مستثنی ست، بلکہ دریں زمانہ بے عدیل و انباز۔۔۔۔۔۔فضل و کمالاتش حد راقم نیست کہ حرفے ازاں نگارد۔ از چندے در لکھنؤ بہ محلۂ رستم نگر رونق افزاست۔ نواب وزیر الممالک و امرا و ارکان و اعیان آں سر زمین، بلکہ جمیع وضیع و شریف مطاع خود می دانند۔ و معاش بہ دستور امرا دارد۔ و باوجود ایں ہمہ کمالات و ثروت بہ زیور خلق و تواضع و تالیف قلوب آراستہ و پیراستہ۔ تصانیفش در جمیع علوم بسیار۔ و در فن ریختہ گوئی نہایت ماہر و کلامش بسے دل چسپ و مطبوع و دل کش۔ از کلام با نظا (م) دوست۔ منہ۔

جو بندہ خانے میں آئیے گا، فقیر تم کو دعا کرے گا
کسی کے دل کو جو خوش کروگے، خدا تمہارا بھلا کرے گا

(ورق ۸۷ الف)

جھٹک کے ہاتھ سے دامن خفا جو یار ہوا
تو ووھیں پیرھن صبر تار تار ہوا

کون سا نقصان اس میں آپ کا ہو جاے گا
اس طرف ٹک مڑکے دیکھوگے تو کیا ہوجاے گا

وہ تو آئے تھے تماشے کو مرے نزع کے پر
میں نے اس وقت میں بھی ان کا تماشا دیکھا

---

(۱) خواجہ کمہاری (نغز ص ۲۰۵)

کیا جانوں کیا نجھے ھے یہ کس نے پڑھا دیا
جو تو نے دل سے حرفِ محبت مٹا دیا
جوں شمع اشک و آہ سراپا بنا دیا
اے عشق مجھ کو روز تماشا دکھا دیا

وقت وداع یار دل بے قرار نے
یہ آہ کی کہ عرش معلیٰ ھلا دیا
جوں نقشِ پا گلی میں ھوں اب اس کی پایمال
میری ھوا نے خاک میں مجھ کو ملا دیا

حزیں حزیں تخلص، میر باقر نام، شاہ جہان آبادی، از چندے بہ عظیم آباد بود و باش اختیار نمودہ۔ شاگرد میرزا مظہر، ازوست۔ منہ۔

کیوں کہ خاطر خواہ دل کے درد کی تقریر ھو
کب یہ معنی لفظ میں آئے ھیں کیا تحریر ھو

حسرت حسرت تخلص، [1] ھیبت قلی خاں، ساکن عظیم آباد، شاگرد میرزا جان جاناں مظہر، ازوست۔

اشک پر اشک چلا متصل آوے باھر
یاں تلک روئیے آنکھوں سے دل آوے باھر

فرھاد سے ھم سری کرے کون ٭ سر کس کا پھرا ھے یوں مرے کون

لب بام آکے یہ تیرا کھڑا رھنا تو آفت ھے
سوا نیزے پہ گویا آفتاب آیا قیامت ھے

رباعی

زاھد جو نہیں ھے میرے دل سے آگاہ
کہتا ھے کہ کافر ھے تو ابروے سیاہ (ورق ۸۷ ب)

(۱) اسمش میر محمد حیات مخاطب بہ خطاب ھیبت قلی خاں از شاگردان میر باقر حزیں تخلص و بہ قول بعضے از شاگردان مرزا جان جاناں مظہر بود (عشقی ۱۸٤)

ہوں جس کی پرستش میں کہوں گا یارو
آیا ہے وہ بت دیکھیو اللہ اللہ

حسین | حسین تخلص، [1] میر سیفلی نام، اصلش از رام پور، بالفعل در مراد آباد می ماند۔ ازوست، منہ۔

نجد سے گزرا نہ کوئی آبلہ پا بعدِ قیس
شوق پا بوسی کا باقی رہ گیا ہر خار کو

حکیم | حکیم تخلص، محمد اشرف خاں، خلف الرشید حکیم محمد شریف، کہ در فضائل و کمالات و فن طبابت بے مثل و مانند ست۔ ایشاں ہم در علم طبابت بہ مرتبۂ اقصی مہارت دارند و در معالجۂ وضیع و شریف انفاس مسیحی بہ کار می برند۔ چناں چہ از حضور انور بہ خطاب مسیح الزمانی سرافراز گردیدہ۔ و گاہ گاہے طبعش طرفِ ریختہ گوئی مائل می شود۔ جوانے خلیق و یار باش و خوش گفتار ست۔ با راقم ہم رابطۂ یگانگی و یک جہتی مستحکم ست۔ چند شعر از طبع زادش بہ سمع رسیدہ، می نگارد۔ ازوست۔

مرے رونے نے اس کو مجھ سے کھویا
مجھے اس دیدۂ تر نے ڈبویا

کہوں کیا میں بہ رنگِ زخمِ ناسور ٭ ہنسا یک بار گر سو بار رویا

چلوں کے بیٹھنے سے یہی آشکار ہے ٭ ملنا تمہارا تنکے کی اوجھل پہاڑ ہے

قطعہ

سن کے گھڑیال کو نالاں یہ کیا اس سے سوال
سینہ کوباں ہے تو کیوں کس لئے ہے شور انگیز
چشم پر آب ہو بولے [بولا ؟] کہے کیا خاک حکیم
کاسۂ عمر ہوا جاتا ہے جس کا لب ریز

---

(۱) کذا

قطعـــہ

حکیم یک بہ یک آیا جو زندگی کا خیال
تو اپنی نظروں میں سارا جہاں ہوا تاریک (ورق ۸۸ الف)
کہ مثل شیشۂ ساعت کٹے ہے ہر دم عمر
ہر اک نفس نفس واپسیں سے ہے نزدیک

حسرت حسرت تخلص، میاں [۱]- جعفر علی، بزرگانش پیشۂ عطاری اختیار کردہ بودند۔ در اطرافِ مشرق بہ شعر گوئی علمِ استادی می افراشت۔ و شاگرد بسیار بہم رسانیدہ، و در سرکار مرشد زادۂ عالم و عالمیان میرزا جہاں‌دار شاہ مرحوم در سلک ملازمان با امتیاز منسلک بودہ۔ بعدِ چندے بہ ہدایتِ درویشے کامل، ترکِ لباس ظاہری ساختہ، در گوشۂ عزلت منزوی گشت۔ صاحبِ تصانیف۔ و شاگرد [۲]- سرب سنگھ دیوانہ۔ اوراست۔ منہ۔

یہ بھی اک سم ہے کہ خواب میں مجھے شکل آکے دکھا گئے
کبھی نیند برسوں میں آئی تھی، سو اسی طرح سے جگا گئے

ہوا سے بال ان زلفوں کے رخسارے پہ ہلتے ہیں
دلِ بیمار ٹک اٹھ بیٹھ دونوں وقت ملتے ہیں

بہ رنگ آبلہ اے وائے یہ کیا زندگانی ہے
کہ جس کے پاؤں [۳]- پڑتا ہوں اسی کو سر گرانی ہے

خوف کر اس آہ سے ہرچند بے تاثیر ہے
گو نہیں پیکاں اس میں لیکن آخر تیر ہے

نظر آیا تجھے مکھڑا ترا کیا ماہ تاباں سا
جو تو آئینہ رکھ زانو پہ یوں بیٹھا ہے حیراں سا

(۱) میر جعفر علی (شورش ۲۱۹) مرزا جعفر علی بیٹا مرزا ابوالخیر کا نخاس کی اندر دکان عطاری کی یہ عزیز رکھتا تھا۔ ۱۲۱۰ ھ میں سیر بازار عدم کی ہو (گلزار ۱۰۷)

(۲) مشورۂ شعر بہ رای سرب سکھ دیوانہ کردہ، چون الحال شاش مقتضی اقرار نہ می شود، قدری منحرف است (ہندی ۷۴)

(۳) پڑتو ہیں (گلزار ص ۱۰۸)

گیا دل سو گیا رونے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا
اگر رو رو کے جی کھوویں تو پیدا دل نہیں ہوتا

تم جو کہتے تھے کہ دو حسرت سے
آہ و فریاد یاں کیا نہ کرے (ورق ۸۸ ب)

اپ کا اس میں کیا بگڑتا ہے
دردِ دل کی کوئی دوا نہ کرے

کڑا اک پاؤں میں پہنے کھڑا وہ سرو بالا ہے
یہ عالم دیکھ قمری نے گلے میں طوق ڈالا ہے

ماہ کرے جو لاف حسن ۔ چہرہ دکھا کے [کہ؟] اس طرح
مہر کرے اگر طلوع ، بام پر آکے [کہ؟] اس طرح

کل کب تھے ہم سے خوش ، کہ نہیں ہو تم اج خوش
ہم نے تو ایک دن بھی نہ پایا مزاج خوش

کسے منظور تھا یوں تلخ کیجے زندگانی کو
ولے کیا کیجیے حسرت بلائے ناگہانی کو

کیا راہ میں غیروں سے ملاقات لگائی
جو صبح سے یاں آنے تلک رات لگائی

اس زلف میں جا وفات پائی ٭ اس دل نے عجب ہی رات پائی

بیاں کیا کیجیے اس سرو رواں کے قد و قامت کا
بلا ہے ، آفت جاں ہے ، نمونہ ہے قیامت کا

خرید کرنے پہ دل کے جو تم نے ناز کیا
تو جان لو اسے میں نے یو نہی نیاز کیا

اسی جہان میں رکھتے ہیں ہم جہان جدا ٭ حباب وار ہے اپنا بھی اسمان جدا
کون سا رنج فلک ہم نے گوارا نہ کیا ٭ شہرہ مجنوں کو دیا ، نام ہمارا نہ کیا
دل اس کی سیہ زلف کا مارا نہ جیےگا ٭ افعی جو ڈسے گا نہیں چارا نہ جیے گا

واے قسمت کہ پھنسے گوشۂ زندان میں آ ٭ گل ہے جب جوش کیا بزمِ گلستان میں آ

کچھ غم نہیں جو اپنا یارو دیار چھوٹا
پر ہاے یہ کہ ہم سے اب کوے یار چھوٹا (ورق ۸۹ الف)

ملا سے گر وہ ہرجائی بتِ قاتل نہیں ملتا
کہ جو اس وضع کا ہو اس سے اپنا دل نہیں ملتا

جگر کر چاک قاتل دیکھتا تھا ٭ جو پوچھا میں کہا دل دیکھتا تھا

مجھ کو بھاتی ہے اس کباب کی بحث ٭ پہلے ہی جس میں ہو شراب کی بحث

(۱) کس کا ہے جگر جس پہ یہ بیداد کروگے
لو دل تمہیں ہم دیتے ہیں کیا یاد کروگے

بے خوابی و حیرانی و طغیانی گریہ
سب آنکھوں میں ہم لیں گے جو امداد کروگے

اتنی بے تابی سے تڑپا یہ دلِ زار کہ بس ٭ زلزلہ جان گے بولے درو دیوار کہ بس

ہو گئے گھل کے سب اعضا مرے جسمانی ایک
اتنا رویا کہ ہوا ہاے لہو پانی ایک

کوئی دشمن سے بھی کرتا ہے اس اسلوب سلوک
دوستی کرکے غرض تم نے کیا خوب سلوک

جب ہم رونے سے ہارتے ہیں ٭ دیوار سے سر کو مارتے ہیں
ساقی مے دے کہ اہلِ مجلس ٭ پانی پانی پکارتے ہیں

آگ لگ جائے کہیں اس دل شیدائی کو ٭ روز سمجھاے کہاں تک کوئی سودائی کو

سحر کہتے ہو شب آوٗر گا، شب وعدہ سحر کا ہے
سویرے جی چکے ہم گر یہی امروز و فردا ہے

مجھ کو تجھ سے خدا جدا نہ کرے ٭ تجھ سے میں ہوں جدا خدا نہ کرے

---

(۱) کس کا ہو وہ جی جس پہ یہ بیداد کروگو ٭ لو ہم تمہیں دل دیتو ہیں کیا یاد کروگو
(نغز ص ۲۱۰) آزاد نو آب حیات میں یہ شعر جرات سو منسوب کیا ہو۔

ہے غبار آلودہ یاں تک اشک اس غم ناک کا
دستِ مژگاں میں سدا رہتا ہے سبحہ خاک کا

زخمِ تیرِ نگـــہ و خنجر مژگاں اٹھا
پر دل زار دو مرہم کا نہ احسان اٹھا (ورق ۸۹ ب)

دیں کا واقف ہے خدا پر ابھی بت خانے سے
لائے ہیں نعش مری سر پہ مسلمان اٹھا

نہ تھا وابستہ میں تو زندگی میں جیب و داماں کا
مرے مرنے پہ کیوں ماتم زدوں نے ایسا منہ ڈھانکا

کہا میں نے سرک سونا ترا اچھا نہیں لگتا
لگا کہنے ترا یہ چوچلا اچھا نہیں لگتا

چمکے ہے رات بھر مرے سینے میں دل کا داغ اب
ہاتھ لگا ہے مجھ کو بھی گوہرِ شب چراغ اب

جو کہتا ہوں میں اس کے عشق کی بات
تو کہتا ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات

خوباں نے دھرا طاق پر ایمان اٹھا کر
عاشق سے دغا کرتے ہیں قران اٹھا کر

فسانہ وصل کا جس سے دل بے تاب کہتا ہے
تو کہتا ہے کہ افسانہ نہیں یہ خواب کہتا ہے

بزم میں بیٹھے تھے کل جتنے پری رو حور سے
دیکھ کر اس کو لگے لینے بلائیں دور سے

دلِ پر داغ گو ویراں ہوا ہے ☆ ولے یہ شہر داغستاں ہوا ہے

نہیں ہم جانتے اکسیر، تیری خاکِ پا بس ہے
جو پہنچے پاؤں تک تیرے اسی کا نام پارس ہے

گر کہے وہ رات دن کو تو کہوں میں رات ھے
جھوٹ اس میں کچھ نہیں یہ دل ملے کی بات ھے

شب مہربانی تھی وہ کچھ اور صبح یہ کچھ جور ھے
کل ھوا کچھ اور تھی اور آج ھوا کچھ اور ھے

جگر سوزاں ھے ، دل بے تاب ھے اور چشم گریاں ھے
الٰہی دن ھے میری موت کا ، یا شامِ ھجراں ھے

مدد کر جلد اے وحشت ، مرے پاؤں کے چھالوں کا
پیاسا مضطرب جنگل میں ھر خارِ بیاباں ھے

خوبیِ اعجازِ حسنِ یار اگر انشا کروں
بے تکلف صفحۂ کاغذ یدبیضا کروں (ورق ۹۰ الف)

رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب
زیور لب ذکر سبحان الذی اسرا کروں

حیا حیا تخلص ، محمد حیات ، شاعر عہد فردوس آرام گاہ است ۔ از اشراف زادہ ھاے ھندوستان و من حملۂ متمولانِ دارالخلافہ بود ۔ دراں اثنا بہ زیارت حرمین شریفین زاد ھم اللہ تشریفاً فخر اندوز گشتہ ۔ ھم آں جا ازیں طرز نا پایدار [؟] رحلت کرد ۔ خدا یش بیامرزاد ۔ ازوست ۔ منہ ۔

کفش زر دوزی حنائی پاؤں کی آوے جو ھاتھ
سر پہ جیغہ کر رکھوں اک بار ھونی ھو سو ھو

حیدر حیدر تخلص ۔ میر حیدر علی خاں ، اصلش لاھور ۔ از چندے در پیشاور استقامت ور زیدہ ۔ از اولاد امجاد جناب پیر دست گیر مشکل کشا حضرت غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالی عنہ است ۔ و شیریں زبانی و نمکین بیانی از شعر سید موصوف پیدا وھویدا ست ۔ از نتائجِ طبعِ اوست ۔

بے وجہ نہیں حسنِ دل افروز بتاں کا
دیکھا تو یہ مظہر ہے خداوندِ جہاں کا

ارادہ ہے بے ڈھب کچھ اس چشم تر کا
خدا حافظ آج اپنے دیوار و در کا

لے سنگ و خشت مجھ پر ہر خاص و عام نکلا
بارے جنوں کی دولت اپنا بھی نام نکلا

کیوں کر رہے نہ حیدر لیل و نہار سودا
اپنی تو وہ مثل ہے یک سر ہزار سودا

ملیں اس سے تو وہ ناخوش نہ ملیے تو ہے جی جاتا
یہ کیسی بن گئی حیدر کہ اب کچھ بن نہیں آتا (ورق ۹۰ ب)

مشرب ہم اپنا کیا کہیں مستِ الست ہیں
بندے تو ہیں خدا کے پہ صورت پرست ہیں

عشق کی دوکاں میں حیدر عقل و دانائی کہاں
جنسِ بے صبری ہے یاں، نقد شکیبائی کہاں

ذوق مے نوشی کسے جب سے ہوں سرشارِ جنوں
دشت پیمائی ہے اب تو بادہ پیمائی کہاں

حفیظ | حفیظ تخلص، نام معلوم نیست، شاعرے ست در حیدر آباد - یک مطلع ازو بہم رسیدہ، نوشتہ شد -

کیا پس پشت وہ جعد بت مغرور چھپے
شعلۂ طور کے پیچھے شب دیجور چھپے

حالی | حالی تخلص، میر محب علی، ساکن مرشد آباد ست، از شیریں زبانی اوست -

عوض، سو بوسے کے دی ھے گالی، سوال دیگر جواب دیگر
یہ ضرر نونے تھی نکالی. سوال دیگر جواب دیگر

حافظ — حافظ تخلص، حافظ محمد اشرف، که در علم موسیقی دخلے کلی دارد و به زهد و تقوی و صلاحیت متصف۔ سلیم الطبعی از سیمایش هویدا۔ مرد کم گو و متواضع و از تعلقات دنیا وارسته و به درویشی آرمیده۔ شعر ریختہ گاه گاهے موزوں می کند۔ ازوست، منه۔

حافظ اب دل تو محبت ان بتوں کی سے اٹھا
دین و دنیا میں کوئی غیر خدا والی نہیں
مطلب ھے لا مکاں سے نہ کچھ کائنات سے
ہم کو تو مدعا ھے فقط تیری ذات سے

حفیظ — حفیظ تخلص، حافظ محمد حفیظ، شخصِ مودب و خوش لحن که مثنوی مولانای روم قدس الله سره العزیز به آئینِ خوب می خواند۔ و سامعان را سرور وافر و ذوق و شوق کامل حاصل می شود از (ورق ۹۱ الف) بس که طبعِ موزوں دارد۔ اشعار ریختہ می گوید۔ ازوست۔

جوں ھی آیا مجھ پہ وہ خنجر دو دھارا کھینچ کر
آہ کا نیزہ اسے میں نے بھی مارا کھینچ کر
صورت اس کی دیکھ حیرت سے یہ مانی نے کہا
اس کے صدقے جس نے یہ نقشہ اتارا کھینچ کر
روز و شب رھتی ھے ہم کو یادگاری آپ کی
آپ کو پروا نہیں، یہ ہم نے خواری آپ کی
رو برو غیروں کے شکوہ کیا کروں میں آپ کا
ہو رھیں گی پھر کبھو باتیں ھماری آپ کی
تم جو کہتے ہو تمہیں ہم چاھتے ھیں سب غلط
یہ بناوٹ ھے ھمیں معلوم ساری آپ کی

حضرتِ دل میرے حق میں دیکھیے کرتی ہے کیا
بے قراری آپ کی بے اختیاری آپ کی
تاڑیاں باتیں تمہاری کیا ارادہ ہے کہو
آج ہو نکلی ہی پڑتی ہے کٹاری آپ کی
اے حفیظ ایسے ستمگر، بے وفا، بے دید سے
دیدہٴ و دانستہ دیکھو ہم نے یاری آپ کی

دمعہ اس بت کافر کو دلآرام کیا ٭ کیا غضب تونے کیا سحر کیا کام کیا

یار کہتا ہے کوئی لو بھی حفیظ اب قہر ہے
آتے ہی رکھنے لگا بنیاد مطلب قہر ہے

حبیب ، حبیب تخلص، ساکن مراد آباد۔ از نامش آگہی نیست، ازوست۔

خانہ ویرانی مری گرچہ کی اس دل نے حبیب
پر خدا حشر تک آباد رکھے خانہٴ دل

حجام| حجام تخلص، عنایت اللہ عرف کلو، وطنش قصبۂ سہارن پور۔ بہ پیشۂ حجامی بسر می برد۔ از مدتے وارد دارالخلافہ گشتہ بود۔ بہ خدمت با برکت حضرت مخدومی جناب مولوی محمد فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ (ورق ۹۱ ب) شرفِ سعادتِ بیعت حاصل نمود۔ طبعش موزوں و کلامش خوش مضمون ست۔ راقم اورا دو سہ مرتبہ دیدہ۔ بسیار گرم اختلاط معلوم می شد۔ مدت شد کہ در گزشتہ۔ خدایش بیامرزاد۔ از طبع زادِ اوست۔ مہ

زخمِ تن کشتۂ نیرنگ سے ٭ خون بھی ٹپکے ہے کئی رنگ سے

ہے چرخ چڑھائے ہوئے کیا جانیے حجام
مریخ کو کس نے دیے ہتیار فلک پر

جینا نظر اپنا تو ستم گر نہیں آتا ٭ بن وصل ترے، سو یہ میسر نہیں آتا

ادھم نے یارو چھوڑا یہ تخت دل کے ہاتھوں
میں بھی ہوا ہوں عاجز کم بخت دل کے ہاتھوں

مت جائیو تو مرقد عشاق پر مباد ٭ آسودگانِ خاک سے پھر شور ہو بلند
اس کو تمام سب سے ربط و پیار رہا ٭ ایک مجھ سے ہی ننگ و عار رہا

رقیبوں پر میاں پڑتا ہے تب سو سو گھڑے پانی
بھلا حجام کو جس روز تم حمام کرتے ہو

روز رخسار کے لیتا ہے مزے خوباں کے
پھر اس سے کوئی حجام ہنر کیا ہوگا

مثال ناقۂ لیلی کے یک دو گام غلط ٭ خدا کرے کہ ادھر بھی ترا سمند کرے

حجام پڑا سخت حیا ناک سے پالا
کچھ اور تو کیا بات کہ وہ منھ سے نکالے

لگ چلتا ہوں اس شوخ سے رستے میں تو مجھ کو
جھنجھلا کے یہ کہتا ہے کہ چل دور ردا لے

کن سلوکوں سے ہم ان کے پاس آئے ہم دم گئے
وہ گئے ہم سے اور ان کے دل سے بس اب ہم گئے (ورق ۹۲ الف)

ہے یہ زخمِ عشق اے حجام کب اچھا ہوا
واسطے اس کے عبث تم ڈھونڈھنے مرہم گئے

دیکھ عاشق کی ترے رسوائیاں ٭ عشق کی لوگوں نے قسمیں کھائیاں

ہر دم نظر آتے ہیں نئے یار تمہارے
ہم جی چکے گر ہیں یہی اطوار تمہارے

ہے جی میں تمنا کہ میں ان آنکھوں سے پوچھوں
بچتے نہیں کس واسطے بیمار تمہارے

یک روز نصیبوں سے کبھی واں تئیں پہنچوں
پھر سر ہے مرا اور در و دیوار تمہارے

اس کاوشِ مژگاں کا گلہ مجھ سے عبث ہے
اے آنکھو! یہ بوئے ہوئے ہیں خار تمہارے

اس شوخ کے کوچے میں نہ جایا کرو حجام
چھن جائیں گے اک دن کہیں ھتیار تمہارے

حسین حسینؔ تخلص، حسین علی، شاعرے ست متوطنِ مرزا پور۔ ازوست۔
جتاوے گا انہیں کب تک تو اپنا اتقا زاھد
کبھی بھر حدا رندوں کی مجلس میں بھی آ زاھد

حمایت حمایتؔ تخلص، از نامش اطلاعے نیست. سکنۂ حیدر آباد۔ دو بیت از قصیدۂ او بہ دست آمدہ، برائے یادگار می نگارد۔ ازوست، من قصائد۔
آج کے دن جو کھلا باغ مسرت کا در
دیکھتا کیا ہوں کہ ھے حسن چمن پر یک سر
اس طرف نعرہ کناں سرو کے اوپر قمری
اس طرف بلبل شیدا ھے تصدق گل پر

حیرت حیرت تخلص، میر مراد علی، سیدے بود، وطنش مراد آباد، سلیقۂ شعر گوئی خوب داشت۔ ازوست (ورق ۹۲ ب)
سب قافلے یاروں کے آگے کہیں ٹھہرے ھیں
آوازِ جرس گم ھے، یا ھم سبھی بہرے ھیں
نظر آیا یہ جہاں نقش بر آب آخرکار
دم میں جاتا ھے بگڑ مثلِ حباب آخرکار
سادہ رویوں کی دلا مہرو محبت پہ نہ پھول
منہ پہ دے ویں گے تجھے صاف جواب آخرکار

حسن حسن تخلص، میرزا حسن، خلف سیف الدولہ سید رضی خاں بہادر، شخص خوش اختلاط، متخلق بہ حسنِ اخلاق۔ گاہ گاھے بہ ریختہ گوئی طبعش مائل است۔ از ندرت بیانیِ اوست۔
ھے بھبھوکا یا دھواں، یا ھے وہ آفت، کیا کہوں
شعلہ رو کی گرمیاں، شوخی، شرارت، کیا کہوں

دل کو دے کر اس بتِ کافر کو ہم نے اے حسن
جس قدر ناحق یہ کھینچی ہے ندامت کیا کہوں

حسینی حسینی تخلص، حکیم میر حسینی، مرید جناب مخدومی حضرت مولوی محمد فخر الدین صاحب علیہ الرحمہ۔ زیادہ از احوالش اطلاع نیست۔ افکارش درست و مربوط ست۔

رباعی

بدنامی عشق جاں تلک پہنچ گئی
جون کارد کہ استخواں تلک پہنچ گئی
[1] یہ بات تو کچھ بات نہیں ہے اے جان
اپنی حالت کیا کہیے کہاں تلک پہنچ گئی [؟]

حب حب تخلص، قاضی احمد علی، خدمت قضاء قصبۂ فرید آباد بہ ذاتش متعلق، شاگرد حکیم میر قدرت اللہ خاں حکیم قاسم۔ ازوست۔ منہ۔

اب تو مشغول بہت آہ تم اغیار سے ہو
ہم سے کس واسطے کیوں کس لیے بیزار سے ہو
تو الٹ دے جو ابھی روے حسیں کا پردا
اٹھ گیا خلق کہے خلد بریں کا پردا (ورق ۹۳ الف)
آنکھوں سے اشک گرتے ہیں یاقوت وار سرخ
دیکھے ہیں جب سے میں نے لب لعل یار سرخ

حیرت حیرت تخلص، غلام فخر الدین، نواسۂ نواب مغفرت مآب میر منو۔ خلف الرشید وزیرالممالک نواب اعتماد الدولہ قمر الدین، خاں مرحوم۔ طرف

(۱) یہ بات تو کچھ بات نہیں ہی ایسی ٭ پر کہیے کیا کہاں تلک پہنچ گئی
(نغز ص ۲۰۷)

کالپی استقامت گزیدہ۔ شعر فارسی و ریختہ ہر دو موزوں می کند۔ تصانیفش
مبرا از عیوب ست۔ منہ۔

ہم اس بزم سے یوں پر ارمان نکلے
جوانی میں جس طرح سے جان نکلے
میں ڈھونڈھا جو سینے میں دل اس کے بدلے
کئی اس کے تیروں کے پیکان نکلے

اول عشق ہے اور تازہ بہار آئی ہے
اب مرا ہاتھ ہے اور دامن رسوائی ہے
یہ ستم دیکھوں میں کن آنکھوں سے اے غیرت عشق
ایک عالم اسی کوچے کا تماشائی ہے

حزیں | حزیں تخلص، از نام و نشانش اطلاعے نیست۔ شخصے بود در
عہد حضرت فردوس آرام گاہ۔ ازوست۔

اس بے وفا کے عشق میں کچھ ہم کو جس نہیں
پاؤں تلک بھی اس کے ہمیں دست رس نہیں
ویراں ہوا خزاں سے چمن یاں تلک کہ ہم
چاہیں کہ جل مریں تو کہیں خار و خس نہیں
اس فصل گل میں کیوں نہ گریباں کیجے چاک
جاتی ہے یوں بہار حزیں، آہ! بس نہیں

حشمت | حشمت تخلص، میر محتشم علی خاں دہلوی، مرد سپاہی وضع
و عمدۂ روزگار بود۔ شعر فارسی و ریختہ ہر دومی گفت۔ منہ۔

نکہت گل نے جگایا کسے زندان کے بیچ
پھیر زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ (ورق ۹٤ ب)

حیف حیف تخلص، سید چراغ علی، از سکنائے لکھنؤ۔ شاگرد میر شیر علی افسوس۔ از احوالش کما حقہ آگہی نیست۔ منہ کلام۔

حسرت زدہ ہم چلے جہاں سے ٭ مانے بھی نہ پائیے اس جواں سے
اقرار تو کیجیے زباں سے ٭ گو آپ نہ آئیے و لیکن
ڈر رہا ہوں میں دور آسماں سے ٭ ہے دورِ شراب ایک ساقی

قطعہ

اے راہ رواں مری زبانی ٭ کہنا یہ پیام کارواں سے
رستے میں تھکا ہوا پڑا ہے ٭ اک شخص تمہارے ہم رہاں سے
کیا پوچھے ہے حیف کی حقیقت ٭ ناشاد گیا وہ اس جہاں سے

وہ مہرِ جہاں تاب اگر بام پر آوے
تا بندگیِ نیرِ اعظم نظر آوے
یہ دل فراق کے صدموں سے تیرے مر نہ گیا
ترے مریض کا اے جان درد سر نہ گیا

حمزہ حمزہ تخلص، شیخ حمزہ علی، شخصے ست معلم۔ ساکن قصبۂ اٹاوہ۔ از طبع راد اوست۔

نہ ہوتا میں کبھی پابند تیری کاکل کا
جو جانتا کہ تو گل ہے ہزار بلبل کا

حیدر حیدر تخلص، حیدر علی ساکنِ فرح آباد، شخصے ست سپاہی پیشہ۔ ازوست۔ منہ۔

ستم گر کی جفا سے دل مرا جاتا ہے اب دہلا
الٰہی شرم تو رکھیو کہ میرا عشق ہے پہلا

حکیم حکیم تخلص ، محمد پناہ خاں ۔ سابق نثار تخلص می کرد ۔ شخص خوش اختلاط و قابل ، (ورق ۹۵ الف) ، در علم طب و تواریخ و موسیقی مہارت کلی داشت ۔ شاگرد حضرت میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۔ شعرش بسیار درد آلود و عاشقانہ و باکیفیت بہ نظر رسیدہ ۔ ازاں جملہ بہ قلم می آید ۔

تیرے اپنے خلق در بدر ہے ٭ اے خانہ خراب تو کدھر ہے

ہم ہی صنم کے غم میں نہ ایمان سے گئے
کتنے ہی بندگانِ خدا جان سے گئے

جی ہی جانے کی یہ علامت ہے ٭ دل کا لگنا نہیں قیامت ہے

واشد سے جو گویائی پہ وہ غنچہ دہن تھا
گل جھڑتے تھے ہر بات میں یہ لطفِ سخن تھا

آنکھوں سے لخت دل یوں آنسو نکالتا ہے
مردے کو جس طرح سے پانی اچھالتا ہے

پوچھتے کیا ہو حکیمِ جگر افگار کا گھر
ایک تکیہ سا ہے اس شوخ کی دیوار کے پاس

نہ ہم ہی غم سے جل اس شعلہ روکے خاک ہوئے
اجل رسیدہ ہزاروں ہیں نہیں ہلاک ہوئے

کہتے ہیں حکیم آیا ہے خانے میں مسجد سے
ہم کو تو تعجب ہے وہ گبر مسلماں ہو

دے چین ٹک تو جان کو جوشِ شکستِ رنگ
خاطر پہ یاں گراں ہے خروشِ شکستِ رنگ

حقیر حقیر تخلص ، میر امام الدین عرف کلو ، متوطنِ دارالخلافہ ۔ سیدے ست معلم پیشہ ، مرد ظریف و شوخ طبع و خوش اختلاط ست ۔ ازوست ۔ منہ ۔

تو خط کی میرے قہر ہے کیا یک قلم تراش
زلفیں بلا ہیں، چشم ہے جادو، ستم تراش

دل میں ہے بیٹھ رہیں در پہ صنم کے ہی حقیر
راہ کعبے کی تو آتی ہے نظر دور ہمیں (ورق ۹۵ ب)

ابتر ہیں یہ مت لختِ جگر روک تو لڑکے
جانے دے اگر اٹھ ہی چلے اشک کے لڑکے

پہنچا نہ کوئی منزلِ مقصود کو [1] عشاق
ہیہات یو نہیں رہ گئے سب پاؤں رگڑ کے

زنجیر مری زلفِ صنم کی ہے تو ہم سر
کیوں مجھ کو گنہ گار کیا پاؤں میں پڑ کے

اس زاہد مکار سے اک خلق ہے دل ریش
مت ریش سمجھ ریشے ہیں یہ فتنے کی جڑ کے

عشاق کی ذلت ہی میں عزت ہے سراسر
دانہ نہ ہو سر سبز مگر خاک میں گڑ کے

پامال ہوئے ہم تو حقیر آہ جہاں میں
جوں نقشِ قدم یار کے [2] قدموں سے بچھڑ کے

چڑھی جو شیخ کو افیوں تو دانۂ تسبیح
سمجھ الائچی دانہ تمام تھونگ گیا

رات مسجد کے گرا حوض میں زاہد پر شکر
ریش ۰۰۰۰۰۰۰ کے باعث نہ بچارا ڈوبا

شیخ کا ہے یوں تنِ لاغر ہجوم ریش میں
جوں الجھ رہتا ہے مکڑ سوکھ کے جالے کے ساتھ

---

(۱) عاشق (نغز ص ۲۱۸) (۲) پاؤں سی (نغز ص ۲۱۸)

[1] هوں مست مستِ عالمِ تصویر کی طرح
گویا هوں اور خموش هوں زنجیر کی طرح
اس زلف و رخ کی یاد میں سب کام سے گئے
باللہ کفـــر سے گئے اسلام سے گئے
آہ کے مصرع کے گر میرے معانی دیکھے
پھر [2] کبھو کوئی نہ دیوانِ فغانی دیکھے
نہ تنہا جان تیری چاہ میں هم دل ڈبو بیٹھے
رلایا تونے یوں بے دید جو آنکھوں کو رو بیٹھے
[3] نہ دل بھر بھر کے آهیں درپئے ایذا و خواری هو
زنخ میں یار کی جا چھپ رہ سلطان غاری هو (ورق ۹۶ الف)

حقیقت | حقیقت تخلص۔ سید شاہ حسین وطن اجدادش بلخ۔ خود در سرکار بریلی متولد گشته۔ به لکھنؤ رسیده۔ به معلمی بسر می برد۔ اصلاح اشعار از قلندر بخش جرأت گرفته۔ کلامش دل کش ست [4]۔ منه کلام۔

کیا ترے عشق میں اے عربدہ جو هاتھ لگا
زیست سے هاتھ بھی دھویا پہ نہ تو هاتھ لگا
ساقیا پیوے جو زاهد مے ناب کے گھونٹ [؟]
بسر پیر مغاں اس کا گلا داب کے گھونٹ

(۱) هوں مست و نیست عالم تصویر کی طرح (نغز ص ۲۱٦ سخن شعرا)
(۲) پھر کبھی پیاری (نغز ص ۲۱۹)
(۳) نہ دل پھر پھر کو اپنو در پئو ایذاو خواری هو ٭ زنخ میں یار کو جا بیٹھ رہ الخ (نغز ص ۲۱۹)
(٤) مصحفی نو ،، تذکرہ هندی ،، میں ایک دل چسپ واقعه نقل کیا هی اور اس کو آخر میں یه قطعه لکھا هو۔ جانتو هیں سب که اک مدت سو یاں ٭ مصحفی کو تذکری کا شور هو
تذکرہ یه جو حقیقت نو لکھا ٭ یو حقیقت مصحفی کا چور هی

قطعـــہ

خدا شاهد هے دل میں اور کچھ حسرت ہو گر میرے
مگر ارماں هے تو بس یہی هے دم شماری میں
که اس دم آئے وہ اور دے زباں یاری تو یہ کہیے
کہ لو دیکھو نتیجـــہ یہ ملا صاحب کی یاری میں
حقیقت اب بہ قولِ جرأت استاد کیا کہیے
کہ سب کچھ ہم بھلا بیٹھے کسی کی یاد گاری میں

حضور حضور تخلص، شاگرد حضرت میر درد، بال مکند نام، قوم کھتری از علمِ عربی و فارسی بہ قدرِ ضرورت بهره دارد۔ در علمِ نایکا بھید هم ماهرست۔ اکثر اشعار دل جسپ ازو موزوں شده۔ ازوست۔ منہ۔

یہ جو چشمِ پر آب هیں دونوں ☆ ایک خانہ خراب هیں دونوں

گالی [۱] تم نے غصے سے دی ہم چاهت کا دم سمجھے
بس اب چپکے ہو [۲] رهیے گا کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے

حقیقت کچھ نہ پوچھو ہم سے روئے یار کے تل کی
کہ یہ هندو بچہ هے چاندپور کے گاؤں کا ملکی

واں رشتـــۂ محبت معشوق [۳] توڑ بیٹھے
یاں ٹکڑے ٹکڑے دل کے ہم [۴] اپنے جوڑ بیٹھے (ورق ۹۶ ب)

یاں مجھ میں نہیں هے جان باقی ☆ واں اب بھی هے امتحان باقی

هیں ترے رو و قدو چشم کے اب زار کئی
گل کئی، سرو کئی، نرگسِ بیمار کئی

یک نقد جاں سے عشق نہ رونق پزیر ہو ☆ یہ کام جب چلے هے کہ گنجِ خطیر ہو

---

(۱) گالی تم نو دی غصہ سو الخ (نغز ص ۲۱۳) (۲) ہی رهیو گا (نغز ص ۲۱۳)
(۳) دونوں مصرعوں میں ,, توڑتے هیں،، (نغز ص ۲۱۳) (٤) ,, بیٹھو،، (نغز)

ستم گر یار نے مارا دکھا کر زیب تن مجھ کو
سنو اے ہم دمو تنزیب کا دیجو کفن مجھ کو

نگاہیں ترچھی، ہلاتے برچھی، بہ قتلِ عاشق مگر چلے ہو
چرائے آنکھیں، چڑھائے ابرو، غضب کی صورت کدھر چلے ہو

جہاں کہ مد نظر پاس آشنائی ہو ٭ بہ جاں مضایقہ کیجے تو بے وفائی ہو

کھڑے ہیں چاروں طرف عشق باز شیدا ہو
جو نکلے تیغ وہ کھینچے ابھی تماشا ہو

قطعـــہ

نہ پاؤں کو جنبش، نہ ہاتھوں میں طاقت ٭ جو اٹھ کھینچوں میں دامن اس دل ربا کا
سرِ راہ بیٹھے صـــدا ہے یہ اپنی ٭ کہ اللہ یاور ہے بے دست وپا کا

حسین | حسین تخلص، نواب غلام حسین خاں۔ قوم افغان، از روساے بلدۂ شاہ جہان آباد۔ شخص قابل و بسیار خلیق۔ و متواضع و حلیم و در عالم دوستی یکتا۔ طبعش در موزوں نمودنِ اشعار رسا۔ از نتائجِ فکرِ اوست۔

شامِ گیسو میں ہے یوں عارضِ جاناں پیدا
نور ہو شمع کا جوں شب کو فراواں پیدا

....

سنگ کی طرح مرے دل میں ہے پنہاں پیدا (ورق ۹۷ الف)

سر نوشت اپنا نہ کیوں کر خط پیمانہ ہو
لبِ ساغر سے ہے شکلِ لبِ جاناں پیدا

برسرِ مہر ہے معشوقِ جنوں مثلِ سحر
شکلِ آغوش کرائے چاکِ گریباں پیدا

موج گرد اب نگہ ہووے نہ کس طرح حسین
دل کے داغوں سے ہے سینے میں گلستاں پیدا

گرچہ ہے رنگِ حنا اے شوخِ دل بر زیرِ پا
خونِ عاشق سے لگا رنگِ مکرر زیرِ پا

جیبہ مروارید کا ہے تیرے گر بالاے سر
ابلوں کے ہم بھی یاں رکھتے ہیں گوہر زیرِ پا

واے قسمت ہم کفِ افسوس ہی ملتے رہے
اور حنا اس کے لگائے غیر آکر زیرِ پا

نہ چاک زخم سے کچھ خواہشِ رفو ہے مجھے
طپاں نہیں ہوں یہ قاتل کی جستجو ہے مجھے

بہ رنگِ غنچہ ہوں خنداں میں رنگِ ہستی پر
نہ عندلیب صفت ذوقِ رنگ و بو ہے مجھے

گزر گیا ہوں میں دنیا کے نیک وبد سے حسین
نہ دوست سے ہے خوشی نہ غم عدو ہے مجھے

میں چپ رہا جو نالۂ شب گیر کھینچ کر
پھینکے صدا پر اس نے کئی تیر کھینچ کر

یوں عقل کو جنوں نے نکالا کہ جس طرح
عامل کو لے چلیں دمِ تعبیر [تعزیر ؟] کھینچ کر

دل سے نقوشِ عالمِ صورت کیے ہیں محو
معنی ہیں یاں یہ نقشۂ تصویر دیکھ کر

اس کی طرف کو سلسلۂ زلف کا خیال
جاتا لیے ہے پاے بہ زنجیر کھینچ کر

کل کا یہ ماجرا ہے کہ دو چار اپنے دوست
لائے یہاں اسے جو بہ تدبیر کھینچ کر

گردن جھکی ادھر سے جو تسلیم کو تو جھٹ
پہنچا تھا راستے پہ وہ شمشیر کھینچ کر (ورق ۹۷ ب)

رکنے سے دل کے ٹوٹ گیا تار جاں ولے
لائی اسے نہ آہ کی تاثیر کھینچ کر

تدبیر سب طرح سے ہے عاجز جہاں حسین
مجھ کو ادھر ہی لے چلی تقدیر کھینچ کر

وائے قسمت کہ رقیب ان کے ہیں گھر میں پھرتے
اور وحشت سے ہیں ہم راہ گزر میں پھرتے

جیسے دنیا سے کوئی جائے ہے ہم آج حسین
فرقت یار میں یوں اپنے ہیں گھر میں پھرتے

فسوں مصروف ہے تسخیر نرگس چشم جادو سے
دل مضطر جو نکلا جاتے ہے اب میرے پہلو سے

ہسا کے گل کو صبا کیوں رلائے ہے مجھ کو
کہ اس کو دیکھ کے کچھ یاد آئے ہے مجھ کو

میں اس پری کا ہوں دیوانہ جس کا آہوئے چشم
گھڑی گھڑی رہِ وحشت دکھائے ہے مجھ کو

لگاؤں کیوں کہ میں دل اس سرائے فانی میں
صدا درائے فنا کی سنائے ہے مجھ کو

نقوشِ ہستی موہوم سے جدا ہوں حسین
پر ایک طلعتِ زیبا تو بھائے ہے مجھ کو

دل میں غم نخل نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
مائلِ سرو رواں تھا مجھے معلوم نہ تھا

تھا چھپا دامنِ مژگاں کے تلے غمزۂ ناز
تیر ترکش میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں تو تدبیر میں تھا زخمِ جگر کی مصروف
دل بھی پہلو میں تپاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

دشنۂ غمزہ یہ کس کا ہے جگر تک پہنچا
ہوکے خوں دل جو مرا دیدۂ تر تک پہنچا

آگے ملنے کی کوئی راہ نکل آئے گئی
بے قراری تو مجھے اس کے تو در تک پہنچا (ورق ۹۸ الف)

اہلِ تسلیم اٹھاتے ہیں کہیں داغِ سپر
سر بھی حاضر ہے جو وہ ہاتھ تبر تک پہنچا

پیچ و خم کھائے ہے پہلو میں جو دل آج حسین
غیر کا ہاتھ مگر اس کی کمر تک پہنچا

اس کی محفل میں عجب روپ بنایا ہم نے
اس طرح روئے کہ اس کو بھی ہنسایا ہم نے

اٹھ گیا پاس سے وہ جب کہ بہ ایمائے رقیب
الم و یاس کو پہلو میں بٹھایا ہم نے

یاد اوروں ہی کی کرتا وہ رہا ساری رات
آہ کچھ وصل میں بھی چین نہ پایا ہم نے

شب ہجراں میں جو سر زانوئے بالش سے اٹھا
بس وہیں بالش زانو پہ جھکایا ہم نے

تشنۂ آب دم خنجر ہے بسمل اور بھی
دست و بازو کو ذرا تکلیف قاتل اور بھی

دخل خلوت میں نہ دینا مجھ کو ظالم کوئی دم
مت اٹھا رہنے دے بیٹھا سب کے شامل اور بھی

حرف الخا

خاکسار خاکسار تخلص، میر محمد یار، درویشے بود، آزاد وضع،

وارفته مزاج، شخص خلیق و خوش‌گزار ۔ سید صحیح‌النسب، ساکن دارالخلافه در چوراهۀ درگاه قدم شریف تکیه بنا کرده، همان جابسرمی برد ۔ عالی مزاجی ازسیماے او هویدا ۔ و دل به درد رسیده معلوم می‌گشت ۔ ریخته گوے[1] ۔ قدیمے بود ۔ به خانۀ مولف گاهے گاهے می آمد ۔ از چندے به رحمت حق پیوست ۔ خدایش بیامرزاد ۔ می گویند که به عهد شباب خیال امرد پرستی در سر داشت ۔ وهر طفلے که مدنظر او بود، کاربار دنیا نمی داشت ۔ منه کلام ۔ (ورق ۹۸ ب)

تیغ قاتل سے رهے محروم بے تقصیر هم
روز محشر کو اٹھیں گے گور سے دل گیر هم

شانه آهسته کیجیو حجام ٭ تار اس زلف کا رگ جاں هے

ترے باغباں کا یه دیکھا سلیقه ٭ که نرگس کو بویا نه بوئیں به آنکھیں

قیامت بھی هوگی تو میری بلا سے ٭ مجھے داد خواهی کی طاقت کہاں هے

رونے سے خاکسار کے سوتا نہیں کوئی ٭ یه خانماں خراب بھی چپ هوکسی طرح

کیا هے حاصل تجھے ناصح مرے سمجھانے میں
آه جوں شمع [هے؟] راحت مجھے مر جانے میں

خاکسار عاشق مے خوار کو تقوے سے کیا
میں نے دیکھا ابھی اس رند کو مے خانے میں

خاکسار اس کی تو آنکھوں کی کبھی مت لکھیو [؟]
مجھ کو ان خانه خرابوں هی نے بیمار کیا

خلیق | خلیق تخلص، میر مستحسن ۔ فرزند کو چک میر حسن مرحوم مصنف مثنوی بے نظیر و بدر منیر ۔ از سکناے لکھنو ست ۔ اشعارش دل کش ۔ و نسق کلامش مربوط ۔ اکثر اشخاص استفادۀ این فن ازو می گیرند ۔ مدعا که شخص قابل و مغتنم وقت ست ۔ منه ۔

(۱) همیشه محمد تقی میر سے نوک جھونک کرتا رها هے ۔ اور ان کے اشعار میں مشاعروں کے اندر اکثر تصرف کیا گیا هے (گلزار ص ۱۲۴)

مثل آئینہ ھے اس رشک قمر کا پہلو ٭ صاف ادھر سے نظر آتا ہے ادھر کا پہلو

جوں آئینہ حیرت نے مجھے دنگ بنایا
اللہ نے کیوں دل کو ترے سنگ بنایا

نت گریۂ خونیں سے بھری رھتی ھیں آنکھیں
اس عشق نے آخر یہ مرا رنگ بنایا

کمر باندھی ھے ھر فندق نے تیری، دل ربائی پر
تصدق جان میری اس ترے دست حنائی پر (ورق ۹۹ الف)

مزا پایا یہ میں نے جم گیا خوں ناب ناخن پر
خراش زخم دل کو چاھیے زھراب ناخن پر

ترا دست حنائی پنجۂ مرجاں سے بہتر ھے
نہیں گنتی میں کھاوے رشک گو عناب ناخن پر

نہ سوجھی کوئی انشا قابل شان اے خلیق اس کے
رھا نقطه ھی کرتا میں دم القاب ناخن پر

فائدہ کیا ھم اگر زمزمہ پرداز ھوئے ٭ پھنس گئے دام میں جب قابل پرواز ھوئے

غفلت میں فرق اپنی تجھ بن کبھو نہ آیا
ھم آپ میں نہ آئے جب تک کہ تو نہ آیا

ساقی نے جام مے تو شب پے بہ پے دیا پر
نیت بھری نہ اپنی جب تک سبو نہ آیا

کوتاہ ھے نہایت دستِ دعا ھمارا
دامن اثر کا جاکر یک بار چھو نہ آیا

عاشق کو تیرے کل سے تھی جاں کنی کی حالت
سب دیکھنے کو آئے اللہ تو نہ آیا

پھونکا بھی طور و وادی باز اے خلیق لیکن
اپنی شرارتوں سے وہ شعلہ خو نہ آیا

چور زخموں سے ہوں ناصح مرا جینا معلوم
دیکھ چھاتی مری تا ہو تجھے سینا معلوم

ٹک میں دل دے کے جو روؤں تو سوا طوفاں کے
نوح کو ہووے نہ اپنا بھی سفینا معلوم

کب تعلق کا ہمیں آہنگ بے رنگی میں ہے
دلق رنگیں بھی یہ اپنا .... بے رنگی میں ہے

نسخہ نہ لکھ طبیب کہ پینے پہ حرف ہے
تا شام اس مریض کے جینے پہ حرف ہے

دندان بخیہ یوں ہے جراحت سے آشکار
گویا مشدد اک مرے سینے پہ حرف ہے

خستہ خستہ تخلص، غلام قطب، از اولادِ حضرت سید کرمانی ست۔ قدس اللہ سرہ العزیز، (ورق ۹۹ ب) در جرگۂ خدامِ ذوی الاحترامِ مزارِ متبرکِ حضرت محبوب الٰہی سلطان المشایخ قدس سرہ العزیز عز امتیاز دارد۔ شاگردِ بھوری خاں آشفتہ است۔ ازوست، منہ۔

جلوہ اُس مہ نے جو ناگہ بہ لبِ بام کیا
روز خورشیدِ درخشاں کا وہیں شام کیا

خود غرض خود غرض تخلص، ساکن نواح اکبر آباد۔ اسمش .... نہ رسیدہ۔ ازوست۔

بند قبا کو کھول کے گلشن میں تو نہ جا
ہووے نہ گل گلے کا کہیں ہار دیکھنا

خشنود[۱] خشنود تخلص، معلوم نیست کہ کجائی (ست) و نامش چیست۔ خلاصۂ کلام ایں کہ دو بیت بہ نامِ او مسموع گشتہ، نگاشتہ شد۔ منہ۔

ھائے رے غفلت ترا خانہ خراب ٭ قافلہ جاتا رھا میں سو گیا

(۱) نغز میں یہ دونوں شعر شیخ خادم علی خادم کے نام درج ہیں

ع غریق رحمت پروردگار ٭ آج ساقی کا پیالــــہ ہو گیا

خنداں خنداں تخلص، از نامش اطلاعے نیست، شخصے مطلعے به نامش خوانده بود، نوشته شد۔

گردش چشم پر بری جب که نگاه کیجیے
صبر و حواس و ہوش و عقل کیوں نہ تباہ کیجیے

خورشید خورشید تخلص، خورشید علی۔ متوطن بلدۂ تلہر۔ شخصے ست نو مشق، از کلام اوست۔

کرتے تو ہیں فسوں گر وعـدہ فسوں گری کا
مشکل ہے پر اترنا شیشے میں اس پری کا

خسته خستــه تخلص، محمد عبـد الله خاں۔ عرف میاں جیون۔ اصلش از خطهٔ کشمیر جنت نظیر، مولدش در دار الخلافه، مرد ظریف مزاج و مودب و بــه فطرت و ذکا موصوف و در عالم (ورق ۱۰۰ الف) آشنائی نیز ممتـاز، پدرش از رفقاے قدیم عمو صاحب و قبله نواب مجد الدوله عبد الاحد خـاں بہادر بہرام جنگ مغفور بود۔ بعد رحلت والدش او را مورد نظر عاطفت اثر داشتند۔ اشعار ریخته خوب می گوید۔ و تصنیفاتش خالی از کیفیت نیست۔ از کلام اوست۔

آغوش میں تجھ سا جو پری زاد ہو کوئی
ممکن ہے که پھر حور و پری یاد ہو کوئی
جب خاک غریباں (پہ تم) اس چال سے آؤ
انصاف کرو کیوں که نــہ برباد ہو کوئی
دشنام ہمیں دینے کو موجود ہو ہر بار
کیا ہووے اگر بوسه بھی امداد ہو کوئی

۱۔ یاں تک ہوئے ہیں محو تمہارے کہ جہاں میں
لو ہم سے قسم ہم کو اگر یاد ہو کوئی

اے خستہ تڑپھنے کے مزے کو وہی جانے
جو مجھ سا ستم کشتۂ جلاد ہو کوئی

خوفِ ناصح نے مجھے اشک بہانے نہ دیا
آتشِ ہجر کے شعلے کو بجھانے نہ دیا

سایہ ساں پہنچے تو تھے پاؤں تلک گر پڑکر
اس نے دامن کو بھی پر ہات لگانے نہ دیا

جو مژدہ لائے کوئی آج اس کے آنے کا
میاں میں صدقے ہوں اس کے زباں ہلانے کا

خیال خیال تخلص، ۲۔ غلام حسن خاں، آباؤ اجدادش بہ عمدگی بسر بردہ اند و صاحب جاہ و ثروت بودند۔ شخصِ خلیق و مودب و متواضع و قابل ست۔ اشعارِ درد آلود بہ صحتِ محاورہ می گوید۔ اصلاح از عمِ خود برکت اللہ خاں برکت تخلص کہ شاعرِ زبردستِ فارسی گو ست گرفتہ۔ با راقم اتحاد دلی مستحکم ست۔ از شیریں زبانیِ اوست۔ (ورق ۱۰۰ ب)

تونے جو کیا بجا یہی تھا ٭ اپنا بھی تو مدعا یہی تھا
ہے دل کی شکستگی پہ افسوس ٭ اپنا تو جہاں نما یہی تھا
دنیا کو خیال چھوڑ بیٹھا ٭ دانائی کا مقتضا یہی تھا

تجھے تو غیر کو منظور منہ دکھانا تھا ٭ نقاب کھولنا گرمی سے اک بہانا تھا
کہاں بہار، کہاں وہ چمن، کہاں وہ سیر ٭ شگفتگی کا وہ اک اور ہی زمانا تھا

چمن میں بوئے گل سے شورشیں دل نے اٹھائی ہیں
بہار آئی ہے دیوانے نے پھر دھومیں مچائی ہیں

(۱) یاں تک تو ہوئی محو تمہاری (نغز ص ۲۳۵)
(۲) غلام حسین خاں (نغز ص ۲۳۸)

سہیں بجھتی کسی ترکیب اس کی طبع کی گرمی
۔ر اندازوں کی باتوں نے یہ کچھ آگیں لگائی ہیں

اس کی مژگاں کو وہی شوقِ سناں بازی ہے
یاں [1] تراوش دلِ پر خوں کی ابھی تازی ہے

نشے میں اس سے نہ یہ ساغرِ شراب گرا
فلک سے ٹوٹ زمیں پر ہے آفتاب گرا

بکتی ہے جہاں مستی اس چشمِ شرابی کی
واں قدر نہ ساغر کی، قسمت نہ گلابی کی

نہ آتش کی ہے یہ لکڑی، نہ ہے یہ آب کی لکڑی
بنی ہے شاخ مرجاں ہائے کس خون ناب کی لکڑی

طراوت خشک بختوں کو کہاں ہے ابر رحمت سے
نہ ہو سر سبز پانی میں کبھو دولاب کی لکڑی

ہر طرح سے جو ہے منظور جلانا ہم کو
تم نے کچھ اپنا ہوا خواہ نہ جانا ہم کو

بے خودی دل کی نہ لے جائے کسی اور طرف
اے نسیمِ سحری راہ بتانا ہم کو

نہ کھینچو بے گناہوں پر یہ تیغِ خوں چکاں سمجھو
خدا کے واسطے آؤ کہا مانو میاں سمجھو (ورق ۱۰۱الف)

نگاہِ فتنہ گر و چشمِ فتنہ ساز غضب ٭ کرشمہ قہر، قیامت ادا و ناز غضب
سنتے تھے جو وصفِ یار سچ ہے ٭ وہ فتنۂ روزگار سچ ہے

قطعہ

جہاں میں آنے سے اک مدعا ہے نام وری
پھر اس میں شاہ ہووے یا فقیر ہو بیٹھے

(۱) طراوۃ (نفز)

جو اور کچھ نہ بنی جاں کنی کریں گے خیال
کہ جس سے مثلِ نگیں اپنا نقش تو بیٹھے

حاضر ھیں ھم تو آؤ شمشیرِ کیں نکالو
جو دل کی آرزو ھے اس کو کہیں نکالو

اب تو استاد بنے جھوٹ قسم کھانے میں
غرض آفت ھو قیامت ھر مکر جانے میں

پھر نئے سر سے ھوا خانۂ مجنوں آباد
پاوں جب ھم نے دھرا آن کے ویرانے میں

مژگاں کی نہ کاوش نہیں ناوک فگنی ھے
ابرو کی اشارت نہیں شمشیر زنی ھے

آیا سلوک پر جو نہ وہ اشک و آہ سے
لائیں گے ھم اب اس کے تئیں اور راہ سے

مئے گل رنگ نہ ساقی ہے بھری شیشے میں
بند افسون سے کی ھے یہ پری شیشے میں

گر پڑے عکس خطِ سبز کا تیرے تو شراب
کیا تعجب ھے جو ھو جائے پری شیشے میں

ایک پل ایک دم ذرا نہ تھمے ٭ نہ تھمے چشمِ گریہ زا نہ تھمے

کب تک یہ ترے حسن کا انداز رھے گا
ھم ھی رھیں گے یا یہ ترا ناز رھے گا

کس کو معلوم تھا یوں تجھ سے جدائی ھوگی
یاں تلک بات بڑھے گی کہ لڑائی ھوگی

خادم | خادم تخلص، اسمش معلوم نہ گردیدہ۔ ساکنِ قصۂ پانی پت۔ ذوقِ ریختہ گوئی در خاطرش متمکن۔ ازوست (ورق ۱۰۱ ب)

رات بھر ماتمِ پروانہ میں روتی ھے شمع
اشک سے داغِ جگر اپنے کو دھوتی ھے شمع

خادم | خادم تخلص، باشندۂ قصبۂ کیتھل ـ من مضافاتِ صوبۂ سرھند ـ از کلامِ [1] ـ اوست ـ منه ـ

عاشق ھوا ھوں اک بتِ بالا بلند پر ٭ صد آفریں ھے میری بھی عالی پسند پر
اس کے ھاتھوں اک جہاں ویران ھے ٭ چشم ھے میری کوئی طوفان ھے
شوخ کے ھاتھ سے جگر خوں ھے ٭ حال دل کیا کہوں دگر گوں ھے

خان | خان تخلص، [2] ـ اشرف خاں، اصلش از دارالخلافه ـ از چندے به طرف لکھنؤ رفته بود ـ دریں ولا واردِ وطن خود گردیده ـ مجلسِ مشاعره منعقد نموده است ـ استفادۂ سخن گوئی از غلام همدانی مصحفی کرده ـ از طبع زادِ اوست ـ منه ـ

رنگ سمجھے ھے مسی سے تری روشن اپنا
منه تو آئینے میں دیکھے گل سوسن اپنا
وہ سیه بخت ھوں میں نامه بری کو میری
زاغ کے بیضے میں ھوتا ھے کبوتر پیدا

خون ھی لالۂ رنگیں کو رلایا تونے ٭ کفِ رنگیں کو جواے یار دکھایا تونے
غیر کو اس نے بنا کر جو کھلایا بیڑا ٭ زھر کھانے کا مرے دل نے اٹھایا بیڑا

بحر کی موجیں گئیں زنّار بن بن آب میں
غسل کو آیا جو وہ طفلِ برھمن آب میں
کس کے محرم میں یه شبنم کی کٹوری دیکھ لی
جو بگڑتے ھیں حباب بحر بن بن آب میں

---

(۱) شعرِ خود از نظر سخن سنجِ بی نظیر محمد تقی میر می گزراند (نغز ص ۲۳۱)

(۲) اشرف علی خاں خان تخلص، ولد محمد علی خاں وزیر دھلی ابن محمد روشن خاں مخاطب به نواب روشن الدوله (ریاض ص ۹۰)

اس قدر یادِ گلوئے یار میں رویا میں رات
شہر کے راہی چلے سب تابہ گردن آب میں (ورق۱۰۲ الف)

عشق میں تیرے گریباں کے جو روتا ھے وہ یار
تر ھی رھتا ھے سدا عاشق کا دامن آب میں

کیا غضب تھا اس طلائی رنگ پر آنا عرق
ھر کوئی سمجھا کہ ھے سونے کی معدن آب میں

دھو کے منہ پونچھا نہ جو اس غیرتِ مہتاب نے
آفتابِ حشر تھا گویا کہ روشن آب میں

جھانک کر کل حوض میں جو وہ درِ یکتا ھنسا
عکسِ دنداں سے بنی ھیرے کی معدن آب میں

مجھ پر لگائے ھے جو وہ شمشیر دوسری
ٹھہری ھے کچھ مگر مری تقصیر دوسری

تصویر میری اپنی کھنچی دیکھ ایک جا
بولا کہ ھیں یہ کس کی ھے تصویر دوسری

اے خاں غمِ فراق میں تم زھر کھا مرو
اس کے سوا نہیں کوئی تدبیر دوسری

جب کہ آہِ سحری میں نہ اثر پیدا ھو
کس طرح نخلِ تمنا میں ثمر پیدا ھو

سرِ غنچہ میں نشانِ دھنِ یار ملے
رگِ گل دیکھوں تو مضمونِ کمر پیدا ھو

وہ جو ابرو کو کرے خم تو عیاں ھو شمشیر
میں جو سینے کو بڑھاؤں تو سپر پیدا ھو

کیا وہ نالہ ھے کہ تاثیر نہ اس دل میں کرے
کیا وہ رونا ھے کہ جس کا نہ اثر پیدا ھو

کھول کر چوٹی وہ کہتا ہے کمر کو ڈھونڈ ہو
لاکھوں بالوں میں کہاں مو سی کمر پیدا ہو
نم تو چہرے سے اٹھا دو ابھی زلفیں آئی
دامنِ شب سے گریبان سحر پیــــدا ہو

خیال | خیال تخلص، قومِ کشمیری پنڈت، اسمش برج ناتھ۔ جوانے ست ذہین، متوطنِ شاہ جہاں آباد۔ از چندے بہ حیدرآباد رفتہ معاش بسر می برد۔ از بس کہ طبعِ موزوں دارد، بر اشعار (ورق ۱۰۲ ب) گوئی راعب ست۔ قصیدہ در مدح امیرے گفتہ۔ ازاں جملہ این قطعہ بہ تحریر آمدہ۔

موجِ تبسمِ گلِ خنداں کا پر توا ٭ اس طرح جلوہ ساز لبِ جو یبار ہے
جیسے کہ عکسِ معنی رنگیں کو ہرزماں ٭ آئینۂ خیالِ سخن ور میں بار ہے

خادم | خادم تخلص، خادم حسین خاں بہادر، خلف الرشیدِ اشرف الدولہ افراسیاب خاں مرحوم۔ شخصِ بسیار خلیق و یار باش و موصوف بہ جمیع صفاتِ حسنہ۔ شوقِ شعر گوئی در داش متمکن۔ از افکارِ اوست۔ منہ۔

وہ نرگس چشم گلشن میں جو آ زلفِ دوتا کھولے
وہیں ہر ایک غنچے کی گرہ بادِ صبا کھولے

خلق | خلق تخلص، میر احسن، برادرِ کلاں میر مستحسن خلیق۔ جوانِ گرم اختلاط و باحیا۔ بہ امانی و فراست متصف۔ طبع رنگین و فکر رسا دارد۔ اصلاحِ شعر از والد خود میر حسن مرحوم گرفتہ۔ مدتے شد کہ واردِ لکھنؤ ست۔ منہ۔

دل میں تھا آتے ہی جائیں اس کی لگ آغوش سے
جب وہ آیا سامنے تب رہ گئے خاموش سے
یک بار اس کے کوچے میں جانا ضرور ہے
دیوانگی کا حال دکھانا ضرور ہے

رباعی

آئے ہیں عدم سے چھٹ کے روتے ہیں پڑے
دو دن کی یہ زیست ہے جو کھوتے ہیں پڑے
اے خلق خوش احوال انہوں کا جو وہ
آرام سے زیرِ خاک سوتے ہیں پڑے

خاکیؔ خاکیؔ تخلص، حیدر بیگ، اصلش ازبد خشاں، و مولدش ہندوستان۔ از چندے بہ ضلعِ (ورق ۱۰۳ الف) دکن سکونت ورزیدہ۔ روزگار بہ فرقۂ سپاہ بسر می برد۔ مطلعے ازو بہ دست آمدہ بود، ثبت می گردد۔ منہ۔

ہم عشق بھی سیکھیں اگر استاد ہو کوئی ٭ دل تو ہی بتادے تجھے گر یاد ہو کوئی

خاصؔ خاصؔ تخلص، نامش معلوم نیست۔ زبان و بیانش بہ طرزِ پیشینان ست۔ ساکنِ اطراف دکن۔ قصیدۂ از تصانیفش بہ نظرِ رسیدہ۔ ازاں جملہ دو بیت برائے یادگار نوشتہ شد۔ ازوست۔ منہ۔

تا رکھے قطعۂ گلشن کو جہاں کے مشموم
خاص اس تازہ مضامین چمن پھولوں کا

سرو زیبندہ رہے یعنی مدام آصف جاہ ٭ شمع تابندۂ ایوان و رواقِ کسرا

خادمؔ خادمؔ تخلص، خادم علی نام۔ متوطنِ کیتھل، متعلقۂ سرکار سرھند۔ قومِ شیخ از ہندوستان[1]۔ زمان قدیم ست۔ در ریختہ گوئی فکر خوبے دارد۔ دیوان اشعارِ فارسی و ریختہ ہر دو ترتیب دادہ۔ از کلامِ اوست۔

ایسے ہی جلوہ اگر کیجیے گا ٭ ماہ کو شہر بدر کیجیے گا

خانؔ خانؔ تخلص، محمدی خان۔ قومِ افغان، شاگرد سعادت یار خان رنگین، جوانے ست از باشندہ ہائے دکن۔ بہ تقریبِ روزگار واردِ

(۱) کذا

دارالخلافه گشته بود ـ خلیق و متواضع به نظر رسیده ـ ازوست ـ منه ـ
(ورق ۱۰۳ ب) ـ

دنیا میں ہم جو آئے تھے کیا کام کر چلے
ناحق ہم اپنے نام کو بــــد نام کر چلے
یاد جس وقت تری آتی ہے ٭ مجھ کو ہچکی وہیں لگ جاتی ہے

خوش | خوش تخلص ، متوطنِ دارالخلافه ، اصلش از پنجاب ـ پدرش در خوش نویسانِ حضورِ والا ملازم بود ـ به حسب اتفاق در طفلی هر دو چشمش از عارضۂ چیچک نا بینا گردیده بود ـ باوجودِ عدمِ بصارت قرآن شریف حفظ نموده ، و در علمِ موسیقی دخل کلی پیدا کرده ـ غرض که بسیار ذی شعور ست ـ گاهے شعرِ ریخته هم می گوید ـ ازوست منه ـ

وصل کی باتیں صنم ہم کو جو یاد آئیاں
آنکھیں وہیں خود بہ خود اشک کو بھر لائیاں

حرف الدال

درد | درد تخلص ، حضرت خواجه میر درد رحمة الله علیه ـ صاحبِ مقاماتِ عالیه ، جامعِ کمالاتِ ظاهریه و باطنیه ، رونق افزاے وادی مجاهدت ، آشناے بحرِ ذخارِ معرفت ، عالمِ متبحرِ علمِ وحدت ، سجاده نشینِ چار بالشِ فقر وافتقار ، تمکن گزینِ و سادۂ فخرو افتخار ـ ذاتِ بابرکاتش مغتنمِ وقت بود ـ صاحبِ تصانیف و رسائلِ صوفیه ، که معانیِ غوامض دران مندرج ست ـ و طالبانِ این فن و مریدانِ ایشان بهرۂ وافر بر می دارند ـ اوصافِ حمیدۂ آن بزرگ وار حدِ راقم نیست که به تحریر آرد ـ همین قدر اکتفا نمود ـ اشعارِ گوهر نثارش نهایت پر کیف ـ صحتِ محاوره (ورق ۱۰٤ الف) چندان که باید در کلامش مندرج ست ـ

وسخنانش چاشنیِ فصاحت دارد۔ اکثر اشعار ناخن زنِ دل ھاست ۔ [1] تصانیفش به سببِ شہرت محتاج به شرح و بسط نیست ۔ در علم موسیقی ھم مستثناے روزگار بود ۔ مدتے شد که به دارالجنانِ بقا اقامت گزید ۔ این ابیات از طبع زادِ آں مرحوم ست ۔

مژگان تر ھوں یا رگ تاک بریدہ ھوں
جو کچھ کہ ھوں سو ھوں غرض آفت رسیدہ ھوں

ھر شام مثل شام [2] رھوں ھوں سیاہ پوش
ھر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ھوں

کھینچے ھے دور آپ کو میری فروتنی
افتادہ ھوں پہ سایۂ قدِ کشیدہ ھوں

[3] آنکھوں سے میری ھر دم اب خوں ھی رواں ھے
جو کچھ ھے دل میں میرے منہ پر وھی عیاں ھے

[4] بھرا مے سے نہیں یہ نور سے معمور ھے شیشہ
تجلی پر نظر کر اس کی کوہ طور ھے شیشہ

[5] جس کے پہلو سے یار اٹھتا ھے ٭ درد بے اختیار اٹھتا ھے

[6] غل مری زنجیر کی رفتار نے ایسا کیا
حشر کو بھی شور جو ھونا نہ تھا برپا کیا

(۱) گویند که دیوانِ او ھم مثل دیگراں ضخیم بودہ۔ روزی خود متوجه شدہ قریب یک ھزار و پانصد شعر مع رباعیات انتخاب کردہ باقی را پارہ نمودہ به آب شست ۔ حالا ھرچه رواج دارد ۔ ھمان منتخب دیوان اوست (دستورص ۳۹) یہ دور از قیاس ھی که درد کا دیوان ضخیم رھا ھو۔ اور اس کا بڑا حصہ انھوں نے خود ضائع کر دیا ھو (حاشیہ تذکرۂ ابن امین اللہ طوفان ص ۲۱ مرتبۂ قاضی عبدالودود صاحب) گلزار میں درد کا سنہ وفات ۱۲۰۲ ھ درج ھی ۔ آزاد اور شیفتہ نے تاریخ وفات ٤ صفر ۱۱۹۹ ھ لکھی ھو ۔ شمیم میں ۲٤ صفر ۱۱۵۹ ھ درج ھی ۔ امتیاز علی خاں عرشی نے حاشیہ دستور میں ۱۱۹۹ ھ کو ''اصح'' لکھا ھی ۔

(۲) ھوں میں تیرہ روزگار (دیوان ص ۲۹)

(۳) آنکھوں کی راہ ھر دم اب خونِ دل رواں ھی ٭ جو کچھ ھی میری دل میں منہ پر مری عیاں ھی (دیوان ص ۷٤) (٤ ، ۵) یہ اشعار دیوان میں نہیں ھیں ۔

(٦) غل مری زنجیر کی رفتار میں ایسا کیا (دیوان ص ۱۸)

مشابہ کونی ان آنکھوں سے کم ہے
[1] جو نرگس ہے تو مرفوع القلم ہے

آفتِ جان و دل تو یاں وہ بتِ خود فروش ہے
پہلے ہی جس کی پیش کش صبرو قرار و ہوش ہے

قسم ہے حضرتِ دل ہی کیے آستانے کی
[2] ہوس رہی ہو جو دیرو حرم کے جانے کی (ورق ۱۰۴ ب)

سر سبز تھا نیستاں میرے ہی اشکِ غم سے
[3] ہیں سیکڑوں ہی نالے وابستہ ایک دم سے

حال یہ کچھ تو ہے اب اپنی [4] توانائی کا
[5] ابھی طاقت نہیں لوں نام شکیبائی کا

گلہ کرتا نہیں میں [6] کچھ تری نا مہربانی کا
مجھے شکوہ ہے اے ظالم اس اپنی سخت جانی کا

نہ کیا تو نے ایک بار افسوس ٭ حال پر میرے صد ہزار افسوس

[7] جب مانگتا ہوں تجھ سے میں ساقی شراب صاف
دیتا ہے تب مجھے تو بہ تلخی جواب صاف

وہ نگاہیں جو چار ہوتی ہیں ٭ برچھیاں دل کے پار ہوتی ہیں

مجلس میں بار ہوے نہ شمع و چراغ کو
لاویں اگر ہم اپنے دلِ داغ داغ کو

دے لے جو کچھ کہ شیشے میں باقی شراب [8] ہو
ساقی ہے تنگ عرصۂ فرصت شتاب ہو

(۱) یہ نرگس ہو سو مرفوع القلم ہی (دیوان ص ۸۰)
(۲) ہوس ہو جی میں جو الخ (دیوان ص ۵۲) (۳) تھی (دیوان ص ۵۸)
(٤) دل کی توانائی کا (دیوان ص ۱۶) (۵) کہ یہ (دیوان)
(٦) کچھ میں (دیوان ص ۱۸) (۷) یہ شعر دیوان میں نہیں ہی -
(۸) ہی (دیوان)

آفت جان و دل تو یاں وہ بت خود فروش ھے
پہلے ھی جس کی پیش کش صبر و قرار و ھوش ھے

مشابہ کوئی ان آنکھوں سے کم ھے
یہ نرگس ھے سو مرفوع القلم ھے

[1] دم بدم یوں جو سانس کھٹکے ھے
سانس ھے یا کہ پھانس کھٹکے ھے

دیکھ لوں گا میں اسے دیکھیے مرتے مرتے
یا نکل جائے گا جی نالے ھی کرتے کرتے

ھے غلط گر گمان میں کچھ ھے
تجھ سوا بھی جہان میں کچھ ھے

دل بھی [2] تیرے سے ڈھنگ سیکھا ھے
آن میں کچھ ھے آن میں کچھ ھے

تری آنکھیں دکھا دیجے تو نرگس مست [3] ھو جاوے
اگر دیکھے یہ قامت سرو گلشن پست ھو جاوے

(ورق ۱۰۵ الف)

[4] گل رخوں کا بحر و بر میں جو کہ ھے مدھوش ھے
ھم نے دریا میں [5] جو دیکھا بلبلوں کا جوش ھے

ھمارے جامۂ تن میں نہیں کچھ اور بس باقی
گریباں میں ھے مثل صبح اک تار نفس باقی

(۱) اس طرح جی میں سانس کھٹکو ھو (دیوان ص ۸۰)
(۲) دل بھی تیرا ھی الخ (دیوان ص ۱۸) (۳) دونوں جگہ "ھوجای" (دیوان)
(۴) گل رخاں کا (دیوان ص ۷۸) (۵) بھی (دیوان)

دردمند [1] - دردمند تخلص، متوطنِ دکن، از چندے در شاہ جہان آباد آمدہ - شاگردِ میرزا جان جاناں مظہر - ازوست، منہ -

ھے غم سے رقیبوں کے مرا دل ناشاد
اس دھڑکے سے جانے ھیں سبھی عیش بباد
پرویز کے شیشہ خانۂ عشرت پر
سنگ ایا و لیک سخت آیا فرہاد

[2] - کچھ کام نہیں وہ بت خود کام کہیں ہو ٭ پر اس دل بے تاب کو آرام کہیں ہو

گر باغ میں خندان وہ مرا لب شکر آوے
گل سامنے داماں سے منہہ ڈھانک کر آوے

کہتے ھیں کہ یک دست تری تیغ چلی ھے
تب جانیے جب اک دو قدم چل ادھر آوے

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے ٭ جس لیے آئے تھے [3] - سو ہم کر چلے
ساقیا یاں لگ رہا ھے چل چلاو ٭ جب تلک بس چل سکے ساغر چلے
تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا ٭ برابر ھے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں ٭ ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا
کیا مجھ کو داغوں نے سرو چراغاں ٭ [4] - کبھی تو نے آ کر تماشا نہ دیکھا
تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھائے ٭ ادھر تونے لیکن نہ دیکھا نہ دیکھا
(ورق ۱۰۵ ب)

(۱) یہ وہی ,, محمد فقیہ دردمند ،، ھیں جن کا ذکر سرور نے ورق ۱۱۰ ب پر کیا ھے - شروع میں جو رباعی درج کی ھے ,, ھے غم سے رقیبوں کے الخ ،، اس کے علاوہ بقیہ اشعار اصل میں خواجہ میر دردؔ کے ھیں - جو دردمند کے نام لکھ دیے گئے ھیں - آخر کی چند رباعیوں اور ایک شعر کے علاوہ (جن کی وضاحت ان رباعیوں اور شعر کے ذیل میں کردی گئی ھے) یہ سب اشعار دیوان درد میں موجود ھیں

(۲) مانع نہیں ہم وہ بت خود کام کہیں ہو (دیوان)
(۳) آئے تھے ہم سو الخ (دیوان)
(۴) کبھو (دیوان ص ۱۱)

ربط ہے نازِ بتاں کو تو مری جان کے ساتھ
جی ہے وابستہ مرا ان کی ہر اک آن کے ساتھ
اپنے ہاتھوں کے بھی میں زور کا دیوانہ ہوں
[1]رات بھر کشتی سی رہتی ہے گریبان کے ساتھ

سینۂ و دل حسرتوں سے چھا گیا ٭ بس ہجوم یاس جی گھبرا گیا
مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے ٭ زباں جب تلک ہے تری گفتگو ہے
تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا ٭ تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

[2]جان پہ کھیلا ہوں میں میرا جگر دیکھنا
جی نہ رہے یا رہے مجھ کو ادھر دیکھنا
گرچہ وہ خورشید رو ہے مرے سامنے
تو بھی میسر نہیں بھر کے نظر دیکھنا

میری بھی طرف تو کبھی آ جا مرے یوسف
بڑھیا کی طرح میں بھی خریدار ہوں تیرا

دل بھلا ایسے کو اے درد نہ دیجے کیوں کر
ایک تو یار ہے اور تس پہ طرح دار بھی ہے

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
[3]ہم سبھی مہمان تھے اک توہی صاحب خانہ تھا

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے
دل دے چکا ہوں اس بتِ کافر کے ہاتھ میں
اب میرے حق میں دیکھیے اللہ کیا کرے

(۱) رات دن کشتی ہی رہتی ہو الخ (دیوان ص ٤٦)
(۲) جاں پر (دیوان ص ۲)
(۳) ہم سبھی مہمان تھو یاں اک الخ (دیوان ۲)

عاشق بے دل ترا یاں تک تو جی سے سیر تھا
زندگی کا [1] اس کی جو دم تھا دم شمشیر تھا

شیخ کعبے ہوکے پہنچا ہم کنشت دل میں ہو
درد منزل ایک تھی [2] کچھ راہ ہی کا پھیر تھا

نہ ملیے یار سے تو دل کو کب آرام ہوتا ہے
اگر ملیے تو مشکل ہے کہ وہ بدنام ہوتا ہے (ورق۱۰۶الف)

[3] یہ حسن و عشق مل سمجھیں گے آپس میں جو ہووے گا
پر ان دونوں کے جھگڑے میں اپنا کام ہوتا ہے

روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
حیف ہے اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

بسا ہے کون ترے دل میں گل بدن اے درد
کہ بو گلاب کی آتی ترے پسینے سے

شب گزری اور آفتاب نکلا ۞ تو گھر سے بھلا شتاب نکلا

[4] تم ہو اور غیر ہیں اور انجمن آرائی ہے
ہم ہیں اور درد ہے اور گوشۂ تنہائی ہے

کبھی خوش بھی کیا ہے [5] دل کسی رند شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

ساقی ہے چڑھا آج تو یہ رنگ ہوا پر
شیشہ ہو گرے پھینکیے گر سنگ ہوا پر

---

(۱) اس کو (دیوان ص ٤) (۲) تک (دیوان)
(۳) یہ حسن و عشق مل سمجھیں ہیں گو آپس میں جو ہوگا (دیوان ص ۷۸)
(٤) یہ شعر دیوان درد میں نہیں ہے (۵) جیو (نکات)

رباعی

تیرے لیے درد کو کسی سے نہ بنی ‎ بہتیروں نے چاہا پہ سبھی سے نہ بنی
یہ خانــہ خراب رفتہ رفتہ آخر ٭ ایسا بگڑا کہ اپنے جی سے نہ بنی
[1]- جانا یہ غم عشق بہت مشکل ہے ‎ جانا یہ غم عشق بہت مشکل ہے [؟]
آگے ہنستے تھے سن کے لیکن اب ہم ٭ جانا یہ غم عشق بہت مشکل ہے [؟]
اے درد بہت کیا پریکھا ہم نے ‎ دیکھا تو عجب جہاں کا لیکھا ہم نے
بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ ٭ جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے
(ورق ۱۰٦ ب)

اے درد یہ درد دل سبے کھونا معلوم ‎ جوں لالہ جگر سے داغ دھونا معلوم
گلزارِ جہاں ہزار پھولے لیکن ٭ میرے دل کا شگفتہ ہونا معلوم
[1]- کس کس کوچے میں عشق لایا ہم کو ‎ کیا کیا اس نے درد و غم دکھایا ہم کو
منظور اگر یہی دل آزاری تھی ٭ سوتے تھے عدم میں کیوں جگایا ہم کو
[3]- تفسیر و حدیث و فقہ و منقول و اصول ‎ ہم حکمت و منطق و معانی معقول
پایا جو بدیہی تو ہے علم اک نقطہ ٭ معلوم کیا جس کو سو نکلا مجہول
[4]- کعبے میں گئے تو جبہ سائی دیکھی ‎ بت خانے میں جا کے خود نمائی دیکھی
جب آپ کے کوچے کا ہوا طوف نصیب ٭ اے قبلــۂ من وہاں خدائی دیکھی

دوست | دوست تخلص، از نام و نشانش آگہی نیست - از آشنائے ایں قدر ظاہر شد کہ از سکنائے فرح آباد ست - مطلعے بہ نامِ او شنیدہ شد - مرقوم گردید - منہ -

روشِ گریہ مری چشم سے سیلاب نے لی
بے قراری دلِ بے تاب سے سیماب نے لی

دارا | دارا تخلص، میرزا دارا بخت بہادر، قرۃ العینِ مرشد زادۂ عالمیاں،

(۱ و ۲) یہ رباعیاں دیوان درد میں نہیں ہیں
(۳ و ٤) یہ رباعیاں دیوان درد میں نہیں ہیں

اختر تابندهٔ شرکت و بختیاری، نیر سپهر جہاں داری، شیر بیشهٔ شجاعت، نہنگ دریائے جلادت، گلشن جاه و جلال، نگین خاتم سلطنت و اقبال، میرزا ابوظفر ولی عہد بہادر دام اقباله و زید اجلاله۔ توصیف اشعار آب دارش نه به مثابه ایست که (ورق ۱۰۷ الف) قلم چابک رقم تواند نگاشت همه تصانیفش خوش مضمون و ناخن زن دلہا ست۔ مقطعے از غزل طرحی به یاد مولف ست۔ ثبت می نماید۔ منه۔

کسی کی چشم مے گون کا تصور هم کو هے دارا
قدم اٹھا نہیں هے لغزشِ مستانه رکھتے هیں

دوست | دوست تخلص، دوست محمد خاں نام، متوطن سکندرآباد حافظِ قرآن بود۔ در ایامِ طفلی به سببِ مرضِ آبله نابینا گشت۔ گویند که رنگ سیاه و سفید از نور دیدهٔ باطن دریافت نموده، نشان می داد۔ دیوان فارسی از اشعار طبع زاد خود ترتیب داده بود۔ ازوست۔

اس قدر آتش رخو کیوں واجب التعذیر هوں
خاکِ افتاده هوں میں نے خاکِ دامن گیر هوں

داؤد | داؤد تخلص، نامش معلوم نیست۔ از دورهٔ سابقین ست۔ ازوست۔

چاندنی کی سیر کو کس طور نکلے وه صنم
دیکھنے مه کا تماشا آفتاب آتا نہیں

دیدار | دیدار تخلص، علی شاه نام، گاه گاهے شعر ریخته می گوید۔ ازوست۔

آنکھوں میں مری تیری گر جلوه گری هووے
پھر قطروں میں اشکوں کے معلوم پری هووے
کیوں که بیزار نه اس عاشق غم خوار سے هو
اب تو ملنے لگے تم اور بھی دو چار سے هو
استراحت نه کرے سایهٔ طوبیٰ میں بھی وه
جس کو آرام ترے سایهٔ دیوار سے هو

دیوانہ | دیوانہ تخلص، [1] سرب سکھ نام، از باشندہ ہائے لکھنؤ [2] شاعرِ فارسی گو۔ بہ زعمِ [3] بعضے عزیزاں استادِ وقتِ خود بود۔ برائے تفننِ طبع گاہے میلِ (ورق ۱۰۷ ب) ریختہ گوئی ہم می کرد۔ ازوست۔ منہ۔

[4] وہ لوگ کہاں کہ یار باشی کیجے ٭ [5] وہ وقت کہاں کہ خوش معاشی کیجے
[6] اک گوشے میں اپنے آہ بیٹھے تنہا ٭ اب ناخن غم سے دل خراشی کیجے

جب بہ تب سنیے تو کرتا ہے وہ اقرار بغیر
گفتگو ہم سے نہیں پر اسے انکار بغیر

درویش | درویش تخلص، شاہ علی، نوجوانے ست از پیر زادہ ہائے دارالخلافہ، شاگرد نظام الدین ممنون۔ شخصِ متورع و صالح و مودب بہ نظر رسیدہ۔ منہ۔

بنی کیا عشق میں اے حضرتِ دل جان پر دیکھو
نہ کہتے تھے ملومت اس سے وہ ہے فتنہ گر دیکھو
ابھی تو گم ہوا ہے یک بہ یک پہلو سے دل اپنا
یہیں ہوگا کہیں ڈھونڈھو ادھر دیکھو ادھر دیکھو
تمہارے عشق نے نقشہ بنایا کیا مہ خوباں
تم اس درویش کی صورت کبھی تو آن کر دیکھو

(۱) رای سرپ سکھ (نغز۔ شیفتہ۔ سخن شعرا)
(۲) ان سے چار دیوان فارسی یادگار ہیں (سخن شعرا ص ۱۶۳) از مشاہیر شاگردان مرزا فاخر (عشقی ص ۳۱۸)
(۳) در بلدۂ لکھنؤ یک چند علم استادی می افراشت۔ و کم تر کسی بود کہ نسبتِ تلمذ بہ وی نہ داشت (نغز ص ۲۵۸) رشتے دار راجہ مہانر این کا تھا۔ وضع مغلیت پر مرتا تھا۔ ۱۲۰۴ھ میں لاچار گرم روی راہ عدم میں کی (گلزار ص ۱۳۳) اشپرنگر نے گلشن بے خار کے حوالے سے سال وفات ۱۲۰۶ھ لکھا ہے۔ لیکن گلشن بے خار میں سال وفات درج نہیں ہے۔
(٤) وے لوگ کہاں (عشقی حسن) وے یار کہاں (گلزار)
(۵) وے وقت کہاں (حسن۔ عشقی، گلزار)
(٦) اک گوشے میں اپنے بیٹھ ہوکر تنہا (نغز ص ۲۵۸) اک گوشے میں بیٹھ کر دوانہ تنہا (حسن ص ۷۱، گلزار ص ۱۳۳) یک کونے میں بیٹھ کر دوانہ تنہا (عشقی ۳۱۸)

دل دل تخلص، مولوی شمس الدین، ساکن دارالخلافه - پیشهٔ توکل اختیار کرده بود - پارسا و قابل العصر ست - طبع موزونش محرک ریخته گوئی می گردد - منه -

[1] صبح هوی آتی هے اور رات چلی جاتی هے
تیری اب تک یوں رهی بات چلی جاتی هے

دانا دانا تخلص، میر فضل علی، متوطن شاه جهان آباد - شاگرد میر شرف الدین مضمون. اشعارش نهایت پر کیف، دل کش معلوم می شود - منه
(ورق ۱۰۸ الف)

به هر صورت خدا کو دیکھنا عنوان هے میرا
یہی توحید کا [2] مصرع سر دیوان هے میرا
دل میں هر ایک کے سودا هے خریداری کا
یوسف مصر مگر تو هی هے اے یار عزیز
نه چکھے خون کو جس روز وه تو اس کو فاقه هے
رگ گردن سے میری اس کے خنجر کو علاقه هے

دل خوش دل خوش تخلص، بهادر سنگھ، قوم کھتری، نبیرهٔ راجه خوش حال رائے - که شخص ذی اعتبار و عمدهٔ روزگار در عهد فردوس آرام گاه بود - شوقِ شعر گوئی در خاطر متمکن ست - لهذا شعر فارسی و ریخته هر دو می گوید - از کلامِ اوست - منه -

هوں ترے هجر میں جوں دیدهٔ نرگس حیراں
چشم پوشی نه کر آ اپنے گنهگار سے مل
شب وصال هے اور هیں گے یه شباب کے دن
حجاب دل سے اٹھا دے نہیں حجاب کے دن

(۱) هوتی آتی هی سحر رات چلی جاتی هی (نغز ص ۲۵٤)
(۲) میں (نغز ص ۲۳۹)

خدا ہی جانے وہ دن وصل کا ہو کب اب تو
شب فراق ہے اور ہم ہیں اور عذاب کے دن

دل | دل تخلص، زور آور خاں نام، متوطن بلدۂ کول، فکر رسا در گفتن اشعار دارد۔ ازوست۔

یہ کہنے لگا در پہ جو نہیں میں نظر آیا ٭ ہووے گا بہت ٹھیک جو ہار دگر آیا

دلیر | دلیر تخلص، دلیر شاہ، درویشے بود طالب علم در عظیم آباد۔ از کلامش شوخ طبعی ظاہر می شود۔ ازوست۔ منہ۔

پھر بھی یا رب وہ کبھو دن رات ہو ٭ یارھو مے ہو گلے میں ہات ہو

دل | دل تخلص، دبی پرشاد، متصدی پیشہ، ساکن دارالخلافہ۔ از خوش فکری اوست۔ (ورق ۱۰۸ ب)

تجھ کو ہر آن خوشی صحبت اغیار سے ہے
میں ہوں اور کام مجھے حسرت دیدار سے ہے

دل | دل تخلص، غلام مصطفے خاں، ساکن دارالخلافہ، مرد عیاش و خوش حال بود۔ خدایش بیامرزد۔ ازوست۔

سرمہ تری انکھوں کا ہوا بس کہ گلو گیر ٭ محشر میں کوئی کیا تری فریاد کرے گا

دل | دل تخلص، آزاد خاں نام، شخص نو مسلم، اشعار ریختہ می گوید۔ ازوست۔ منہ۔

رات کی نیند گئی دن کا سب آرام گیا ٭ زلفِ خوباں میں بھلا تو دل بدنام گیا
یہ تماشا ہے کہ قاصد کو ملی ہے دشنام ٭ خط کا انعام گیا نامۂ و پیغام گیا

دریغ | دریغ تخلص، زین العابدین، نواسۂ سیف الدولہ سید رضی خاں بہادر شاگرد میاں نصیر، اشعارِ برجستہ می گوید۔ ازوست۔ منہ۔

یوں وہ بولا دیدۂ تر دیکھ کر دو چار کے
ڈوبتے مجھ کو نظر آتے ہیں گھر دو چار کے

دل دل تخلص دیبی پرشاد - قوم کایت، از ساکنانِ مرشد آباد - شیریں بیانیش از سخنانش هویدا ست - ازوست - منه -

وصل کی صحبت تمہاری جب همیں یاد آئے هے
روبے روتے چشم سے خون جگر بہ جائے هے

او روٹھ کے هم سے جانے والے ، مت روٹھ مجھے گلے اگا لے

اس کا علاج کیا جسے آرام هی نہ هو
هر دم سوا تڑپنے کے کچھ کام هی نہ هو
امید وصل اس سے عبث تو رکھے هے دل
جس سے کہ رسم نامۂ و پیغام هی نہ هو (ورق ۱۰۹ الف)

دل سوز دل سوز تخلص ، خیراتی خاں ، قومِ افغان - در سرکار ظفریاب خاں فرنگی نوکر بود - جواں خندہ رو و لطیفہ گو و بزلہ سنج - اشعار ریختہ خوب می گوید - و پسند خاطر ماهرانِ ایں فن ست - با راقم اکثر در مشاعرۂ مہدی علی خان مرحوم ملاقی می گشت از طبع زادِ اوست -

گل کس کے تبسم کا چمن میں یہ فسوں تھا
[1] گل کا بھی جگر چاک دلِ غنچہ بھی خوں تھا

اتنا بھی عاشقوں پہ نہ بیداد کیجیے
کب تک تمہارے هاتھ سے فریاد کیجیے
یاں تک بھی اپنے دل کو نہ فولاد کیجیے
بھولے هوئے تو هم کو کبھو یاد کیجیے

زری کی اس کی دیکھوں هوں جو انگیا رات چھاتی پر
ملا کرتا هوں کس کس حسرتوں سے هات چھاتی پر

(۱) تھا گل کا جگر چاک الخ (نغز ص ۲۵۶)

سب سہیں گے ہم اگر لاکھ برائی ہو گی
پھر کہیں آنکھ لڑائی تو لڑائی ہو گی

گم ہوا نامہ تو[1] پھر قاصد تو کیوں دل گیر ہے
تھا لکھا قسمت میں یونہیں تیری کیا تقصیر ہے

بھویں کمان نہیں یا مژہ خدنگ نہیں
کہوں میں تجھ کو بھلا کیوں کہ خانہ جنگ نہیں

شب جو نالے ایک دو آئے لبِ خاموش پر
کہکشاں کی رکھ لی انگلی آسماں نے گوش پر

ارادہ پائے بوسی کا تھا اے بیداد گر اپنا
گرا قدموں ہی پر تیرے کٹا جس وقت سر اپنا

کس کا ٹھہرے ابلقِ گردوں کی آسن پیٹھ پر
کہکشاں کی اس کی ہے بے وجہ[2] سان پیٹھ پر

تا حشر لڑاؤں میں اگر یار سے آنکھیں
جوں آئنہ ہوں سیر نہ دیدار سے آنکھیں

[3] تیری گل نے تری صبح بہار دامن
[4] درشم کیے یک مشت نثار دامن (ورق ۱۰۹ ب)

ترے یوں عکس رخ سے دیدۂ پر آب چمکے ہے
شعاع مہر سے جوں حلقۂ گرداب چمکے ہے

پلا جام ساقی کہ احساں رہے گا ٭ سمجھ لے کہ دورا نہ یکساں رہے گا

خسرو ہی نہ تھا بانیِ ایوان عمارت
فرہاد بھی اک کاخ محبت کا ستون تھا

سحر وہ رشک مہ مکھڑے پہ جب زلفیں بناتا ہے
تو لے کر ہاتھ میں خورشید آئینہ دکھاتا ہے

---

(۱) تو ہو (نعز) (۲، ۳، ۴) کذا

یہاں تک گلشنِ گیتی سے ہے دل‌گیر دل میرا
رہے ہے [1] جب مرا جوں بلبل تصویر دل میرا

اہوں کے دھویں سے ہے عجب رنگ ہوا پر
ہے ابرِ سیہ دیکھ جیسے دنگ ہوا پر

بال کھولے جو وہ ہوں سر پہ کھڑے پانی کے
موج سے پاؤں میں زنجیر پڑے پانی کے

لکھ دیجیو تربت پہ مری کلک جلی سے
مر مر گئے عشاق تری سنگ دلی سے

زلف و روئے گل رخاں کا جب میسر دید تھا
رات کو تھی شب برات اور روز روز عید تھا

گر لگے ہاتھ نگیں مہر سلیمانی کا
اس پہ کھدواؤں میں نام اپنے بت جانی کا

وہ منہہ زلفوں سے ڈھانکے ہیں تو ہم آنسو بہاتے ہیں
وہ دن کو رات کہتے ہیں تو ہم تارے دکھاتے ہیں

چاہ ذقن میں خال جو تیرے نگار ہے ٭ اپنے غریق دل کا یہی یار غار ہے

غم نے بتوں کے دل میں اب آکر حال کیا
ان کافروں نے گھر میں خدا کے عمل کیا

خدا نے دی ہے وہ آن و ادا اے دل ربا تجھ کو
بتاں بھی دیکھ کر سجدہ کریں نام خدا تجھ کو

رات تم اس طرف جو آن پھرے ٭ دن مرے کچھ تو میری جان پھرے
(ورق ۱۱۰ الف)

نے حرف زبانی ہے نے خط ہی لکھا لایا
قاصد کی خطا کیا ہے قسمت کا لکھا لایا

---

(۱) کذا

بجلی نہ گرے کیوں کر یاں ٹوٹ ہمارے پر [؟]
چمکے ہے کناری واں دامن کے کنارے پر

چکر میں آوے ہالۂ مہ آسمان پر
بالی کو وہ الٹ کے جو رکھ لیوے کان پر

پالکی اور نالکی پر جو کوئی مغرور ہے
غور کر دیکھا تو وہ خانہ بہ دوش آیا نظر

وہ تو کہتے تھے راز دل اپنا ٭ مت کسی اپنے یار سے کہنا
اور یاں دل کی بے قراری سے ٭ روز دو تین چار سے کہنا

یوں چمکتے ہیں مسی آلود وہ دنداں سفید
شب کو کھلتی ہیں گل شبو کی جوں کلیاں سفید

صفحۂ دل پر ترے مطلق نہیں حرف وفا
اس لیے میں نے تجھے بھیجا ہے خط جاناں سفید

شب خیال زلف تھا یاں تک دلِ بے تاب میں
سانپ سے پھرنے لگے آنکھوں کے آگے خواب میں

حنا مل کر جو تم ہاتھوں سے دریا میں نہاتے ہو
ہنر کرتے ہو صاحب آگ پانی میں لگاتے ہو

عبث تو کھینچ کر تروار کو بد نام ہوتا ہے
یہاں ابرو کے ٹک ہلتے ہی اپنا کام ہوتا ہے

دلوں کو کرتے ہو تم پایمال چلتے ہو
بتو خدا سے ڈرو کیا یہ چال چلتے ہو

امڈے تھے دیدۂ تر محفل میں خوب رو کی
رہتے یہ خوب رو کے پر ہم نے خوب رو کی

گہے کھینچے ہے ہم پر تیغ گہ خنجر نکالے ہے
نشہ تو پی کے ظالم اپنے یہ جوہر نکالے ہے

نمود خط پہ کیا پھولے پھرو ھو کچھ خبر بھی ھے
تمہارا طائر حسن اب یہ بال و پر نکالے ھے (ورق ۱۱۰ ب)

تا حشر ھو تمام نہ تحریرِ شوقِ دل ٭ لے ھاتھ میں جو عاشقِ پر آرزو قلم

درد درد تخلص، سیدکرم اللہ خاں، از ورا بتیانِ نواب عمدۃ الملک امیر خان مرحوم، در عہد فردوس آرام گاہ بہ عمدگی بسر می برد۔ اشعارِ خوب می گفت۔ ازوست۔ منہ کلام۔

تحمل آتشِ غم میں دلِ بے تاب کیا جانے
ٹھہرنا ایک دم بھی آگ پر سیماب کیا جانے
کنارے سے کنارا کب ملے ھے بحر کا یارو
پلک لگنے (کا) [1]۔ مضموں دیدۂ پر آب کیا جانے

دردمند دردمند تخلص، [2]۔ میر محمد فقیہہ نام، شاگرد میرزا جان جاناں مظہر علیہ‌الرحمۃ، ایں چند اشعار از ساقی نامۂ اوست۔

نظر تو کرو ٹک چمن کی طرف ٭ شگوفے کو آتے ھیں مستی سے کف
چمن میں بھرا ھے نشہ یاں تلک ٭ کہ نرگس کی جاتی ھے گردن ڈھلک

در مدح استاد خود گفتہ۔

خدیوِ سخن میرزا جانِ جاں ٭ کہ حکم اس کا ھے ناطقے پر رواں
پڑی اس کی قدرت سے ازبس کہ دھوم ٭ لیے ھاتھ قدرت کے صانع نے چوم
لقب اس کا ھے ذوالجلال سخن ٭ کہ بندے ھیں اس کے سب ارباب فن
کوئی آج اس کے برابر نہیں ٭ وہ سب کچھ ھے الا پیمبر نہیں

حرف الذال

ذوقی ذوقی تخلص، شاہ ذوقی، ساکنِ لکھنو درویشے وار ستہ مزاج،

---
(۱) کی لذت (نثر ص ۲۵۲) (۲) فقیر صاحب (گلزار)

در کوچه و بازار (ورق ۱۱۱ الف) شعر خواناں می گردد ۔ از طبع زاد اوست ۔ منه ۔

ہے ہاتھ کماں اس کے اب تیر ہے اور میں ہوں
تدبیر ہے لاحاصل تقدیر ہے اور میں ہوں
رکھ ہاتھ وہ قبضے پر برہم ہو لگا کہنے
اب تو ہے ترا سر ہے ، شمشیر ہے اور میں ہوں

اس کا شکوہ نہ گاہ کیجیے گا ٭ جس طرح ہو نباہ کیجیے گا
اپنی یہ چاہ اس کی وہ صورت ٭ اے عزیزو نگاہ کیجیے گا

ذرہ | ذرہ تخلص ، میرزا راجه رام ناتھ بہادر ، به خدمت پیش کاری نظارت حضرت قبلۂ عالم و عالمیاں جہاں پناہ روحی فداہ مفتخر ۔ راحۂ عمدہ معاش ، به علوِ مرتبت و ثروت بوده ۔ و به حضور پر نور تقرب تمام داشت ۔ و به خطاب میرزائی در هم چشماں سرافراز ۔ به سبب موزونی طبع فکر ریخته گوئی می کرد ۔ مضمون کلامش دل چسپ ست ۔ از فکر رسائے اوست ۔

غضب میں آکے عاشق کو لٹا دیتی ہیں لال آنکھیں
پھنسا لیتی ہیں میری جان یہ کافر چھنال آنکھیں
ترے کوچے میں روز و شب پڑا پھرتا ہے یہ ذرہ
بجا ہے ایسے دیوانے کا مطلب بھی روا کرنا

ذاکر | ذاکر تخلص ، میرزا احمد بیگ ، شاگرد ترسم بیگ ، نوجوانیے ست باشندۂ دارالخلافه ، غزلِ طرحی که در مجلسِ مشاعره خوانده بود ۔ ازاں مقطعے به یاد مانده ، نگاشته شد ۔ منه ۔

چھوڑ اسلام کو اور کھینچ کے قشقه ذاکر ٭ طالبِ کفر ہو اور اس بت عیار سے مل
(ورق ۱۱۱ ب)

ذوق | ذوق تخلص ، شیخ محمد ابراهیم ، شاگرد حافظ غلام رسول شوق ۔ جوانیے ست باشندۂ دارالخلافه ...... خوب از ذهن صافیش موروں شده ۔ در

غزل گوئی ممتاز هست۔ و مضامین رنگین . . . . . از طبیعتش در ریختہ گوئی . . . . از افکار اوست.

چاندنی نے شب تجھ بن روپ یہ دکھایا تھا
مجھ کو ماھتابی پر دھوپ میں بٹھایا تھا

سر ھمارا اس کے وقت ذبح زیر پاے ھے
یہ سبب اللہ اکبر اوتسے کی جاے ھے

بیمچہ — مول وہ بانکا جواں لیسے لگا
موت کے جی میں مرے یہ نیم جاں لینے لگا

. . . . جوں روز حشر
مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسماں لیسے لگا

حسن گھڑی عازے سے رنگت ترے منہ کی کھل جاے
. . . . تجھ سے تو قلعی کھل جاے

ڈالنے طوق کی جا دیدۂ سوزن کو لگے
. . . . تیری گردن کو لگے

حسرت اس صید زبوں پر جو . . . . . لائے ھے
ذبح کرنے میں جو در اس بت پر فن کو لگے

هم هیں غلام ان کے جو هیں وفا کے بندے
اس کو یقین جانو گر هو خدا کے بندے

ھوا نالہ جب درد آلود سمجھے ہ کہ . . . عشق حلواے بے دود سمجھے

کوئی جو اس کو پڑھ کر عاشق کا خط سنائے
اک لفظ مدعا پر سو بے نقط سنائے

ڈسا ھو کالے نے جس کو کاور تو وہ مسوں کے اثر سے کھیلے

(ورق ۱۱۲ الف)

دھان و گیسو کا تیرے مارا نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے

گر درد ہے کھویا دل مضطر سے کسو کے
پانی دو پلا وار کے سر پر سے کسو کے

جوش ۔۔۔۔۔۔ وہ مقبروں کی جا کر زمین دیکھے
عاشق کبھو جو اس کا کہا کر ۔۔ ۔۔ دیکھے

شرارے یہ نکلتے ہیں سراسر سنگ طفلاں سے
کہ چمکے ہے سر مجنوں پہ بجلی سنگ باراں سے

دیا اس نے قول آشنائی کا جھوٹا ، وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا ، پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا نظر اپنا مجھے اصلا نہیں آتا گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہیں آتا

وصف چشم و وصف لب اس یار کا کہنے کو ہیں
آج ہم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ کہنے کو ہیں
لب جو ہیں غنچوں کے وا کیا جانے کیا کہنے کو ہیں
دیکھ کر اس کو مگر صل علی کہنے کو ہیں

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں

مقابل اس رخ روشن کے شمع گر ہو جائے
صبا یہ دھول لگائے کہ پھر سحر ہو جائے

وہ اپنے سینے میں ہے آہ آتشیں اے ذوق
کہ جس سے برق بھی فی النار والسقر ہو جائے

کان پر تو نے دھرا گلشن سے جب گل توڑ کر
میں بھی حاضر ہوں کہا ہر غنچے نے منہ موڑ کر

آتے ہی تم نے گھر سے پھر جانے کی سنائی
ہو جاؤں سن نہ کیوں کر یہ تو بری سنائی

کیا کہوں اس ابروے پیوستہ کے دل بس میں ہے
ایک طعمہ ، مچھلیاں دو ، کشمکش آپس میں ہے (ورق ۱۱۲ ب)

. . . . ٭ . . . .

پوشاک آبی آپ کی گر دل پسند ہو
دریا پری حباب کی شیشے میں بند ہو [؟]
دود غم دل میں مرے دیکھ تو اب ہے کہ نہیں
کعبہ آتش کدے میں جاے غضب ہے کہ نہیں
پوچھ آیا سہ یہ کوئی شب آوے کہ نہ آوے
غصہ مجھے قاصد پر اب آوے کہ نہ آوے
کہے ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا ٭ کمی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا
یہ تو پاؤں پہ...... دھرا رہتا ہے ٭ .... رہتا ہے
...... گل زمیں ہوکر قدم گڑنے لگا ٭ پھر قدم اکھڑا تو کیا.......... لگا
نگہ کا وار تھا دل پر ، پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی
اڑائی طرز نالے کی جو... تیرے محزوں سے
سو اب تک دیکھ لے منقار طوطی سرخ ہے خوں سے
الفت کا نشہ جب کوئی مرجاے تو جائے
یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جاے تو جائے
تو جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
ایمان کی کہیں گے ، ایمان ہے تو سب کچھ
جو لحن داؤد کا سا ہے وہ ، تو خط کی صورت ہے خضر کی سی
جو خو ہے صالح ، تو رو ہے یوسف ، کمر ہے موسی ، تو لب ہے عیسی
نہیں.......... مژگان.......... دل نشیں نکلے
جنوں یہ سیر کیسی کہیں ڈوبے کہیں نکلے [؟]

کہتے تھے لوگ ، موت تو سب جائے جائے ہے
پر میرے پاس .... کوئی کھائے جائے ہے (ورق ۱۱۳ الف)

جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم اٹھے ہیں
آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم اٹھے ہیں

منزل گم گشتگاں بالکل الگ دنیا سے ہو
آسماں بھی ہو اگر واں بیضۂ عنقا سے ہو

یہ تاثیر اپنے داغ سوزاں کے دکھانے کی [؟]
کہ ہے آشوب آنکھوں پر .... کی

شکر پردے ہی میں اس بت کو حدا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

لبوں پر جاں عبث ہے منتظر ، وہ شوخ کب آیا
اگر چہلم کو بھی آیا ، تو ہم جانیں گے اب آیا

.... ہے تشنہ کامی یار آب خنجر قاتل
گلو تک میرے .... زخم گلو کے تابہ لب آیا

تامل کیجیو ذوق تپیدن دیکھیے کیا ہو
کہ اب تک ذبح کرنے کا نہیں قاتل کو ڈھب آیا

محبت ہے کہ سودا ہوگیا ہے ٭ الہی یہ مجھے کیا ہوگیا ہے

ذکر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے
کرکے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں ناخن اپنے

نہ ہوا آب شہادت سے گلو تر نہ ہوا ٭ مستعد جب وہ ہوا ہائے تو خنجر نہ ہوا

ہے جی میں یہی بسمل مضطر کے تمہارے
لوں بوسے لب زخم سے خنجر کے تمہارے

ہے دم ذبح بھی یاں دیدۂ یار اور طرف
بھکے یا رب کہیں خنجر کی نہ دھار اور طرف

کاسۂ چرخ رہے کیوں نہ زمیں پر الٹا
ہم نے یہ جام دوا عشق کی پی کر الٹا
آیا نہ وہ مہ طلعت، کیا دیر لگائی ہے
لا اے کشش الفت، کیا دیر لگائی ہے
پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض
ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض (ورق ۱۱۳ ب)
مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو اُن کے پاس
بد گمانی کی تو دارو نہیں لقمان کے پاس
بے یار روز عید شب غم سے کم نہیں
جام شراب دیدۂ پرنم سے کم نہیں
شورابۂ سر شک سے دھوتا ہوں زخم دل
اے عشق یہ نمک مجھے مرہم سے کم نہیں
اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھیے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں
اس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
پر واں رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں
..... اس نے چوری سے ہے انجان کے ہاتھ
کیسی رسوائی ہو آ جائے جو دربان کے ہاتھ
مرے سینہ سے تیرا .... اے خدنگ جو نکلا
دہان زخم سے خوں ہو کے حرف آرزو نکلا
شرح بخت برگشتہ گر کروں رقم ... ء .. ہاتھ میں قلم..... ......
ایک دن بالکل نہ میں اے چارہ گر اچھا ہوا
داغ ادھر تازہ ہوا گر زخم ادھر اچھا ہوا
آب خنجر کی ترے ہو جو زیادہ آبرو
آج مدت میں ہمارا .... اچھا ہوا

جب بندھا اس مو کمر کا ہم سے مضمون کمر
ہوگئی معنی میں دقت، شعر پر اچھا ہوا
مجھ کو صدقے کر، اگر ہے بدمزہ تیرا مزاج
یہ ادھر صدقہ دیا تونے ادھر اچھا ہوا
سن کے مجنوں نے مرے شور جنوں کو یہ کہا
واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ سر اچھا ہوا
ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا
زخم پر قسمت سے میری کار گر اچھا ہوا
شوق دیدار اس کو ہر عنوان جتایا چاہیے
خط کو بھی نرگس کے پھولوں میں بسایا چاہیے (ورق ۱۱٤ الف)
قبر میں بھی تیرا عاشق مضطرب احوال ہے
. . . . . . بالیں پر جو کندہ سورۂ زلزال ہے
زخم دل پر میرے کیوں مرہم کا استعمال ہے
مشک گر مہنگا ہے تو کیا لون کا بھی کال ہے
ہم نے جانا تھا کف پا میں تمہارے خال ہے
ایکن اب دیکھا سویدائے دل پامال ہے
ہے اسیران محبت کے بلا سینے میں ایک
شعلۂ جوالہ . . . .
س که ہے نو روز رنداں آفتاب بادہ . . . .
دور ساغر ہم کو ساقی گردش یک سال ہے
میں وہ مجنوں ہوں کہ جس کا کاغذ تصویر بھی
مثل عیدی باعث خوشنودی اطفال ہے
جس زمیں پر کشتۂ گیسو کا تیرے ہے مزار
نخل کی جا بید مجنوں ہے وہاں یہ حال ہے

جوش گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا
چادر آب رواں منہ پر مرے رومال ہے
کھل گیا مضموں شکست دل کا بن خط کے کھلے
نامہ بر کا اس قدر اپنے شکستہ حال ہے
فندقوں سے کس کی . . . کہ میری خاک پر
نوک سبزے کی بھی جوں منقار طوطی لال ہے
کہاں تلک کہیں ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے
هزاروں تشنہ جگر اس سے . . . . . سیراب
خدا کے واسطے ———— کو اپنی آب تو دے

. . . . ☆ . . . .

. . . . ☆ . . . کچھ مرض بھی پاتے ہو

. . . . ☆ حکیم جیو مجھے تم فصد کیوں بتاتے ہو

(ورق ۱۱٤ ب)

تیس دن وصل کے وعدے پہ پھراتا ہے مجھے
چاند ہوتا ہے تو غرہ وہ بتاتا ہے مجھے
هم هیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا هم سے گنہ گاروں کا
. . . . . . آتش دل سینے میں مثل منقل
. . . . داغ سے انبار ہے انگاروں کا
آرزو ہے کہ جو خورشید قیامت . . . . . .
سایہ اس کشتۂ ابرو پہ ہو تلواروں کا
هاے وہ عاشق جاں باز کے . . . . . تک
هدف تیر رہا تجھ سے کماں داروں کا

کیا تعجب ہے پس از مرگ بھی رھوے تودہ
دل میں پیکانوں کا اور سینے میں سو فاروں کا

ذوق پیچیدہ کہاں زلف ہے اس کافر کی
ہے مگر نامۂ اعمال سیہ کاروں کا

ذرہ ذرہ تخلص، ۰۰۰۰ داس، ساکن شاہ جہان آباد۔ پیشۂ معلمی اختیار نمودہ۔ گویند مرد قابل است۔ ازوست، منہ کلام۔

مزرع جہاں ہے منعم، نیکی کے تخم بولے
آب رواں ہے دنیا ہاتھوں کو اپنے دھولے

ذکی ذکی تخلص، جعفرعلی خاں، از امراے عہد فردوس آرام گاہ است۔ بسیار بجاہ و حشم بسر بردہ۔ ازوست۔

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں ہونا رفو
سوزن تدبیر ساری عمر گرسیتی رہے

خاک ساری پر نہ کر موذی کی ہرگز اعتبار
جونک مٹی میں ملے تو بھی لہو پیتی رہے

عشق میں سست نہیں بلبل کو پروانے کے ساتھ
وصل میں وہ جاں دے، یہ ہجر میں جیتی رہے

۰۰۰ ..، در شکستہ نویسی مہارتے دارد۔ ازاوست (ورق ۱۱۵ الف)

تو جور و جفا کر نہ سکھائے سے کسی کے
حاصل بھی ہے کچھ یار ستائے سے کسی کے

ذوقا ذوقا تخلص، دوقا شاہ نام، درویشے ست متوطن بنارس۔ ازوست۔

یے بام کے ہیں زیب، نہ زینت کسی در کے
ہم راہ کے پتھر ہیں ادھر کے نہ ادھر کے

حرف الراء

رضی رضی تخلص، سیف الدولہ سید رضی خاں بہادر صلابت جنگ، سید صحیح النسب، آبا و اجداد ایشاں امرائے عظیم الشان بودند، و خود نیز بہ اخلاقِ حمیدہ و پسندیدہ متصف۔ تحصیل کتب عربی و فارسی بہ قدر ضرورت بہ وجہ احسن نمودہ۔ از طرف صاحبان کمپنی انگریز بہادر علاقۂ وکالت بہ حضور انور شرف اختصار دارد۔ و مقرب حضور والا است۔ در شعر گوئی و شعر فہمی بسیار ماہر۔ اشعار فارسی و ریختہ ہر دو موزوں می کند۔ کلام رنگینش دلکش و مربوط۔ تاریخ ایں تذکرہ بسیار بہ پاکیزگی از ذہن صاف وش سر انجام پذیرفتہ۔ بر ورق آخر ایں مجموعہ ثبت کردہ شد۔

بن عشق آدمی کی .. ہی نہیں
جس کو نہ ہووے عشق وہ انساں ہی نہیں
پھبے ہے اس طرح سینے پہ یہ زنجیر سونے کی
کہ جیسے آرسی کے گرد ہو تحریر سونے کی
رضی سے صنم کیوں برا مانتا ہے ٭ یہ بندہ ہے تیرا خدا جانتا ہے
دیکھو ٹک شمع کو عاشق کے ستانے والے
کس طرح جلتے ہیں اوروں کے جلانے والے
گو جیتے ہیں پر یار پہ جی ہار چکے ہیں
باری کو حرم [1] پوچھو تو ہم ہار چکے ہیں
لیتا ہے تو لے لے کہ رضی مفت میں سودا
دو پیسے پہ معشوق یہاں چار چکے ہیں (ورق ۱۱۵ ب)

۱۔ کذا۔

ناصح سے کیا کہے کوئی کچھ بات واقعی
غیر از یہی کہ قبلۂ حاجات واقعی

سوتے پلنگ پر واں وہ تو خوشی کی دھن میں
یاں ہم نے رات کاٹی ساری ادھیڑ بن میں

مرے قتل کرنے میں دو فائدے ہیں ٭ مرا کام ہوگا ترا نام ہوگا

روشن | روشن تخلص ۔ روشن شاہ نام ۔ درویشے ست متوطن قصبۂ میرٹھ من توابع دارالخلافہ ۔ شخصے نو مسلم ۔ از علائق دنیا دور ست ۔ ذوق شعر گوئی در خاطرش متمکن ۔ دیوانے از تصانیف خود فراہم نمودہ ۔ من اشعار اوست ۔ منہ ۔

ہم ہوں اور خلوت ہو ، یار ہو ، گلابی ہو
خواہ اس میں رسوا ہوں ، خواہ کچھ خرابی ہو

کشورِ محبت کا پیش ہے سفر ہم کو ٭ عاشقو دعا کرنا ، اس کی کامیابی ہو
پری ہے ، رشک گل ہے ، نازنیں ہے ٭ وہ اک غارت گرِ دنیا و دیں ہے

قاصد اس یار کا جس وقت کہ لایا کاغذ
ہم نے خوش ہوکے وہ آنکھوں سے لگایا کاغذ

شوق ہو تحریر کس سے شعلۂ دیدار کا ٭ ہاتھ کانپے ہے شعاع مہر پر انوار کا

کیا کہوں احوال میں اپنے دل بے تاب کا
دیکھ اس کو پارہ پارہ ہے جگر سیماب کا

نہ دنیا کا رہا میں اور نہ دیں کا
نہ چھوڑا عشق نے مجھ کو کہیں کا

دیکھا ہے کبھو ماہ نے اس مہر جبیں کو
تکتا ہے اسی واسطے ہر روز زمیں کو (ورق ۱۱۶الف)

ملنا بتوں کا شیخ جیو کیوں کر حرام ہے
اللہ جس کو کہتے ہو وہ ان کا رام ہے

حال بے تابی کا میری جب سنایا جاے گا
گرچہ ھے وہ سنگ دل پر سن کے گھبرا جاے گا
.... جس انجمن میں وہ صنم آجاے گا
حشر تک اس بزم سے یوسف کا چرچا جاے گا

جو زلف کا تجھے اے دل خیال ھووے گا
وہاں جان آسرا بال بال ھووے گا
تمہارا خال ھے مشک تتار کا نقطہ
.... ھووے گا

منحصر ھے قاصد و پیغام خط پر دوستی
سو نہیں منظور اس کو اس نمط پر دوستی
بھولتا آتا ھے یاد اب اس فرامش کار کا
کی غلط بد عہد کے عہدِ غلط پر دوستی

داغوں سے عشق کے ھے گل زار باغ دل کا
فردوس سے پرے ھے اب کچھ دماغ دل کا
گل کی روش کھلا ھے ھر ایک داغ دل کا
گاھے تو سیر کیجے ھے طرفہ باغ دل کا

ربط الفت تمہیں جس دن سے اجی ھم سے ھوا
لطف کیا کیا نہ ھم آغوشیِ باھم سے ھوا

کبھی رھتا نہیں بن چاک ھمارا سینا
ناصحا زخم کو سینے کے دو بارا سیا

جب سر زلف اور رخ کا تمہارے دبد تھا [؟]
رات تو تھی شب برات اور روز روز عید تھا
شدت سوز تپ ھجراں ھوئی رونے سے کم
دیدۂ پر آب اپنا کاسۂ تبرید تھا

دل کی طپش سے گرمی خورشید سرد ہے
سینہ اگر یہی ہے تو دوزخ بڑی گرد ہے

دل عشاق میں جو آکے سمائی ہوگی ٭ وہ بلا راست ہے ارضی نہ سمائی ہوگی
(ورق ۱۱۶ ب)

تھر تھراتا ہے جو ہر صبح فلک پر خورشید
میرے قاتل نے کبھی آنکھ ملائی ہوگی

جس نے دیکھی تری نازک وہ کلائی ہوگی
حشر تک پھر اسے ہرگز نہ کل آئی ہوگی

جگر پر لگا اس کے غمزے کا بھالا ٭ کبھی جس کو آنکھوں سے دیکھا نہ بھالا
دل دار ہمارا جو دل آرام نہ ہوتا ٭ تو تیرے نصیبوں میں دل آزار نہ ہوتا [؟]
ہوا ہے چشم سے کس کی مقابلہ دل کا ٭ کہ شکل ساغر مے ہے یہ آبلہ دل کا

مفت جاتی ہے چلی وعدے کی یہ رات شتاب
مہ جبیں سے کہیں یارب ہو ملاقات شتاب

رسا [1] رسا تخلص۔ میرزا تقی خاں۔ از امیر زادہ ہاے سرکار لکھنؤ ست۔ قرابت قریبہ با نواب وزیر الممالک مغفور دارد۔ شخص قابل و ذہین و عمدہ معاش و با مروت ست۔ قصۂ لیلی مجنوں بہ زبان ریختہ بسیار بہ پاکیزگی موزوں نمودہ۔ و داد سخن وری دادہ۔ اشعارش نہایت پسند خواطر قدر شنا سان این فن اشرف ست۔ دو شعر از تصانیفش بہ سمع مولف رسیدہ۔ مرقوم می سازد۔ منہ۔

دل کی طلب ہے اور تمنا ہے جان کی ٭ یہ ہم پہ مہربانی ہے اس مہربان کی

(۱) شیفتہ نے ان کا نام مرزا رضی خان منجم اور تخلص رضی لکھا ہے۔ سخن شعرا میں بھی یہی درج ہے۔ اشپرنگر نے ذکا کے حوالے سے ان کا نام میرزا تقی اور تخلص رضا لکھا ہے۔ نیز عشقی اور طبقات سخن کے حوالے سے ان کا تخلص ہوس اور نام مرزا تقی لکھا ہے۔ ریاض میں "نواب مرزا محمد تقی ہوس" درج ہے۔ یہ بات سب نے لکھی ہے کہ یہ نواب وزیر الممالک کے قریبی رشتے دار اور قصۂ لیلی مجنوں کے مصنف ہیں۔

بے تابیِ دل تو یاد نہیں ھے ٭ جو میں ہوں کہیں تو دل کہیں ھے

رند | رند تخلص، مہربان خاں بہادر، از رفقاے نواب احمد خان بنگش، که سردار کثیر الاقتدار بود۔ در فرخ آباد استقامت داشت۔ مہربان خان موصوف در عہد مختاری نواب (ورق ۱۱۷ الف) ذو الفقار الدوله مرحوم به رفاقت اشرف الدوله افراسیاب خاں به عمده معاشی اوقات بسر می برد۔ گاه گاهے شعر ریخته می گفت۔ در علم موسیقی یگانهٔ روزگار بود۔ بعد چندے به لکھنؤ رفته۔ ودیعت حیات به متقاضی اجل سپرد۔ ازوست۔

تب ملنے کا مجھ ساتھ وہ پیغام کرے گا ٭ جب لاکھ طرح سے مجھے بدنام کرے گا
حس کا تجھ سا حبیب ہووے گا ٭ اس کا عالم رقیب ہووے گا
دل کا گھبرانا کہوں یا که نفس کی تنگی ٭ دیکھیے کیا کرے صیاد قفس کی تنگی

یارب کہیں سے گرمی بازار بھیج دے
دل بیچتے ہیں کوی خریدار بھیج دے
دیتے ہیں عقد حسن میں عاشق عروسِ جاں
آتا نہیں تو آپ تو تروار بھیج دے

ہم کو نہ کچھ سیم نہ زر چاهیے ٭ لطف کی بس ایک نظر چاهیے
کس لیے تروار خریدی میاں ٭ باندھنے کو بھی تو کمر چاهیے

رند | رند تخلص، نامش گنگا پرشاد، قوم کشمیری، ساکن لکھنؤ شاگرد قلندر بخش جرأت۔ ازوست۔

آپ غیروں ساتھ یوں ہر دم ہنسا بولا کریں
اور ہم دیکھا کریں، تڑپا کریں، رویا کریں

رضا | رضا تخلص، محمد رضا، از شاعرانِ دکن ست۔ احوالش معلومِ راقم نیست۔ چند بیت از قصیده اش بہم رسیده قلمی گشت۔ منه۔

فیض بخشِ جہاں، کرم تخمیر ٭ ھے بجا وصف جو کروں تحریر

ہیں کہاں ایسے بے نظیر وعدیل ٭ رائے جن کی موافق تقدیر
(ورق ۱۱۷ ب)
سیکھ جاوے یہاں ارسطو ہے ٭ علم و حکمت فراست و تدبیر

رنج | رنج تخلص، میر محمد نصیر، نواسۂ حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ، جوان زیبا منظر، نیکو شمائل، بزرگ زادۂ خجستہ بخت، حصائل [؟] از بس کہ در خاندانش فنِ شعر گوئی موروثی ست۔ لہذا بہ اقتضاے موزونی طبع اشعار ریختہ می گوید۔ منہ۔

خط دیکھ کر ادھر تو مرا دم الٹ گیا
قاصد ادھر بہ دیدۂ پرنم الٹ گیا

زندگی تلخ و ناگوار ہوئی ٭ آنکھ سے آنکھ جب دو چار ہوئی
تیرے بن جب تک کہ میرا دم رہا ٭ آہ اور نالہ ہی بس ہم دم رہا
کان کا موتی نہیں، عاشق کا اشک ٭ سرد مہری سے تری یوں جم رہا
یاد میں اس گل بدن کی صبح تک ٭ اشک سے تکیہ مرا سب نم رہا

رضا | رضا تخلص، حمیدالدین نام، ساکنِ ۰۰۰۰ پور۔ در پیشۂ طبابت سر می برد۔ این قطعہ از تصنیفِ اوست۔

واہ کیا دن تھے کہ ہم راہ ترے اے گل رو
دو قدم صحن خیاباں میں چلے بیٹھ گئے
اب یہ حالت ہے کہ چپکے سے ترے کوچے میں
ہم گنہ گار سے دیوار تلے بیٹھ گئے

رفیع | رفیع تخلص، رفیع‌الدین خان مرادآبادی۔ قومِ افغان۔ از زیارت مکۂ معظمہ مشرف گشتہ۔ معاودت نمودہ۔ از اقرباے نواب نجیب‌الدولہ مرحوم۔ ازوست۔ منہ (ورق ۱۱۸ الف)

ناتوانوں کے ستانے سے حذر کر ظالم
عرش بھی آہ سے مظلوم کی جل جاتا ہے

رضا رضا تخلص، محمد رضا، از تلامذۂ میرزا رفیع السودا - زیادہ از حالاتش آگہی نیست - اغلب کہ از سکنائے لکھنؤ ست - منہ -

یا رب یہ آرزو مری مٹی میں مل نہ جائے
جب تک کہ یار آئے یہاں دم نکل نہ جائے

یہ یقیں ہے کہ اس کی موت آئی ٭ جس کو ملتا ہے یار ہرجائی
ہجر کی رات کیوں کہ گذرے گی ٭ یہ تو ساتھ اپنے آفتیں لائی
کیا کہوں میں رضا بہ قول میر ٭ دل سے شوقِ رخِ نکو نہ گیا
عشق چھوڑا، یہ دل کے ہاتھوں سے ٭ جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

رحمت رحمت تخلص، قاضی القضاۃ قاضی رحمت اللہ خاں کہ خدمت قضائے دارالخلافہ ارثاً متعلق بہ ذات ایشان ست - شخص ذی عزت و باحیا و یارباش و متقی و متورع اصلش از خطۂ کشمیر جنت نظیر و مولدش شاہ جہان آباد - از چندے ذوق موزوں نمودن اشعار بہم رسانیدہ - چناں چہ دیوان غزلیات فارسی ترتیب داده - بہ مکلف شدن عزیزاں غزل ریختہ ہم گفتہ - برائے یادگار ازاں جملہ دریں مجموعہ ثبت نمودہ شد -

بوسہ جو کبھو مانگوں تو پھر یار خفا ہو
کہتا ہے مرے پاس سے اٹھ چل بے ہوا ہو (ورق ۱۱۸ ب)

نہ دیر سے ہے کام نہ مسجد سے تعلق
ہے خوب مرے حق میں جو کچھ اس کی رضا ہو

رنگین رنگین تخلص، سعادت یار خان رنگین، خلف [۱] محکم الدولہ طہماس بیگ خان رومی [۲] .... ذوالفقار الدولہ مرحوم معاش عمدہ داشت [۳] - جوانے عشق مشرب، شخص با مروت، در فن سپاہ گری بسیار ماہر، یارباش

(۱) محکم الدولہ طہماس بیگ خان بہادر اعتقاد جنگ (نغز ص ۲۷۸)
(۲) تورانی (ہندی ص ۱۰۱)
(۳) دریں عہد ناقدرداں و آواں نا پرساں بہ چابک سواری ملازم نواب باندہ است (تذکرۂ ابن امین‌اللہ طوفان ص ۱۷)

متواضع، باراقم از قدیم رابطهٔ دوستی مستحکم ست۔ شاگرد شاہ [1] حاتم۔ سخنانش تمکین و دل چسپ۔ چهار دیوان به جودت طبع [2] ترتیب داده۔ یکے قدیمی، دوم تمامی غزل در غزل مسلسل به قید حروف تہجی از الف تا یا۔ سیومی به محاورۂ (زناں) چهارمی که دراں هزلیات درج ست۔ مثل اشعار صاحب قران تخلص که در لکهنؤ شخصے ست هزال، ورائے ایں دیگر اقسام شعر مثل قصائد و مخمس و مسدس و رباعیات و قطعات و مثنوی و نامه هائے منظومه موزوں کرده۔ و یک رساله مشتمل به نظم و نثر که اعتراضات بر جمیع شعرائے وقت نموده و به «مجالسِ رنگین» موسوم کرده۔ به قید تحریر آورده۔ و در دیوان هزلیات قصیده در مدح شیطان گفته۔ عوض بسم الله در آغاز اعوذ بالله نوشته۔ ایں [3] چند شعر از طبعِ رنگینِ اوست۔

مرے پیغام بر نے جب کہا جاکر انہیں چلیے
تمہارے منتظر مرزا سعادت یار بیٹھے ہیں

کہا کہنا که جاتے ہیں تو یه معلوم ہوتا ہے
که وه مرنے پر اپنے ہر گھڑی تیار بیٹھے ہیں

خواب میں بھی خیال ہے تیرا ٭ ہجر میں بھی وصال ہے تیرا

(ورق ۱۱۹ الف)

مدام اپنی رہے محفل میں یوں ہی جام کی گردش
الٰہی مت دکھانا گردشِ ایام کی گردش

دیوانه ترا دونوں عالم سے نہیں واقف ٭ شادی سے نہیں محرم ماتم سے نہیں واقف

مجھ سے پوچھا جو ترے درد کہاں رہتا ہے
دل پہ رکھ ہاتھ کہا میں نے که یاں رہتا ہے

(۱) بعد رحلت آں مرحوم به میاں محمد امان نثار که شاگرد رشید شاہ حاتم مغفور ست توسل جسته (نغز ص ۲۷۸) در ایامِ آغازِ شوقِ شعر تا در دهلی بود شعرِ خودرا از نظر شاہ حاتم علیه الرحمه می گذرانید۔ حالا که به فضل الٰہی در نظم کلام ترقی و امتیاز تمام پیدا کرده از راه انصاف دیوان خودرا از اول تاآخر به نظر مواہب در آورده کلامش بسیار کم اصلاح بر آمده (هندی ص ۱۰۱)

(۲) چند دیوان به اصناف سخن نظم کرده و آں را در مجلدی فراہم آور ده نورتن نام کرده (شیفته ۸۸)

(۳) ۱۲۵۱ ھ میں اسی برس کی عمر میں انتقال کیا (سخن شعرا ص ۱۹٤)

مگر گلشن سے گزرا تھا سحر وہ گل بدن اپنا
دکھاتا تھا سحر بلبل کو غنچہ پیرہن اپنا

ہجر کی اندھیری شب کیا بلا ڈرانی ہے ٭ آج اس کا یاں آنا عین مہربانی ہے

شہر میں ملنے کی اب ہم سے دھائی پڑ گئی
تیرے پھر جاتے ہی بس ساری خدائی پھر گئی

دل ہو خوں اور حنا کو بھاگ لگے ٭ اس تری مصفی کو آگ لگے

[1] یک بیک چونک کے وہ کہنے لگے رات نہیں
روک مت جانے دے گھر ہم [2] کو کچھ بات نہیں

ہاتھ میں ہاتھ ہے اور بوسہ نہیں لے سکتے
دسترس اتنی بھی ہرگز ہمیں ہیہات نہیں

تجھ سے جس وقت کہ خالی یہ مکاں رہتا ہے
مجھ کو تنہائی میں پہروں خفقاں رہتا ہے

نشۂ حسن سے جس وقت وہ مغرور ہوے
ہاتھ سے ان کے کئی شیشۂ دل چور ہوے

جی بیچ کے یہ عشق کا جنجال خریدا
اس جنس کو کھو ہم نے [3] عجب مال خریدا

تا حشر رہے یہ داغ دل کا ٭ یا رب نہ بجھے چراغ دل کا

ہم کب تک اپنے دیدۂ پرنم کو دیکھیے
اب اس ستم کو دیکھیے اور ہم کو دیکھیے

[4] باغ میں چلتا ہے جس دم تو جو اے گل ناز سے
سرو کو کہتا ہوں میں ہٹ جا بلند آواز سے (ورق ۱۱۹ ب)

---

(۱) یک بہ یک چونک کر وہ بولی کہ اب رات نہیں (سر ص ۲۸۱) یک بہ یک چونک کر کہنی لگی وہ الخ (دستور ص ۹۸)
(۲) یہ کچھ بات نہیں (نغز ـ دستور) (۳) ہو یہ مال خریدا (دستور)
(۴) باغ میں جس دم کہ تو چلتا ہو ای گل ناز سو (ہندی ۱۰۴)

جو کوچے میں اس نازنیں کے نہ ٹھہرے ٭ تو پھر یہ کہو ہم کہیں کے نہ ٹھہرے

اے دست جنوں چل تو گریباں کی طرف بھی
اور جی میں ترے آئے تو داماں کی طرف بھی

کب آپ ہوئے آن کے مہمان ہمارے ٭ کب تم نے نکالے کبھو ارمان ہمارے

آ تجھ بغیر مملکت دل اجاڑ ہے ٭ چھاتی پہ رات ہجر کی کالا پہاڑ ہے

جو درد عشق کی آتی ہے یاد [1] مجھ کو کبھی
تو [2] جی ہی جی میں باتیں یہ میں بناتا ہوں
اگرچہ عشق نے یہ رنگ کردیا میرا
بلا سے شہر میں رنگیں تو [3] کہاتا ہوں

عشق میں ترے میرا رنگ زعفرانی ہے ٭ ضعف سے نفس اپنا بار ناتوانی ہے
دیکھیو یہ قامت ہے یا بلا ہے آفت ہے ٭ قد نہیں قیامت ہے قہر آسمانی ہے

عالم مستی میں آ سوجھ پڑی اور بھی ٭ ہو تو پلا ساقیا اس سے کڑی اور بھی
جانے کا مت نام لے جان مری جائے گی ٭ اتنا تو بیٹھا ہے یار ایک گھڑی اور بھی
ہاتھ سے بسمل ہوے قتل ادا نے کیا ٭ غمزۂ خوں خوار نے تیغ جڑی اور بھی

اک غرفہ نشیں دیکھ کہا دل نے کہ رنگیں
کیا خوب ہو گر اس سے اشارات کی ٹھہرے
نوبت جو اشارات تلک پہنچی تو ووہیں
اس نے یہ کہا حرف و حکایات کی ٹھہرے
جب حرف و حکایات بہم ہونے لگے خوب
بولا کہ کسی طرح ملاقات کی ٹھہرے
مدت میں ملاقات میسر جو ہوی ہے
اب دل یہی کہتا ہے کہ اس بات کی ٹھہرے (ورق ۱۲۰ الف)

رات کا ذکر ہے میاں رنگیں ٭ میں نے لی ان کی ران میں چٹکی

(۱) مجھ کو یاد کبھی (نفز ص ۲۸۲) (۲) تو جی ہی جی میں یہ باتیں پڑا بناتا ہوں (نفز)
(۳) تو میں کہاتا ہوں (نفز ص ۲۸۲)

ہاتھ ماتھے پہ مار کر بولے ٭ پڑیو اس اختلاط پر پٹکی
جب میں نے کہا کہ مجھ کو تم سے ٭ ملنے کا ہے اشتیاق بے حد
یک بار وہ کھل کھلا کے رنگیں ٭ بولے کہ «چہ خوش چرا نہ باشد»

روشن روشن تخلص، نوجوانے ست، گاہے شعر ریختہ می گوید۔ ازوست منہ۔

کس طرف جاتے ہو صاحب ٹک ادھر تو آئیے
حال دل اس خستۂ و مجروح کا سن جائیے

رسوا رسوا تخلص۔ از اسمش آگہی نیست، مگر ایں قدر تحقیق شد کہ شاعرے بود در عہد اقتدار نجیب الدولہ مرحوم۔ ازوست۔ منہ۔

کفن میرے پہ یارو یہ لکھانا ٭ کسو سے کوئی دل کو مت لگانا

اشک رہتے ہیں بھرے دیدۂ گریان کے بیچ
[1] دل پھنسا جا کے مگر چاہ زنحدان کے بیچ

رسا رسا تخلص، از [2] زمرۂ سلاطینان عالی شان ست۔ ایں مقطع از تصانیفش بہ سمع رسیدہ، نگاشتہ شد۔ منہ۔

ہم بھی ہیں رسا وقت کے یاں اپنے سلیماں
ہے قید میں ہر ایک پری زاد ہماری

رضا رضا تخلص، مولوی [3] ضیاء الدین تھانیسری، شخصے فاضل معاصر میرزا رفیع السودا۔ از تصانیف خود چند نسخۂ نظم و نثر مرتب نمودہ است۔ ازوست۔ منہ۔ (ورق ۱۲۰ ب)

آدمی بلبلا ہے پانی کا ٭ کیا بھروسا ہے زندگانی کا
یہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو دیکھا ٭ دل آئینہ روشن بنایا تو دیکھا

(۱) آنکھ لاگی ہو مگر چاہ زنخدان کو بیچ (نغز ص ۳۸۶)
(۲) مرزا بلخی خلف الصدق مرزا عیدو (نغز ص ۳۸۷)
(۳) مولوی عبد الرضا تھانیسری وی از مریدان شاہ امام بخش تھانیسری (نغز ص ۳۸۷)

رجب رجب تخلص ـ مرزا رجب علی بیگ ـ مولدش دار الخلافہ ـ مسکنش فرخ آباد ـ زنے رقاصہ را در مجلس سخنیے بہ ظرافت گفتہ بود ـ و آن مفتن شمشیر شخصے برداشتہ بر چہرہ اش زد ـ چنان چہ الیوم نشانش باقی ست ـ گاہے شعر ریختہ موزوں می کند ـ ازوست ـ منہ کلام ـ

دنیا میں زندگی کا کوئی دم ہے واہ واہ
جو دم خوشی سے گزرے وہی دم ہے واہ واہ

رضی رضی تخلص ، از ذات و صفاتش اصلا آگہی نیست ـ ازوست ـ منہ ـ

[1] حضرت دل زکریا کے طور پر مارے چلے
منہ سے دم مارا نہ سر پر سیکڑوں آرے چلے

رنگین رنگین تخلص ، نامش معلوم نیست ، شاعر عہد فردوس آرام گاہ ست ـ اشعارش بہ زبان سرود سرایان ہند جاری ست ـ ازوست ـ منہ ـ

دیکھ دستار بسنتی ساقی سرشار کی
کھل گئیں آنکھیں چمن میں نرگس بیمار کی

... ... تخلص از احوالش ... نہ رسیدہ کہ کیست و کجائیست ـ یک مطلع بہ نامش مسموع گردیدہ ـ ثبت کردہ شد ـ

مہ رو کے شب کو آنے کی یاں دھوم دھام ہے
بہتر ہزار صبح سے یہ اپنی شام ہے

رحمن رحمن تخلص ، شاعرے بود معاصر ولی ـ ازوست ـ منہ ـ

کیا ہے نزاکت یار میں نازک مرا دل دار ہے
نازک دہاں ، نازک زباں ، نازک عجب گفتار ہے (ورق۱۲۱ الف)

رحیم رحیم تخلص ، ایں ہم معاصر ولی ست ـ ازوست ـ منہ ـ

(۱) یہ شعر نغز میں مرزا اسد بیگ رفیق کے نام درج ہو

دل ناداں عبث دل دار کو اپنے رٹھایا ہے
بھلا آزردگی میں بھی کسی نے لطف پایا ہے

راجہ راجہ تخلص، راجہ بہادر، خلف راجہ شتاب راے ناظم صوبۂ بنگالہ، که سردار بلند اقتدار با جاہ وحشمت بود۔ یک مطلع از تصانیف او به دست آمده۔ ثبت گردید۔ منه۔

یہ زخم دل ہمارے مرہم تلک نہ پہنچے
[1] ہم اُن تلک نہ پہنچے وہ ہم تلک نہ پہنچے

رقت رقت تخلص، میرزا قاسم علی، وطن اجدادش مشهد مقدس، بزرگانش در کشمیر جنت نظیر مسکن داشتند۔ خود در شاه جہاں آباد تولد یافته۔ مدتے شد که به لکھنؤ قیام دارد۔ شاگرد قلندر بخش جرأت۔ جوانے خوش فکر معلوم می شود۔ من کلامه۔

خط وہ بھیجے رقیب کا لکھا ٭ یہ بھی اپنے نصیب کا لکھا

ہمارے سامنے مت ابر بار بار برس
جو ہم سے ہوسکے تجھ سے نہ ہو ہزار برس

نہ کر گھمنڈ رقیب اس سے گر ہوا اخلاص
کسی زمانے میں [2] ہم سے بھی یو نہیں تھا اخلاص

چھٹ جائے کسی سے نہ ملاقات کسی کی
اللہ بگاڑے نہ بنی بات کسی کی

دیوار گل رخاں کا سایہ مگر پڑا ہے
زاہد بتا تو مجھ کو طوبیٰ میں شاخ کیا ہے

(۱) دم ہم تلک نہ پہنچا ہم دم تلک نہ پہنچے (نغز ص ۲۶۷)
(۲) ہم سو بھی اس کو تھا اخلاص (نغز)

اے یار یہ حالت اب مری ہے
دم آنکھوں میں اور لبوں پہ جی ہے

قطعہ

اگر وہ اس مریض عشق کی پوچھے خبر قاصد
بہ دقت شعر یہ پڑھ دیجو جرأت سے غزل خواں کا

(ورق ۱۲۱ ب)

ہوا ہے اب تو یہ نقشہ ترے بیمار ہجراں کا
کہ جس نے کھول کر منہ اس کا دیکھا بس وہیں ڈھانکا

راغب | راغب تخلص، میرزا سبحان قلی بیگ اصلش از ایران و مولد دارالخلافہ شاعر فارسی گو، شاگرد [۱] ولایت زادے، ہمیشہ بہ شغل شعر و شاعری و بہ فراغت ماہی گزرانیدہ۔ شخص ذی اعتبار و یار باش ست۔ بنابر تفنن طبع فکر ریختہ گوئی ہم می کند۔ ازوست۔

رشک چمن جو اٹھ گیا آج ہمارے پاس سے
اپنے [۲] بہ رنگ بوے گل اڑ گئے کچھ حواس سے

منہ دوپٹے میں چھپایا اس نے ٭ دل کو پردے میں لبھایا اس نے

رغبت | رغبت، شخصے از سکنائے مرادآباد ست۔ از ذات و صفاتش آگہی نیست۔ منہ۔

ہاتھ کو کر کر منہ کے اوجھل آگے ہمارے غیروں سے
خوب کئے آنکھوں میں تم نے یار اشارے غیروں سے

کب تلک خون دل آنکھوں سے بہاتے پھریے
اپنے اس رونے پہ لوگوں کو ہنساتے پھریے

---

(۱) اردو میں یہ انشا کی شاگردہ ہیں (یادگار ص ۹۵) با انشاء اللہ خان بر طرف افتادہ و اهاجی رکیک گفتہ۔ از یاران سعادت یار خان رنگین ست (شیفتہ ص ۸٤)
۲۔ اپنے یہاں بہ رنگ گل اڑ گئے کچھ حواس سے (نغز ص ۲۹۷)

حسن کو اپنی نہیں پروائے جگر سوزی کچھ
اس کی ہر بات پہ کیوں جی کو جلاتے پھریے

رسا | رسا تخلص، مولوی علیم‌اللہ، ساکن ضلع مشرق، مرد طالب علم ست ـ از وست ـ

کب حوصلہ تھا دل کو ستم گر کی چاہ کا
خانہ خراب ہو نگہِ روسیاہ کا

رضا | رضا تخلص، حافظ محسن نام، اغلب کہ کلام مجید حفظ داشتہ باشد، قوم شیخ، از رفقاے نواب عمادالملک. اصلش از لاہورست ـ از چندے توطن در فرخ‌آباد اختیار نمودہ ـ صاحب معارف ست ـ از نتائج طبع اوست ـ منہ ـ (ورق ۱۲۲ الف)

کس چشم سرمگیں پہ دلِ خستہ چور ہے ٭ آہ شرارہ زن شجر کوہ طور ہے

رفاقت | رفاقت تخلص، میرزا مکھن بیگ، باشندۂ لکھنؤ، شاگرد قلندر بخش جرأت، می گویند بسیار خوش تقریر بود ـ افسوس کہ در عین جوانی ازیں دار غرور بہ سراے سرور انتقال نمود ـ خدایش بیا مرزاد ـ ازوست ـ

کہتے ہو تم نہ گھر مرے آیا کرے کوئی
گر دل نہ رہ سکے تو بھلا کیا کرے کوئی

خوف سے تیرے نہیں بولتے اغیار سے ہم
ورنہ بھڑجانے کو موجود ہیں دوچار سے ہم

رضا | رضا تخلص، میرزا احسن رضا عرف میرزا جیون، ابن محمد میرزا خان . . . . اصلش از بزرگان خوارزم ـ شخص صاحب اعتبار بود ـ جوان شیریں بیان و خوش فکر و خلیق و مودب ـ اول اصلاح اشعار از میاں نصیر گرفتہ ـ بعدہ بہ شاگردی میر نظام الدین ممنون کلامِ خود را بہ پختگی رسانیدہ ـ از جودت طبع اوست ـ

تمہارے وصف دنداں میں یہ ہم سے شعر ہوتے ہیں
کہ گویا رشتۂ مضمون میں موتی پروتے ہیں

آغاز خط کا کیا ترے رخ پر ہجوم ہے ٭ گھیرا سپاہ شام نے یہ ملک روم ہے

کب سپاہی ڈھونڈھتے پھرتے ہیں دیواروں کی چھاؤں
ہے ہر اک موج ہوا سے سر پہ تلواروں کی چھاؤں

لگا رہے گا جو منہ سے ساغر ادھر ہمارے ادھر تمہارے
تو ہوں گے حاسد کباب جل کر ادھر ہمارے ادھر تمہارے

(ورق ۱۲۲ ب)

ہر ایک دوست (ہے) تیرے لئے عدو میرا
خدا کی یہ بھی ہے قدرت ہوا نہ تو میرا

کیا تھا گریہ کہ تا کم ہو اس کی آتش قہر
بھڑکنے اور لگا مجھ پہ شعلہ خو میرا

ہو نفع مجھے اس میں کہ یا ہووے خسارا
اب ملک محبت کا لیا میں نے اجارا

چمکے ہے در گوش تہ زلف ترا یوں
جس طرح جھلک جائے کہیں ابر میں تارا

صورت ترے بیمار کی اب ایسی ہوئی ہے
کہتے ہیں اطبا نہیں تقدیر سے چارا

کس کام میں ہو آہ کہ ناکام ہیں مرتے
پھر آئے ہو کیا جب کہ ہوا کام ہمارا

اس مرگ کے صدقے کہ دم نزع وہ بولے
لو کام کیا میرے یہ خنجر نے تمہارا

منہ پر ترے قطرہ نہ عرق کا ہے چمکتا
حیرت ہے کہ خورشید میں نکلا ہے ستارا

ہاتھ میں اپنے حنا تم تو ملا چاہتے ہو
آج دو چار کا کیا خون کیا چاہتے ہو
رنج ایسے مجھے دیتے ہو کہ تنگ آیا ہوں
میں نے جانا کہ مری جان لیا چاہتے ہو

کیا کیا نہ برق چمکے ہے ہر ہر شرار سے
نکلے ہیں شعلے ایسے دل داغ دار سے
مانگے ہے تیری چشم مرا دل کروں ہوں نذر
دھمکائے کیوں ہے غمزۂ خنجر گزار سے
دست جنوں قصور نہ کر یہ بھی ہیں گراں
کچھ رہ گئے ہیں میرے گریباں کے تار سے

سینہ تپ فراق سے شب شعلہ زار تھا
ہر ایک آہ برق تھی آنسو شرار تھا
وہ بھی ہو کوئی رات گلے لگ کے تو کہے
لے کچھ ہوا قرار کہ تو بے قرار تھا (ورق ۱۲۳ الف)

. . . . مژدہ کہ اپنی ہے سلاسل بھاری
ہے بہت اور رہ عشق کی منزل بھاری
نہیں معلوم کہ ہے کس کی کشش وادی میں
کہ اٹھا ہے قدم ناقۂ محمل بھاری
سخت جانی مجھے کیا کیا ہے دکھاتی دیکھو
ہاتھ نازک ہیں ترے تیغ ہے قاتل بھاری

واں نہاں زلف میں کس کا رخ پر نور ہوا
روز روشن جو مرا یاں شب دیجور ہوا

دل میں حسرت رہ نہ جائے منہ دکھایا چاہیے
ہے وداع جان اپنی اب تو آیا چاہیے

. . . . تم حیف کہا کر یوں کہو
اس کے گھر بہر عیادت آج جایا چاہیے
زیست کا نقشہ . . . . مٹایا چاہیے
اپنی وہ تصویر سی صورت دکھایا چاہیے
بے طرح دل کو قلق ہے کوئی دم میں ہم چلے
دوستو بیٹھے ہو کیا یاں ان کو لایا چاہیے

ضعف سے ہم نہیں سنبھلے ہیں ٭ اب ہلانے میں دم نکلتے ہیں
غیر سے گرم اختلاط ہیں وہ ٭ ہم یہ سنتے ہیں اور جلتے ہیں
قیس ساں دشت گرد ہیں ہم بھی ٭ کہ ابھی ہاتھ پاؤں چلتے ہیں
خانۂ دل رہے نہ کیوں روشن ٭ داغ جیسے چراغ جلتے ہیں
درد سے دل کے آہیں بھرتے ہیں ٭ نہ تو جیتے ہیں ہم نہ مرتے ہیں
داغ دیں تازہ کیوں نہ لالہ رخاں ٭ نت نیا غیر گل کترتے ہیں

تری فرقت میں اے مہ کیوں نہ انگاروں پہ لوٹوں میں
کہ جگنو بھی نظر آتے ہیں مجھ کو وقت شب اخگر

(ورق ۱۲۳ ب)

تیرے ابرو میں کہاں خال سیہ اے یار ہے
نون میں نقطہ ہے یہ اس میں نہیں تکرار ہے
کون سے وحشی کی اس کو اس قدر ہے یاد آہ
سنگ سے اب تک بھرا جو دامن کہسار ہے

رافت رافت تخلص، رؤف احمد، شاگرد قلندر بخش جرأت۔ شخصے ست طالب علم، متوطن رام پور۔ بہ حسب اتفاق وارد دار الخلافہ گشتہ۔ مودب و عاقل و ذہین بہ نظر رسیدہ۔ از طبع زاد اوست۔

ادا و انداز و ناز و شوخی جو کچھ ہمارے ہے فتنہ گر میں
نہ وہ پری میں نہ حور میں ہے نہ وہ ہے غلماں میں نے بشر میں

غضب تو یہ ہے سنو تو یارو ٹک آنکھ اٹھاکر جو دیکھیں اس کو
تو ہائے جتوں میں یوں کہے وہ بھلا ہماری ہے تو نظر میں

روشن روشن تخلص، از حالاتش آگہی نیست کہ کیست و کجائیست۔ شعرے بہ نام او مسموع گشتہ مرقوم می شود۔ ازوست، منہ کلام۔
جی میں یہ تھا کہ جان کیجے نثار ٭ ایک دم بھی وہ بے وفا نہ رہا

رونق | رونق تخلص، میر غلام حیدر خان عظیم آبادی اشعارش کیفیتے وجدانی دارد۔ ازوست۔

رحم کر اے دوست گاہے خاک ساری پر مری
نقش پا کی طرح تیری راہ میں افتادہ ہوں
کس شراب آشام نے یارب کیا مجھ کو خراب
مدتیں گزریں کہ میں شیدائے نقل و بادہ ہوں

رفیق | رفیق تخلص، میرزا اسد بیگ مرد سپاہی وضع، در سلک خواصان[1] یکے ار مرشد زادہ ہائے (ورق ۱۲٤ الف) آفاق عز امتیاز دارد۔ شاگرد ثناء اللہ خان فراق۔ مجلس مشاعرہ در خانۂ مشار الیہ ہم منعقد می گردید۔ شخص کم گو و مودب و با حیا بہ نظر رسیدہ ازوست منہ۔

کیا ظلم و ستم[2] ہائے ہوا اب کے برس میں
دیکھا نہ قفس، پھنس گئے صیاد کے بس میں
واں گل بدن وہ دیکھے ہے باغ و بہار گل
یاں تن پر اپنے کھائے ہیں ہم نے ہزار گل
روشن رہے گا داغ دل عاشقاں مدام
ہوگا نہ حشر تک بہ چراغ مزار گل

---

(۱) در سلک خواصان صاحب عالم مرزا ابو الظفر بہادر منتظم (نغز ص ۲۷٤)
(۲) آہ (نغز ص ۲۷۵)

رضا [1] رضا تخلص، سید رضا علی طغرا نویس۔ از سکنائے لکھنؤ۔ شخص وارستہ مزاج و سادہ وضع ست۔ ابیاتش مربوط و مطبوع و هم وار به مطالعه در آمده۔ ازوست۔

هدف ناز جو کل سینے کا صندوق ہوا ٭ تیر جو دل میں لگا سو لب معشوق ہوا

به دام سبزه رنگ اس مرغ دل کو آه پهنسوا یا
سیه بختی نے کیسا مجھ کو باغ سبز دکھلایا

وه ان دنوں جو ایسا ہے ربط هو گیا ہے
شاید رضا کو تیرے کچھ خبط هوگیا ہے

راقم راقم تخلص، [2] بند رابن نام، از ساکنین [3] دارالخلافه، شاگرد میرزا رفیع [4] السودا۔ خوش گوئی از کلامش دریافت می شود۔ ازوست۔ منه۔

[5] یاں تک قبول خاطر کیجیے تری جفا کو
تا سب کہیں که راقم رحمت تری وفا کو

نامے کا میرے لے کر اس سے جواب پھرنا
ٹک واسطے خدا کے قاصد شتاب پھرنا

رغبت رغبت تخلص، میر ابوالمعانی، شاگرد میر نظام الدین ممنون۔ متوطن سرکار لکھنؤ، (ورق ۱۲٤ ب) از سخنانش شوخ طبعی معلوم می شود۔ مطلعے از تصانیفش بهم رسیده۔ ثبت گردید۔ ازوست۔

(۱) یارہ (نغز ص ۲۷۲) (۲) برنداں بن (نغز ص ۲٦۵)

(۳) من سکان بلدۂ متھرا . . به نسبت محرر پیشگی راقم تخلص می کند۔ قوت حافظه به کمال دارد۔ چنانچه قصیدۂ صد بیت به یک شنیدن یاد گرفته به تکرار آن مشامل نه شود (مخزن ۵۵) بعضی اورا از باشند گان متھرا و بعضی از سکنای جهان آباد نوشته اند۔ و نظر بر اسم و رسمش می توان پذیرفت که از اهل متھرا باشد (شیفته ص ۸٤) از قوم کهتری بسیار پست قد و بلند فکر ست (حسن ص ۷۳)

(٤) قبل ازیں بافقیر نیز مشورت شعر می کرد (نکات ص ۱٤۲) در تلمذ اختلاف کرده اند یکی شاگرد مرزا مظهر و یکی تلمیذ مرزا رفیع نوشته (شیفته ص ۸٤)

(۵) میر نے لکھا ہے کہ یہ شعر غالباً تاباں کا ہے۔ میں نے ان کے دیوان میں نہ تغیر ردیف دیکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (نکات ص ۱٤۳) لچھمی نرائن شفیق اس خیال سے متفق نہیں ہیں۔

یاد ھے رات کو چھپ چھپ کے وہ آنا اپنا
چٹکیاں میرے وہ لے لے کے جگانا اپنا

۱۔ ابر تر سے چشم گریاں کم نہیں ٭ موج دریا ھے شکنج آستیں

۲۔ نہ ترے عشق سے بلبل ھی کو گریاں دیکھا
چاک ھر گل کا گلستاں میں گریباں دیکھا

۳۔ مری بد شرابیوں سے کریں توبہ مے گساراں
زھے وہ عمل کے هووے سبب نجات یاراں

۴۔ سنا کس نے حال میرا کہ جنوں ابر وہ نہ رویا
رکھے ھے مگر یہ قصہ اثر دعاے باراں

• عاشق کا کام کچھ تمہیں منظور ھی نہیں ٭ کہیے تو ھے یہ بات کہ مقدور ھی نہیں

رضا | رضا تخلص، نامش مسموع نہ گشتہ۔ ساکن رام پور است۔ ازوست۔ منہ۔

اب کوئی لحظے میں مجنوں پہ بلا آتی ھے ٭ جرس ناقۂ لیلی کی صدا آتی ھے

راز | راز تخلص، میرزا یعقوب بیگ، قوم مغل، اصلش از توران و مولدش دارالخلافہ۔ شاگرد میاں نصیر. ازوست۔ منہ کلام۔

آہ میرا دامن تر اس لیے گل ریز ھے
اشک گل گوں میں مرے لخت جگر آمیز ھے

شب بے کلی سے دل ترے عاشق کا شق ھوا
لے ۶۔ نام تیرا صبح کے ھوتے وہ حق ھوا

رضا | رضا تخلص، باشندۂ لکھنو اطراف گوالیار [؟] صفاتش معلوم راقم نیست۔ اشعار خوب می گوید۔ ازوست۔

شعر نمبر ۲ مخزن میں اور ۱، ۳، ۴، ۵ نکات میں بندرابن راقم سو منسوب کیی گئی ھیں۔
(۶) لو تیرا نام الخ (نغز ص ۲۶۷)

تنہا نہ جلوہ گر ھے انساں میں نور تیرا ٭ سب صورتوں میں ظاهر یاں ھے ظہور تیرا
(ورق ۱۲۵ الف)

رسوا رسوا تخلص، [۱] آفتاب رائے، پسر [۲] جواہر فروشے بود، [۳] قید مذهب نه داشت و سر به سودا و شوریدگی بر آورده و به شربِ مدام مشغول و این شعر بر زبان داشت۔

رسوا ھوا، خراب ھوا، در بہ در ھوا
اس عاشقی کے پنتھ میں جس کا گزر ھوا

درحین حیات وصیت نموده بود که بعد [۴] رحلت این کس را از شراب غسل باید داد۔ مردم هم چنین کردند۔ گویند اصلا از جسمش بوے شراب نه می امد۔ اروست۔

قفس سے ووں گئے هم اور چمن میں جاے نہیں
اڑیں تو پر نہیں رکھتے، چلیں تو پاے نہیں
وصل میں بے خود رهے اور هجر میں بے تاب هو
اس دوانے دل کو رسوا کس طرح سمجھائیے

رضا رضا تخلص، میرزا علی رضا، متوطن کٹرۂ مانک پور۔ از احوالش مطلق آگہی نیست۔ مقطعے از غزلش بہم رسیده، مرقوم گشت۔ منه۔

خود نمائی کا اگر ذوق ھے تجھ کو پیارے
بس رضا اپنے کو دکھلا دے بہارِ دامن

راقم راقم تخلص، خلیفه غلام محمد، در خوش نویسی مهارتِ کلی دارد، خطِ

(۱) مہتاب رای (گلزار ۱۳٦) (۲) بعضی آن را از کائتان حضرت دهلی دانند وبعضی جوهری پسر پندارند (نغز ۲٦۸) (۳) هندو پسر جدید الایمان بود (گردیزی ٦٤)
(٤) و در روایت دیگر چنین ست که بر جوهری پسری که شیفتهٔ او گردیده، سودا بہم رسانیده بود۔ در سیر باغ از دست او به شمشیر کشته شد (هندی ۱۰۷) پیش تر عاشق طفل هندوئی بود۔ او از قضامرد عاشقی او بهدوس مبدل گشت (نکات ۱۲۱) بر یک پسر کمبوه هو نام تعشق پیدا کرده بود (حسن ص ۷۲)

نستعلیق و شکسته وشفیعا و ثلث و نسخ وغیره خوب می نویسد ـ درجرگۂ خوش نویسان حضور پر نور داخل ست ـ و در انشا پردازی نیز دخلے پیدا کرده ـ و سوائے ایں عبور بر کتب فارسی و لغت دارد ـ به قدر حال تحصیل علم عربی هم کرده ـ شخص قابل و متواضع ست ـ گاهے فکر ریخته گوئی می کند ـ چند اشعارش مرقوم می گردد ـ منه ـ (ورق ۱۲۵ ب)

جب میں نے کہا، تم نے ملاقات اڑا دی
تو اس نے هنسی میں یه مری بات اڑا دی

جو کوئی تجھ سے دل لگائے گا ٭ آپ اپنے کیے کو پائے گا

فرقت میں تری جو مر گئے هم ٭ عشاق میں نام کر گئے هم

بس کر چکے عاشقی مری جاں ٭ غصے سے ترے جو ڈر گئے هم

رباعی

نه دیر میں کچھ هے نه حرم میں کچھ هے
هستی میں نه کچھ هے نه عدم میں کچھ هے
دنیـــا هے طلسمات عجـائب راقم
دم میں کچھ هے اور ایک دم میں کچھ هے

رضا رضا تخلص، [۱] میر محمد، سید زاده ایے ست، باشندۂ لکھنؤ، مشهور به میر محمدی پٹنوی، شاگرد میر ضیاء الدین ضیا ـ در فن پهلوانی بسیار ماهر ـ تحصیل علم عربی هم نموده ـ اشعار هندی و فارسی هر دو می گوید و هم در علم عروض و قوافی ماهر ست ـ (از) علم نا یکا بهید واقفیت دارد ـ

تم وعده کر کے [۲] رات کا پیارے چلے گئے
جب تک که دن ڈهلے، [۳] یهاں آنسو ڈهلے گئے

---

(۱) میر محمد علی نام که به میر پٹنوی اشتهار دارد (نغز ص ۲۷۳)
(۲) شام کا (نغز) (۳) مری (نغز)

عرض ہے وقت سفر یہ اس بت جلاد سے
مت بھلا دینا کہیں اس ناتواں کو یاد سے
نقش شیریں کا مٹے پتھر سے پر اس کا خیال
یہ نہیں ممکن کہ جاوے خاطر فرہاد سے

رنگیںؔ | رنگین تخلص، پورن لعل، قوم کایت، ساکن دارالخلافه، بعضے اوقات شعرِ ریختہ می گوید۔ ازوست۔ منه کلام۔

فیض دمِ ہوا سے ہے عالی دماغِ گل
روشن ہوا ہے آب سے یعنی چراغ گل (ورق ۱۲۶ الف)

رنگیں نہیں ہیں قطرۂ شبنم یہ باغ میں
باد صبا نے مے سے بھرا ہے ایاغِ گل

رستمؔ | رستم تخلص، سید رستم علی خاں، متوطنِ قصبۂ جانسٹھ، از مضافات سرکار سہارن پور، اصلش از مدینۂ منورہ زادہ اللہ تکریما، از نبیرہ ہاے نواب حسین علی خاں مرحوم و نواب قطب الملک عبداللہ خان مغفور کہ از امراے عظام عہد فردوس آرام گاہ بودند و شرحِ حشمت و ثروت و جاہ و سوانحے کہ در وقتِ ایشاں شد، از کتبِ تواریخ ہویداست۔ شخصے ست از خان دان کرام، بسیار متواضع و مودب وبا حیا و بہ اوصاف حسنہ متصف و بہ زیور ورع و تقوی متحلی۔ از راقم سلسلۂ مودت مستحکم ست۔ ذوق شعر گوئی در خاطرش متمکن، اشعارِ خوب از ذہن صافیش سر انجام پزیرفتہ۔ ازاں جملہ یک مطلع بہ یاد آمدہ، ثبت گردید۔ منہ کلام۔

کب تلک ہجر کے دن دیکھیے ہم دیکھیں گے
بسترا اشک سے ہر رات کو نم دیکھیں گے

حرف الزاء

زار۔ زار تخلص، برهان الدین خان، از زمرۂ خواص حضور فیض گنجور شخصے ست معروف به جودت طبع و حدت فهم۔ به قدر حال عبور بر کتب فارسی و عربی دارد و خط شکسته درست می نویسد۔ اشعار فارسی و ریخته هر دو می گوید و در انشاپردازی (ورق ۱۲٦ ب) نیز ماهر ست۔ از کلام اوست۔ منه۔

اختیار اپنے سے کب وابستۂ تقدیر هوں
زیست کے هاتوں سے جو میں پائے در زنجیر هوں

کون صورت هے جو حرف آرزو سے لب هو وا
اس زبانِ بے زباں سے گردۂ تصویر هوں

کیوں که اس بت کو یه حالِ دلِ ناکام لکھوں
کب وه دیکھے هے، خدا کا بھی اگر نام لکھوں

غرورِ حسن دلا ختم ان بتاں پر هے
قدم زمیں په نهیں ان کا آسماں پر هے

هے وصف میں اس رخ کے بیاں شعلۂ آتش
ڈر هے که نه بن جائے زباں شعله آتش

چرخ کیا تیرے انقلاب هوئے ٭ پر کبھی هم نه کامیاب هوئے
تیرے رخسار مے کے پینے سے ٭ ماهِ من مثلِ آفتاب هوئے

چشم طوفاں خیز بھی اب گریه پر تیار هے
جس کے آگے اے سیه رو ابر تو بے کار هے

زندہ دل ۱ زندہ دل تخلص، ساکن قصبۂ سکندر آباد، قوم برھمن، در پیشۂ طبابت اوقات بسر می برد۔ ازوست۔

رشتۂ جاں بھی اگر ھو ترا تار دامن ٭ آہ تس پر بھی سمجھتا ھے تو بار دامن
چاندنی میں جو گزر آپ کا ھو جائے کبھو ٭ اپنے ھالے کو کرے ماہ نثار دامن

ذکا ۲ ذکا تخلص، خوب چند، قوم کایت۔ شاگرد میاں نصیر۔ جوانے سلیم الطبع، مزاجش بہ صلاحیت راغب، کلامش نمکین۔ از چندے طبعش از گفتن شعر انحراف ورزیدہ۔ مشار الیہ ھم تذکرۃ الشعرا تالیف کردہ۔ در علم اخلاص و دوستی راسخ دریافت گردیدہ۔ ازوست۔ (ورق ۱۲۷ الف)

انداز عجب، طرز ادا آن تماشا ٭ ھے سر سے قدم تک تو مری جان تماشا
ہلی ھے ابروے دل دار دیکھیے کیا ھو ٭ کہاں کہاں چلے تلوار دیکھیے کیا ھو

چھٹ جائے جو ھو حلقۂ زنجیر میں الجھا
پر دل تو ھے اس زلف گرہ گیر میں الجھا

کس رشک چمن کے قد موزوں کا بیاں ھے
سبزہ بھی جو اگتا ھے تو وہ شکل زباں ھے

جب کہ وہ راحت جاں پاس ھمارے بیٹھا
اٹھ کے سب درد دل زار کنارے بیٹھا

حیف صد حیف رھے ھم کو پریشانی، اور
جمع خاطر سے وہ یوں زلف سوارے بیٹھا

نقش پا خالق گیتی نے بنایا ھم کو
جس کے قدموں سے لگے اس نے مٹایا ھم کو

نہیں ساقی خیال آیا شراب پر تگالی پر
ھمارا دل تو غش رھتا ھے ان ھاتھوں کی لالی پر

(۱) ھر سہای مسر (یادگار) (۲) مخ میں حاشیہ پر یہ عبارت درج ھو۔ " در حرف دال باید نوشت برای سہو نوشتہ شد۔"

رخ پہ قطرے ترے گرمی سے عرق کی چھوٹے
روز روشن میں یہ ہے وجہ ستارے ٹوٹے

قطعــــہ

تشبیہہ تیری مانگ کی دوں کس سے رشک مہ
آتا نہیں ھے وصف کچھ اس کا زبان پر
بس ایک کہکشاں ھے سو اس میں بڑا ھے فرق
یہ ھے زمیں پر اور وہ ھے آسمان پر

حال یک ساں ھے سدا اپنے دل دل گیر کا
یا الٰہی دل ھے یا غنچہ ھے یہ تصویر کا

جلوہ گر ھے نہ لب بام پہ پیارا اپنا ٭ ھے بلندی پہ ذکا آج ستارا اپنا

جب سے وہ ماہ جبیں آکے بسا ھے دل میں
چانــــدنی چوک کا بازار لگا ھے دل میں

واں تو اس کو خیال ھے کچھ اور ٭ اور یاں اپنا حال ھے کچھ اور
(ورق ۱۲۷ ب)

تیری زلفوں کا ھے خیال ہمیں ٭ زندگی ہو گئی وبال ہمیں

نہیں ممکن کہ چھپے شمع کی لو پردے میں
اشک وہ شے ھے کہ چھپتا نہیں سو پردے میں

رشک خورشید ذرا ٹھہر لبِ بام کہیں
کیا طرح ھے یہ تری، صبح کہیں شام کہیں

یار بن جامِ مئے ناب جو بھر پیتے ھیں
صاف تو یوں ھے کہ ہم خونِ جگر پیتے ھیں

کھلے سدا تری زلفوں کے بال رہتے ھیں
ہم اس کو دیکھ کے آشفتہ حال رہتے ھیں

بتوں کو جان دل سے مانتے ہیں ٭ خدا کو اپنے حاضر جانتے ہیں

عرق آلودہ زلف اس کی نہیں ہے غور کر دیکھو
اندھیری رات ہے تاروں بھری یہ سر بہ سر دیکھو

ہماری بزم میں ساقی ترا آنا مبارک ہو
بہم جوں شیشۂ و پیمانہ مل جانا مبارک ہو

بزم میں عزت کہاں انسانِ دل افسردہ کو
سر چڑھاتا ہے کوئی کم نر گل پژمردہ کو

ان سیہ بختوں کو کیوں کر خوف رستاخیز ہو
ہاتھ میں جن کے تری زلفوں کی دستاویز ہو

گر نہ ہووے ہوسِ ماتمِ فرہاد کبھو ٭ پٹکے پتھر پہ نہ سر تیشۂ فولاد کبھو

مے نہیں داروے شفا ہے یہ ٭ درد دل کی مرے دوا ہے یہ

خط نہیں لکھا کبھو ظالم یہ کیا انصاف ہے
آگیا شاید کہ خط جوابِ صاف ہے

ہوئی ہے جلوہ نما چشمِ سرمہ ساکس کی
کہ جس کو دیکھ کے آنکھیں کھلی ہیں نرگس کی

دیکھا دریاے محبت کا جو گہرا پانی ٭ آشناؤں کا ہوا خوف سے زہرا پانی
(ورق ۱۲۸ الف)

لگ آن کے سینے سے ہو اے جان ہمارے
تا دل کا نکل جائے سب ارمان ہمارے

ہواؤ ابر میں شاید کہ ساقی یاد کرتا ہے
کہ شیشہ ہچکیاں لے (لے) کے اب فریاد کرتا ہے

ہمیں مجلس میں روشن شمع سے ہر آن ہوتا ہے
کہ سر پر تاج زر رکھنا وبالِ جان ہوتا ہے

صبا کیا منہ ہے غنچے کا جو منہ اس گل کو دکھلاوے
یہ اس کے حق میں بہتر ہے کہ میرا منہ نہ کھلواوے

ہو' ہے کوہ کن اس عاشقی کے پیشے سے
صدا یہ نکلے ہے اب تک زبان ِ تیشے سے

صورت ترے بیمار کی جس دم نظر آوے
عیسیٰ کی بھی اے جاں وہیں چشم بھر آوے

نہیں ہے غم کسی کا عیش اور عشرت کی باتیں ہیں
بغل میں یار ہے، برسے (ہے) مینہہ، ساون کی راتیں ہیں

مست ِ ازل ہوں ساقی، جلدی سے جام بھر دے
خالی نہ رکھ پیالہ، مے سے تمام بھر دے

اس نے زلفوں کو اپنی چھوڑا ہے ٥ کیسا بلا ناگنی کا جوڑا ہے

قامت ِ دل کش چمن میں جب وہ گل دکھلائے ہے
سرو بھی شرمندہ ہو کر خاک میں گڑ جائے ہے

جگر کانپے نہ کیوں بے وجہ یار ابرو ہلاتا ہے
یہی خطرہ لگا رہتا ہے اب بھونچال آتا ہے

جلوہ فرما بزم میں وہ ساقی مے نوش ہے
رخصت صبر و قرار و الوداع ِ ہوش ہے

ہے وطن دل کا مرے اس زلف ِ عنبر فام میں
کٹ گئی رہتے ہوئے اک عمر ملک شام میں

دل اپنا چاہِ ذقن کو تری دکھا کے رہا
یہ آشنا مجھے آخر کنواں جھکا کے رہا

میں وہ مے کش ہوں کہ اک دم میں سبو پی جاؤں
گر عسس منع کرے اس کا لہو پی جاؤں (ورق ۱۲۸ ب)

دل کس طرح نہ قطع ِ امید ِ بہی کرے ٥ عیسیٰ بھی جب علاج سے پہلو تہی کرے

دیکھ اس کے رخ و زلفِ سیہ فام کی تصویر
کھینچے ہے مصور سحر و شام کی تصویر

وہی حرفِ ہستی مٹا جانتے ہیں ٭ کہ جو آپ کو نقشِ پا جانتے ہیں

شہد و شکر سے وہ لبِ شیریں دوچند ہیں
ان کی نہ بات پوچھ کہ ہونٹ اپنے بند ہیں

سرمے کی چشم میں وہ تحریر کھینچتے ہیں
مردم کشی کی خاطر شمشیر کھینچتے ہیں

اب تو میں تیرے در پر آ بیٹھا ٭ ہرزہ گردی سے دل اٹھا بیٹھا

جام مے پی بھر کے ساقی آج پھر آئی گھٹا
مت گھٹا دل کو ہمارے، دیکھ گھر آئی گھٹا

جلوہ گر مجلس میں شب وہ دل برمہ پارہ تھا
دل بہ جامہ صبر کا مثل کتاں صد پارہ تھا

ہے تہ زلفِ سیہ عارضِ جاناں پیدا ٭ عین ظلمات میں ہے چشمۂ حیواں پیدا

نقاب یار کے رخ سے ذرا جو ہٹ جاوے
تو مہر جانبِ مشرق وہیں الٹ جاوے

جاری شبانہ روز مرا آب دیدہ ہے
دیکھا تو چشم کشتی طوفاں رسیدہ ہے

بے مئے گل فام ساقی دل مرا بے تاب ہے
آب باراں زخم دل پر قطرۂ تیزاب ہے

زکا | زکا تخلص، اسمش میرزا محمد مخدوم بخش بیگ، شخص خلیق و بار باش، اصلش از سر زمین ایران، متوطن لکھنؤ، شاگرد شیخ امام بخش ناسخ ۔ دریں ولا بہ سبب ملازمی مرشد زادۂ آفاق میرزا سلیمان شکوہ بہادر دام اقبالہ وارد دار الخلافہ شدہ (ورق ۱۲۹ الف) از ملاقاتش معلوم گردید

که مرد قابل و اشراف قوم خود ست۔ کلامش باعث انشراح خاطر سامعان۔ از خوش فکری اوست۔

بے دھڑک مار نہ بیٹھ اپنے تو دیوانے کو
اور جو مر جائے تو کیا چاہیے مر جانے کو

صوم و صلواۃ و ذکر خدا سب بھلا دیا
چاہت نے ان بتوں کی تو کافر بنا دیا

تپش سے دل کی جگر کی بدن میں آگ لگی
خبر لے بلبل دل پھر چمن میں آگ لگی

تب دروں سے وہ گرمی ہماری نبض میں ہے
بند ہے جو ہاتھ تو پہلے رس میں آگ لگی

لیے جو بوسے تھے میں نے شب اُس بھبھوکے کے
زبان شمع سی اور دہن میں آگ لگی

زار | زار تخلص، میر مظہر علی، شاید از سکنائے لکھنؤ ست۔ مذاق کلامش پسند خواطر سامعان ست۔

اک دن آگے ہی دنیا سے اٹھانا ہم کو ٭ پھر الٰہی شب ہجراں نہ دکھانا ہم کو

لے جاؤگے تم اس کی گلی سے جہاں مجھے
آرام جو یہاں ہے نہ ہووے گا واں مجھے

تیری ہی قسم تجھ بن کچھ اور جو بھاتا ہو
کافر ہو اگر اس میں کچھ بات بناتا ہو

اب رہائی نے کیا اور پریشاں مجھ کو
خوب تھا اس سے وہی گوشۂ زنداں مجھ کو

زکی | زکی تخلص، سید سعید علی، جوانے ست قابل و مودب، ذوق ریختہ گوئی در خاطرش متمکن۔ از کلام اوست۔ منه۔

عہد طفلی سے نہایت دل مرا پژمردہ تھا
یہ گل نو خاستہ اک عمر سے افسردہ تھا (ورق ۱۲۹ ب)

زور | زور تخلص، میرزا داؤد بیگ، اصلش از ایران زمین و خود تولد در شاہ جہان آباد شدہ۔ جوانے ست سپاہی وضع۔ اصلاحِ شعر از برادر بزرگ خود محمود بیگ شور تخلص گرفت۔ ازوست۔

ہوتے ہیں گے سیاہ خانۂ خلق ٭ سرمہ آنکھوں میں مت لگایا کر

زار | زار تخلص، میر جیون، سیدے ست باشندۂ دار الخلافہ، وطن اجدادش از خطۂ کشمیر، زیادہ احوالش معلومِ راقم نہ شد۔ منہ۔

شب چھڑے آنسو میں یوں لخت جگر بھیگے ہوے
گل جھڑیں شبنم سے جوں وقت سحر بھیگے ہوے
موسم برسات ہے ساقی شتابی دے شراب
مینہ میں آنکلے ہیں ہم بھی تیرے (گھر) بھیگے ہوے

زیرک | زیرک تخلص، جے سکھ راے، قوم کایت، جوانے ست بہ عمر بست سالگی، متوطن دار الخلافہ۔ بسیار ذہین و ذی ہوش۔ تحصیل کتب عربی می نماید و شعر خوب می گوید۔ ازاں جملہ ہست۔

پان کھایا ہاتھ سے تونے اگر دو چار کے
خون ہوجائیں گے یاں اس بات پر دو چار کے

زماں | زماں تخلص، از نام و نشانش راقم مطلع نیست۔ ساکنِ اطراف دکن ست۔ دو بیت از قصیدہ اش کہ در تعریف شخصے گفتہ۔ بہ دست آمدہ۔ ثبت کردہ شد۔ منہ۔

باشان و با شکوہ وہ عالی مقام ہے
جس شخص کا خدا کی خدائی میں نام ہے
لاکھوں ہی جس کے سایے میں ہوتے ہیں تربیت
تابع ہیں اس کے سب وہ مدار المہام ہے

زماں: زماں تخلص ، سید محمد زماں ، از سادات والا منزلت قصبۂ امروھہ ، کلامش بسیار پختہ (ورق ۱۳۰ الف) و سنجیدہ ۔ مدتیے ست کہ رحلت ازیں .ار ناپائے دار نمودہ ۔ اوراست ۔

عارض ھے گل کا خوب و لیکن جھلک نہیں
نرگس کی چشم ھے پہ نکیلی پلک نہیں

زکی ۱ - زکی تخلص ، محمد زکی خلف محمد تقی کہ سبقاً ذکرش در حرف التا مذکور گشتہ ۔ نوجوانے ست ، تیز فہم و مودب ، اشعارش خالی از کیفیت نیست ۔ شاگرد حافظ عبدالرحمان احسان ۔ اوراست ۔ منہ ۔

گر مرا یار ھے تو یار نہ اغیار سے مل
میں ترا یار ھوں اے یار تو اس یار سے مل
غمزۂ و ناز و ادا عشوۂ و انداز و حیا
ھو دو چار ان سے دلا بس انھیں دوچار سے مل
مجھے خوش رکھ تجھے دیدار کا ھوگا نصیب [؟]
اے صنم آکے تو اس طالب دیدار سے مل
اپنے تلووں کے تلے جو تجھے ملتا ھی رھا
آفریں تجھ کو دلا ایسے ملنسار سے مل

حرف السین

سلیمان سلیمان تخلص مرشد ، زادۂ آفاق ، قرۂ باصرۂ سلطنت ، مہر رخشاں آسمان خلافت ، درۃالتاج شہر یاری ، اختر برج سعادت و کامگاری ، فرازندۂ لوائے کشور ستانی ، طرازندۂ بساط ابہت و کامرانی ، جوھر شمشیر حشمت

(۱) نغز میں ان کا ذکر حرف ذال کے تحت کیا گیا ھی ۔

و اقبال ، رکن رکین ایوان جاه و جلال، مربع نشین مسند جهاں داری ، وارث تاج و تخت شهریاری ، بلند فطرت عالی وقار ، گرامی نسب والا تبار میرزا سلیمان شکوه بهادر دام اقبالهٖ (ورق ۱۳۰ ب) وزیداجلاله که از مدتے سیر و تماشاے اطراف منظور خاطر مبارکش بود ، عنان عزیمت به سوب لکھنؤ معطوف ساخته ، رونق افزاے آں طرف اند ـ نواب وزیر الممالک بهادر و صاحبانِ انگریز چناں چه باید کمرِ اطاعت و فرماں برداری برمیانِ جاں بسته اند ـ از دقایق خدمت گزاری و رضا جوئی خاطر عاطرش فرو گزاشت نه کرده ـ چوں طبیعتِ عالی اکثر به شعر و شاعری میلان دارد ، از شعراے سر آمد زماں مثل انشاءالله خاں انشا و غلام همدانی مصحفی و قلندر بخش جرأت و سعادت یار خاں رنگین و شیخ ولی الله محب وغیره در سرکار فیض آثارش رتبهٔ ملازمی داشتند و مجلسِ مشاعره منعقد می شد ـ طبع وقادش بسیار رسا و عالی فکر و مضامین یاب و معانی فهم و قدردان هنرورانِ ایں فن ست ـ مختصرے از افکارِ آب دار آں در شه وار محیط [1] قابلیت می نگارد ـ منه ـ

[2] لبوں په ناله جو آ کر نه هٹ گیا هوتا
تو آسمان و زمیں سب الٹ گیا هوتا

هم تو کب آپ ملک آپ سے آ سکتے هیں
آپ چاهیں تو همیں پل میں بلا سکتے هیں

جبهه سائی کا نشاں جائے جبیں سے کیوں کر
کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے هیں

اپنے مکھڑے په دو شاله وه رکھیں گے تا چند
کوئی خورشید کو پردے میں چھپا سکتے هیں

(۱) در ایام تشریف داشتن به قلعهٔ مبارک اشعار ایشاں به اصلاح استاد اکثر از سخن سنجان عالم شیخ ظهور الدین المعروف به شاه حاتم می رسیدند (مغز ص ۳۰۱)

(۲) لبوں په آکر جو ناله (مغز ص ۳۰۲)

خوش نما جیسے ہیں کانوں میں مرے یار کے پھول
اس نمائش پہ نہیں صفحۂ گل زار کے پھول

(ورق ۱۳۱ الف)

بوالے تو آنیو شب کو تجھے دیدوں کی قسم
ایک نرگس کا مری آنکھوں پہ وہ مار کے پھول

کس نے سنجاف میں یوں اس کے یہ کاٹا ہے کٹاؤ
قتل کرتے ہیں جو دامانِ ستم گار کے پھول

سیر گلشن کے عوض زخم ہمارے دیکھو
کھل رہے ہیں یہ میاں آپ کی تروار کے پھول

اک غزل اور سلیماں کہو جس کو سن کر
واہ واہی کے جھڑیں منہ سے ہر اک یار کے پھول

جب کہ دیکھے ہے ترے طرۂ دستار کے پھول
توڑ ڈالے ہے صبا سیکڑوں [1] گلزار کے پھول

نرگستاں میں تو کیا سیر کناں پھرتا ہے
ہو گئے آج ترے کشتۂ دیدار کے پھول

کون کہتا ہے [2] انہیں عقد ثریا، مہ نے
نقرئی پھینکے ہیں تجھ پر سے کئی وار کے پھول

گالیاں سیکڑوں ہر بات میں اب دینے لگا
دیکھو [3] جھڑتے ہیں کیا منہ سے مرے دل‌دار کے پھول

گر لگاوٹ نہیں منظور تو کیوں پھینکتے ہو
متصل بیٹھ کے تم رخنۂ دیوار کے پھول

---

(۱) باغ میں گلزار کو پھول (ھندی ص ۱۲۵) (۲) یہ ہو (نغز ص ۳۰۱)
(۳) دیکھو جھڑتو ہیں یہ کیا منہ سو مری یار کو پھول (نغز ص ۳۰۱)

چشم بد دور ادھر دیکھا[1] ان آنکھوں پر سے
صدقے کر ڈالیے[2] سو نرگس بیمار کے پھول

کس طرح لوں میں بلائیں، کروں کیوں کر تعظیم
دست و پا اپنے گئے دیکھتے ھی یار کے پھول

نسخہ گل ریزی کا دنیا میں ہوا تب رائج
جب سے دیکھے مری اس آہِ شرر بار کے پھول

بس دلا مان کہا تجھ سے میں کہتا ھوں سنا
تو نہ دم دینے پہ اس کافر عیار کے پھول

مجھ پہ غصے ھو وہ شب موتیوں کے ھار کو توڑ
بولے لے اب تو کہیں آنسوؤں کے تار کو توڑ (ورق ۱۳۱ب)

آہ کا میری خدنگ اے دل سوزاں پہنچا
عرشِ اعظم تلک اس گنبد دوار کو توڑ

ھمیں جو اس نے سونپی رات کو زنجیر سونے کی
سو اس کے تھے یہ معنی یعنی کر تدبیر سونے کی

کہتے ھیں ترا عاشق عالم سے گیا گزرا
صد شکر کہ ھر دم کے وہ غم سے گیا گزرا

جان دی راہ محبت میں الٰہی صد شکر
بات جو ھم نے کہی تھی سو نباھی صد شکر

باقی ھے رات تھوڑی، ھے صحن باغ ٹھنڈا
آ گھات کی جگہ ھے، کر دے چراغ ٹھنڈا

آہ کے بھرنے سے ھر دم جوش خاکستر رہا
اخگر داغ جگر رو پوش خاکستر رہا

---

(۱) ادھر دیکھ (نمز) (۲) کر ڈالو تھو (نمز)

جنازہ تیرے دیوانے کا اس توقیر سے اٹھا
کہ شور نالہ ہر اک خانۂ زنجیر سے اٹھا

عشق ہر دم تو نہ میرے دلِ نالاں سے لپٹ
زور رکھتا ہے تو جا رستمِ دستاں سے لپٹ

یاد کر دشت میں کل آبلہ پائی اپنی
خوب رویا میں ہر اک خارِ بیاباں سے لپٹ

اپنا جو صبح دم ہو فشارِ سر شکِ چشم
نرگس کی ہو بہار نثارِ سر شکِ چشم

نہ فقط نالوں سے ہے اپنے زمیں کو جنبش
بلکہ اس ... سے ہے عرش بریں کو جنبش

دل کے لینے کی ہمارے اسے خوش حالی ہے
للہ الحمد کہ یہ جنس بھی ... ہے

یوں بھویں آپ ہم سے تان پھرے ٭ جیسے زہ سے کڑی کمان پھرے

ادا تیری تو ہر یک قہر ہے، فتنہ ہے، آفت ہے
ولے ٹھکرا کے چلنا دور داماں کا قیامت ہے

جائیں کعبے کو تو لینے کو ہمارے ... ٭ شیخ پہنے ہوے پھر سبحۂ و جبا آوے
(ورق۱۳۲الف)

اور اگر قصد کریں دیر کا احیاناً ہم ٭ تو قدم بوسی کو رہبان کلیسا آوے

ہے گل کو اڑاتی چٹکیوں میں ٭ کافر تری فندق حنائی

رقم گر ایک شمہ اس کو اپنا درد و غم کیجے
تو پھر یہ چاہیے سارے نیستاں کو قلم کیجے

یاد جب ہم کو تری زلفِ گرہ گیر آئی ٭ موج کی لے کے صبا سامنے زنجیر آئی

کاش وہ کھینچ کے تیغا دمِ رفتن مارے
نام جانے کا نہ لے اور مجھے گردن مارے

جس کو مارسیہ زلف چلیپا مارے
اس کو پھر کیوں نہ بھلا جوشش سودا مارے

تیری ہی دست درازی ہے و گرنہ اے عشق
ہاتھ پیراہنِ یوسف [۱] پہ زلیخا مارے

گئے جو روتے ہی ہم اس نمط زمیں کے تلے
تو چاہیے ہے کہ جاری ہوں شط زمیں کے تلے

یہ روئے آہ نکیرین قبر عاشق میں
کہ پیری گاو زمیں مثل بط زمیں کے تلے

سلطان سلطان بخش، مرشد زادۂ نام دار کام گار۔ نوبادۂ بوستان سلطنت و اقبال، نو نہال حدیقۂ عظمت و اجلال، قوت الخلافت العظمی، واسطۂ عقد سلطنت الکبری، عالی نژاد والا گوہر چراغ دود مان شوکت، در درج حشمت رفیع القدر منیع المکان، مورد مراحم حضرت منان، میرزا ایزد بخش [۲]۔ بہادر مدظلہ، کہ صفات حمیدہ اش مشہور آفاق ست۔ گاہ گاہے سمند طبع بلندش بہ راہ موروں کردن اشعار بہ میدان فصاحت جولانی می کند۔ ازاں جملہ یک (ورق ۱۳۲ ب) مطلع بہ سمع عاصی رسیدہ۔ می نگارد۔ منہ۔

دور رکھ دوراںِ سر سے گردشِ دوراں مجھے
مت رکھ اے دیرِ خراب آباد سرگرداں مجھے

سودا سودا تخلص، [۳]۔ میرزا محمد رفیع، اصلش از کابل و خود تولد در شاہ جہاں آباد شدہ۔ برگزیدۂ شعرائے ریختہ گویاں۔ رونق افزائے بازار بلند کلاماں . . . .

---

(۱) میں (نغز ص ۳۰۴)

(۲) عرف مرزا بیل (نغز ص ۳۰۳)

(۳) اشپرنگر نے "مرزا رفیع الدین" لکھا ہے۔ نغز میں لکھا ہے کہ سودا نے خان آرزو سے بھی اصلاح لی ہے۔ "بالفعل بہ خطاب ملک الشعرائی کہ مہین پایۂ سخن وران ست اعزاز و امتیاز دارد (مخزن ص ۳۶)"

شاعری به حسن نظمش قایل شاعران ..... کلام رنگینش راەستند و معتبر می شمارند و استاد مسلم الثبوت می دانند۔ به زمان خویش در هنر ریختە گوئی بکه ناز معرکۂ شاعری بود و خوش محاورگی در اشعارش مندرج۔ دیوان ریختە مشتمل بر قصائد و مدایح و هجویات و مثنوی و غزلیات وغیره به فصاحت تمام ترتیب داده۔ مدعا که عجب نکته پرداز معنی بند سحر نگار عهد خویش بود۔ از مدتیے به لکھنؤ طرح اقامت انداخته۔ هماں جا در [1]۔ گزشت۔ خدایش بیا مرزاد۔ از کلام سحر پرداز اوست۔

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا ٭ جوں شمع سر اپا ہو اگر صرف زباں کا

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن
بازی اگرچه پا نه سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ھے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ھو سکا

تصور میں ترے کہیو صبا اس لا ابالی سے
گلے میں لگ کے رویا رات تصویر نہالی سے

لکھا تعریف میں جو بیت اس ابرو کی سودا نے
خراج و باج وہ لیتا ھے دیوان ھلالی سے (ورق ۱۳۳ الف)

تبسم دیکھ تیرا دل نہ کیوں بے تاب ہو جاوے
اگر بجلی اسے دیکھے تو زہرہ آب ہو جاوے

سن کے یہ کہتا ھے میرے نالۂ جاں کاہ کو
کیوں مجھے ایسا بنایا کیا کہوں اللہ کو

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

میں دشمنِ جاں ڈھونڈھ کے اپنا جو نکالا ٭ سو حضرتِ دل سلمه الله تعالی

(۱) اشپرنگر نو سال وفات ۱۱۹۵ ھ لکھا ھو۔

قد کو تیرے جس جگہ مشقِ خرامِ ناز ہے
اس جگہ شور قیامت فرشِ پا انداز ہے
خط کے آتے ہی چلے اکثر غلامی سے نکل
بندہ پرور دیکھیے آگے ہنوز آغاز ہے
اس دل کی تفِ آہ سے کب شعلہ بر آوے
بجلی کو دمِ سرد سے جس کے حذر آوے
افعی کو یہ طاقت ہے کہ اس سے بسر آوے
وہ زلفِ سیہ لہر پر اپنی اگر آوے
سب سے کہے سوتا ہوں یہ کہہ دیں کہ پھر آنا
بالیں پہ مری شور قیامت اگر آوے
جس روز کسی اور پہ بے داد کروگے ٭ یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے
نہ بھول اے آرسی گر یار سے تجھ کو محبت ہے
بھروسا کچھ نہیں اس کا یہ منہ دیکھے کی الفت ہے
مرے گر عاشق صادق تو ماتم دار دشمن ہے
سدا زنجیر کے گھر واسطے مجنوں کے شیون ہے
دل ہو تو نالہ کر سکے تاثیر، سنگ ہے
اس سینے میں معاف ہو تقصیر، سنگ ہے
چہرہ مریض لب کا ترے زرد ہے سو ہے
عیسی کنے دوا نہ رہی درد ہے سو ہے
جو گذری مجھ پہ اسے مت کہو ہوا سو ہوا
بلا کشانِ محبت پہ جو ہوا سو ہوا (ورق ۱۳۳ ب)
گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی
ہووے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل ٭ روشن رہے الٰہی ہمیشہ چراغ دل

دل کو سودا تو سوئے زلف سیہ فام نہ بھیج
رہ زنوں میں تو مسافر کو سر شام نہ بھیج

نہ پوج سنگ و گل اے شیخ اس صدا کو مان
مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

نوید مغ بچہ گاں موسم بہار آیا
ہر ایک تاک کا گلشن میں برگ و بار آیا

سحر جو باغ میں دل دار ایک بار آیا
نثار میوہ سے ہر نخل زیر بار آیا

مے کشاں روح ہماری بھی کبھو شاد کرو
ٹوٹے گر بزم میں شیشہ تو ہمیں یاد کرو

کھینچ کر پوست کرے گردش ایام سفید
آگے اس چشم کے چاھے جو ھو بادام سفید

چوٹ ھو دل میں تو وہ . . . . . . ھے
موے چینی نہ کرے گردش ایام سفید

رفقا کی ھے سدا حق میں ہمارے یہ دعا
کیجو یارب تو اس آغاز کا انجام سفید

لعل حل کردہ ھے جوں ظرف بلوریں کے بیچ
پیرھن پہنے ھے جس دم وہ گل اندام سفید

کب دل شکستگاں سے کر عرض حال آیا
ھے بے صدا وہ چینی جس میں کہ بال آیا

خشک رھنے سے ہمارا دیدۂ تر پاک ھے
جوں حباب اس گھر میں جب دیکھو ہوا نم ناک ھے

مت سمجھ بے قدر پامالوں کو گر رکھتا ھے چشم
توتیائے چشم نقش پا ہماری خاک ھے

تجھ بن عجب معاش ھے سودا کی ان دنوں
تو بھی [1] ـ تو اس کو جا کیے ستم گار دیکھنا (ورق ۱۳٤ الف)

[2] ـ نہ حرف نہ حکایت و نہ شعر نہ سخن
نہ سیر باغ نہ گل و گل زار دیکھنا

خاموش اپنے کلبۂ احزاں میں روز و شب
تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جا کے اس گلی میں جہاں تھا ترا گزر
لے صبح تا بہ شام کئی بار دیکھنا

[3] ـ تسکین دل ہے اس میں نہ پاتی تو بہر شغل
پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا

[4] ـ کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں روز ھجر کو
پر جو خدا دکھائے سو لاچار دیکھنا

قطعـــہ

شیخ کو لائے تھے سودا اس لیے ہم یار پاس
طبع کو اس کی تفنن اس سے حاصل ہوئے گا

سو وہ اب ہم چشم ٹھہرا ھے ھمارا یا نصیب
تھا لکھا قسمت کا یہ بھی ہم میں شامل ہوئے گا

ہم تو وہ سمجھے تھے دل میں پر خبر اس کی نہ تھی
یہ لگا کر خون شہیدوں میں بھی شامل ہوئے گا

بہا کچھ اپنی آنکھ کا دستور ھوگیا ٭ دی تھی خدا نے آنکھ پہ ناسور ھوگیا

(۱) تک اس کو (مخزن ۳۷) (۲) هر جگه " نو " (مخزن)
(۳) تسکیں دل نہ اس میں بھی پاتی الخ (مخزن)
(٤) کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں تجھ کو غیر پاس ٭ پر جو خدا دکھاوے سو لاچار دیکھنا
(مخزن ـــ شیفتہ)

ابرائی ہے وہ زلفِ سیه فام جہاں پر
کیا گزرے ہے اب دیکھیے تا شام جہاں پر
سودا جو سنا ہے کسو کا نام یہی ہے
آوارۂ صد زلفِ سیہ فام یہی ہے
کہتا ہے بنا گوش ترا زلف کے آگے
میں صبحِ قیامت ہوں، مری شام یہی ہے

یہ کون دیکھیے اب باغ میں بہار آیا ٭ کہ لٹ گیا زر گل، نخل زیر بار آیا
نجھ بن بہت ہی کٹتی ہے اوقات بے طرح ٭ ۰۰۰۰۰ گزرے ہے پر رات بے طرح
نسبتِ معنوی لازم ہے دو مصرع میں بہم ٭ شاخ آہو کی نہ ہو شاخ شجر سے پیوند
(ورق ۱۳٤ ب)

اشک آتش و خوں آتش و ہر لخت دل آتش
آتش پہ برستی ہے پڑی متصل آتش
ساقی گئی بہار، رہی دل میں یہ ہوس
تو منتوں سے جام دے اور میں کہوں کہ بس
پونچھ کر چشم کریں ہم جو فشار دامن
باج خواہاں ہو رگ ابر سے تار دامن
۱ـ ازل حبیب نہ تھی کچھ پدر و مادر کے
ہم تو ہیں روز تولد سے عبار دامن
عاشق کی بھی کٹتی ہیں کیا خوب طرح راتیں
دو چار گھڑی رونا، دو چار گھڑی باتیں

ناوکِ تیرے نے صید نہ چھوڑا زمانے میں ٭ تڑپھے ہے مرغِ قبله نما آشیانے میں
سودا خدا کے واسطے کر قصه مختصر ٭ اپنی تو نیند اڑگئی تیرے فسانے میں

---

(۱) کذا

نے بلبلِ چمن نہ گلِ نو دمیدہ ہوں
میں موسمِ بہار میں شاخِ بریدہ ہوں
گریاں نہ شکلِ شیشۂ و خنداں نہ طرزِ جام
اس مے کدے کے بیچ عبث آفریدہ ہوں

قطعہ

جو بچے سو ہے غنیمت سمجھ اے خانہ خراب
ورنہ سب اہلِ گلستاں کا چمن میں خوں ہے
گل نے الماس نے شبنم سے تو کھایا لیکن [؟]
گانٹھ میں غنچۂ لالہ کی ابھی افیوں ہے

نہ آتشی ہوں نہ بادی نہ نقشِ آبی ہوں ٭ ازل سے مٹی کا پتلا ہوں بوترابی ہوں

تو نے سودا کے تئیں قتل کیا کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں

مے کدے ہی میں نہ اے بادہ کشاں ہے شیشہ
ہم نے جس سنگ میں دیکھا تو یہاں ہے شیشہ

غنچے سے مسکرا کے اسے زار کر چلے
نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے (ورق ۱۳۵ الف)

ماریں گے ایک دو کو یا آپہی مر رہیں گے
پیارے تری گلی میں کچھ ہم بھی کر رہیں گے

پیش از ظہور مرغ چمن خادمان عشق ٭ بٹتے تھے رشتۂ رگ گل دام کے لیے

ساون کے بادلوں کی طرح سے بھرے ہوئے
یہ چشم وہ ہیں جن سے کہ جنگل ہرے ہوئے

اے دل یہ کس سے بگڑی ہے آتی ہے فوج اشک
لخت جگر کی لاش کو آگے دھرے ہوئے

صورت میں تو کہتا نہیں ایسا کوئی کب ہے
اک دھج ہے کہ آفت ہے، قیامت ہے، غضب ہے

دل لے کے ہمارا جو کوئی طالب جاں ہے
ہم بھی تو سمجھتے ہیں کہ جی ہے تو جہاں ہے

سودا یہی ہے سوچ کہ آ اس جہان میں
کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لئے

مری آنکھوں میں تو بستا ہے مجھ کو کیوں رلاتا ہے
سمجھ کر دیکھ تو اپنا کوئی بھی گھر ڈباتا ہے

عیاں ہے شوق ملنے کا مرے نامے کے کاغذ سے
کہ جب کھولے ہے تو اس کو تو وہ لپٹا ہی جاتا ہے

کیا جانیے کہ کس کے دل کا لہو پیا ہے
شانے نے آڑے ہاتھوں جو زلف کو لیا ہے

یاں چشم سرمہ سا کا مارا کوئی گڑا ہے
ہر سرو اس چمن کا اک آہ بے صدا ہے

مجلس میں یہ ابھرنا پیارے حباب مے کا
بے خیر تو نہیں ہے کچھ تم نے دم دیا ہے

لب تشنگان جام تسلیم ہم ہیں ساقی
یا بادہ یا ہلاہل جو ہو سو واہ وا ہے

شملہ پڑا ہے اتنا کیوں پیچھے تیرے زاہد
پگڑی کو تیری آگے کیا اس نے دھرلیا ہے

کنگھی میں شیخ جیو کی داڑھی پھنسی نہ سمجھو
اک چور بال ہے یاں سو کاٹھ میں دبا ہے (ورق ۱۳۵ ب)

سودا کی جو بالیں پہ گیا شور قیامت ٭ حدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

قطعہ

سودا سے کہا میں نے کل سیر گلستاں میں
یہ وقت خموشی ہے ظالم غزلے فردے
سنتے ہی غرض اس کے یہ شعر پڑھا اس نے
جس کا [ہے؟] ہر مصرع آہ دل پر دردے [؟]
کھلنے تو لگا ہے دل جوں غنچہ ہمارا بھی
لیکن نہ صبا تجھ سے گاہے بہ دم سردے

ساق سیمیں کو نری دیکھ کے گوری گوری
شمع خجلت سے ہوئی جاتی ہے تھوری تھوری
آگیا رات میں جو دزد حنا تیرے ہاتھ
ورنہ جا پاؤں کو لاگا ہی تھا چوری چوری

خط نقص صفائے رخ دل دار نہ ہوئے ٭ گرد آئنہ کو باعث زنگار نہ ہوئے
. . . . ٭ . . . .

چاہنا بزم نعیش کا ہوس ناکی ہے ٭ دشمن دور قدح گردش افلاکی ہے
زخم شمشیر سے جو دوست کے ہیں لذت یاب
در گزر کرنی ان اشخاص سے سفاکی ہے
زاہدا حور بہشتی ہے تجھے مد نظر
ہم نے بھی مے کدے میں دختر رز تاکی ہے

اثر سے ہیں تہی نالے ، تصرف سے ہے دم خالی
نیستاں ہوگئے شیروں سے یارب یک قلم خالی

نے ضرر کفر (کا) نے دین کا نقصاں مجھ سے
باعث دشمنی اے گبر و مسلماں مجھ سے
خار ہوں خشک ولے آتش سوزاں اے بخت
جان کر سبز قدم کھینچے ہے داماں مجھ سے

جس کے دل کی تری زلفوں سے صنم لاگ لگے
اس کی نظروں میں جو رسی بھی ہو تو ناگ لگے (ورق۱۳٦ الف)

بھر نظر تجھ کو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے
حسرتیں جی کی رھیں (جی) ھی میں مرتے مرتے

ھمارے کفر کے پہلو سے دیں کی راہ یاد آوے
صنم رکھتے ھیں جس کو دیکھ کر اللہ یاد آوے

تری آنکھوں نے نرگس سے چمن میں یار ایسی کی
کہ اب بچتی نظر آتی نہیں بیمار ایسی کی

عشق دولھا کے ھے سر سہرا کہ تار اشک سے
موتیوں کی عاشقوں کے منہہ پہ لڑیاں دیکھیاں

جہاں پوچھو مجھے جرم وفا پر اپنے قائل ھوں
میں از سر تا قدم یارو نثار تیغ قاتل ھوں

موسم گل ھے ولے کچھ بھی یہ دل شاد نہیں
تاب پرواز نہیں، طاقت فریاد نہیں

شیخ نے اس بت کو جس کوچے میں دیکھا شام کو
لے چراغ اب تا سحر واں ڈھونڈھیے اسلام کو

یہ شفق مت جانیو یارو خدا جانے فلک
پونچھے ھے دامن سے کس کی تیغ خون آشام کو

کرکے توبہ ناصحا سودا مصلی کل ھوا
آج پھر پی ھے مصلا رکھ گرو دو جام کو

خواھی رہ صد سالہ ھو اور خواہ یہیں ھو
نزدیک بہ دل ھے تو مری جان کہیں ھو

شیخی تھی جام کی سو گئی وہ تو جم کے ساتھ
وابستہ ھے طلسم جہاں اپنے دم کے ساتھ

قابو میں ہوں میں تیرے گر اب جیا تو پھر کیا
خنجر تلے کسو نے ٹک دم لیا تو پھر کیا

کر قطع ھاتھ پہلے ، پھر فکر کر رفو کا
ناصح جو یہ گریباں تو نے سیا تو پھر کیا

کیوں کر ہو باغ جانا اس میرزا منش کا
واں سرو میں نہیں ہے آداب کورنش کا

نہ جانے حال کس ساقی کو یاد آتا ھے شیشے کا
کہ لے لے ھچکیاں جیوڑا نکل جاتا ھے شیشے کا (ورق ۱۳۶ ب)

والہ کو تیری چشم کے آزار ھی رھا ٭ عیسی وقت تھا تو بیمار ھی رھا [؟]

عشق کی حلقت سے آگے میں ترا دیوانہ تھا
سنگ میں آتش تھی جب تو شمع میں پروانہ تھا

شب کو محلس میں جو وہ غارت گر ھر خانہ تھا
تھے جو باھم آشنا ایک ایک سے بے گانہ تھا

اختلاطِ اھلِ آبادی سے آیا ھوں بہ تنگ
اے خوشا وقتے کہ تنہا ھم تھے اور ویرانہ تھا

قطعہ

یک برھمن زادہ کل کہتا تھا یوں مل مل کے ھاتھ
ھم میں اور سودا میں یارو کس قدر یارانہ تھا

چشم اھل قبلہ میں آج اس نے کی جوں سرمہ جا
حیف ایسا شخص جو خاک در بت خانہ تھا

بلبل نے جسے جا کے گلستان میں دیکھا ٭ ھم نے اسے ھر خار بیابان میں دیکھا

جمعیت کونین کرے پل میں جو برھم ٭ لٹکا وہ تری زلفِ پریشان میں دیکھا

اے زخم جگر سودۂ الماس سے خوکر ٭ کتنا وہ مزا تھا جو نمک دان میں دیکھا

سودا جو ترا حال ہے اتنا تو نہیں وہ ٭ کیا جانیے تونے اسے کس آن میں دیکھا

یاں پھر اس شرم سے عیسی نے گرارا نہ کیا
چشم خوباں کے جو بیمار کا چارا نہ کیا

ہمیشہ ہے مری چشم پر آب در تہ آب
سوائے اس کے نہ دیکھا حباب در تہ آب

[1] مانی ہے کسی واقف اسرار محبت
پوجیں نہ خدائی کو گنہ گار محبت

ہر خار سے الجھا ہے مرا دامن پرواز
ہوں رشتہ بہ پا بلبل گل زار محبت (ورق۱۳۷الف)

کیوں مجھ کو نہ مارا غم دوری نے ترے ہائے
کس منہ سے کروں گا میں پھر اظہار محبت

پھینکے جو کماں دار مرا تیر ہوا پر ٭ سیمرغ بچے پھر نہ عصافیر ہوا پر
تو سن پہ تجھے دیکھ کہیں مانی و بہرام ٭ اللہ نے کھینچی ہے یہ تصویر ہوا پر

ڈرتے ڈرتے ترے کوچے میں جو آجاتا ہوں
صید خائف کی طرح رو بہ قفا جاتا ہوں

نہ تلطف، نہ محبت، نہ مروت، نہ وفا
سادگی دیکھ کہ اس پر بھی ملا جاتا ہوں

کوئی تعمیر کے در پے نہیں میری ہیہات
شکل دیوار خرابے کی گرا جاتا ہوں

صفحۂ ہستی پہ جوں حرف غلط ہوں سودا
جب مجھے دیکھنے بیٹھو تو اٹھا جاتا ہوں

.... شام کا ہوں میں
.... اعلام کا ہوں میں

---

(۱) کذا

بندہ کہو، خادم کہو، چاکر کہو مجھ کو
جو کچھ کہ کہو ساقی گل فام کا ہوں میں
خدمت میں مجھے عشق کی ہے دل سے ارادت
نہ معتقـــد کفر نہ اسلام کا ہوں میں
اک روز حلال اس کو کبھو کر کے نہ کھایا
نوکر جو خرابات میں دو جام کا ہوں میں
نے فکر ہے دنیا کی نہ دیں کا متلاشی
اس ہستی موہوم میں کس کام کا ہوں میں
یک رنگ ہوں آتی نہیں خوش مجھ کو دورنگی
منکر سخن و شعر میں ایہام کا ہوں میں
مطلوب دعا حق میں نہیں آتی کسو کے
طالب اب محبوب سے دشنام کا ہوں میں

لخت جگر آنکھوں سے ہر آن نکلتے ہیں ٭ یہ دل سے محبت کے ارمان نکلتے ہیں

(ورق ۱۳۷ ب)

دل نا آشنائے نالہ سے صدرہ جرس بہتر
نہ ہوں مژگاں جو خون آلودہ ان سے خار و خس بہتر

گل سر پہ نہیں دوڑو بجھانے کو مریدو ٭ زاهد کے لگی گوشۂ دستار کو آتش

ہو یہ دیوانہ مرید اس زلف چھٹ کس پیر کا
سلسلہ بہتر ہے مجنوں کے لیے زنجیر کا
ساقی چمن میں چھوڑ کے مجھ کو کدھر چلا
پیمانـــہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا

ٹوٹے اگر نگہ سے تری دل حباب کا ٭ پانی بھی پھر پئیں تو مرا دے شراب کا
دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر ٭ لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

خاک پر بھی تیرے دیوانے کی یہ تدبیر ھے
ھر بگولہ طوق، ھر موج ھوا زنجیر ھے

سخنِ عشق نہ گوش دل بے تاب میں ڈال
مت یہ آتش کدہ اس قطرۂ سیماب میں ڈال

رھے اس فصل میں ھم بلبل و گل نا تواں یاں تک
نہ نالہ لب تلک پہنچا نہ چاک جیب داماں تک

قطعــــہ

عقل نے ایک دن آکر یہ کہا سودا سے
خواہ نزدیک ھمارے رھو، خواہ ھم سے دور
لیکن اتنا ھے کہ وہ کام نہ کیجو پیارے
حس کا ثمرہ رکھے تم کو دلِ عالم سے دور

جو طبیب اپنا (تھا) دل اس کا کسی پرزار ھے
مژدہ باد اے مرگ عیسی آپ ھی بیمار ھے

نہ اپنا سوز دل تجھ سے بیاں جوں شمع کرتے ھیں
جو دل خالی کیا چاھیں تو آہ سرد بھرتے ھیں

نہ غنچے گل کے کھلتے ھیں نہ نرگس کی کھلیں کلیاں
چمن میں لے کیے خمیازہ کسی نے انکھڑیاں ملیاں

((ورق ۱۳۸ الف)

[1] سینے کو رستموں کے نگہ تیری توڑ دے
آنکھوں کی ھر پلک صف محشر کو موڑ دے

---

(۱) مخ میں یہ دو شعر مع نمبروں کی اس طرح درج ھیں۔

سینے کو رستموں کی نگہ تیری توڑ دی ۱   ۴ نیرنگی کا تری ھی جو نیرنگ اور نمک
کب لگ سکو ھو اور کوئی رنگ اور نمک ۳   ۲ آنکھوں کی ھر پلک صف محشر کو موڑ دی

کب لگ سکے ھے اور کوئی رنگ اور نمک
نیرنگی کا تری ھے جو نیرنگ اور نمک

لذت ھے تیغ عشق میں کیا جب تلک نہ ھو
دامن فراخ زخم دل تنگ اور نمک

ساقی جو تو نہ ھوے [تو؟] ساغر بلور کا
مینائے مے کے واسطے ھے سنگ اور نمک

کرنی ھے مرے ——— تری جلوہ گری رنگ
اس شیشے میں ھر آن دکھاتی ھے پری رنگ

ھے خاک بہ سر آج، خدا جانے چمن کا
دیکھ آئی ھے کیا جا کے نسیم سحری رنگ

غزل در ھجو ملیح شاعرے گفتہ

شاعروں میں کب رکھے ھے شعر کی تقریر جنگ
نہ جدل تقریر میں ان کی نہ در تحریر جنگ

میں تو حیراں ھوں اب ان نا شاعروں کی وضع پر
کرتے پھرتے ھیں جو پڑھ پڑھ شعر بے تاثیر جنگ

ایک ان میں سے لگا سودا کے آگے پڑھنے شعر
واسطے اتنے کہ تا کیجے بہ ایں تزویر جنگ

سن کے یہ بولا خدا کے واسطے کیجے معاف
میں تو ھوں شاعر غریب اور آپ ھیں شمشیر جنگ

ایسا بھی مجھ کو تو زاھد نہ سمجھ کور سواد
خط خوباں سے پڑھا ھوں میں خط جام تلک

دھن کے سر بولے گئے جب یار کے کاشانہ ھم
جی میں آتا ھے کریں اس گھر کو خلوت خانہ ھم

دیں وھی گردن عشاق کہ حوں تیغ جفا
ھو حمائل نہ کبھی دست نگاریں جس میں

خانۂ دل کہ ھو خوں ھووے کا آئیں جس میں
ھے وہ اک بیت کہ سو معنی رنگیں حس میں (ورق ۱۳۸ ب)

وہ خط اس روے کتابی پہ بہم پہنچا ھے
سیکڑوں مشق ستم کے ھیں مضامیں جس میں

یار آزردہ ھوا رات بو مے نوشی میں
کیا ھوا ھم سے خدا جانیے بے ھوشی میں

رہ گیا ھے مہِ نو عید کا کس کی پیارے
کھول کر ھاتھ تمنائے ھم آغوشی میں

گدا دست اھل کرم دیکھتے ھیں
ھم اپنا ھی دم اور قدم دیکھتے ھیں

خدا دشمنوں کو نہ کچھ وہ دکھاے
جو کچھ دوست اپنے سے ھم دیکھتے ھیں

باتیں کتنی ھی تھیں .... منظور ھمیں
سو میسر نہ ھوا تا بہ لب گور ھمیں

ساقیا بزم نہیں آج خلل سے خالی
جام کچھ اوروں سے دیتا ھے تو معمور ھمیں

بوسہ ھنس کر نہ دیا تم نے سوائے دشنام
سو بھی یہ جب نہ ملا کوئی تو مجبور ھمیں

رات حاضر ھوے سودا کی جو ھم بالیں پر
شعر پڑھتا نظر آیا وہ یہ رنجور ھمیں

پہنچے ہم آرزوے وصل میں نزدیک بہ مرگ
سوجھے ہے شکل ملاقات بہت دور ہمیں

اس قدر اب کے ہوا مست ہے ویرانے کی
کسی .... کو نہیں سدھ کسی دیوانے کی

تیرے ہی دیکھنے کے نہ آوے جو کام چشم
تو زخم ہے وہ چہرے پہ جس کا ہے نام چشم

مجھ سے بیاں نہ کر تپشِ برق کا کہ وہ ٭ ..... کسی کے دل بے قرار سے

صبح دم آج چمن میں بہ لب جو سودا
بیٹھا اک شعر یہ پڑھتا تھا بہت درد کے ساتھ
دل کو چاہا تھا کہ خالی کریں مانندِ حباب
ہو گئی جان ہوا یک نفسِ سرد کے ساتھ (ورق ۱۳۹ الف)

رباعی

افسوس کریموں میں نہیں یہ دستور
مفلس پہ کرم کے نہ ہوویں مغرور
جھکتا ہے اگر شاخِ ثمر دار کا ہاتھ
پھل دے کے وہیں آپ کو کھینچے ہے دور

ایوانِ عدالت میں تمہارے یا شاہ ٭ ہے ظلم کو کیا دخل عیاذاً باللہ
شیشے کا اگر طاق سے رپٹے ہے پاؤں ٭ پتھر سے نکلتی ہے صدا بسم اللہ
کوتاہ نہ عمر مے پرستی کیجے ٭ زلفوں سے تری دراز دستی کیجے
ساقی جو نہ ہووے مے تو ہے.... ٭ پانی پی پی کے فاقہ مستی کیجے
مومن نہیں زنار سے میرے آگاہ ٭ اس رشتے کو ہے سبحۂ اسلام میں راہ
اس بت کا برہمن ہوں کہ ہم صوفی و شیخ ٭ کہتے ہیں جسے دیکھ کے اللہ اللہ

قطعه در هجو اسپ

کم زور اس قدر ہے اگر اس کی نعل کا
لوھا منگا کے تیغ بنا دے کوئی لہار
ہے مجھ کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ
رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کار زار

سوز [1] سوز تخلص، [1] محمد میر، سید بزرگ منش، به صفت درویشی ممتاز و در علم تیر اندازی و سواری اسپ نیز مهارتے تمام داشت و سوائے کمال شاعری خط نستعلیق و شفیعا خوب می نوشت و به وضعے شعر را به نزاکت و فصاحت می خواند که دیگرے به ایں رویه نه می توانست ۰۰۰ برآورد ۰۰۰۰ اشعارش ظرافت طبع معلوم می شود (ورق ۱۳۹ ب) به لکھنؤ مدتے مانده همان جا رحلت گزید ـ استاد عهد خود بود ـ خدایش بیامرزاد ـ منه کلام ـ

تو ہم سے جو ہم شراب ہوگا ٭ عالم کا جگر کباب ہوگا
اشک خون آنکھوں میں آکر جم گئے ٭ دور کے بھی دیکھنے سے ہم گئے

اہل ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہوگیا
آہ یا رب راز دل ان پر بھی ظاہر ہوگیا

مکرنے کا مرے قاتل کو کیا ڈھب خوب آتا ہے
ہر اک سے پوچھتا ہے اس کو کس نے مار ڈالا ہے

مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ہم آنکھوں سے روز
یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں

تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار
سوجھتا ان کو نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں

سنے ہے سوز سے ملنے کا قصد مت کر یار
اٹھا سکے گا تو کب ناز بے دماغوں کے

(۱) سید میر نام، ساکن قراول پوره شاه جهان آباد اگرار ص ۱۵۱)

میں تو بھی تری ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ نہ گئی ٭ یہ فکر ہے کہ گیا جی پہ آبرو نہ گئی

زانو پہ اس کیے سر ہو اور جان نکل جاوے (کذا)
مرنا تو مسلم ہے، ارمان نکل جاوے

سوز سے ایک نے پوچھا کہ صنم سے اپنے
اب بھی ملتے ہو بہ دستور کہ گاہے گاہے
دیکھ کر منھ کو، گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد
یوں اشارے سے بتایا سر راہے گاہے

آتا ہے وہ جفا جو تیغ ستم کشیدہ ٭ دامن بہ دست چیدہ ابرو بہم کشیدہ

غرور حسن ہے تجھ کو، تو مجھ کو تمکیں ہے
تو سنگ دل ہے، تو میری بھی آہ سنگیں ہے

ادھر دیکھو تو کس ناز و ادا سے یار آتا ہے
مسیحا کی موئی امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے (ورق ۱٤۰ الف)

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا ٭ بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا

مجھے قتل کر کر وہ بھولے سے قاتل ٭ قضا را جو پھر نعش پر آن نکلا

سرھانے کھڑا ہو کے بولا کہ ہے ہے ٭ یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا

میں اگر قید وفا سے چھوٹوں ٭ ناصحا تیری بلا سے چھوٹوں

انکھیں جو نہ لگ جاتیں تو زار نہ ہوتا میں ٭ پرہیز اگر کرتا بیمار نہ ہوتا میں

الٰہی دل میں کسی دوست کے صفا نہ رہی
ہمارے عکس کی آئینے میں بھی جا نہ رہی

پھر موسم بہار نے نشو و نما کیا ٭ پر تونے اے صبا نہ دل غنچہ وا کیا

عرق نہیں ہے سموم ہوا سے چہرے پر ٭ نگاہ آب ہوئی ہے حیا سے چہرے پر

ہے دھوپ کہاں کدھر گیا دن ٭ کیا شام فراق مر گیا دن

مت ہاتھ لگا سینے کو یوں، اس میں بھی کچھ ہے
پھڑکا ہے کو کس واسطے کیوں اس میں بھی کچھ ہے

کیا خفا کردیا جوانی کو ٭ کوسوں کس منہ سے ناتوانی کو
اک روز کہا یہ اس سے میں نے ٭ اے مایۂ عیش و کامرانی
گاہے تو نگاہ اس طرف بھی ٭ تا کیجیے پرسش زبانی
سن سن کے بہ صد ہزار نخوت ٭ بولا سن لے یہ اے فلانی
تو دیکھ سکے گا میری صورت ٭ اللہ رے تیری لن ترانی
(ورق ۱٤۰ ب)

کعبے ہی کا اب قصد یہ گم راہ کرے گا
جو تم سے بتاں ہوگا سو اللہ کرے گا

گل ہی نہیں غلام تبسم کی آن کا ٭ غنچہ بھی زر خرید ہے تیرے دہان کا

جگر سے آہ، دل سے نالہ، سینے سے فغاں نکلا
سرائے تن سے کیا ہی جمع ہوکر کارواں نکلا

جب کہا ایک بوسہ دو صاحب ٭ منہ پھرا کر کہا کہ لو صاحب

بتاں گر تم بہار چشم گوہر بار دیکھوگے
تو ہر قطرے میں اپنا جلوۂ دیدار دیکھوگے

میں جو غبار دل کا یک بار دھوکے آیا
کوچے میں خوب روکے کل خوب روکے آیا

منہ دیکھو آیے کا تری تاب لاسکے ٭ خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

سچ ہے کافر کو خدا عاشق خوباں نہ کرے
جب تلک ان کو جفاؤں سے پشیماں نہ کرے

شہرۂ حسن سے از بس کہ وہ محجوب ہوا
اپنے مکھڑے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا

بیمار کی آ اپنے سر شام خبر لے ٭ اس رات خدائی ہو جو ظالم وہ سحر لے
واشد ہے جیسے غنچۂ دل گیر میں چھپی ٭ ہے مغفرت ہماری بھی تقصیر میں چھپی

میں مرگیا ہوں دیکھ کے اک سبزہ رنگ کو
کیجو زمردی مرے مرقد کے سنگ کو

میں مر گیا ہوں دیکھ کے اب لعل یار کو
یاقوت چاہیے مری لوح مزار کو
بھلی یک بار ساقی نے مئے وحدت پلائی ہے
ہر اک بندے کو اپنے جی میں دعوائے خدائی ہے
پیری میں غیر گریہ بھلا اور کیا ہے سوز
دریا کی سیر ہے تو شب ماہ تاب میں (ورق ۱۴۱ الف)

رباعی

جب[1] میں نے کہا میری طرف تو دیکھو ٭ دیتا ہوں وگرنہ جی ہی دیکھو دیکھو
جھنجھلا کے لگے کہنے کہ لو کیا معقول ٭ خوبی حاطی کی واہ منہ تو دیکھو

رباعی

جو میرے عدو تھے ان کا تو یار ہوا ٭ ہم سے لڑنے کو یوں تو تیار ہوا
رہ رہ کے مرے جی میں یہی آتا ہے ٭ اللہ تو ہم سے ایسا بیزار ہوا

مستزاد

سن سوز عبث دیکھ کے حیراں ہوگا ٭ خوباں کا جمال
دل زلف میں الجھے گا، پریشاں ہوگا ٭ مت لے یہ وبال
یہ حال[2] بڑی ہے جان نبھنے کی نہیں ٭ آمان کہا
کیا ہنستا ہے بہت پشیماں ہوگا ٭ مت دانت نکال

اے درد بہت تونے ستایا مجھ کو ٭ بے درد بہت تونے ستایا مجھ کو
اک دل تھا سو کرچکا میں تیری نذر[؟] ٭ لے درد بہت تونے ستایا مجھ کو
اے دوست یہ کیا تہمت بے جا ہے واہ ٭ ملتا نہیں میں غیر سے حاشاک اللہ

(۱) یہی رباعی معمولی تغیر کے ساتھ سرور نے ورق ۱۹ الف پر اشا کو نام لکھی ہی
(۲) کذا

منظور نہیں ہے کوئی میرا جز اشک ۰ مانوس نہیں ہے کوئی دل کا جز آہ

سیف ۔ سید تخلص، میر غالب علی خاں ۔ میر منشی حضور والا روحی فداہ ۔ سید صحیح النسب، در علم انشا پردازی و سحر نگاری و شعر گوئی و شعر فہمی علم امتیاز بر افراشتہ و از اقران و امثال گوی سبقت ربودہ ۔ تعریف وسعت مضامین (ورق ۱۴۱ ب) و.......... الفاظ و چسپانی کلمات و تصحیح محاورہ نوشتن کار قلم.......... نیست ۔ در اشعارش اکثر صنعت تضاد کہ آں را طباق ہم گویند، مندرج می باشد ۔ و بہ خطاب سیدالشعرا از حضور انور ممتاز و سر بلند ۔ فی الواقع اشعارش چہ فارسی و چہ ریختہ ہمہ مربوط و ناخن زن دل ھا ۔ بہ این شیریں کلامی و مربوطی فقرات و درستی املا، خدمت میر منشی و منصب سید الشعرائی را جلا دادہ ۔ فکر رسای کامل عیار دارد ۔ و شہ سوار میدان عرصۂ سخن وری ست ۔ اخلاق محمودش سخنے بہ جز تحسین و آفریں در زبان ھا نہ گزاشتہ ۔ مقرب حضور پر نور ست ۔ و رازدار اسرار سلطانی ۔ با مؤلف ارتباط بیش از قیاس مستحکم ست ۔ چند اشعار رنگین برای زینت صفحہ بریں مجموعہ ثبت کردہ شد ۔

ساتھ آہ کے ہر یک مژہ میں اشک بھر آیا
روز ابر دھواں دھار برستا نظر آیا

جوں نقش قدم جو سر رہ یار کے بیٹھا
وہ خانہ خراب اٹھ کے نہ پھر اپنے گھر آیا

ابرو کے اشارے برے لڑتے ہیں سبھی سے
تروار ابھی بزم میں چلتی ہے کسی سے

جملہ تن آب آئنہ ہے پر تری سے پاک ہے
صاف طینت کو جو تر دامن کہیں کیا باک ہے

بس کہ ہوں بیمار چشم نیم خواب نرگسی
ہے غذا اب نان با دام و کباب نرگسی

بنائے کفر و دیں یک تار سے ہے ۰ کہ سبحہ منعقد زنار سے ہے

بھاتا ہے مجھ کو یار کا دزدیدہ دیکھنا
اغیــار کی نگاہ سے پوشیدہ دیکھنا (ورق ۱۴۲ الف)

ہم دم جو اشک و آہ تھے اور ہم نفس چلے
اس قافلے کے لوگ سبھی پیش و پس چلے

نہ وہ ابرو ہی تیغ اینچے ہوئے پیوستہ لڑتے ہیں
کہ اس کے چشم بھی جوں ترک ترکش بستہ لڑتے ہیں

نہ ہیں گردوں نہ سنگ آسیا ہم ٭ ولے رہتے ہیں گردش میں سدا ہم

ساقی تو صبح دے مجھے ساغر شراب کا
تا ذرہ جلوہ دیکھوں میں اس آفتاب کا

اپنے حیرت کشتگاں کی گور پر نرگس کا پھول
. . . .

سبوی بادہ کشاں وقف میں کروں سید
جو جام دار ہوں ٹک میں شراب خانے کا

کر گنہ، رویا نہ رکھ ہیہات منہ پر آستیں
ہوں جو تر دامن، رہے ہے ٹک مری تر آستیں

اس سے لخت دل تراوش کرتے ہیں اور اس سے اشک
ہے دکان لعل دامن، کان گوہر آستیں

آرام زندگی ترے جانے سے اٹھ گیا
جی دل بروں کے پاس بٹھانے سے اٹھ گیا

آہ کیا آتش ہے جس سے گھر جلا آنگن جلا
شمع محفل کا گریباں، برق کا دامن جلا

بنائے کفر و دیں یک تار سے ہے ٭ کہ سبحہ منعقد زنار سے ہے
میں اور ترک عشق یہ امکاں ہی نہیں ٭ ناصح کی وعظ سننے کو یاں کان ہی نہیں
تا وہ مہ بے مہر سر بام نہ آیا ٭ درد دل بے تاب کو آرام نہ آیا

نہ غازہ نہ گلگو نہ ہے (نہ ؟) رنگ حنا تو ۞ اے خوں شدہ دل تو تو کس کام نہ آیا
(ورق ۱۴۲ ب)

وہ نقطـــۂ موہوم ، یہ باریک تر ایسی
دیکھا کہیں ایسا ، دہن ، نے کمر ایسی
انے کی نوید اس کے سن ، از خود شدہ ہوں میں
تھی ہوش ربا کون سی اس بن خبر ایسی
وہ تراش ناخن پا جس جگہ پھینکا کرے
کیوں فلک سے واں ہلال اترے نہ اور سجدا کرے
کھولے وہ زلف معنبر تو سرایت سر بہ سر
سارے عالم میں شمیم عنبر سارا کرے

نقش دہن اس کا ہے دل تنگ پہ کھینچا ۞ یہ غنچۂ گل واہ عجب رنگ پہ کھینچا
خوں باری نوک مژہ دامن پہ مرے دیکھ ۞ مانی نے قلم صفحۂ اورنگ پہ کھینچا

. . . . ۞ . . . .

نہیں کچھ خار خار ہے گا . . . . . . حارا سا
اک آہ گرم سے کردیں گے پانی اس کو پارا سا
جو ثروت دار ہیں آئینہ یہ بات ان کے ہے دل پر
کہ دوراں نے نہ اسکندر ہی سا چھوڑا نہ دارا سا
جہاں دریا ہے ، کشتی عمر ہے ، اور زندگانی پل
لگا رہتا ہے جس پر اہل دنیـا کا گزارا سا
دم بسمل گلا بیٹھا نہ تیرے کشتنی کا . . . . .
ادب دان وفا آداب . . . . تیری چھری کا ہے
لیـا صبر و دل و دیں ، تس پہ خواہاں میرے جی کا ہے
نہ جانے مدعا کیا آگے اب اس مدعی کا ہے

گل نرگس کو کس منہ سے کہے کوئی ترا ہم چشم
کہ ظاہر عیب ان دونوں میں کوری اور کری کا ہے

نہ پہنچے تیری رعنائی قامت کو قیامت تک
بہت تو قد طویل اک بانس سا سرو سہی کا ہے

کروں کیا شرح اسباب تعشق دل دیا اس کو
جو آئینہ لقا آئینہ حسن یوسفی کا ہے (ورق۱۴۳الف)

عارض حسن پر اس کے خط اخضر آیا ٭ بہ وبال اہل چمن سبزۂ و گل پر آیا

تری نہ کم نگاہی ہم کو بس ہے ٭ نگاہ گاہ گاہی ہم کو بس ہے

شراب سرخ سے وہ چشم سرمہ سا رنگیں
یہاں تلک ہے کہ ہے رگ توتیا رنگیں

جو آنکھ اور سے وہ لڑا جانتے ہیں ٭ تو ہم بھی کہیں دل لگا جانتے ہیں

شاخ کی مرجاں کا وہ جان لو محسود ہے
جو مژۂ خوں چکاں لخت دل آلود ہے

ہو کے نہ برہم کہیں جھاڑیو دامانِ زلف ٭ یہ دل آشفتہ ہے رات سے مہمان زلف

رو کش اندوہ ہجراں شب دل بے تاب تھا
تاب کا پانی جگر طاقت کا زہرہ آب تھا

تجھ بن اے کان ملاحت صبح تک پاشندہ رات
زخم پر دل کے نمک نور شب مہتاب تھا

سبب کیا پوچھتے ہو مجھ سے میرے زار رونے کا
کسی کو کچھ مرض ہے ، مجھ کو ہے آزار رونے کا

نہ جانے کس کی وہ سویا رہا کنار میں جا
کہ رات دل کی تھی آغوش اضطرار میں جا

چڑھ آئی مے کشی کی وہیں میرے جی میں لہر
دیکھا جو دست موج میں ساغر حباب کا

آہ نالہ تو مرے سینے سے تہا ھی نکلا ٭ دل بھی ھو قافلۂ اشک میں راھی نکلا

آب رحمت عرق شرم میں ڈوبے گا اگر
یاں مـــرا تذکرۂ نامہ سیـــاھی نکلا

شعلہ رویوں کے مقابل نہ کسی وجہ سے یاں
کوئی نکلا یہ مـــرا چہرۂ کا ھی نکلا

کچھ بھی معقول تھا کیا دیکھی تھی اس میں حکمت
کیوں طبیعی یہ مـــرا عشق الہی نکلا (ورق۱۴۳ ب)

کان کا موتی ترے ھلتا جو اے مہ پارہ تھا
مشتری اس کا فلک یا سبعۂ سیارہ تھا

جو دیکھے گا وہ ترے رنگ مسکرانے کا
تو غنچہ منہ تجھے گل رو نہیں دکھانے کا

جو دل سے نکلے ھے آہ و فغاں مرے اس کو
نہ شعر پہنچے ھے آھی کا نہ فغانی کا

مو کمر کو ترے سب ھیچ مداں کہتے ھیں
تو بھی کہہ منہ سے کہ کیا اس کو میاں کہتے ھیں

جب نہ تب شکل بتاں اس میں نظر آتی ھے
دل کو اللہ کا کس رو سے مکاں کہتے ھیں

دیکھ اس ماہ جہاں تاب کو یک چند تو ھم
خیر باد خرد و تاب و تواں کہتے ھیں

تم خدا اپنے کی صورت تو دکھا دو ھر یک
یوں اللہ کے بندے سے بتاں کہتے ھیں

صرف کریں آپ کی صہبا کی سبیل [؟]
ھم وہ دریائے کرم ھیں یہ مغاں کہتے ھیں

رند مشرب انہوں کی دیکھ یہ کیفیت جود
چشمۂ فیض انہیں اور فیض رساں کہتے ہیں

کچھ تو دیکھا ترے بیمار کا ہے حال زبوں
کہ نہ کچھ منہ سے جو بالیں پہ یہاں کہتے ہیں

بعضے بھر لاتے ہیں آنکھوں میں سرشک اور بعضے
منہ سے کچھ اور نہ جز آہ و فغاں کہتے ہیں

کتنے سرگوشیوں میں کرتے ہیں کچھ کچھ تقریر
کتنے آہستہ سخن ہائے نہاں کہتے ہیں

الغرض کیجیے محسوس تو حرماں کے کلام
ہم نشیں جتنے ہیں اور ہم نفساں کہتے ہیں

دل وہ آفات میں سید ہے مرا ہی جس کو
سیکڑوں تیر حوادث کا نشاں کہتے ہیں (ورق۱۴۴الف)

پر پروانہ بہ رنگ پر بلبل کترے ٭ شعلۂ شمع کے مقراض نے کیا گل کترے

تیغ قاتل کی مرے تن ہی نے لذت جانی
کہ بھرا آئے ہے ہر زخم کے منہ میں پانی

یارو مری بالیں سے نہ اٹھو نہ جدا ہو ٭ حالت مری اچھی نہیں کیا جانیے کیا ہو

قہرمان کشور فقر و فنا ہوں میری جیب
نقد استغنا سے سید ایک دم خالی نہیں

گنج گنج نا مرادی، ملک ملک بے خودی
شکر اللہ آرزوئے ملکی و مالی نہیں

سامان سامان تخلص، نامش میر ناصر، متوطن جون پور، شاعر عہد فردوس آرام گاہ ست۔ ازوست۔

اٹھیں کیوں کر نہ اس دل سے بھبھوکے ٭ کبھو تھے آشنا ہم بھی کسو کے

رقیب اس طرح جلتا ہے مجھے دیکھ ہ مگر رشتہ میں ہے اس شمع رو کے

سلیمان سلیمان تخلص، شخصے بود از شعرائے قدیم۔ یک شعر از مصنفاتش مسموع گشتہ بہ تحریر آوردہ شد ۔ ازوست منہ ۔

سادہ لوحی میں جو رکھتا تھا خیال [؟]
اب تو خط نکلا ترے اے شوخ منہ اپنا سنبھال

سلمان سلمان تخلص، شخصے از سکنۂ لکھنؤ سنت۔ ازوست۔

سن کہ اب خالق کے اوپر تری بے دادی ہے
جو کوئی ہے سو ترے ھاتھ سے فریادی ہے

سخن سخن تخلص، شاعرے بود معاصر ناجی و مضمون ۔ شعر بہ رویۂ آن وقت می گفت ۔ از نتائج طبع اوست۔

رھتا ہے جوش الفت ہر صبح شام دل میں
تخمیر عشق شاید ہے میرے آب و گل میں (ورق ١٤٤ ب)

سامی سامی تخلص، میرزا محمد جان بیگ مرحوم، اصلش از دشت قبچاق ۔ والدش از وطن خود آمدہ ۔ در کشمیر سکونت ورزیدہ ۔ ایشان بعد تحصیل علم ضروری وارد دارالخلافہ شدہ ۔ دست بیع بہ خدمت حضرت خواجہ میر درد قدس اللہ سرہ گشتہ ۔ شاعر زبردست فارسی گو۔ خصوصاً در تاریخ گوئی ید طولی داشت ۔ قصیدہ در تعریفِ خورم خاں صوبہ دار کشمیر موزوں نمودہ ۔ کہ در ہر مصرع آں دو تاریخ بر می آید ۔ مولف در ابتدائے سن تمیز از اوشاں تحصیل کتب فارسی نمودہ ۔ ذات بابرکاتش مغتنم وقت و یکتائے زمانہ بود ۔ بہ سبب کمالات شاعری کہ بہ درجۂ اقصی داشت ۔از حضور معلی حکم مثنوی موزوں نمودن مشتمل بر حقائق ابتدائے جلوس والا ، صدور یافتہ چناں چہ چند داستان بہ آئین شاہ نامۂ فردوسی منظوم ساختہ ۔ الحق کہ بسیار

به پاکیزگی گفته ـ تهیهٔ آں داشت ـ که به اتمام رساند ـ لیکن حیف که درآں ایام عازم دارالجنان گشت ـ خدایش بیامرزاد ـ مثلش شخص خوش فکر بہم رسانیدن بسا مشکل ست ـ در مدح مرشد خود تصانیف مانند ترجیع بند و ترکیب بند ـ و رباعیات وغیره موروں نموده ـ به پاس خاطر بعضے دوستاں سه چہار غزل ریخته هم گفته ـ هر چند زبان و بیاش آشنا به طرز ریخته گوئی نه بود ـ قطعه در معذرت، که محاوره و اصطلاحات اهل هند (کذا) (ورق ۱۴۵ الف) واقف نیستم ـ در سلک نظم کشیده ـ نگاشته شد ـ من کلامه ـ

هندی میں زباں نہیں الٹی د کولا بی هوں مغل پسر هوں
گر سہو بھی هو تو کیا اچمبھا ٭ بے عیب خدا هے میں بشر هوں

غزل

افسوس که اعیار هوئے یار تمہارے
غماز نے محرم اسرار تمہارے

هم گھر میں تمہارے کہو کس راه سے پہنچیں
دشمن هیں همارے در و دیوار تمہارے

مرغان قفس دن کو پھڑکتے هیں و لیکن
دن رات تڑپتے هیں گرفتار تمہارے

نه شمع ، نه مشعل هیں . نه خورشید هیں ، نه ماه
برق دو جہاں سوز هیں رخسار تمہارے

اتنا نه کڑھایا کرو غیروں کے کہے سے
هم بھی تو کسی وقت میں تھے یار تمہارے

جب گرم غضب هوتے هو هم لیتے هیں بوسه
ڈرتے نہیں آتش سے گرفتار تمہارے

چپ جاتے ہیں اس حسن کی خوبی سے وگرنہ
باللہ کہ بد ہیں سبھی اطوار تمہارے

سعید سعید تخلص، سعیدالدین خاں۔ فرزند قاضی نجم‌الدین خاں که قاضی‌القضات کلکته بودند و ذکر ایشاں در حرف النون مندرج ست۔ حالا ارثاً به خدمت مذکور قاضی سعیدالدین خان موصوف منصوب اند۔ متوطن قصبهٔ کاکوری۔ من مضافات صوبهٔ اوده۔ شخص ذی لیاقت و بسیار خلیق و در علوم رسمی ماهر (ورق ۱۴۵ ب) چوں که طبیعت موزوں دارد۔ اشعار فارسی و ریخته در هر قسم شعری از ذهن صافیش می تراود۔ ازاں جمله این چند ابیات از طبع زاد اوشاں ثبت نموده شد۔ منه۔

میں نے زلف اس کی اور دھاں دیکھا ٭ شب معراج و لا مکاں دیکھا

اپنی خاطر میں کہاں آے گلستاں کی بو
ہم نے سونگھی ہے گلے لگ کے گریباں کی بو

بزم میں اپنی مجھے دیکھ کے کل ناک چڑھا
بولے آتی ہے کہیں سے دل بریاں کی بو

کیا کہوں بوسے میں کیا دے گئی لطف ترکیب
لب مے گوں سے وہ مل جل جو گئی پان کی بو

جعد مشکیں میں تری کیا کہوں کیسی ہے مہک
شب کو جوں پچھلے پہر ہو چمنستاں کی بو

بے دماغی اسے کیوں کر نہ ہو ملنے سے مرے
کہ پری کو نہیں خوش آتی ہے انساں کی بو

سعادت | سعادت تخلص، میر سعادت علی نام، فرزند میر غلام علی عشرت۔ ساکن قصبهٔ بریلی۔ از طبع زاد اوست۔

چہرے سے اس نے پردہ جو الٹا نقاب کا ٭ بس وونہیں رنگ زرد ہوا آفتاب کا

جسے کہ کہتے ھیں مشک چیں (وہ) لقب ھے اس زلف عنبریں کا
جو مہر ھے چرخ چارمیں کا وہ ایک ذرہ ھے اس جبیں کا

طالب جنت نہیں ہیں ساکنـــان کوے دوست
عرش پر رکھتے ھیں سر افتادگان کوے دوست

سخن[1] سخن تخلص، از نامش اطلاعے نیست سکنۂ اطراف دکن، صفاتش معلوم نہ گشتہ ۔ (ورق ۱٤٦ الف) قصیدہ در تعریف بہار موزوں کردہ ۔ ازاں جملہ چند شعر مرقوم نمودہ کہ سواے ایں چیزے دیگر از تصانیفش بہ سمع نہ رسیدہ ۔ از قصیدہ ۔

گرمیٔ حسن شقائق کی کہوں کیا میں مثل
آتش طور بھڑکتی ھے بہ ھر دشت و جبل
رنگ ھے رنگ چمن پر کہ تماشے کے لیے
شاہدِ نکہتِ گل آے ھے پردے سے نکل
فیض واشد ھے اس ایام میں عام ایسا کچھ
خود بہ خود ہوے ھے حل عقدۂ مالا ینحل
اس قدر سبز ھے صحرا بھی کہ اب گلشن سے
سرو اک پاؤں سے ھے سیر کا مشتاق کہ چل
دیکھ کر خوبی شـــاخ گل شوے چمن
کیا عجب ھے پڑے فوارہ بھی اک بار اچھل
اس لیے تیغ دودم کھینچے ھی رھتی ھے بہار
تا خزاں کا چمن دھر سے مٹ جاے خلل
صحت آگیں ھے ھوا بس کہ تعجب کیا ھے
دور ھوجاے اگر چشم سے نرگس کے کسل
شاھد رنگ گل آغوش میں شـــاید آجاے
اس لیے قوس قزح کھولے ھی رھتی ھے بغل

سحر | سحر تخلص، محمد خلیل خاں، از امراے دکن ست ـ ازوست ـ

یارب دے اس کا یوں مجھے بوس و کنار دست
لب لب سے وصل هووے، گلے کا هو هار دست

مجھ سے جو هم اغوش مرا حور لقا هو
پھر دیکھیے اسلوب مرا اس گھڑی کیا هو

ستار | ستار تخلص، عبدالستار نام، شخصے ست ساکن شهر لکھنؤ ـ اکثر تصانیفش مرثیۂ وسلام ست ـ گاهے شعر ریخته هم می گوید ـ مطلعے از تصانیفش بهم رسیده ـ ثبت نموده شد ـ (ورق ۱۴۶ ب)

هے گماں تیرا کدھر کس وهم و نادانی میں هے
پیش آتی هے وهی جو کچھ که پیشانی میں هے

سخنور | سخنور تخلص. دیوالی سنگھ، قوم کایت، فرزند منشی چنگھ راے حضور والا [؟] که در انشا پردازی سر آمد عهد خود ست ـ و مهارتے کامل دریں فن دارد ـ نوشتن فرامین و شقه جات متعلق به ذات اوست ـ جواںے خلیق و مودب و قابل ست ـ از کلام اوست ـ مبهم ـ

گریاں رکھے هے بس ترے یه چشم تر مجھے
طوفان نوح آے هے اب پھر نظر مجھے

هوتی عیاں هے صورت هستی و نیستی دو حون نقش پا همیشه سر ره گزر مجھے

اس رشک گل بغیر سخنور نهیں قـــرار
یعنی رهے هے بے کلی دو دو پهر مجھے

سرسبز | سرسبز تخلص، میرزا زین العابدین خاں، خلف نواب سالار جنگ مرحوم شخصے ست با علم و وقار و به صفت علم و قابلیت و فهم و فراست موصوف ـ بزرگانش مرتبۂ عالی جاهی داشتند ـ و به تقرب بادشاهان معزز از ابتداے سن تمیز فکر ریخته گوئی در خاطرش جاگرفته آخر دیوان ضخیم

ترتیب داده۔ کلامش بسیار پاکیزہ است۔

شمع جب چہرۂ پرنور دکھاتی ہے مجھے
یاد عارض میں تری اور جلاتی ہے مجھے

جو دوست مرا اس کو پیغام سناتا ہے ٭ وہ صاف اسے یارو دشنام سناتا ہے

شب انتظار گزری، ہمیں انتظار کرتے
کبھی دوست دوست کرتے، کبھی یار یار کرتے

خبر لائی باد بہاری کسی کی ٭ دو چنداں ہوئی بے قراری کسی کی
(ورق ۱۴۷ الف)

کب خوش آتی ہے ہمیں سیر گلستاں تجھ بن
نظر آتا ہے چمن خانۂ زنداں تجھ بن

کرتے ہیں جو خاک قدم یار پہ جادو ٭ الٹے وہ الٰہی کہیں اغیار پہ جادو

منہ موڑ لیا تم نے اگر مہر و وفا سے ٭ ہم ہاتھ اٹھائیں گے دست دعا سے [؟]

سلطان سلطان تخلص، نصر اللہ خان بہادر، قوم افغان، قرابت خویشی (با) نواب فیض اللہ خان کہ ناظم رام پور بود، دارد و حالا بجایش مستقل و متمکن ست۔ طبع موزون و فہم رسا دارد۔ بسیار عیاش و دانا ست۔ منہ

اس لب سے کیا لعل کا جب رنگ برابر ٭ دیکھا تو نہیں اس کے یہ پاسنگ برابر

سائل سائل تخلص، میرزا محمد یار بیگ، قوم اوزبک، مولدش دارالخلافہ شاہ جہان آباد، شاگرد شاہ حاتم، کلامش پختۂ و سنجیدہ و سخنانش متین و برجستہ۔ اشعارے کہ از طبع زاد او بہ نظر مولف رسیدہ، مرقوم نمود۔ منہ

آشنائی کا تری مجھ کو گمان یوں ہی ہے
اس میں کچھ جھوٹ نہیں سچ ہے میاں یوں ہی ہے

اٹھ گیا جب کہ یقیں پھر تو جہاں اپنا ہے
جس جگہ بیٹھ گئے پھر وہ مکاں اپنا ہے

شاخ کو کوئی ہلائے تو ثمر جھڑتا ہے
اپنی ہر جنبشِ مژگاں سے گہر جھڑتا ہے

وہ حمائل ہو گیا دست شکستہ کی طرح ٭ آہ اپنا جس کو یار و قوتِ بازو کیا
نہ دیکھا زندگی میں اس کو سائل ٭ بھروسا کیا نگاہ واپسیں کا
(ورق ۱٤۷ب)

سر پہ گر شمع رخاں طرۂ زر رکھتے ہیں
ہم بھی مشعل کی نمط شعلہ بہ سر رکھتے ہیں

سوزاں[۱] سوزاں تخلص، شیخ شمس الدین، ساکن فرخ باد، شاگرد میر محمد سوز۔ مرد سپاہی وضع و خوش طبع است۔ ازوست۔ منہ

ہر دم مجھے دھمکاتے ہو تروار پکڑ کے ٭ جاؤ کہیں گھر سے تو نہیں آئے ہو لڑ کے

سکندر[۱] سکندر تخلص، مشہور بہ حلیمہ محمد علی، شاگرد محمد شاکر ناجی، وطنش پنجاب۔ در مرثیہ گوئی مانند سکندر ذوالقرنین مشہور۔ مزاح دوست و دائم الخمر بودہ۔ تصانیفش قبولیت تمام دارد۔ از چندے بہ حیدرآباد رفتہ، سکونت ورزیدہ و ہمانجا مرحلہ پیمائے سفر آخرت گشت۔ می گویند کہ سکنائے آں جا جسدش بہ کربلائے معلی فرستادند۔ با راقم تعارف داشت۔ خدایش بیامرزاد۔ از طبع زاد اوست۔ منہ

نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب میں دریا
وہ دیکھ لے مری چشم پر آب میں دریا

گرا ہے مانگ میں دل میرا آہ ڈھونڈھوں کدھر
کہ آدھی رات ادھر ہے اور آدھی رات ادھر

بات واعظ کی نہ سن، مد نظر اس کی ہے دور
دختر رز پہ لگا تاک، نہ کر خواہش حور

صورت یار تصور میں کوئی لا دیکھے ٭ ہجر میں وصل کو ہر آن مہیا دیکھے

عزیزو عیش و عشرت عاشق بے تاب کیا جانے
لگی ہوں جس کی آنکھیں یار سے سو خواب کیا جانے

عرق آلودہ رخساروں پہ یہ کیا زلف چھائی ہے
سحر گلشن میں ناگن چاٹنے کو اوس آئی ہے (ورق ۱٤۸ الف)

سحر گزرا چمن سے کون سا خورشید رو یارب
کہ شبنم گل کے منہ پر اب تلک پانی چھڑکتی ہے

رباعی

[1]۔ اے زاہدو تم سے کیا جھگڑ کر لوں میں
غصے سے دل اپنا کیوں کروں خوں میں
مے خوارہ و بت پرست کہتے ہو مجھے
ہوں میں ہوں میں جو کچھ کہ (ہوں میں) ہوں میں

قطعہ

جان کنی میں جب نہ مجھ کو بات کی طاقت رہی
تب کہا ناصح نے تونے ہجر میں کیا کیا سہی
رہ گیا منہ دیکھنا میں اور نہ منہ سے کچھ کہی
اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سے اشارت تھی یہی
بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نہ شد
کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نہ شد

سوزان | سوزان تخلص، میرزا احمد علی خان شوکت جنگ، خلف میرزا

(۱) آزاد نے دیوان ذوق میں یہ رباعی بہ ادنی تغیر ذوق سے منسوب کی ہے۔ نغز میں یہ سکندر ہی کے نام لکھی ہوئی ہے لیکن بہ ادنی تغیر
ای زاہد و تم سے کیا جھگڑ کراوں میں ○ ناحق کو دل اپنا یہ کروں کیوں خوں میں
(نغز ص ۳۰۰)

علی خان مرحوم۔ سردار زادۂ خلیق و صاحب امتیاز و عمدہ معاش است۔ باشندۂ لکھنؤ۔ طبعش رنگین و سخنانش نمکین۔ از شیرین کلامی اوست۔ منہ۔

لے جا نہ شب فراق حال کو ، کیا زندگی مجھ سے ناتواں کو

مت دل بتوں سے مل تو کہنے پہ جا کسو کے

ہرگز ہوئے ، ہوں گے یہ آشنا کسو کے

سجاد سجاد تخلص، شاگرد آبرو، میر سجاد، وطنش اکبر آباد۔ سیدے بود طالب علم، در ایامے کہ وارد دار الخلافہ گشتہ، مجلس شاعرہ بہ خانۂ خود منعقد می کرد۔ از اشعارش خوش فکر معلوم می شود۔

جب ہم آغوش یار ہوتے ہیں ٭ [1]شب مزے در کنار ہوتے ہیں

میں جو اس کی گلی میں جاتا ہوں ٭ دل کو کچھ گم ہوا سا پاتا ہوں

(ورق ۱۴۸ ب)

میرے تمام حال کی تقریر ہے یہ زلف ٭ روز سیاہ و نالۂ شب گیر ہے یہ زلف

جس خوب رو کے دل میں نہ عاشق سے ہو نفاق

کہتے ہیں سارے اس کے تئیں حسنِ اتفاق

صیت شعر اب مرا ہوا ہے بلند ۔ شاعروں کو کہو کہ فکر کریں

لب شیریں پہ اس کے مرتا ہوں ٭ زندگی اپنی تلخ کرتا ہوں

نہ جوں زلف تیرہ ہے ہر دل کی آہ ٭ نصیبوں سے ملتے ہیں بخت سیاہ

یار کا جامہ ہمیں ہے گا عزیز ٭ یوسف اپنا پیرہن تہ کر رکھے

رات اس زلف کا وہ افسانہ ٭ قصہ کوتہ بڑی کہانی ہے

پیارے قسم ہے تم کو رقیبوں کے ہاتھ سے

کھاؤ کبھو جو پان تو میرا لہو پیو

نہ پوچھ اے ماہ رو کیوں کر گزاری رات ساون کی

کٹی رو رو بہ رنگ شمع ساری رات ساون کی

---

(۱) سب (ہندی ، شیفتہ ، نغز)

قیس جنگل میں رہا کوہ میں فرہاد رہا ٭ میں ہوا کی طرح دشت میں برباد رہا
بتوں کے تئیں کس قدر مانتا ہے ٭ یہ کافر مرا دل خدا جانتا ہے
مر گئے پر اگر نہیں آسیب ٭ کیوں یہ رکھتے ہیں قبر پر تعویذ
کس طرح کوہ کن یہ گزریں گی ٭ ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں
اب جلا لے ٹک آن کر ساقی ٭ عمر کا بھر چکا ہے پیمانہ
[1] ہرگز آنے نہ دیں گے غیر کو جان ٭ ہوں گے کیسے ہی ہم گئے گزرے
(ورق ۱۴۹ الف)

ہر سادہ (رو) مخطط ہونے کی دھن رکھے ہے
لیکن کوئی نکالے تیرا سا خط تو لکھ [2] لیں

سپاہی ، سپاہی تخلص، شاہ قلی خاں، احوالش معلوم راقم نہ شد۔ یک شعر از تصانیف او بہ سمع رسیدہ، ثبت کردہ شد۔ ازوست۔ مہ۔

ملنا تمہارا غیر سے کوئی جھوٹ کوئی [3] سچ مچ کہے
کس کس کا منہ موندوں میاں کوئی کچھ کہے کوئی کچھ کہے

سعادت ، سعادت تخلص، میر سعادت علی، از سادات قصبۂ امروہہ۔ شاعر عہد فردوس آرام گاہ بود۔ شعر بہ طرز زمانۂ خود می گفت۔ من کلامہ۔

یار سے جو [4] نصیب لڑتے ہیں ٭ یہ بھی اپنے نصیب لڑتے ہیں

کس سے پوچھوں دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات
ایک تھا [5] شانہ وہاں سو تیل میں ڈالے ہے ہات

ہوش کھو دیتی ہیں میرا اس کی آنکھیں مے پرست
بس کہ ہوں کم ظرف ہوجاتا ہوں دو پیالوں میں مست

[6] واللہ جو سر لوح ترا نام نہ ہوتا ٭ ہرگز کسی آغاز کا انجام نہ ہوتا

---

(۱) ہرگز آنے نہ دیں گے غیروں کو ٭ جان ہرچند ہم گنو دیں گے (مز ص ۲۹۰)
(۲) تو دیکھیں (مز) (۳) کوئی سچ مچ کہو (مز دوم ۳۸۸)
(۴) رقیب (نغز ۲۹۹) (۵) ایک جو شانہ ہو سو تو تیل میں ڈالو ہو ہاتھ (مز)
(۶) باللہ جو سر لوح مرا نام نہ ہوتا (مز)

بے محابا زلف کے کوچے میں جائے گا چلا
[1] سر چڑھایا تم نے شانے کو بہت کیوں جان من

شیخ کیوں جاتا ہے تو تسبیح کا واں دام لے
وہ صنم کب رام ہوتا ہے خدا کا نام لے

سعادت کو کبھو ہنس کر جو فرماتے ہو روبے کو
تمہارے امر کو پیارے بجا لاتا ہے انکھوں سے

(ورق ۱۴۹ ب)

مثل آئینـــہ سادہ رویوں کی ⭘ منہ سے دیکھے کی آشائی ہے

سرور سرور تخلص، فیض علی نام، شاگرد حافظ میر عزت اللہ عشق، ازوست - منہ

نہیں کچھ کام اے ہم دم ہمیں اب شیخ و زاہد سے
کہ ہم پیر طریق اپنا مے و مے خانہ رکھتے ہیں

سبحان سبحان تخلص، عبدالسبحان شاگرد میاں ابرو - از شعرائے سابقین ست - ازوست -

نہ قصد کعبہ ہم کو نہ سربت خانہ رکھتے ہیں
تصور دل میں تیرا رات دن جانا نہ رکھتے ہیں

جان و دل ہے قبول سب جانا ⭘ پر گلی میں تری مجھے آنا

سراج سراج تخلص، این ہم شاعرہم عصر میاں آبرو است، از سکنائے اورنگ آباد - از نامش واقفیت نیست - ازوست - منہ

رفوگر کو کہاں طاقت جو زخم عشق کو سیوے
اگر سینـــہ مرا دیکھے رفو چکر میں آجاوے

---

(۱) سر چڑھایا ہو بہت تم نی میاں شانو کو تئیں (نغز)

شکر اللہ ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا
شیوۂ جور و جفا فی الجملہ کم ہونے لگا

چمن میں گل بدن جب قامتِ رعنا سے آتے ہیں
بہشتی چھوڑ جنت سایۂ طوبیٰ سے آتے ہیں
نہ پوچھو خود بہ خود کرتا ہوں تعریف اس کی قامت کی
کہ یہ مضمون مجھ کو عالم بالا سے آتے ہیں
کہو کیوں کر رہے فوج خودی کا مورچہ قائم
کہ یہ قلقل کے گولے قلعۂ مینا سے آتے ہیں

نہیں ہے تاب مجھے سامنے ترے جاناں ٭ کہاں سراج کہاں آفتاب عالم تاب
(ورق ۱۵۰ الف)

سخن سخن تخلص، حکیم میرزا محمد حسین، اصلش از خطۂ کشمیر جنت نظیر، مولدش شاہ جہاں آباد۔ قوم بدخشی۔ در فن طبابت بسیار ماہر، خوش اختلاط و متواضع و مرد قابل۔ شعر فارسی و ریختہ ہر دو می گوید۔ اشعارش کیفیتے دارد۔ منہ

جونہیں جان نکلی وہیں آن نکلا ٭ بھلا مرتے مرتے تو ارمان نکلا

سرور سرور تخلص، حمایت اللہ خاں، ساکن شاہ جہان آباد۔ فرزند عالم خاں داروغۂ خاصۂ حضور والا۔ جوانے ست خوش خلق و نیکو گفتار۔ شوق شعر گوئی در خاطرش متمکن۔ اشعارش دل کش۔ ازوست۔ منہ
زنجیر کی جو کان میں آتی صدا نہیں ٭ مجنوں کے سلسلے میں کوئی کیا رہا نہیں

سرشار سرشار تخلص، تلوک چند، قوم کھتری، متوطن دارالخلافہ جوانے ست تازہ گو۔ ازوست۔

اس سج سے وہ دل بر چلے خوبوں میں اکڑ کے
جوں ماہ ستاروں میں پھرے رات کو اڑ کے

سبقت سبقت تخلص، میرزا مغل، خلف میرزا علی اکبر اخوند، شاگرد قلندر بخش جرأت۔ وطن بزرگانش مملکت ایران۔ خود در دارالخلافه نشو و نما یافته۔ از چندے به لکھنؤ رفته سکونت اختیار نمود۔ در علم عربی قریب به فضیلت رسیده۔ متواضع و خلیق ، مودب۔ در فن شاعری بسیار ماهر۔ به سبب و فور قابلیت پهلو به استاد خود می زند۔ منه

تابه کجا یه اضطراب ، دل نه هوا ستم هوا
جان لبوں په آگئی ، تو بهی قلق نه کم هوا (ورق ۱۵۰ ب)

عشق میں هم کو خدا هی نے گرفتار کیا
ورنه کس واسطے اس بت کو طرح دار کیا

اک بات کہوں اس کو سو بات سناتا هے
پڑهتا هوں درود اس پر ، صلوات سناتا هے

کل سیر کو وہ آئنه رو جا به جا پهرا
حیران هوں که میری طرف کیوں نه آ پهرا

خیال از بس رها شب خواب میں دامان جاناں کا
نه دیکها صبح کو اک تار بهی اپنے گریباں کا

کٹ گئی عمر اسی حسرت و ارمان کے بیچ
آئیں گے کب وہ مرے کلبۂ احزان کے بیچ

ڈهونڈهوں کیوں اور کہیں جمع هے خاطر میری
دل مرا آپ کی هے زلف پریشان کے بیچ

عرق شرم رکهے کیوں که نه پیشانی شمع
هے خجل منهه سے ترے چہرۂ نورانی شمع

کچهه بهی پروانے کی رمز اسے نه مفهوم هوی
جهوٹ نکلا سبهی دعواے زباں دانی شمع

کیا کہوں اے ہم دمو میرا کہاں دل لگ گیا
اک نہیں لگتا کسو سے جو وہاں دل لگ گیا

دامن بھرا ہے گرد سے آج اس نگار کا
پامال دل ہوا ہے کسی خاکسار کا

کچھ فائدے کی بات دلا اختیار کر
کیا فائدہ ہے گریۂ بے اختیار کا

جب سے ترے فراق میں ہوں گرم گریہ میں
ہنگامہ سب سے سرد ہے ابر بہار کا

سبقت سناؤں کیوں کہ خبر دل کو یاس کی
احوال جانتا ہوں میں امیدوار کا (ورق ۱۵۱ الف)

ہم پہ یوں گزرے مصیبت واہ واہ ٭ واہ واہ حضرت سلامت واہ واہ

تم جو لکھو گے چھپا کر مجھے اغیار سے خط
دیجو قاصد کو مرے رخنۂ دیوار سے خط

وصل کی شب میں تو کہتا ہوں لپٹ کے سوئیے
اور وہ کرتے ہیں ہٹ یعنی کہ ہٹ کے سوئیے

میں ملائیں صبح تک لیتا رہوں گا آپ کی
دیجیے ہاتھوں کو میرے اب نہ جھٹکے سوئیے

سپاہی | سپاہی تخلص، میر امام بخش، شاگرد میاں نصیر، جوانے بود معلم پیشہ۔ خط نستعلیق خوب می نوشت۔ در عین شباب از جہان فانی رحلت کرد۔ خدایش بیامرزاد۔ ازوست۔

رہی ہے شمع پروانے کی دامن گیر آتش میں
نہیں یہ موج دود شعلہ ہے زنجیر آتش میں

سلطان | سلطان تخلص، سلطان قلی بیگ، جوانے ست سپاہی وضع۔

معلوم نیست که شاگرد کیست۔ شعرے از تصانیفش به سمع رسیده۔ ثبت کردہ شد۔ ازوست۔ منه۔

روئیے ہیں ہم اس قدر تجھ بن لب دریا کہ اب
دیکھیے جاکر جہاں آثار ساحل اٹھ گیا

سلیمان | سلیمان تخلص، واقفیت حسب و نسبش نیست۔ این مطلع ازوست۔ منه

تجھ سے ظالم سے ملا دیکھیو طراری دل
کچھ بھی دھڑکا نہ کیا بل بے جگر داری دل

سفر سفر تخلص، سفر شاہ نام، سیدے ست آزاد وضع۔ مانند فرقۂ بے نوایاں تمام عمرش در تجرد گزشته۔ قلندرانه در حویلی داراشکوہ که مشرف دریاست۔ تکیه بنا نموده، بسر می برد۔ و با اهل دنیا مطلق میلے نه دارد۔ و دم فقر و توکل می زند (ورق ۱۵۱ ب) شخص خوش اختلاط و موزون طبع ست۔ از گفتگویش دل به درد رسیده معلوم می گردد۔ یک دو شعر که زبانی مشار الیه شنیده شد۔ ثبت گردید۔ منه

آیا ہے مسافر یہ لیے نام سفر کا ٭ یاں آتے ہی کرتا ہے سر انجام سفر کا
گھبراتا ہوں معمورۂ دنیا سے میں ہردم ٭ ہے دھیان مجھے صبح سے تاشام سفر کا

سیادت | سیادت تخلص، میر مجاهدالدین، شاگرد میر نظام الدین ممنون، ساکن لکھنؤ۔ احوال آن به دریافت اضعف العباد نه گشته۔ مطلعے زبانی استادش به سمع رسیده، نگاشته شد۔

مثل نسیم صبح پھرا میں تو ہر کہیں ٭ پر وہ گل شگفته نہ آیا نظر کہیں

سهراب | سهراب تخلص، سهراب بیگ، قوم مغل، جوانے ست شایسته و قابل و متوطن دهلی۔ معلوم نیست از تلامذۂ کیست۔ چند شعر که از طبع زادش به سمع رسیده، مرقوم نموده شد۔ ازوست۔

تو ھی بتلا تو بھلا حرف شکایت سہراب
رھے کس طرح نہ میرے اب اظہار سے مل
یا تو اک دم نہ جدا مجھ سے وہ ھوتا تھا شوخ
یا مرا دشمن جاں س گیا اغیار سے مل
الہی اس کو رکھوں کس طرح میں داب سینے میں
بسان برق تڑپے ھے دل بے تاب سینے میں
قتل کرتا ھے ترا دست حنائی مجھ کو
جب سے دیکھی ھے کلائی نہ کل آئی مجھ کو
کاش دم جائے نکل تو ھو رھائی مجھ کو
جاں بہ لب لائی ھے یہ تیری جدائی مجھ کو
اشک خونیں نہیں اس دیدۂ تر سے نکلے
یہ مرے لخت جگر ھیں کہ جگر سے نکلے (ورق ۱۵۲ الف)
افزود اس سے بھی ھو سینے کا داغ روشن
یارب رھے ھمیشہ دل کا چراغ روشن
کچھ رتبۂ سخن نہیں جاھل کے سامنے
سہراب شعر پڑھ کسی عاقل کے سامنے
شکر خدا کہ سر تو کٹا اس کے عشق میں
ھم آج سرخ رو ھوئے قاتل کے سامنے
تیرے آواروں کو ذرہ نہیں آرام کہیں
مثل خور پھرتے ھیں ھم صبح کہیں شام کہیں

سیف | سیف تخلص، میرزا سیف علی، شخصے بود ساکن دارالخلافہ۔ از چندے معلوم نیست کہ کجاست۔ ازوست۔ منہ

شتاب آ کہ ترا عاشق اب سسکتا ھے
زباں بند ھے، آنکھوں سے خوں ٹپکتا ھے

سید سید تخلص، میر غلام رسول، از پیرزاده هاے مستقر الخلافه اکبر آباد۔ زیاده صفاتش معلوم راقم نه گشته۔ منه

شه خوباں کی تو باتیں هیں سبھی شان کے ساتھ
غمزۂ و ناز و ادا اس کی هے اک ان کے ساتھ
خوب رویوں کے تو مانیے سے نه بار آے گا دل
یه تعهد خو نهیں جایے کی مگر جان کے ساتھ

سلام سلام تخلص، نجم الدین علی خان، خلف نواب شرف الدین علی خان پیام تخلص، مولدش اکبر آباد. کلامش پخته و نمکین و متین ست۔

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ ٭ دراری رات کی بیمار سے پوچھ

ساقی ساقی تخلص. نامش معلوم راقم نه گشته یک شعر از تصانیفش به دست آمده، ثبت گردیده (ورق ۱۵۲ ب) باشندهٔ اطراف دکن۔ منه

حلقهٔ زلف و بنا گوش ورخ اس کا دیکھ لے
جس نے دیکھا هو نه یک جا هالهٔ و گرداب و شمع

سپاهی سپاهی تخلص، شخصے بود۔ می گویند که برسقا پسرے عاشق شده بود۔ ازدست اوبه رضاے خود کشته شد۔ براے قصاص مردم خواستند که آن پسررا نیز بکشند۔ مقتول در حالت نزع مانع آمد۔ و گفت معشوقاں عاشق کش باشند۔ من خوں خود رابحل کردم۔ ناچار قاتل راگزاشتند و مجروح بعد دو روز جان به جان آفریں سپرد۔ خدایش بیامرزاد۔

مسخر نفس کو کر پھر جو کچھ چاهے سپاهی کر
سریر اپنا بنا پھر دونوں جگ میں باشاهی کر

سید سید تخلص، میر قطب علی، معروف به قطب عالم۔ ساکن قصبهٔ سکندر آباد که بیست کروه از دار الخلافه طرف مشرق واقع ست۔ شخص قابل و ذهین و خوش فکر معلوم گشت۔

جادو گرے ھے شہر میں سید کا ریختہ ٭ دیکھو سکندرہ سبھی بنگالہ بن گیا

سرور: سرور تخلص، اضعف العباد میر محمد خاں مخاطب بہ اعظم الدولہ بہادر معظم جنگ [1]۔ جامع ایں نسخہ را از صغر سن ذوق شعر گوئی ریختہ بہ خاطر فاتر رسید۔ اشعار رطب و یابس می گوید۔ لائق آں نیست کہ دریں مجمع مندرج کند۔ و لیکن مثل مشہور ست کہ ہرجا گل است خارہم با اوست۔ نظر بر توجہ بزرگان ایں فن کہ بر اشعار نار است راقم حورده گیری نہ نمایند۔ و سخن چینی را کاربند نہ شوند۔ طبع زاد کہ (ورق ۱۵۳ الف) مزخرفاتے بیش نیست، مرقوم می سازد۔ من مولفہ۔

بس کہ شب گرم تپیدن یہ دل بے تاب تھا
دل نہ تھا میری بغل میں پارۂ سیماب تھا

شراب پی کے جو وہ ماہ بے حجاب ہوا ٭ کباب آتش غیرت سے آفتاب ہوا

صبح وہ غنچہ دھن جو ساقی مے خانہ تھا
مثل شاخ گل سبھوں کے ھاتھ میں پیمانہ تھا
دیکھ سرور تو نئے سر سے نہ طوفان اٹھا
چشم خوں بار سے مت دامنِ مژگان اٹھا

انہوں نے جب نہ پہچانا، یہ جانا ٭ برابر ھے وھاں جانا نہ جانا

کبھو نہ آکے وہ مانند نقش پا سر کا ٭ ہوا ھے جو کوئی پامال تیری ٹھوکر کا

یاں سے نہیں جانے کا یہ سر جائے تو جائے
عاشق ترے کوچے سے جو مر جائے تو جائے

چشم عبرت سے ذرا دیکھ تہ آب حباب ٭ نقش بر آب ھے یہ عالم اسباب حباب

---

(۱) خلف الصدق نواب غفران ماب اعظم الدولہ ابو القاسم بہادر مظفر جنگ است۔ استفادۂ کتب متداولہ از مرزا جان بیگ سامی نمودہ۔ و مشق سخن در ابتدا از میر فرزند علی موزوں فرمودہ ... تذکرۃ الشعرا بسیار خوب نوشتہ (نغز ۲۹۴) از اجلۂ اراکین شاہ جہان آباد ست۔ و اعاظم امرای عالی نہاد ... در ہر بزم مشاعرہ شریک می شود۔ و غزل در طرح سر انجام می کند۔ شاعر قدیم ست و کلامش مستقیم۔ (شیفتہ ۹۷) شیفتہ نے لکھا ہے کہ ماہ شوال ۱۲۵۰ ھ میں وفات پائی۔

بے قراری ھے جو میرے دل بے تاب کے بیچ
نہ تو وہ برق میں ھے اور نہ سیماب کے بیچ

ایک بوسہ دے کے لائے جو ھیں وہ تکرار پھر
جی میں آیا یہ کہ لیجے اور بھی دو چار پھر

جب چمن میں ھم نشیں وہ سرخ پوش آیا نظر
گل دھن وا رہ گیا، غنچہ خموش آیا نظر

شعلۂ آہ کی جب ھووے نمودار آتش ٭ سرد ھو کیوں نہ تری گرمی بازار آتش

کہہ دو یہ اگر ھووے خریدار کوئی شخص
دل بیچے ھے بیٹھا سر بازار کوئی شخص

یاد اس زلف چلیپا کی سدا رکھتے ھیں ھم
دل کے پیچھے اک بلا ناحق لگا رکھتے ھیں ھم (ورق ۱۵۳ ب)

اگر رھتے گلی میں اس کی جا ھم ٭ نہ پھرتے خاک بر سر جوں صبا ھم

ہیں ھے جلوہ گر جب سے وہ گل رخسار آنکھوں میں
سر مژگاں ھیں اپنی تب سے نوک خار آنکھوں میں

چلی شب آہ ھم اس غم سے پیچ و تاب کھاتے ھیں
سیہ روزی یہ دیکھو وہ ابھی زلفیں بناتے ھیں

طرف غیر کے تم نہ ھر آن دیکھو ٭ نہ قصہ ھو برپا مری جان دیکھو

رقیبوں سے سلجھواتے سدا تم زلف پر خم ھو
بلا سے آپ کی درھم ھو کوئی یا کہ برھم ھو

صبح دم کہتی تھی قمری بیٹھ یوں بالائے سرو
جس گھڑی مر جاؤں دابیں مجھ کو زیر پائے سرو

لگایا اس کماں ابرو سے اپنا جب سے دل ھم نے
کیا تیرِ ملامت کا نشانہ ایک عالم نے

فرھاد و قیس کیسے یک بار مار ڈالے ٭ اس عشق کینہ جو نے کیا یار مار ڈالے

ھم دیکھتے ھی یار کو بے ھوش ھوگئے ٭ شکوے جو یاد تھے وہ فراموش ھوگئے

جی میں ھے یہ پیش دستی کیجیے فرہاد سے
بے ستوں کو پھینک دیجے کھود کر بنیاد سے

محو صورت اسے نو خط بنایا تو نے [؟]
باغ سبز آئنــہ کو خوب دکھایا تو نے

خیال قامت دل دار سے اک دل پہ آفت ھے
شب ہجراں نہیں یہ ھم نشیں روز قیامت ھے

آنکھوں سے اشک بہتے ھیں اور لب پر آہ ھے
عاشق کی ہیرے رات سے حالت تباہ ھے

داماں آج مــیرا بہتر ھے گلستاں سے
بہتے ھیں اشک رنگیں مژگان خوں چکاں سے

گر نہ بلبل گل کسی کا عاشق غم ناک ھے
کس لیے اس کا گریباں تا بہ دامن چاک ھے (ورق۱۵٤ الف)

سب ستم ھم ترے نو خط ھیں اٹھانے والے
حرف شکوے کا زباں پر نہیں لانے والے

مفارقت کے کوئی کس طرح گزارے دن
سفر سے یار پھرے تو پھریں ھمارے دن

عالم میں الہی نہ رھے نام جدائی ٭ یہ صبح قیامت ھے نہیں شام جدائی

کچھ بھی ہوئی مدد اگر اس دود آہ کی
لوں گا بلائیں میں تری زلف سیاہ کی

نہ کیوں محظوظ دل ھو یار کے روے کتابی سے
کہ اس میں بیت ابرو کم ھے شعر انتخابی سے

جس کو بھاتی ھے ترے کاکل خم دار کی بو
خوش نہ آئے گی اسے نافۂ تاتار کی بو

سحر کو موج سے اپنی بنـا صبا زنجیر ٭ چڑھاتی خاک پہ مجنوں کی ھے سدا زنجیر

سنبل ھی سرا سیمه نه گیسو سے ھے تیرے
شمشاد بھی حیراں قد دل جو سے ھے تیرے
مت باد صبا سلسلـــه جنبان بلا ھو
در ھم نه کہیں دیکھیو وہ زلف دوتا ھو
مجلس میں ستاتا مجھے ھر آن نه ٹھہرے
غیروں سے اشاروں کی مری جان نه ٹھہرے
راہ تیری ھم جو اے بے داد گر دیکھا کیے
شام سے تا صبح اٹھ اٹھ سوے در دیکھا کیے
مضموں دہان یار کا مجھ سے نہاں نہیں ٭ مانند میرے اور کوئی نکته داں نہیں
قامت ترا گر اپنی پیش نگاہ نکلے ٭ مانند سرو موزوں سینے سے آہ نکلے
اسیر دام بلا کیوں نه سرور اب تم ھو ٭ خیال کاکل جاناں میں روز و شب تم ھو
پھر میں نے ھوس اور کب اے یار نکالی
بوسے ھی پہ جب آپ نے تکرار نکالی (ورق ۱۵٤ ب)
مشتـاق نہیں نکہت ریحاں کے صبا ھم
از بس که ھیں شیدائے خط غالیه سا ھم
پیچ و تاب دل سے ایذا کش جو ھم ھر بار ھیں
کس پری رو کے اسیر گیسوے خم دار ھیں
زھد و ورع کو چھوڑ جو مے کش ھوا ھوں میں
شیدائے چشم ساقی مہ وش ھوا ھوں میں
کر دیا جوں گل قبا پیراھن تدبیر کو
عشق کیا کہیے ترے دست گریباں گیر کو
چڑھا کر مرے قتل پر آستیں کو ٭ نه رنجه کرو ساعد نازنیں کو
اپنے سیل اشک کا طغیاں دکھائیے [؟] ٭ سامان صد تلاطم طوفاں دکھائیے
ٹھہری یوں اس سے ملاقات ھے گاھے گاھے
گاھے بازار میں دیکھا سر راھے گاھے

ہوتا ہے گداز آتش غم سے جگر آیا
آنکھوں سے جو اشک آج بہ رنگ دگر آیا
اشک سے اے شمع مت دھو دل کے داغ اپنے کو تو
کب مٹا یہ، کیوں جلاتی ہے دماغ اپنے کو تو
ہیں چشم کے بیمار یہ کس کی جو دوا لا ہم
رکھتے نہیں عیسی سے بھی امید شفا ہم
از بس کہ ہے تراوشِ خوں سے بہار پر
ہنستا ہے داغ دل یہ مرا لالہ زار پر
بے قراری سے یہ نقشہ ہے دل بے تاب کا
دیکھ زہرہ آب ہوتا ہے جسے سیماب کا
زلف برہم کا کسی کی جو خیال آن بسا
مجھ سے اس شعر میں مضمون پریشان بندھا
دل سودا زدہ جاتا ہے نکلا میرے قابو سے
نسیم صبح عطر آگیں ہے کس کی زلف خوش بو سے
پھرتی ہے مضطرب سی باد صبا چمن میں
بلبل بتا مجھے بھی کیا گل کھلا چمن میں (ورق ۱۵۵ الف)
مے کدے میں جو گذر بادہ کشاں کیجیے گا
میری جانب سے قدم بوس مغاں کیجیے گا
جب کہ ذکر ستم شعلہ رخاں کیجیے گا
سوز دل شمع صفت وقف زباں کیجیے گا
کہا وہ مانتا ہے دلبر شیریں سخن کس کا
طلب اس سے کرے جو کوئی بوسہ ہے دهن کس کا
رنگ خوں سے کھل رہے کیوں کر نہ گلشن زیر پا
خار صحرا ہیں خلیدہ مثل بستر زیر پا
ہے مسی کا رنگ یوں ظاہر لب دلبر کے پاس
جیسے نیلوفر کھلا ہو لالۂ احمر کے پاس

حرف الشین

شگفته | شگفته تخلص، میرزا بیدار بخت بهادر [1] عرف میرزا حاجی صاحب مد ظله العالی۔ خلف‌الرشید مرشد زادۂ عالمیان میرزا جوان بخت بهادر جہان دار شکوہ مرحوم۔ کہ ہم راہ والد بزرگ وار خود بہ ضلع مشرق تشریف برده۔ در بنارس رونق افزا اند۔ و صاحبان انگریز۔ و مختاران آن جا لوازم خدمت و اطاعت بہ کمال ارادت بجا می آرند۔ بہ ہمان سبب بود و باش آن جا را خوش فرمودہ بہ اعزاز تمام استقامت دارند۔ طبع عالیش رسا و خوش فکرست۔ مزاج مبارکش بہ شعر گوئی راغب۔ بعضے اوقات اشعار ریختہ تفنناً می فرمایند۔ منہ

گر نہ وہ ارام جاں بہر عیادت آے گا
اے شگفتہ [2] درد دل کیوں کر یہ تیرا جاے گا
وہ چلا مجھ پاس سے تو بولے یوں مرغان باغ
دل جو اس کا ہے شگفتہ. ہاے اب مرجھاے گا (ورق ۱۵۵ ب)
نہ دن کو چین ہےاور نہ ہے [3] شب کو خواب ہمیں
فراق نے ترے کیا کیا کیا خراب ہمیں
ساقی ہے، سیر باغ [4] ہے، ابر بہار ہے
تیرا ہی رشک گل فقط اب انتظار ہے
مشکل ہے میری اس کی ہو صحبت برآر آہ
میں جلد باز ہوں، وہ تغـــافل شعار ہے

شوق | شوق تخلص، حسن خاں نام، قوم افغان۔ معلوم نیست کہ کیست۔ مطلعے ازو مسموع گشتہ۔ نوشتہ شد۔

---

(۱) مرزا شگفتہ بخت بہادر (نغز ص ۳٤۸)
(۲) ای شگفتہ درد دل کیوں کر مرا پھر جای گا (نغز)
(۳) اور ہی نہ شب کو خواب ہمیں (نغز)
(٤) ساقی ہو، می ہو، باغ ہو الخ (نغز)

اگر قاصد ترے کوچے سے اب جلدی نہ آوے گا
تو پیارے یہ سمجھ رکھیو کہ میرا جی ہی جاوے گا

شعور شعور تخلص، اسمش معلوم نیست۔ ساکن لکھنؤ و شاگرد غلام همدانی مصحفی است۔ ازوست۔

بے پیر بتوں سے دوستی کی ٭ دل نے ہم سے بہ دشمنی کی
چھوٹا بیمار تیرا غم سے ٭ عاشق کی قضا نے مخلصی کی
همت جو خدا کرے عنایت ٭ منت نہ اٹھائیے کسی کی
ساقی نے جو درد مے پلائی ٭ شیخ و زاهد کی کرکری کی
مصحف ہے شعور جس کا ایماں ٭ سمجھے گا وہ قدر مصحفی کی

شکوہ | شکوہ تخلص، شکوہ علی، سید صحیح النسب۔ متوطن قصبۂ مراوہ۔ ذوق شعر گوئی ریختہ در دل داشت۔ مدت بست و پنج سال رو بہ انقضا آوردہ کہ ایں جہان فانی را وداع نمودہ بہ عالم جاودانی شتافت۔ از طبع زاد اوست۔ منہ

نہ دم میں دم ہے (نہ) اب نم رہا ہے آنکھوں میں
کبھی جو روتے تھے خوں جم رہا ہے آنکھوں میں

(ورق ۱۵۶ الف)

سرخ چہرے پہ ترے زلف سیہ بار کا پیچ
خوش نما گل پہ ہو جوں سنبل خم دار کا پیچ

شہامت شہامت تخلص، شاہ شہامت علی، درویشے ست، کلامش صوفیانہ و مربوط معلوم گردید۔ منہ

عزم ہے بیت الحرم کو زاهد نادان کا
خانۂ اللہ ہے دل حضرت انسان کا

اهل صورت بے خبر معنی سے اس آیت کے هیں
ورنہ هر صورت یہاں سورہ هے اک قرآن کا

یاد حق گر هو نہ دل میں تو هو غالب نفس شوم
بوم هو جاتا هے وارث خانۂ ویران کا

شگفتہ | شگفتہ تخلص، میرزا سیف علی خاں، فرزند نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ مرحوم، بسیار ذهین و ذکی ـ اکثر قصائد و غزلیات خوب خوب از طبع رسای او موزوں شدہ وبا هر کس بہ محبت و مدارا پیش می آید ـ از نتائج طبع اوست ـ

منہ کو پھیرے هے وہ ادھر کو دیکھ ٭ میرے نالے کے ٹک اثر کو دیکھ

بوسے لیتے هوے هم دیکھو ادب کرتے هیں
گالیاں دیتے هیں یہ آپ غضب کرتے هیں

[1] ـ خرام ناز زبس یار کا نظر میں رها
تمام عمر هی بیٹھا میں رہ گزر میں رها

دل و جگر نہیں سینے کے داغ کے نیچے
جلے پڑے هیں پتنگے چراغ کے نیچے

غم نہ کھا اے دل اگر شب زلف کی تاریک هے
[2] ـ پاس هے منہ اس کا یعنی صبح بھی نزدیک هے

شیدا | شیدا تخلص، خواجہ هینگا ـ شاگرد میر محمدی بیدار اصلش از خطۂ کشمیر جنت نظیر ـ بہ فن علاقہ بندی معاش بسر می برد و در امثال و اقران خود بہ عزت و حرمت (ورق ۱۵۶ ب) زندگانی می کرد شخص ظریف و خوش طبع ـ اشعار خوب می گفت ـ مدتے شد کہ ازیں دار فنا بہ دارالبقا رحلت

---

(۱) خرام ناز ترا بس مری نظر میں رها (سر ۳۴۹)
(۲) پاس رخ اس کا هی یعنی صبح بھی نزدیک هی (نغز)

کردہ خدایش بیا مرزاد۔ ازوست۔ منه

کون کہتا ہے تم ادھر دیکھو ۞ جان مختار ہو جدھر دیکھو
ناصحو میرے بت کو تم واللہ ۞ دنگ رہ جاؤ گے اگر [۱] دیکھو
شیدا سنبھل کے ابروے دلدار دیکھیو ۞ منہ پر نہ کھائیو کہیں تروار دیکھیو

مت کرو صید افگنو تم قصد اس نخچیر کا
ہے یہ کشتہ اور ایک ابرو کماں کے تیر کا

اس قدر تو دل محزوں پہ نہ بیداد کرو
گھر خدا کا ہے بتاں اس کو نہ برباد کرو

انصاف بھی ٹک ایک تو صیاد کیجیے ۞ جو ہو شکستہ بال اسے آزاد کیجیے

چھوڑتا ہو دیکھیو صید افگن اس نخچیر کو [؟]
ورنہ نام ابرو کماں رکھیں گے تیرے تیر کو

شعلہ خو میرے کو اور آتش کا پر کالہ کیا
آگ لگ جائے مری اس آہِ بے تاثیر کو

جانیں مشتاقوں کی لب پر آئیاں ۞ بل بے ظالم تیری بے پروائیاں

آنکھوں میں چھا رہا ہے از بس کہ نور تیرا
ہر گل میں دیکھتا ہوں رنگِ ظہور تیرا

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

تو وہ حسن و جمال رکھتا ہے ۞ جس سے مہ انفعال رکھتا ہے
تجھ سے شیدا طلب کرے بوسہ ۞ جھوٹ ہے کیا مجال رکھتا ہے
(ورق ۱۵۷ الف)

شیدا | شیدا تخلص، باشندۂ مراد آباد، دیگر احوالش معلوم راقم نہ گشتہ ازوست۔

---

۱) رہ جاؤ بس (نغز ۳۵۵)

کرتے ہو کیوں سبک تم در سے مجھے اٹھا کے
کیا میرے بیٹھنے کا خاطر پہ بار گذرا

شفا شفا تخلص، حکیم یار علی، طبیبے بود در دورۂ سابقین اشعارش به محاورۂ آں وقت است۔ ازوست۔ منه

جوں ڈانک کے دیے ہیں دو نالکی بھی یاقوت
چمکا ہے رنگ پاں سے جوہر ترے لبوں کا

شاد شاد تخلص، قوم برہمن، ساکن قصبۂ سکندرآباد۔ ازوست۔

اس رنگ چمپئی کا زمیں پر پڑا ہے عکس
چمپا کے پھول اگتے ہیں واں سے بہار میں

شاداں شاداں تخلص، بساون لال۔ ساکن دارالخلافه۔ ازوست

یوں داغ دل ہیں یہ مرے سینے کےآس پاس
[1] چینی جڑی ہو جیسے نگینے کے آس پاس

شائق شائق تخلص، محمد ہاشم نام، شاگرد میر عزت الله عشق۔ اوقات به پیشۂ خیاطی سر می برد۔ ازوست۔

حال بھی پوچھا کبھی آہ نہ خوں خوار نے
واہ یہ تاثیر کی آہ شرر بار نے

سراپا اس پری رو میں لطافت ہے صفائی ہے
تصدق ہیں ہم اس کے جس نے یہ صورت بنائی ہے

موسم گل کے خبر سنتے ہی بس آنے کی
ہو گئی اور ہی صورت دل دیوانے کی

شریف شریف تخلص، مرزا محمد شریف۔ شاعرے بود شاگرد شیخ

---

(۱) چنی جڑیں ہوں جیسی الخ (نغز ص ۳۳۸)

ولی اللہ عب۔ از نتائج طبع اوست۔

ھاتھ سے جس سنگ دل کے رات دن فریاد ھے
یہ ستم دیکھو کہ دل کو پھر اسی کی یاد ھے (و، ف ۱۵۷ ب)

شاداب شاداب تخلص، خوش وقت رای، قوم کایت، متوطن قصبۂ چاند پور شاگرد محمد قائم۔ ازوست۔

سہنے میں جو یہ جور ترے ھیں نہ ھمیں سخت
اے وای کریں کیا کہ فلک دور زمیں سخت

شرف شرف تخلص، میر محمدی، پسر سید جعفر خاں کہ صوبۂ مرشدآباد [؟] بود۔ کلامش مانابہ پیشیان ست۔ زیادہ احوالش معلوم نیست۔ ازوست۔ منہ

عکس ھے کس مہ جبیں کا دل نشین آینہ
ھم سر کبک دری ھے سر زمین آینہ

صاف دل کا مرتبہ ھے عرش و کرسی سے بلند
جلوہ گر ھے آسماں زیر زمین آینہ

ٹک صفائے قلب بس ھے بہر تسخیر جہاں
خاتمِ دست سلیماں ھے نگینِ آینہ

خاک ساری میں تردد سخت بے تاثیر ھے
پاؤں میں ریگ رواں کے موج ھی زنجیر ھے

توتیائے چشم مردم خاکساراں کیوں نہ ھو (ں)
فی الحقیقت خاک ساری نسخۂ اکسیر ھے

مئے وحدت سے ھوئے پیری میں کچھ اور سے اور
صبح دم مے کشو البتہ ھوا پھرتی ھے

شاد | شاد تخلص، الله یار بیگ، قوم مغل، از نسل کیان۔ شاگرد غلام همدانی مصحفی۔ از کلامش جودت طبع آشکار است۔ ازوست۔ منه

اگر چاک سینے کا هم وا کریں[1] ٭ تو هنگامه محشر کا برپا کریں

گل عذاروں کی بے وفائی کا[2] ٭ داغ دل پر مرے نشانی هے[3]

شاه | شاه تخلص۔ شاه سعد الله، درویشے ست صاحب کمال اشعارش برجسته۔ (ورق ۱۵۸ الف) وپر کیفیت به نظر رسیده۔ منه

وابسته هے تجھ سے اپنی یاں زیست ٭ جو تو هی نہیں تو پھر کہاں زیست

نه باغ بھاوے هے مجھ کو نه بھاوے کشت مجھے
جہاں هے یار مرا هے وهیں بہشت مجھے

کھبے هے اس قدر آنکھوں میں خوب صورت یار
که ره گیا نظر آنے سے خوب و زشت مجھے

کسی کے بالش مخمل سے کام کیا هے شاه
بہت هے سر تلے رکھنے کو ایک خشت مجھے

شائق | شائق تخلص، نظیر الدین نام، ساکن سرکار بریلی۔ اصلش از پیرزاده هائی صوبهٔ سرهند۔ کلامش مطبوع ست۔ منه

اگر اس طرح سے همیشه کو مری چشم غم سے تری رهی
تو مزارعوں کو یه مژده دو که تمہاری کھیتی هری رهی

شفیع | شفیع تخلص، محمد شفیع نام، از شاعران قدیم ست۔ ازوست

شام کو جب یاد تیری بات آتی هے همیں
نیند کافر هوں جو ساری رات آتی هے همیں

شیدا | شیدا تخلص، مولدش قصبهٔ مئو۔ شاگرد محمد رفیع السودا یک شعر

---

(۱) کریں گو (دونوں مصرعوں میں) (نغز ص ۳۳۷)
(۲) کو (نغز) (۳) هیں (نغز)

از تصانیفش مسموع گشته، نگاشته شد۔

رکھ دل کو مرے اے مرے صیاد قفس میں
رھتا ھے کوئی مرغ ھوا گیر سر دست

شوق | شوق تخلص، فیض علی نام، معاصر میر و مرزا، اشعار فارسی و ریختہ ھر دو می گفت۔ ازوست۔

قاصد پھرا نہ واں سے جو اب تک نہ آچکا
القصہ اس گلی میں گیا جو سو جا چکا (ورق ۱۵۸ ب)

شعوری | شعوری تخلص، شخصے بود ساکن جوالا پور۔ از شعرای متقدمین ست۔ ازوست۔

پھرتا رھے ھے چار پھر مضطر آفتاب ٭ روشن ھے یہ کہ محو ھوا تجھ پر آفتاب

شاہ | شاہ تخلص، درویشے بود۔ مدتے شد کہ انتقال کرد۔ خدایش بیا مرزاد۔ ازوست۔

بہار فصل گل میں شاہ گلشن میں گیا اک دن
کہ غنچے ٹوٹے اور اوراق گل ھر سو پریشاں تھے
کہا یہ باغ باں سے دیکھ کر احوال گلشن کا
ھوا کیا اور کہاں ھیں یاں کے جو اھل گلستاں تھے
خزاں کے ھاتھ سے سر کو پٹک کر مجھ سے یہ بولا
یہاں گل تھے، یہاں غنچے، یہاں شمشاد و بستاں تھے

شرر | شرر تخلص، میرزا ابراھیم بیگ، از سکنای لکھنؤ ست۔ شخص فارسی گو بعض اوقات شعر ریختہ ھم می گوید۔ اشعارش فصاحت تمام دارد۔ از نتائج طبع اوست۔

سامعاں کا نہ فقط سینے میں دم رکتا ھے
سر گزشت اپنی جو لکھیے تو قلم رکتا ھے

اسیروں کی زبانی اے صبا یہ اس سے کہنی ہے
مگر گردن کا ڈورا کم ہے جو زنجیر پہنی ہے

شاکر شاکر تخلص، شاہ شاکر علی، جوانے ست خلیق و بہ صفت درویشی موصوف و بہ لباس تواضع و توکل ملبس۔ ذوق شعر گوئی ریختہ بہ خاطرش متمکن۔ متوطن دارالخلافہ۔ باراقم آشنا ست۔ ازوست۔

اس کی آنکھوں نے یہ اک خلق کو بیمار کیا
زلف نے ہے دلِ عالم کو گرفتار کیا

. . . . نہ مدرسہ نے کعبہ نہ بت خانہ ہے
بہر آمد رفت انساں یہ مسافر خانہ ہے (ورق ۱۵۹ الف)

ہم تمہارے ہیں تمہیں ہم سے یہ شرمانا کیا
پردہ سے شکل دکھا کر ہمیں ترسانا کیا

شکوہ شکوہ تخلص، محمد رضا، باشندۂ لکھنؤ شاگرد میاں قتیل۔ دو سہ شعرش کہ بہ نظر مولف رسیدہ، ثبت شدہ۔ منہ

تھوڑی سی نیک و بد کی گر وہ تمیز رکھے
کافر ہو پھر جو اس سے دل کو عزیز رکھے

تجھ کو دل دار میں سمجھاتا ہوں ٭ کیا غلط یار میں سمجھاتا ہوں

نہ اس کا وصل ہے ممکن نہ تاب ہے دل کو
عجب طرح کا الٰہی عذاب ہے دل کو

شرف شرف تخلص، شیخ شرف الدین حسین، باشندۂ لکھنؤ درگاہ قدم شریف۔ داروغگی کچہری کڑور بہ او مفوض ست۔ مرثیہ و مناقب بسیار می گوید۔ ازوست۔

اب دن پھرے ہمارے، یہ ہم پر عیاں ہوا
وہ مہ جبیں جو رات کو پھر مہرباں ہوا

شوکت | شوکت تخلص، میرزا علی، برادر خرد میرزا مغل سبقت، که . . . . . مذکور گشت۔ طرز کلامش دل چسپ ست۔ ازوست منه

غمزہ ہے بلا، عشوہ ستم، ناز غضب ہے
آفت ہے کچھ اس حسن کا انداز غضب ہے

شائق | شائق تخلص، میر محمد، شاگرد قلندر بخش جرأت۔ سیدے ست صلاحت شعار و خوش گفتار از طبع زاد اوست۔

کمر شیخ و برہمن دیر اور کعبے کو کستے ہیں
رہ دل سے ہیں غافل ورنہ اس میں دونوں رستے ہیں (ورق ۱۵۹ ب)

ظلم کا شیوہ کچھ اس ظالم کو ایسا یاد ہے
ہر گھڑی ہر لحظہ اک تارہ ستم ایجاد ہے

اپنا اور اس کا آنا جانا ہوا ہے موقوف
ان روزوں اے عزیزو جاسوسوں کے خطر سے

دیکھا کریں ہیں پہروں ہوکر کھڑے بہ حسرت
ہم اپنے بام پر سے وہ اپنے بام پر سے

شفیق | شفیق تخلص، مظہر علی خاں، عرف میرزا بڈھن۔ شخص ظریف مزاج و لطیفہ گو و یار باش و بذلہ سنج، شاگرد ثناء اللہ خان فراق۔ در زمرۂ خواصان حضور والا ملازم ست۔ ازوست۔

گھونگھٹ کو تمہارے اب منہ پر سے اٹھا دیجے
آتا ہے یہی جی میں سینے سے لگا لیجے

ہم ننگ و نام اپنا برباد کر رہے ہیں ٭ دشت جنوں کو یعنی آباد کر رہے ہیں
آیا نہیں چمن میں مرا گل عذار حیف ٭ جاتی چلی بہار ہے یوں ہی ہزار حیف
بے روی یار کھٹکے ہے مانند خار گل ٭ گو کھل رہے ہیں باغ میں بلبل ہزار گل

شوق | شوق تخلص، مولوی قدرت اللہ شخص فاضل، از سکنائے

رام پور[1] است۔ زیادہ احوالش معلوم نیست۔ کلامش عاشقانہ۔ یک مطلع از تصانیفش بہم رسیدہ۔ مرقوم می گردد۔ منہ

اے خدا یوں بھی کبھو تیری خدائی ہوگی
کہ مجھے اس کی جدائی سے جدائی ہوگی

شہید | شہید تخلص، نامش معلوم نیست۔ از طبقۂ سابقین ست۔ اشعارش یک دست و ہم وار بہ مطالعہ درآمد ازوست۔ منہ۔

گئے برباد اپنے نالۂ و فریاد یا قسمت
بہار آخر ہوئی ہم مت ہوئے آزاد یا قسمت (ورق ۱۶۰ الف)
شہید آخر مقدر تھا ہمیں حسرت میں جی دینا
ہمارے سر پر آکر پھر گیا جلاد یا قسمت

شعلہ | شعلہ تخلص، امرناتھ، قوم کشمیری پنڈت، نوجوانے ست ساکن لکھنؤ۔ اشعار ریختہ بہ طور خوب موزوں۔ معلوم نیست کہ شاگرد کیست۔ از افکار اوست۔

جگر جب زخم لیتا ہے رقم اس کی کٹاری سے
تو دل جل کر یہ کہتا ہے کہ بھائی باری باری سے
رخ محبوب کو وہ دیکھتے ہیں عین زینت میں
کوئی خدمت نہیں دنیا میں خوب آئینہ داری سے
بہ قدر خندہ ہے ماتم سرائے دہر میں رونا
کوئی یہ ماجرا پوچھے ہمارے زخم کاری سے
وہ بے خود ہوں کہ قتل اس نے کیا پر مرتے مرتے بھی
نہ چھوڑا دامن قاتل کو میں نے ہوشیاری سے
فغان دردناک قیس کا اللہ رے جذبہ
لگی پردہ اٹھا کر جھانکنے لیلی عماری سے

(۱) رام پوری (نغز ص ۳۵۱)

الگ بیٹھے رہیں ہم کب تلک جوں درد مے ساقی
جواب صاف دینا خوب ہے امیدواری سے
شب تار جدائی حجرۂ تاریک زاہد ہے
نہیں کم پھیرنا تسبیح کا اختر شماری سے
غبار راہ ہیں پر ابھ ہوائے عالم بالا
فلک پر ایک دن پہنچیں گے ہم اس خاک ساری سے
قیس و فرہاد اگر کہیے کو نومید ہوئے
دولت عشق سے زندۂ جاوید ہوئے [؟]
شوق ہم کو تو کسی اب کہن و نو سے نہیں
دل لگانے کا مزا ایک سے ہے سو سے نہیں

شفیع شفیع تخلص، محمد شفیع، شخص خوش فکر و خوش محاوره۔ زیاده اشعار از طبع زاد او (ورق ۱۶۰ ب) به نظر نه رسیده، لیکن کلامش مطبوع معلوم می شود۔ مقطعے از تصانیفش که دریں مجموع نگاشته شد۔ بریں گواه ست۔ ازوست۔ منه۔

رات کیا ہوگیا تھا تجھ کو شفیع ٥ جب کھلی آنکھ روتے ہی دیکھا

شہرت شہرت تخلص، اسمش دریافت نه گشته۔ شاگرد قلندر بخش جرأت۔ ساکن لکھنؤ ست۔ اشعارش دل چسپ۔ ازوست۔ منه۔

دل ڈھونڈھتے ہو یار یہاں دل تو کہاں ہے
اک شعلۂ آتش ہے که پہلو میں نہاں ہے

شوق شوق تخلص، حسن علی خاں نام، از شاگردان سراج الدین علی خان آرزو، مرد سپاہی پیشه۔ اشعار ریخته به فصاحت تمام می گوید۔ منه۔

آ چکا خط بھی پہ تیرا نت نیا اک ناز ہے
ہوچکی آخر بہار اور اب تلک آغاز ہے

مدت سے یہ بحث درمیاں ہے ٥ پر علم نہیں کمر کہاں ہے

میں اپنی کم زبانی پر عزیزو گرچہ مرتا ہوں
لب زخموں سے قاتل کا ادائے شکر کرتا ہوں
دکھا دیدار اے دل بر کہ میں فرقت سے مر گزرا
مرا فردای محشر آج ہے میں کل سے در گزرا
عبور بحر دنیا میں سبک باری سے کرتا ہوں
حباب آسا شمار دم سے بے کشتی گزرتا ہوں
آج آ تو بہتر، وعدہ غلط ہے کل کا [؟]
چوں طفل اشک میں تو مہماں ہوں کوئی پل کا

اس دور میں بد قماش اکثر دیکھے ہ تھے وہ جو غلام، تاج برسر دیکھے
(ورق ۱۶۱ الف)
اے گنجفہ باز چرخ تیرے ہاتھوں ہ اوراق جہاں تمام ابتر دیکھے

شرافت | شرافت تخلص، میرزا اشرف علی، نبیرۂ میر مشرف کہ از امرای مشہور است۔ نسبت شاگردی بہ میر نظام الدین ممنون دارد۔ از سکنای لکھنؤ ست۔ اشعارش کیفیتے دارد۔ ازوست۔

چمک کے برق نے کی دل پہ شعلہ باری رات
نظر میں پھر گئی دامن کی وہ کناری رات
قبضے پہ تونے ہاتھ جب اے فتنہ گر رکھا
عیسی نے دونوں ہاتھوں سے دل تھام کر رکھا
ضد تجھے صید افگنی کی جب صنم چڑھ جائے ہے
سیل خون صید تا بام حرم چڑھ جائے ہے
بس کہ مرگ قیس کا صحرا میں سب کو غم ہوا
چشم چشم غزالاں حلقۂ ماتم ہوا [؟]
کب تلک خوں ریزی اب دم لے ذرا اے تیغ یار
مارے زخموں کے دل مجروح تو بے دم ہوا

هم کناری کو جو اٹھی میری آہ سرد رات
آسماں پہلوتہی کرنے لگا اور خم ہوا
جان دی شعلہ نے حسن سبز سے پرہیز کر
حق میں اس بیمار کے پرہیز کرنا سم ہوا
دے جگہ شعلہ صنم کو دیدۂ نم ناک میں
گر برھمن ہے تو رکھ اس بت کو جائے پاک میں
تھے نہ سیماب مہوس نہ طلا زر گر کے ہم
کیا سمجھ کر چرخ نے ہم کو ملایا خاک میں
کیای کیفیت ہوکر بہر قصاص دخت رز [؟]
سر کو میرے کاٹ کر اٹکائیں آب تاک میں
جلوۂ گلزار ابراھیم آتا ہے نظر ٭ اے بہار حسن تیرے روی آتش ناک میں
غم اسیروں کی کچھ بھی نہیں اندمال زخم کا [؟]
باغ باں پھول ایک دو رکھ دے قفس کے چاک میں
(ورق ۱۶۱ ب)
گر نہیں تاثیر صحبت پھر بھلا اے شیخ کیوں
جاے ریش آئے نکل ریشے تری مسواک میں
منہ لگایا کر نہ اتنا خال زیر زلف کو
ہے خواص زھر مار اے شعلہ اس تریاک میں

شوق | شوق تخلص، روشن لعل، در علم موسیقی و ستار نوازی مہارتے تمام دارد۔ و اشعار ریختہ ہم می گوید۔ ازوست۔ منہ۔
گردش چشم دکھانا نہ گل اندام کہیں
یعنی ٹوٹیں گی صراحی کہیں اور جام کہیں
عقدۂ دل نہ کھلا ناخن تدبیر کے ساتھ
آخـــرش کام پڑا پنجۂ تقدیر کے ساتھ

شکیبا شکیبا تخلص، شیخ غلام حسین، جوانے ست شایسته مودب و متواضع، کلامش رنگین و عاشقانه و درد آلود۔ در جرگهٔ شعرای حضور والا شرف ملازمت دارد۔ با راقم آشناست۔ ازوست۔

نه پوچهو ماجرا هجراں کی شب کا سخت آفت هے
مہ تاباں بهی سر پر مرے خورشید قیامت هے

شغل مے تم کو تو واں صحبت مستاں میں رها
یاں عبث لخت جگر آه نمک داں میں رها

سوز دل، درد جگر، کاوش غم، داغ فراق
هم پہ کیا کیا نہ ستم دوری جاناں میں رها

دن نہ تجھ بن چین جی کو، شب نہ مجھ کو خواب هے
تابش مہر قیامت جلوهٔ مہتاب هے

چنگا هوں میں طبیب، یہ امکاں هی نہیں ٭ تو نبض دیکھتا هے یہاں جان هی نہیں
یاد اس ساق بلوریں کی دلائی مجھ کو ٭ شمع نے آگ نئے سر سے لگائی مجھ کو

لاله ساں بیٹھ اس چمن میں کون خوش دل اٹھ گیا
داغ بر دل اٹھ گیا، جوپای در گل اٹھ گیا

(ورق ۱۶۲ الف)

بیمار هجر کو ترے غم کھائے جائے هے
جلد آ پہنچ کہ سانس ابهی آئے جائے هے

زلف میں الجھے هیں گر کاکل کا سلجھایا هے پیچ
دام میں الفت کے هم نے پیچ پر کھایا هے پیچ

فقط جب سے تمہارے هو رهے هیں ٭ مخالف سب همارے هو رهے هیں
جھلک دیکھی کہیں اس نو رتن کی ٭ حجاب آلوده تارے هو رهے هیں
نگہ جو میں کی بس وهیں جاں هوا تهی ٭ نگہ کیا کوئی ناگہانی بلا تهی

نیم بسمل اس نے گر چھوڑا شکیبا غم نہیں
پر یہ غم ہے اعتبار دست قــاتل اٹھ گیا

. . . . شکیبا کی ترے لاش پڑی ہے ٭ آ دیکھ لے تو بھی سر میدان تماشا

شیفته | شیفته تخلص. اسمش معلوم نیست۔ از دورهٔ پیشینان ست۔ ازوست منه۔

عید کے دن بھی نہ دیکھا اس ھلال ابرو کو آہ
چاند دیکھا ھم نے لیکن منہ نہ دیکھا چاند سا

شہرت | شہرت تخلص، از نامش اطلاعے نیست، دو بیت از قصیدہ اش به نظر رسیده۔ ثبت می نماید۔ شاید که از شعرای دکن ست۔ ازوست۔ منه

ھے کج روی پہ ھمیشه به چرخ نا ھموار
کروں جفاؤں کا اس کی میں کس سے استفسار
ھر اک نگاہ میں کئی کئی طرح کے بدلے رنگ
به شکل بو قلموں، مثل شیشــۂ رنگار

شرر | شرر تخلص، میرزا صادق، ترک علاقۂ دنیاوی نموده۔ نوشته شد۔ [؟] ازوست۔ منه

گئے دونوں جہان کے کام سے ھم، نه ادھر کے رھے نه ادھر کے رھے
نه خدا ھی ملا نه وصال صنم، نه ادھر کے رھے نه ادھر کے رھے
(ورق ۱٦۲ ب)

رنگت حنا کی سرخ جو ھے پای یار کی ٭ انگشت پا ھر ایک کلی ھے انار کی

نخل قد جـانان نے عـجب رنگ نکالا
جوں جوں وہ بڑھا اور ھی کچھ ڈھنگ نکالا

شوق | شوق تخلص، تہمتن جنگ بہادر، عمدہ زادہ ایست به اطراف

دکن، چند شعر که در مبارک باد عید رمضان گفته - مرقوم کرده شد - ازوست - منه

عید رمضاں کی مبارک ہووے حضرت کو مدام
نام آور ہووے سیف الملک کا دنیا میں نام
حق تعالی باخوشی حم حم رکھیے با دوق و شوق
دولت و عزت ظفر دے ویں تجھے ماه [1] - امام

شاکر | شاکر تخلص، محمد شاکر - از تلامذهٔ محمد علی حشمت تحلص - زیاده از احوالش آگهی نیست - یک قطعه ار تصانیفش بهم رسیده، ثبت می گردد -

کیا پوچھے ہے حال ملاوں کا ٭ جو ان پہ گزرتی ہے گزرے [؟]
گل چیں تجھے کیا تری بلا سے ٭ گل توڑ کے تو تو گود بھرلے

شوق | شوق تخلص، نام او مسموع نه گشته، شاگرد میرزا رفیع السودا - کلامش مانا بہ وضع استاد خود ست - ازوست -

سر شک گرم سے دل ہے کباب در تہ آب
ہوا ہے چشم کا خانہ خراب در تہ آب
شوق گو عشق سے رسوای دو عالم ہے ولے
شکر صد شکر ترے پیچھے تو بد نام ہوا

شور | شور تخلص، میرزا محمود بیگ عرف ملهو بیگ، اصلش از ایران زمین، مولدش دارالخلافهٔ شاه جهان آباد - جوان سپاهی پیشه - طبع موزون و فکر رسا داشت (ورق ۱۶۳ الف) کلامش دل نشین و سرور افزاست - باراقم آشنا بود - دریں ولا در صف جنگ کشته شد - افسوس که در عین شباب جهان فانی را پدرود کرد - و داغ غم و الم بر دل آشنایان و یاران گزاشت - خدایش بیا مرزاد - ازوست - منہ

---

(۱) کذا

اک آہ سرد بھرنا اور دل کو تھام لینا ؛ ہوتا ہے گاہ گاہے یوں اس کا نام لینا
واں قتل کو ہمارے ارشاد کررہے ہیں ؛ یاں کلمۂ شہادت ہم یاد کررہے ہیں

دست مشاطہ سے جو زلف کو واں شانہ ہوا
یاں وہیں درد مرے پہنچے کو تا شانہ ہوا

جہاں میں بیٹھا غرور سے جو اسی نے جور و ستم اٹھائے
مسافرانِ سرائے فانی چلے چلو تم قدم اٹھائے

غضب آنکھیں، ستم ابرو، عجب منہ کی صفائی ہے
خدا نے اپنے ہاتھوں سے تری صورت بنائی ہے

خلق جس شوخ کی بجرائی ہے ؛ طبع اپنی بھی ادھر آئی ہے

جو ایسی تجھے آنے کی یاں امنگ نہیں [؟]
تو جان اپنے بھی جینے کا کوئی ڈھنگ نہیں

شرف | شرف تخلص، از نامش آگہی نیست۔ متوطن حیدرآباد غزلے از تصانیفش اکثر زبان زد مطربان و اہل نشاط دارالخلافہ است۔ مذاق کلامش صوفیانہ۔ دوسہ شعر از غزل مذکور بنا بر یادگار قلمی نمودہ شد۔ ازوست۔ منہ

خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو میں رہا نہ تو تو رہا جو رہی سو بے خبری رہی
(ورق ۱۶۳ ب)

شہ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی
نہ جنوں کی پردہ دری رہی نہ خرد کی بخیہ گری رہی

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جو دھری تھی ووہیں دھری رہی

شوق | شوق تخلص، محمد بخش، شخصے ست سپاہی پیشہ، زیادہ از احوالش اطلاعے نیست۔ ازوست۔

مرجھایا تصور میں ہم آغوشی کی وہ تو
اس گل کی اب اس طور سے نازک بدنی ھے
اے شوق اچھالے ھے وہ شیشے کو نشے میں
منظور کسی کی تو اسے دل شکنی ھے

رشک مہ تاباں رخ رخشاں ھے تیرا
جوں مطلع خورشید گریباں ھے تیرا
کس کے قلم صنع نے اس خط کو لکھا ھے
سر مشق گلستاں خط ریحاں ھے تیرا

جس نے گل گوں یہ ترا عارض زیبا دیکھا
اشک خونیں میں اسے غرق سراپا دیکھا
دیکھ عالم کے لیے ہم نے طبیب اور حکیم
نہ کسی پاس علاج دل شیدا دیکھا
سوز دل، اشک رواں، نالۂ شب، آہ سحر
عشق میں ہم نے بھی کیا کیا نہ تماشا دیکھا

ہم کو مے خانے میں ھے ساقی گل فام سے کام
نہ غرض بادۂ و مینا سے نہ کچھ جام سے کام

اشک گل گوں جب سے ھے اپنا طرار آستیں
لعل و گوھر سے نہیں ھرگز نیاز آستیں (ورق ١٦٤ الف)

خط مشکیں ترا سر مشق حسن دست بالا ھے
نہیں کار غلاماں یہ مقرر کار آغا ھے

آنکھوں سے جو یوں اشک مری متصل آوے
ڈرتا ھوں کہیں بہ کے نکل لخت دل آوے

شاداں شاداں تخلص، میر حسن علی نام، معلوم نیست کہ کجائے ست۔ ازوست۔

بد وضع بھی بہت ہو تم گرچہ خوب رو ہو
پر میری یہ دعا ہے دنیا ہو اور تو ہو

شاد ، شاد تخلص، متوطن قصبۂ بڈھانہ، مدتے ست کہ طرف دکن رفتہ - ازوست

خون ٹپکے تھا آنکھوں سے ، اگے جھڑے شرر بھی
کامل ہوئے فن اپنے میں یہ دیدۂ تر بھی

شوق | شوق تخلص، شیخ الہی بخش، متوطن مستقرالخلافہ اکبرآباد - بالفعل در فرح آباد بہ سرکار صاحب عالم میرزا مظفر بخت بہادر خلف الرشید شہ زادۂ جہانیاں میرزا جواں بخت مرحوم مغفور در جرگۂ منشیان سرفراز - شخص حلیق و شاعر شیریں کلام ست در انشا پردازی نیز مہارت دارد - چناں چہ کتاب قوانین السلطنت در نثر کہ تصنیف اوست ، روز ملازمت بہ حضور والا پیش کش نمودہ - ماورای ایں انشاء و مکاتیب خوب در زبان اردو از ذہن صافیش سر انجام پزیرفتہ - وہم دو دیوان فارسی و ریختہ مملواز اقسام شعر مرتب ساختہ - حسب اتفاق وارد دارالخلافہ گشتہ بود - چند اشعار کہ زبانیش مسموع گردیدہ ، دریں مجموع مندرج کردہ شد - ازوست - منہ (ورق ۱٦٤ ب)
دیکھے جو رنگ اس مژۂ اشک بار کا ٭ دل خجلتوں سے آب ہو ابر بہار کا

نے اشک گرم و نے نفس آتشیں رہا
اپنا مگر یہ ایک دم واپسیں رہا
روز ہجوم غم نہ رہا جب کوئی رفیق
تھامے یہ طفل اشک مری آستیں رہا
اس خاکسار کو کوئی کیوں کر اٹھا سکے
جوں نقش پا جہاں کہ یہ بیٹھا وہیں رہا
از بس کہ گرم و سرد جہاں در گزار ہے
گرمی کہیں رہی نہ زمستاں کہیں رہا

باد خزاں نے دھر کا گلشن دیا اجاڑ
نسریں نــه نسترن نـه گل یاسمیں رھا
بیرنگی فلک سے همیشه کسو کے پاس
نے سیم و زر جہاں میں نه در ثمیں رھا
سب اٹھ گئے جہاں سے کیومرث و کیقباد
پیوستــه کون زیــر سپہـر بریں رھا
خاک عدم میں قیصر و خاقاں سے مل گئے
جز نام کچھ نشاں نه به روئے زمیں رھا
هم نے جو واصلات جہـاں کو کیا شمار
باقی پــه ایک نام جہاں آفریں رھا

شرر | شرر تخلص، میرزا جعفر، برادر کوچک جامع کمالات حکیم مرزا محمد عشق تخلص ـ جوانے بود سپاهی پیشه، از چندے طرف حیدر آباد رفته، هماں جا ودیعت حیات به متقاضی اجل سپرد ـ خدایش بیامرزاد ـ

اس رند خراباتی سے گر آپ خفا هیں
پھر بزم میں مے خوارو‌ں میں کیوں جلوه نما هیں (ورق ۱۶۵ الف)
اے عشق حگر سوز شرر کی تجھے سوگند
اک شعلۀ جاں سوز کـه مشتاق فنا هیں

شائق شائق تخلص، میر حاجی نام، شاگرد میر هدایت علی کیفی تخلص، جوانیست متخلق به صفات گونا گوں ـ شوق موسی در دلش نہایت متمکن ـ شعر ریخته گاهے می گوید ـ ازوست ـ

نہیں کسی سے جہاں میں غبار رکھتا هوں
دل اپنا صاف میں آئینـه وار رکھتا هوں
میں اس جہاں میں دل داغ دار رکھتا هوں
به رنگ لاله عجب اک بہـار رکھتا هوں

اس سنگ دل کے دل میں ذرا بھی نہ راہ کی
تاثیر ہم نے دیکھ لی بس اپنی آہ کی
تم کھینچے رہا کرو تروار کو میاں
ایسا تو کام کر گئی برچھی نگاہ کی
نہ پوچھو یار کی آسایش کی ہم اس بحر ہستی میں
حباب آسا کوئی دم کے یہاں مہمان بیٹھے ہیں

شاد شاد تخلص، میر احمد حسین، سید صحیح النسب۔ بزرگانش قریب شش صد سال منقضی شده، که از حجاز در عہد سلطان شمس الدین التمش به هندوستان رسید (ند) سید منظور الفعل ساکن قصبهٔ تنکده آباد ست۔ و به عہدهٔ سررشته داری عدالت ضلع مرتبهٔ منصب۔ طبعش موزون و کلامش دل چسپ۔ از طبع زاد اوست۔

لب ہلا دے کبھی بس ایسی بھی رعنائی کیا
کام آوے گی قیامت کو مسیحائی کیا
قربان برے میرے کمان دار ادھر
پھر کی [پھڑکے!] ہے بر' صید دل افگار ادھر

شیدا سیدا تخلص. شاعر متقدمین ست۔ حالاتش معلوم نیست۔ ازوست (ورق ۱۶۵ ب)۔

رہے ہے کوہ میں فرہاد قیس بن میں رہے
فلک یہ شیدا نہ کس طرح وطن میں رہے

شادان شادان تخلص، میر رجب علی درویشے ست متوکل، شاگرد بھوری خان آشفته۔ در مشاعرهٔ مہدی علی خان عشق اکثر اورا دیده می شد۔ از چندے به نظر نه رسیده معلوم نیست که کجا ست۔ ازوست

دل نه دیجے آه شادان طفل ابتر کو کبھو
یاد ہے مجھ کو یه نکته حضرت استاد سے

شیفته شیفته تخلص، حافظ عبدالصمد، مولوی زاده اے ست۔ روزگار در

فرقــہ سپاہ می کنــد۔ اصلاح شعر این هم از بهوری خاں گرفته۔
ازوست ۔ منه

بے سبب کاکل مشکیں کو یہ شانہ کیا تھا
منہہ چھپانا تھا اگر تو یہ بہانہ کیا تھا

شوق | شوق تخلص، حافظ غلام رسول، باشندۂ دار الخلافه، نوجوانے ست سپاهی وضع، شاگرد میاں نصیر، اشعارِ ریختــه به طور استاد خود خوب می گفت ۔ ازوست ۔ منه ۔

لکھا ہوا تھا یہ اس مہ جبیں کے پردے پر
نہیں ہے کوئی اب ایسا زمیں کے پردے پر
کھلے کسی پہ بھلا کیوں کہ راز عالم غیب
کہ عقل گم ہے جہاں آفریں کے پردے پر
مرے مزار کے چو گرد کھینچنا دیوار
موا ہوں میں کسی پردہ نشیں کے پردے پر
تو نہ کہہ قاتل کہ میں ہی صاحب شمشیر ہوں
پاس اپنے میں بھی رکھتا آہ کا اک تیر ہوں
آپ کو رکھتا تھا جی سے کرکے سو تدبیر کھینچ
لے گئی کوچے میں اس کے پھر مجھے تقدیر کھینچ
دیتا ہے جام میں وہ ہمیں کب شراب تلخ
لگتا ہے ترش روئی ساقی سے آب تلخ (ورق ۱٦٦ الف)

شاغل | شاغل تخلص، اسمش معلوم نیست، و نه حالاتش مفهوم ۔ از طبع زاد اوست ۔

جاتی نہیں ہے اس سے تری فکر زلف و رخ
شاغل کو روز و شب ہے ترا ذکر زلف و رخ

شوکت | شوکت تخلص، محمد منیف، خلف میر رستم علی که صاحب تصانیف ست۔ متوطن قصبه بجنور، شاگرد میر غلام علی عشرت بریلوی۔ جوانے خوش طبع ست۔ از کلام اوست۔

یاں تک اس چشم کے باعث ہوا آزار مجھے
دیکھ حیراں ہو رہی نرگس بیمار مجھے
مجھ میں اور ابر میں ہے معرکہ آرائی آج
سرخ رو رکھیو اب اے دیدۂ خوں بار مجھے
عشق کے دل سے لگی جان و جگر کو آتش
ایک گھر سے لگے جوں دوسرے گھر کو آتش

ہر لخت دل یہ پارۂ سوزاں ہے آگ کا ٭ مژگاں زیر آج یہ طوفاں ہے آب کا
کاٹ ہے جو ابروے خم دار میں ٭ ہے یہ برش کب کسی تروار میں

غلماں کی نہ کچھ اس کو نہ کچھ حور کی سوجھی
زاہد کو جو شکل اس بت مغرور کی سوجھی

شگفته | شگفته تخلص، از جمله سلاطینان ست۔ طبع موزوں دارد۔ افکارش برجسته۔ مضمون اکثر اشعار طبع زادش پسند خاطر سامعاں۔

نثار تیر نگہ پر نہ دل ہوا میرا ٭ فداے دشنۂ مژگاں ہے یہ گلا میرا

تم اپنی تیغ کا جوہر مجھے دکھا نہ سکے
جو ایک وار بھی سر پر مرے لگا نہ سکے

یقیں ہے مجھ کو شگفته بہ جز نسیم وصال[1]
اس اپنے غنچۂ دل کو صبا کھلا نہ سکے (ورق ۱۶۶ ب)

شورش | شورش تخلص، نا (م) قادر حسین۔ شاگرد ثناء الله خان فراق۔ کما حقه از احوال مومی الیه اطلاع نیست۔ ازوست۔ منه۔

آرزو دل کی هوی تیری ملاقات سے کم
جی دھڑکتا هے گھڑی هوتی هے جو رات سے کم

باد صبا چمن میں گر هو گزار میرا[1] ٭ اس گل بدن سے کہیو هے انتظار میرا

شہرت شہرت تخلص، امیر بخش، اصلش از خطۂ کشمیر جنت نظیر۔ از دو پشت بزرگانش به دارالخلافۂ شاه جہان آباد توطن اختیار کردند۔ جوان مودب و متواضع۔ شاگرد ثناء الله خان فراق۔ در زمرۂ خواصان حضور والا عز ملازمی دارد۔ ازوست۔ منه۔

حسرت پڑی ٹپکی هے سنگ مزار سے
آئینے کو جلادو همارے مزار سے
هیکل سے کیوں که هو نه اسے بے کلی بهلا
حس کی کمر لچکتی هو پهولوں کے هار سے
هماری آنکھوں میں تاریک هو گیا عالم
به وقت شام جو تم گهر سے سر کهلے نکلے

شمس شمس تخلص، میر شمس الدین علی، سید صحیح النسب، عرف میرزا چمن۔ نبیرۂ سیف الدوله سید رضی خان بہادر۔ نوجوانے ست به زیور حلم و حیا آراسته۔ بسیار خلیق و مودب و متواضع۔ به سبب موزونی طبع خیال شعر گوئی دارد۔ شعرے از غزل طرحیش به یاد مؤلف مانده۔ ثبت نموده۔ ازوست۔

سن کے رونے کی مرے آواز کہتا هے وه شوخ
یه وهی کم بخت شاید یاں پس دیوار هے (ورق ۱۶۷ الف)

شریف شریف تخلص، میرزا شریف بیگ۔ مرد ظریف مزاج ست۔ و بعضے اوقات اشعار ریخته می گوید ازوست۔

شریف رونے په آجائیں گر یه دیدهٔ تر ٭ تو آبرو نه رهے کچھ گھٹا برسنے کی

---

(۱) دونوں مصرعوں میں "میرا" کی بجای "تیرا" کا محل هی

۱؎ تجھ میں انداز و ادا اور دل ربائی قہر ہے
ساری باتیں خوب ہیں لیکن لڑائی قہر ہے

شگفتہ شگفتہ تخلص، بدہ سنگھ، قوم حداد ـ شاگرد بوری خاں آشفتہ ـ جوان سپاہی پیشہ، خوش وضع ست ـ ازوست ـ مہ ـ

ٹوٹے پڑے ہیں ساغر ٹکڑے گلابیاں ہیں
ساقی کی مے کدے میں یہ بد شرابیاں ہیں
ہجر کی آتش نے جب سے دل میں آ بستر کیا
شعلہ ہم بستر کیا بستر کو خاکستر کیا

پروانہ وار جل کر گو خاک ہوگئے ہم ٭ پر شمع رو نہ چوکا اپنی شرارتوں سے

شرف | شرف تخلص، شاعرے بود در عہد اعلی حضرت عرش منزل حضرت عزیزالدین عالمگیر ثانی بادشاہ مغفور ـ مدتے شد کہ ازیں دار ناپای دار رحلت نمود ـ خدایش بیامرزاد ـ شعرے ازو بہ سمع رسید مرقوم گردید ـ مہ ـ

دشت لیلی میں نہیں ریگ رواں ہر ساعت
خاک مجنوں ہے کہ زنجیر بہ پا پھرتی ہے

شاعر | شاعر تخلص، المعروف بہ میر کلو کہ قرابت قریبہ با خواجہ میر درد رحمۃاللہ علیہ دارد ـ ازوست ـ

ٹک بھی گرچیں بہ جبیں کیجیے گا ٭ ہم نہیں ہیں یہ یقین کیجیے گا

تھا ایک دل بساط میں سو وہ بھی کھو دیا
خانہ خراب آنکھوں نے مجھ کو ڈبو دیا
عشق کے سودائیوں کی کس سے یاں تدبیر ہو
ہاں مگر زلف چلیپا آن کر زنجیر ہو (ورق۱۶۷ ب)

---

(۱) یہ شعر حاشیہ پر درج ہے

جان لے شاعر یہ دنیا وہ ہے قحبہ فاحشہ
جو ملے اس سے اسے چھٹ منصب و جاگیر ہو

رباعی

هر چند تلاش جا به جا کر دیکھا ٭ پایا نہ اسے کہیں جو جاکر دیکھا
مدت کے بعد آج مارے ہم نے ٭ اس بت کو اپنے خدا کر دیکھا

شرف | شرف تخلص، میرزا شرف الدین بیگ، باشندۂ لکھنؤ روش شعر گوئیش بسیار مرغوب۔ ازوست۔

در دنداں ہیں یہ تیرے لبِ خنداں کے بیچ
یا کہ الماس کی معدن ہے بدخشاں کے بیچ
دیکھ کر زلف و خط یار گلستاں کے بیچ
صبح سر گوشی سی تھی سبنل و ریحان کے بیچ
آج کچھ رقص میں ہے قس بانگ حدی [؟]
طاہرا ناقۂ لیلی ہے بیاباں کے بیچ

مژگاں اس کی برچھی ہیں یا خنجر ہیں یا بھالے ہیں
سینہ سپر یاں ہم بھی ہیں سب اپنے دیکھے بھالے ہیں

شائق | شائق تخلص، محمد نذیر الدین حسن نام، ابن شاہ غلام محی الدین۔ درویشے اصلش ار صوبۂ سر ہند۔ متوطن بلدۂ بریلی، قوم شیخ۔ از پیرزادہ ہائی آں جاست۔ شخصے ست قابل و ذی ہوش از طبع زاد اوست۔ منہ

ڈرتا نہیں وہ ظالم خوں خوار کسی سے
بھڑ جائے گا اب کھینچ کے تروار کسی سے

یہ جو سب گل عذار بیٹھے ہیں ٭ باغ دل کی بہار بیٹھے ہیں

چین اس دل کو ترے نہ ایک آن [1] ترے بن آیا
دن گیا رات گئی رات گئی دن آیا

(۱) کذا « تری » زائد ہو

شوق شوق تخلص، جوہر بیگ ساکن لکھنؤ۔ از شاگردان مصحفی به زیارت مشهد مقدس (ورق ١٦٨ الف) مشرف گشته۔ در فن نغز و معما وغیرہ دخلے دارد۔ ازوست۔ منه

تجھ بن قلق سے بستر غم پر تمام رات ٭ تڑپا کیا مرا دل مضطر تمام رات

عرق جب اس پری کے چہرۂ گل نار سے ٹپکے
نہ کیوں کر اشک حسرت پھر گل گلزار سے ٹپکے

اگر دعوائے ہم چشمی کرے وہ تجھ سے گلشن میں
لہو فی الفور چشم نرگس بیمار سے ٹپکے

تری دہشت سے جلاد فلک کو قشعریرہ ہے
لہو کیوں کر نہ اے قاتل تری تلوار سے ٹپکے

ہمارا حال زار اے شوق وہ آکر اگر دیکھے
یہ کیا ممکن ہے جو آنسو نہ چشم یار سے ٹپکے

کل شیخ س کے مجتہد عصر ساقیا
دکھلا کے باغ سبز عذاب و ثواب کا

کہنے لگے ز راہ تنخــتر مجھے نطــر
معلوم ہوگا حشر میں پیــا شراب کا

ہم نے کہا کہ ہم بھی تو ہیں خوب جانتے
پر کیا کریں، کہ ہے ابھی عالم شباب کا

گستاخی ہو معــاف تو اک عرض میں کروں
لیکن نہ کیجیے مجھے مورد عتــاب کا

تقوی ہمارے آگے ہو جب آپ کا درست
اور تب یقین آپ سے ہو اجتنــاب کا

مے ہووے کنج باغ ہو ساقی ہو ماہ وش
اور کوئی واں مخل نہ ہو باعث حجاب کا

گردن میں ہاتھ ڈال کے وہ شوخ بے حیا
یہ ریش جس پہ جلوہ (ہے) رنگ خضاب کا

رکھ اس پہ اور منہ سے ملا کر وہ اپنا منہ
دے ذائقہ زباں کو دہن کے لعاب کا

منت سے یوں کہے کہ مرا تو لہو پیے
گر پی نہ جاوے جلد یہ پیالہ شراب کا (ورق ۱۶۸ ب)

اس وقت ہم سلام کریں قبلہ آپ کو
گر آپ خوف کیجیے روز حساب کا

اور امتحاں بغیر تو یہ آپ کا غلام
قائل نہیں ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا

حرف الصاد

صاحب | صاحب تخلص ، مظفرالدوله ممتازالملک نواب ظفریاب خان بهادر نصرت جنگ ـ فرنگی نسب ـ خلف ظفر یاب خان شمرو صاحب که از حضور انور محالات بزماوه و کوتانه وغیره در جایداد کنبوی او مقرر ـ و والده‌اش زیب‌النسا بیگم مختار نظم و نسق فوج و جایداد ست ـ و خود اوقات به وضع امرا بسر می برد ـ در ایامے که وارد دارالخلافه بود ـ مجلس مشاعره در خانه منعقد می نمود ـ راقم هم چند بار در مشاعره اش رفته ـ آں جاهمه شعراے شاه جهان آباد روز مشاعره در خانه اش می شد [؟] بسیار صاحب شعور و سلیقه مند به نظر رسیده ـ و خط نستعلیق خوب می نوشت ـ و در فن مصوری و علم موسیقی مهارت داشت ـ در شعر گوئی و شعر فهمی ماهر بود ـ افسوس که در عین شباب بغتةً به علت هیضه ازیں جهان فانی سفر آخرت گزید ـ منه

نظر آیا مجھے شب بام پہ پیارا اپنا ٭ مارے اب کچھ ہے بلندی پہ ستارا اپنا
ہے زلف حلقہ زن خط دل برکے آس پاس ٭ یا اژدھا ہے فوج سکندر کے آس پاس
(ورق ۱٦۹ الف)

صدق صدق تخلص، از نامش اطلاعے نیست ۔ باشندۂ حیدرآباد ۔ اشعار برجستہ می گوید ۔ منہ

کیا سرمے کو آنکھوں میں نظر بند ٭ رکھا مرغ حنا ہاتھوں میں پر بند
رگ گل سے بھی نازک تر ہیں پیارے ٭ گلابی پیرہن کا تیرے ہر بند
تصور میں ترے ہر روز بنش [؟] ٭ نہیں ہوتی کبھی یہ چشم تر بند
بہ دقت اشک اب نکلے ہے شاید ٭ ہوا آنکھوں میں اب لخت جگر بند
ہوا جو صاف مشرب آئنہ سا ٭ رکھے کب نیک و بد کے منہ پہ دربند
کہاں نکلے ہے تار زلف سے دل ٭ کرے پرواز کیوں کر مرغ پر بند

دھن سے تیرے سخن جیسے در فشاں نکلے
صدف سے یوں در شہوار پر کہاں نکلے
سخن وروں کو کرے تنگ معنی باریک
جو مو کمر کا تری ذکر درمیاں نکلے
جگر کے داغ پہ جب ٹھہرے مرہم کافور
بسان پنبہ اگر مغز استخواں نکلے
چلے جو قافلۂ اشک دل سے نکلے آہ
فغاں کرے ہے جرس تب کہ کارواں نکلے
چمن میں یار اگر آوے ہو بسنتی پوش
گلوں سے ۰۰۰۰۰ عرق رنگ زعفراں نکلے
نکالے بیضۂ خالی حباب کا بلبل
کنار بحر جو گل رو ترا بیاں نکلے

نگاہ گرم سے دیکھا ہے شمع نے شاید
جو آپ بزم سے برہم عرق فشاں نکلے
تمہاری مانگ میں تابندہ دیکھ سلک گہر
فلک پہ شب کو نہ خجلت سے کہکشاں سے نکلے (ورق ۱۶۹ ب)
بغیر نقطۂ موہوم فلسفی نہ کہے
جو شوخ تنگ دہن کا اگر بیاں نکلے
ثبوت لا یتجزی کے جز کی ہو تقسیم
ہنسی جب اس کے لبوں سے شکر فشاں نکلے

صفدری صفدری تخلص، میر صادق علی، برادر سیومی مفخرالشعرا میر نظام الدین ممنون۔ کلامش عاشقانہ است۔ از برادر بزرگ خود اصلاح می گرفت۔ ازوست۔ مہ۔

یہاں چشم تر و پر خوں دل مستانہ رکھتے ہیں
نہ پروائے سبو نے حاجت پیمانہ رکھتے ہیں
نہیں معلوم دل میں صفدری کے درد کیسا ہے
کہ ہر دم ہاتھ سینے پر وہ بے تابانہ رکھتے ہیں

صابر صابر تخلص، صابر شاہ نام، درویشے بود در عہد فردوس آرامگاہ ــــ اشعار بہ رویۂ آں وقت می گفت۔ ازوست۔

جو ہم بستر نہ ہو ہم سے تو تجھ سے کیا شکایت ہے
نظر بھر کر ہمیں اک دیکھنا تیرا کفایت ہے

صفدر صفدر تخلص، میر صفدر علی، از حالاتش کما ینبغی اطلاع نیست۔ ازوست۔

دل پر مرے رکھ ہاتھ ذرا جان سمجھ کر
اخگر کو نہ لے لعل بدخشاں سمجھ کر

آنکھ اپنی یہ کس کیے دردنداں پہ پڑی ہے
جو نار (ہے) آنسو کا سو موتی کی لڑی ہے

صیاد| صیاد تخلص، میرزا غلام حسین، متوطن دارالخلافہ، در تحصیل علوم رسمیہ سعی جمیلہ بہ کار بردہ۔ شاگرد میر عزت اللہ عشق ست۔ ازوست۔ منہ۔

چلون سے اس نگہ کی کیا دل شکار ہے
یہ وہ مثل ہے ٹٹی کی اوجھل شکار ہے (ورق ۱۷۰ الف)

صاحب| صاحب تخلص، شاعرے قدیم صاحب دیوان۔ ازوست۔

کل جو وہ آتے ہوئے جانب گلزار جھکا
سرو بھی واسطے تعظیم کے یک بار جھکا
زور کیفیت مے ہے کہ سبھی جھکتے ہیں
جام پر شیشہ جھکا، شیشہ پہ مے خوار جھکا

صبر| صبر تخلص، میرزا غلام حسین بیگ فرزند حکیم محمد علی خاں اصلش از خطۂ کشمیر جنت نظیر۔ از دوسہ پشت در دارالخلافہ بزرگانش توطن اختیار نمودہ۔ جوان ذکی ذی ہوش معلوم می شود۔ شاگرد حافظ میر عزت اللہ عشق۔ ازوست

گہے قصد حرم، گاہے سربت خانہ رکھتے ہیں
غرض ہم بھی عجب ہی مشرب مستانہ رکھتے ہیں

صبا| تخلص، میرزا راجہ شنکر ناتھ بہادر۔ فرزند میرزا راجہ رام ناتھ بہادر است۔ پیش کاری نظارت حضور والا ارثاً بہ ذاتش متعلق۔ راجۂ عمدہ معاش، و مقرب حضور فیض گنجور بود۔ طبع موزون و فکر رسا داشت۔ بہ خانۂ خود مجلس مشاعرہ منعقد می کرد۔ شعر بہ طرز خوب می گفت۔ اوراست۔ منہ

دل جب اس کی نگہ مست کا مخمور ہوا
سر خوش کیفیت بادۂ انگور ہوا

تم دور رہا چاہو تو کچھ دور نہیں ہے
پر ہم میں جدا رہنے کا مقدور نہیں ہے
ہوں میں صدقے ترے بہانے کا ٭ روز ڈھب یاد ہے نہ آنے کا
یاں تک آئے جو نہیں دیکھ کے تم کالی رات
اس بہانے سے عرص آپ نے یوں ٹالی رات (ورق ۱۷۰ ب)

صفدری صفدری تخلص، از زمرۂ شعرائے سلف ست احوالش مطلق بہ سمع نہ رسیدہ۔ رویۂ شعر گوئیش ماہا بہ کلام پیشینان ست۔ ازوست منہ

خاتم دست سلیماں ہے پری رو کا بدن
لعل لب کا جس پہ یاقوتی نگینہ ہے عجب
باقی رہا ہے اور بھی کچھ امتحاں ہنوز
جاتا نہیں ہے آپ کے دل سے گماں ہنوز

صادق صادق تخلص، میر جعفر خان، شخصے از جرگۂ امرائے دارالخلافہ بود۔ مدتے شد کہ انتقال نمود۔ خدایش بیا مرزاد۔ ازوست۔ منہ۔

دل ہے یہ یا کباب ہے کوئی ٭ عاشقی کیا عذاب ہے کوئی
شرم سے نام وہ نہیں لیتا ٭ پر ہمارا خطاب ہے کوئی
بتاں کو کیا مزا حقہ پئے سے ٭ کہ منہ میٹھا نہ ہو گڑگڑ کیے سے

صفا صفا تخلص، منولعل قوم کایتھ۔ ساکن لکھنؤ شاگرد [1] مصحفی ازوست۔

جو عاشق ہوگئے پر مر گئے ہیں ٭ وہی کچھ نام اپنا کر گئے ہیں
چرخ [2] کوکب یہ سلیقہ ہے دل آزاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(۱) ولد رای بورن چند اخبار نویس شاگرد میر تقی۔ صاحب دیوان گرری۔ بعض صاحب تذکرہ نے ان کو مصحفی کا شاگرد لکھا ہے (سخن شعرا)
(۲) چرخ کوکب یہ سلیقہ تھا ستم گاری میں (سخن شعرا ۲۸۱)

خدمت میں تمہاری پھر میں آؤں تو کچھ کہنا
منہ بار دگر تم کو دکھلاؤں تو کچھ کہنا

صانع | صانع تخلص، نظام الدین، شخصے بود از سادات [1] بلگرام صاحب دیوان فارسی، گاہ گاہے شعر ریختہ می گفت۔ ازوست۔ منہ۔ (ورق ۱۷۱ الف)

کھلایا سب سگ لیلی کو شب استخواں اپنا [؟]
نہ چھوڑا ھائے مجنوں نے صحرا میں نشاں اپنا [؟]

صنم کی اس محبت پر دیا تھا دین و دل صانع
نہ تھا معلوم ھو جاوے گا یوں نا مہرباں اپنا

حلے • • • • ترے جس وقت آہ کرتے ھیں
تو دود دل سے جہاں کو سیاہ کرتے ھیں

صفدر | صفدر تخلص، میر صفدر علی نام، ساکن قصبۂ سونی پت۔ سید زادہ اے ست نوجوان۔ شوق شعر گوئی در خاطرش استقرار یافتہ۔ ازوست، منہ۔

شب ماہ ترے شوق میں ھے کیا ھمہ تن چشم
خورشید بھی ھے بہر تماشا ھمہ تن چشم

تو حالی کی کرتی جو پہن کر ھو خراماں
کیوں کر نہ بنے دیکھنے والا ھمہ تن چشم

وہ ناک چڑھاتا ھے مجھے دیکھ کے اور میں
عینک کی طرح ھوں میں سراپا ھمہ تن چشم

برقع کو اٹھا منہ سے جو کرتا ھے تو باتیں
اب میں ھمہ تن گوش بنوں یا ھمہ تن چشم

شجر سوختۂ شمع سے جب گل نکلے
چاھیے بیضۂ فانوس سے بلبل نکلے

---

(۱) مخ میں ,,بالگرام،، ھے۔

کھول دیتے گرہ زلف صبا، کیوں نہ ہوے
تیرے پاؤں سے لگے رہتے، حنا کیوں نہ ہوے

صفا | صفا تخلص، از نام و نشانش مطلع نیستم۔ یک مطلع او از تذکرۂ غلام ہمدانی مصحفی بہ دست آمد، نگاشتہ شد۔ ازوست، منہ۔

محتسب جھوٹ ہے مے کس نے بھری شیشے میں
رہ گئی ہے مرے انسو کی تری شیشے میں

صبا | صبا تخلص، شاگرد میر ضیاے عظیم آبادی، اغلب کہ مشار الیہ ہم از سکنۂ (ورق ۱۷۱ ب) شہر مذکور خواہد بود۔ منہ، کلام

جمع کرکے درد سارے تونے دل پیدا کیا
کہہ تو اے دست قضا پھر اس سے کیا حاصل کیا

تربت صبا کی دیکھی کل رات دور سے جو
آئے نظر مجھے واں شمع و چراغ کتنے
جا کر جو آج دن کو دیکھا تھا کہ تفحص
اک دل جلے ہے اس میں حسرت کے داغ کتنے

سب امید اپنی کر حصول گئے ٭ اک ترے در سے ہم ملول گئے

نہ رکھ محروم بوسے سے ہمیں قاتل کہ مرتے ہیں
جو مانگے سو اسے دیتے ہیں جس کو قتل کرتے ہیں

یہ ماتم کس دوانے کا ہے یارب آج صحرا میں
کہ . . . روتی پھرتی ہیں [1] بگولے خاک اڑاتے ہیں

صادق | صادق تخلص، میر صادق علی، پسر فوج دار خاں یعنی فیل بان فیل خاصۂ حضور والا، بہ فوج داری فیل خاصہ مرشد زادۂ آفاق میرزا سلیمان شکوہ بہادر دام اقبالہ ممتاز ست۔ و اصلاح شعر از انشاء اللہ خاں گرفتہ۔ اشعار دل چسپ می گوید۔ ازوست۔

---

(۱) مخ میں "بگھولے"

آفتاب سے ہر ذرہ یہ چمکتا ھے ٭ وہ ایک نور ھے جو سب میں آجھلکتا ھے

جس نے دیکھا ھے تری جلوہ گری کا نقشہ
اس کو بھاتا ھے کب اے یار پری کا نقشہ

کوئی دیکھے آج رتبہ مرے نالۂ حزیں کا
گیا جب سے آسماں کو کیا رخ نہ پھر زمیں کا

ھو نام خدا کیوں کہ تجھ میں نہ خود آرائی
انداز سخن یہ کچھ، چہرے کی وہ زیبائی

صادق | صادق تخلص، صادق علی خاں، مولدش عظیم آباد، معاش بہ عمدگی بسر می برد۔ شخص (ورق ۱۷۲ الف) قابل و ذہین ست۔ ازوست منہ

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا ٭ اس باد نے ھمیں تو دیا سا بجھا دیا

پیری میں بھی مٹا نہ مرے دل سے داغ عشق
اس گھر میں صبح کو بھی نہ ھرگز بجھا دیا

مجھے زیر زمیں بھی چین اے گردوں نہ ھووے گا
دل بے تاب گر مجھ سے جدا مدفوں نہ ھووے گا

وہ ھے عرق سے یار کی چاہ دقن میں آب
دیکھے تو ... کے بھی بھر آوے دھن میں آب

کیا ھوا اس فصل گل میں گر مرے پروا نہیں
دل پڑا اڑتا ھے کچھ پرواز کی پروا نہیں

صادق | صادق تخلص، صادق علی شاہ، پنجابی الاصل، والا خود در فرخ آباد قلندرانہ بسر می برد۔ یک قطعہ از تصنیفاتش نگاشتہ شد۔ ازوست، منہ

آشنا ھیں غرض کے سب زن و مرد ٭ نہ ھو تو جفت ان سے رہ دلا فرد
کسو سے نفع میں نے کچھ نہ پایا ٭ بہت دل ھوگیا ھے اب مرا سرد

صادق | صادق تخلص، مرزا محمد، از زمرۂ سلاطینان عالی شان ست۔

بسیار ذکی طبع، ستودہ اطوار، گاهے شعر ریختہ موزوں می فرماید۔ ازوست۔

کس طرح ملیے بہم فرصت هے کب میرے تئیں
دوست دشمن دیکھتے هیں سب کے سب میرے تئیں

صبا | صبا تخلص، کانجی مل، قوم کایت، ذوق شعر گوئی بسیار داشت شاگرد (د) علام همدانی مصحفی۔ اشعارش اکثر خوش مضامین۔ از چندے ازیں دار فنا در گزشت۔ ازوست (ورق ۱۷۲ ب)

چلیے دامن اٹھاکر یہ کہو اس شوخ قاتل سے
کہ یہ مدفن نظر آیا هے رنگیں خون بسمل سے

کیا تونے کچھ صبا سے اے تند خو کہا تھا
روتا ہوا ادھر سے با چشم تر گیا هے

ازل سے شور تیرے عشق کا جو سر میں تھا میرے
گیا میں جی سے اپنے پر نہ وہ سر سے گیا میرے

عاشق مضطر کا سوز دل نہاں کیوں کر رهے
شمع کے شعلے کی اے یارو زباں کیوں کر رهے

هاتھوں میں تیرے پیارے یہ طائر حنا هے
یا مرغ دل هے میرا بسمل اسے کیا هے

صاحبقراں | صاحبقراں تخلص [1] نامش دریافت نہ گشتہ۔ باشندۂ لکھنؤ است شخصے هزال و فحاش۔ هرچند در ردیف و قوافی و معانی بندی و موزونیت قصورے نہ دارد۔ لیکن تمام دیوانش مملو از الفاظ فحش و هزل ست۔ و مضمون اشعارش سوائے معاملۂ کس و کیر چیزے دیگر نیست غرض کہ دریں فن یکتا و موجد وقت خود ست۔ بنا بر تفنن خاطر ناظراں و سامعاں چند اشعار از طبع زادش قلمی می گردد۔ ازوست [2]۔

---

(۱) سید امام علی ولد سید غلام حسین رضوی بلگرامی۔ معاصر جرأت و انشاء (سخن شعرا ص ۲۷۳)
(۲) مخ میں صاحبقراں کے ٦ شعر درج هیں۔ یہ شعر بو حد فحش هیں، اس لئے ان کو نقل نہیں کیا گیا

حرف الضاد

ضیا | ضیا تخلص، مرزا ضیا بخت بهادر، خلف الرشید مرشد زادهٔ آفاق میرزا فرخنده بخت بهادر مغفور۔ از ابتدای سن شباب ذوق شعر گوئی در خاطر عاطرش متمکن۔ کلام با نظامش پخته و سنجیده۔ چناں چه اکثر غزلیات سنگ لاخ از طبع وقادش به مضمون عالی سرزده۔ الحق که تصانیفش بسیار خوب ست۔ و طرز شعر گوئی نهایت مرغوب۔ چند شعر ازاں گوهر دریای سلطنت مرقوم می گردد۔ منه

نه شب کو خواب نه دن کو قرار رهتا هے ٭ مجھے کسی کا مگر انتظار رهتا هے

جو یوں جنوں کی هے پنجه دری تو اک دم میں
نه پھر تو جیب نه دامن کا تار رهتا هے

چھڑا کے کون گیا هاتھ سے ضیا دامن ٭ بندھا جو اشک کا تا جیب نار رهتا هے

هر طرف باغ کے کیا ابر سیه کار جھکا
تو بھی شیشے کا سر اے ساقی مے حوار جھکا

ضیا | ضیا تخلص، نامش معلوم نیست۔ باشندهٔ احمدآباد۔ ازوست۔ منه

گریاں و خاک اڑاتا جوں ابر جوں ببولا
صحرا میں تونے مجنوں وحشی ضیا بھی دیکھا

ضیا | ضیا تخلص، میر ضیاءالدین، سید صحیح النسب، متوطن دارالخلافه۔ از چندے به سمت (ورق ۱۷۳ ب) مشرق رفته، در عظیم آباد مسکن اختیار نمود شاعر شیریں کلام و خوش فکر بود۔ مدتے شد که به دارالبقا رحلت کرد۔ خدایش بیا مرزاد۔ منه

گھر هی کو اس کے بھولا یا راہ پھیر کی هے
یارب تو خیر کیجو قاصد نے دیر کی هے

الہی جام دے جم کو اور آئینہ سکندر کو
مجھے وہ چیز دے جس سے کروں تسخیر دل بر کو

جور کی رسم تجھ سے چھوٹ پڑے ٭ یا فلک تجھ پہ عرش ٹوٹ پڑے

صاف تھا جب تک تو ہم کو بھی جواب صاف تھا
اب جو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

ضیا | ضیا تخلص، شاعر آشفته مزاج و وارسته طبع بود۔ ازوست۔

جوں چنار اس جا نہ پھولے ہیں نہ پھل لاتے ہیں ہم
جب مراد اپنی کو پہنچے ہیں تو جل جاتے ہیں ہم

ضبط | ضبط تخلص، میر حسن شاہ، از سکناے لکھنو، از صفاتش معلوم نیست۔ اشعارش مبرا از عیوب است۔ از طبع زاد اوست۔

نقد دل وحشت میں کھوکر اک جنوں پیدا کیا
ہم نے بازار محبت میں یہ کیا سودا کیا

ضمیر | ضمیر تخلص، شیخ مداری، متوطن مستقر الخلافۃ اکبرآباد۔ شاگرد ولی محمد نظیر تخلص۔ فکر رسا دارد۔ از نتائج طبع اوست۔

[1] وہ ابھی ہے نو گل آرزو وہ ہنوز تازہ نہال ہے
نہ کچھ آئنے سے اسے خبر نہ حیا سے کچھ سروکار ہے

(ورق ۱۷٤ الف)

چشم بد دور جدھر آپ گزر کیجیے گا ٭ ایک عالم کے تئیں زیر و زبر کیجیے گا

مستوں کو جو اس نرگس مخمور کی سوجھی
پھر مے کی رہی یاد نہ انگور کی سوجھی

ضمیر | ضمیر تخلص، گنگا داس شاگرد میاں نصیر، جوانے بود مودب در علم رمل مہارتے داشت۔ و اشعار ریختہ ہم می گفت۔ از چندے مسافر

---

(۱) وہ ابھی تو ہو گل آرزو وہ ہنوز تازہ بہار ہو
نہ کچھ اپنی سی ہی اسے خبر نہ حنا سے کچھ سروکار ہو (نظیر ۳٦٤)

راہ عدم گشت ـ ازوست ـ

روکش ابر بہاری کیا یہ چشم زار ہے ٭ خندہ زن گل پر بھی زخم سینۂ افگار ہے

دن پھرے جانوں اگر دن میں کرے پھیرا وہ ایک
حواب میں بھی اس کا آنا دولت بیدار ہے

قیمت بوسہ تھا نقد دل سو وہ تو لے چکے
پھیر کیوں انکار کیا باقی رہی تکرار ہے

اس بہار باغ دل سے ہے فراغ سیر باغ
سیر گل بے رشک گل آنکھوں میں اپنی خار ہے

میں بتاتا ہوں ضمیر اب کچھ تمہیں بھی ہے خیال
چشم خواب آلودہ اس کی فتنۂ بیدار ہے

فلک تلک بھی شرارت کی ہے تری شہرت
جو برق آج بہ زیر سحاب کانپے ہے

سپر وہ باندھ کے نکلا ہے آفتابی آج ٭ ضمیر اس کے حضور آفتاب کانپے ہے

حرف الطاء

طفل | طفل تخلص ، میرزا عبدالمقتدر ، عرف میرزا طفل ، قرابت مہری بہ بادشاہ مغفور حضرت فردوس منزل انارالله برهانه دارند ـ و از زمرۂ سلاطینان اند و در صلاح و تقوی و صفات حمیده بے نظیر و در فهم و فراست و عقل (ورق ۱۷٤ ب) و کیاست چنا چه باید و شاید ـ به سبب وفور اخلاق حسنه با هر کس شفقت و عنایت می فرمایند ـ و اشعار برجسته از طبع وقادش موزوں می شوند ـ چناں چه سه دیوان اشعار مملو به اقسام از خوش فکری و بلند تلاشی تصنیف فرموده ـ راقم هم از مطالعۂ آں استفادۂ کلی (بر) داشته است ـ منه

دن به دن مونس جاں و حشت و تنہائی ہے
دل ہے میرا که کوئی وحشی و صحرائی ہے
یاد ہے یا بھول گئے ہو تھا جو باہم اختلاط
کیا ہوا کس کے کہے سے اب کیا کم اختلاط
کچھ مزاج اپنا وہ شاید اس طرف لاتے چلے
نام کو سنتے ہی میرے ہیں جو شرمائے چلے

طبیب | طبیب تخلص، میرزا ولی محمد نام، شخصے ست جراح پیشه۔ ساکن دارالخلافه۔ شاگرد ثناء الله خان فراق۔ از تصانیف اوست۔ منه

زلف کافر اور ہے ابرو کا کچھ خم اور ہے
اس کے مکھڑے کا جو دیکھا ہم نے عالم اور ہے

طالب | طالب تخلص، میر طالب علی، فرزند سید الشعرا میر غالب علی خان سید تخلص، میر منشی حضور والا که ذکرش در حرف السین مفصل مرقوم گشته۔ جوانے ست یار باش و مودب و متواضع۔ از بس که طبع موزو نے دارد، اشعار ریخته می گوید، و اصلاح از پدر بزرگ وار خود می گیرد۔ منه

مضطر ہو کب میں شب اٹھ اے ماہ رو نہ آیا
گھر سے تری گلی میں، تا بام تو نہ آیا (ورق ۱۷۵ الف)
طالب رہا میں اس کے دیدار کا یہ طالب
مطلب تھا جو که میرا آئینہ رو نہ آیا

طپش | طپش تخلص، میرزا محمد اسماعیل عرف میرزا جان، خلف یوسف بیگ۔ اصلش از بخارائے شریف، خودش در دارالخلافه تولد یافته۔ نسبش به حضرت سید جلال بخاری قدس الله تعالی سره می رسد۔ جوانے ست و جیہ و خوش خلق و خوش محاوره و یار باش و بذله‌گو و سخن سنج و شاعر خوش فکر۔ خط صرافی و سنسکرت خوب می نویسد، شاگرد حضرت خواجه میر درد قدس سره۔ باراقم به سبب هم سایگی تعارف و اخلاص تمام دارد۔

از چندے طرف بنگاله براے سعی معاش رفته است ۔ این چند شعر از طبع رساے اوست ۔ منه

هرگز نه سلاسل سے هو تسخـــیر هماری
جوں زلف بتاں چاهیے زنجـــیر هماری

کچھ تیرے سلیقے سے پھنسے هم نہیں صیاد
لائی هے همیں دام میں تقدیر هماری

کس کی طرف سے آج طپش تجھ کو یاس هے
سچ کہہ همارے سر کی قسم کیوں اداس هے

تو گیا پہلو سے پہلو متصل دکھتا رها
... رکھنے سے جب پہلو تو دل دکھتا رها

شمع رو وہ بھی اک زمانه تھا ٭ تجھ سے روشن غریب خانه تھا

ناز هے انداز هے هر دم نئی اک آن هے
دل ربائی کا غرض تیار سب سامان هے

اس گلشن جہاں میں جو آیا سو داغ هے
گل چین روز گار سے کس کو فراغ هے (ورق ۱۷۵ ب)

فغاں سے کنگرہ میں عرش اعظم کا هلاتا هوں
قیامت خفتگان خاک کے سر پر بھی لاتا هوں

نه شہر بھاے نه صحرا لگے بھلا مجھ کو ٭ الہی بیٹھے بٹھائے یه کیا هوا مجھ کو

خاک سے جام کیا ، جام سے پھر خاک کیا
تو نے کیا کیا نه کچھ (اے) گردش افلاک کیا

ساقی هے ، دور مے هے ، شب ماہ تاب هے
لیکن یہی غضب هے که تو مست خواب هے

کیا جانیے کس نے تجھے محبوب بنایا ٭ پر جس نے بنایا هے بہت خوب بنایا
کیوں وصل کی دل سے جاے امید ٭ آخر دنیا هے جاے امیـــد

ترا وہ نامہ جو تھا ہم سے کر رکھا تعویذ ٭ سو بعد مرگ ہوا ووہی قبر کا تعویذ
تربہ شہید کے اسباب غم نظر آئیے ٭ شب فراق کے کالے علم نظر آئیے

رقم ہوتا ہے فوراً نام رنگیں شاھد گل کا
ٹپکتا ہے جہاں قطرہ چمن میں خون بلبل کا

اسی امید پر دل کو مرے آرام آتا ہے
کہ رہ رہ کر یہی کہتا ہوں اب پیغام آتا ہے

ہمیں تو اشک کے قطرے کا بھی ہے تھامنا مشکل
بھلے وہ لوگ ہیں جن کے تئیں دل تھام آتا ہے

نہ جانا تھا یہ کچھ شورش ہے جام عشق پینے میں
اترتے ہی گلے سے لگ گئی اک آگ سینے میں

جھلک تیری چلون • • • • دیکھی ٭ تجلی جو سنتے تھے واللہ دیکھی
سدا وصل کا دن ہی کم ہوتے دیکھا ٭ ولے ھجر کی شب نہ کوتاہ دیکھی

بیٹھے بیٹھے یو نہیں کچھ جی میں جو آجاتا ہے
حون دو دو پہر آنکھوں سے بہا جاتا ہے (ورق ۱۷٦ الف)

رندگانی کے بھلا اب کون سے آثار ہیں
زندگی جن سے عبارت ہے وہی بے زار ہیں

خلش آہ سے ہے دکھ سحر و شام مجھے
پھانس نکلے یہ جگر سے تو ہو آرام مجھے

کشش میں آہ کی دم ایک بار ٹوٹ گیا ٭ هزار حیف کہ کھچتے ہی تار ٹوٹ گیا

اس شمع رو سے دل کو یہ لاگ لگ رہی ہے
سینے سے لے جگر تک اک آگ لگ رہی ہے

خدنگ ناز دل و سینہ میں رہا تو ہی ٭ لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا تو ہی

آہ سے فریاد سے نالے سے کچھ ہوتا نہیں
کچھ کرو اپنی طرف سے ان کو کچھ پروا نہیں

حیران ہوں بے خود ہوں صورت ہی کو تکتا ہوں
سکتے کی سی حالت ہے کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں

کہا چل دل سے میں نے اک تماشا تجھ کو دکھلادوں
تہ کاکل عرق آلودہ وہ گردن چمکتی ہے
لگا کہنے طپش کیوں کر بھلا ایسے میں نکلوں میں
اندھیری رات ہے ، برسات ہے ، بجلی چمکتی ہے

ہے فدا جب سے دیکھ کر یہ طپش ٭ خال کا تیرے گال پر نقطہ
جن دنوں میں کہ تھا نہ تیرا سبق ٭ دال خالی ہے ذال پر نقطہ
ہر طرف آج ہے بسنت کی دھوم ٭ شہر میں ہے ہر اک تماشائی
کتنے گل رو حو ہیں بسنتی پوش ٭ جی میں کھٹکے ہے جن کی رعنائی
کہتے ہیں آن کے مجھے ہنس ہنس ٭ دیکھ کر میری نا شکیبائی
ہو مبارک تمہیں جنونِ طپش ٭ . . . . بہار آئی
(ورق ۱۷٦ ب)

ہاتھ پر لایا ہوں دل کو دھر کے ارزاں چیز ہے
. . . . لے لو دست گرداں چیز ہے

مستزاد

یاد یکھ نہ سکتا ہے (تھا ؟) مجھے ٹک دل تنگ وہ غیرت ماہ
یا قتل کا اب رکھنے لگا ہے آہنگ بے جرم و گناہ
گہ مہر و وفاداری و غم خواری ہے گہ سنگ دلی
القصہ طپش یار کے ہیں کیا کیا رنگ اللہ اللہ

طالب | طالب تخلص ، معاصر ولی شاعر دکنی ست ، ازوست ۔

طالب کے خون چشم سے آلودہ کب گرے
وہ پاؤں جو حنا سے رہے سرگراں سدا

طالب | طالب تخلص، طالب علی باشندہ لکھنؤ، ازوست۔

ہر گاہ پاے سعی میں سوبار توڑیے ٭ پر رشتہ جستجو کا نہ زنہار توڑیے

طوماس | طوماس تخلص، فرنگی زادہ اے ست طوماس نام۔ مولد و منشا دارالخلافہ۔ مزاجش بہ پختہ گوئی مائل، در فن سپاہ گری راغب۔ غزلے از تصانیفش شخصے خواندہ بود، ازان جملہ یک شعر دریں مجموعہ ثبت نمودہ شد۔ منہ

سودا ہے زلف یوسف ثانی کا اس قدر
روتے ہیں ہم کھڑے سر بازار زار زار

طالب | طالب تخلص، عاشور بیگ خاں اصل‌آں از توران و مولدش دارالخلافہ۔ ذوق مہوسی در دلش متکمن۔ شاگرد میر تقی میر ست۔ در عہدے ذوالفقار میر بخشی (ورق ۱۷۷ الف) مرحوم بہ خوش معاشی و عمدگی بسربردہ۔ شخص خوص اختلاط و یار باش ست۔ گاہ گاہے شعر ریختہ می‌گوید۔ ازوست۔

رہا تجھ کو تو واں نت کام اپنا ٭ ہوا یاں کام ہی خود کام اپنا

کہاں ملتا ہے طالب ہم سے وہ شوخ ٭ ہوا بد نام ہی کیوں نام اپنا

طبیب | طبیب تخلص، سید شاہ نام، شخصے است سید، درفن طبابت ماہر، متوطن دارالسلطنت لاہور۔ اشعار ریختہ می گوید۔ اگرچہ گفتگوے باشندہ ہاے آں جا مانا بہ زبان سکنۂ دارالخلافہ نیست، لیکن در ریختہ گوئی مطلقاً مغایرت معلوم نہ می شود۔ شخصے از آں جا آمدہ بود۔ از زبانش یک مطلع بہ او مسموع [شد؟] ثبت نمودہ شد۔

نہ پوچھ اس کے لبوں سے قصہ خموش رہ اور سنا نہ ہرگز
بہ رنگ غنچہ لہو بھرے ہیں چھلک پڑیں گے، ہلا نہ ہرگز

طالب | طالب تخلص، طالب حسین، اصلش از خطۂ کشمیر جنت نظیر،

مولد و منشا دارالخلافه، در عهد نواب ذوالفقار الدوله مرحوم پدرش اعتبارے بهم رسانیده بود۔ مشارٌ الیه هم در لکهنؤ به داروغگی خاصهٔ مرشد زادهٔ آفاق مرزا سلیمان شکوه بهادر دام ظله عز امتیاز داشت۔ و در مشاعرهٔ مرشدزادهٔ آفاق به تحریک یارانِ مجلس شعر ریخته می گفت و اصلاح از میر انشاء الله خان می گرفت (ورق ۱۷۷ ب) اروست۔

اشک یوں جم گئے هیں اپنے هی مژگاں سے لپٹ
اوس جیسے که رهے خار مغیلاں سے لپٹ

حرف الظاء

ظفر[۱] ظفر تخلص، مرشد زادهٔ جهانیاں ولی عهد میرزا ابوظفر بهادر۔ تعریف و توصیف فصاحت و بلاغت که در اشعار طبع راد آں گوهر والاے دریاے سلطنت مندرج باشد، کار قلم حقائق نگارینست که ثبت نماید۔ بلکه اراں بالا ترست که کسے در خیال آرد۔ اکثر تصانیفش ناخن زن دل هاست۔ وسواے ایں به سبب ذهن رساے که به عنایت الهی در جمیع امور شائسته و لائق جهاں داری باشند، دخلے کلی دارند۔ چند شعر از تصنیف آں نو نهال چمن حشمت و اقبال به سمع مولف رسیده، ثبت می نماید۔

پی لاکھ بار صهبا، کی لاکھ بار توبه ٭ اب کرچکا میں توبه، توبه هزار توبه

دل سوزاں نه رها، دیدهٔ گریاں نه رها
عشق کا پاس مرے کچھ سروساماں نه رها

(۱) ایک دیواں کو مصحف میں جو اصل میں ذوق کا لکھا هوا هو (یادگار ۱۲۳) اگرچه درهای ریخته طبع صای حویش کم و بیش گاه گاهی به بعضی جوهریان جوهر شناش می نماید۔ اما ار برخوردار کام گار میر عزت الله عشق مد عمره و راد قدره که ارثاً سررشتهٔ استادی این دودمان عالی شاندارد، اکثر استشاره می فرماید (نفز۔ص ۲۷۲)

کوں سے گل‌رو کی [کو ؟] یارب دیکھ آئی [آئی ؟] ھے بہار
پیرھن میں جو نہیں پھولی سماتی ھے بہار

ان کی شکلیں خاک و خوں میں آہ رلیاں دیکھیاں
رنگ محلوں میں جنہوں نے رنگ رلیاں دیکھیاں

لشکر طفلاں کو لے کر ساتھ کس شوکت سے آہ
تیرے ھاتھوں سے جنوں کیا کیا نہ گلیاں دیکھیاں

کس روش کس رنگ سے کیا کہیے آتی ھے بسنت
اک شگوفہ ھی نیا گلشن سے لاتی ھے بسنت (ورق۱۷۸ الف)

دل پہ کیا زلف بلا خیز سے آفت آئی
یاد قامت بھی مرے سر پہ قیامت لائی

موج دریا بھی ھوئی شرم سے پانی پانی
صبح دم زلف مسلسل جو تری لہرائی

مثل سیماب دیا چین نہ اس نے یک جا
دل صد پارہ کے ھاتھوں سے اذیت پائی

ھم نہ کہتے تھے کہ بجھتی ھے کوئی آتش عشق
تو نے اے دیدۂ تر اور بھی اب بھڑکائی

قاصدِ اشک چلالے کے جو دل کا پیغام
کیا ظفر اس نے ملاقات کی پھر ٹھہرائی

اب بھی وہ آنکھ تری آئنہ رو ھے کہ نہیں
اگلے لوگوں پہ خدا جانیے تو ھے کہ نہیں

اپنے بیمار سے کیا پوچھے ھے کل ھے کہ نہیں
آج آ دیکھ لے کیا جانیے کل ھے کہ نہیں

بن ترے رشک چمن جی پہ بنی باغ میں تھی
نوک سبزہ مجھے برچھی کی انی باغ میں تھی

قاصد نہ چھپا ھاتھ میں رومال سے خط کو
لایا ھے یہاں تک مرے اقبال سے خط کو
شادی کا بہانہ ھے یہ جاؤگے کہیں اور
ھے باندھ لیا بند میں جو لال سے خط کو
بوسے پر آنکھ مجھ سے چرایا نہ چاھیے
یہ بے مروتی تمہیں اصلا نہ چاھیے
جو چاہ سے رکے اسے اصلا نہ چاھیے
اور چاھیے بھی آہ، تو کہنا نہ چاھیے
دکھلاؤں آن کر قد دل کش کو بام پر
تلانا روز عالم بالا نہ چاھیے
کیا ھے صلاح حضرت دل آپ کی کہو
اس بے وفا کو چاھیے اب یا نہ چاھیے
رکتا رکاوٹوں سے ھے دل اس کی اے ظفر
جب ووھی ھم کو چاھے تو پھر کیا نہ چاھیے (ورق ۱۷۸ ب)

دبا ھاتھ جو میری کروٹ کے نیچے
اتر بیٹھے ووھیں چھپر کھٹ کے نیچے
کھلتا نہ راز الفت چرچے کہیں نہ ھوتے
وہ میرے دیکھنے سے گر شرمگیں نہ ھوتے
.... اٹھائی جو بت رعنا کے واسطے
گزری کب وہ قیس پہ لیلی کے واسطے [؟]

تیغ نگاہ، تیر مژہ، خنجر ادا ٭ اتنے سلاح اس تن تنہا کے واسطے
اے عشق کام تیری کشش کا ھے ورنہ کون ٭ یوسف کو لائے کھینچ زلیخا کے واسطے
کیا کیجیے کہ بس نہیں دل لے گیا صنم ٭ مجھ کو خدا رسول کے دلوا کے واسطے

اس جنگ جو سے ڈر ہے کہ جو خون عاشقاں
گل گونہ سمجھے عارض زیبا کے واسطے

تم اپنی بزم سے کیا ہم کو ٹالتے تھے کہیں
کہ بات ہم سے تھی اور آنکھ ڈالتے تھے کہیں

عشق سے میں نے تو اک دم نہ نباھی توبہ
کیا ہی لپکا ہے پڑا یہ کہ الہی توبہ

کس کی آہ گرم کی یارب یہ سب تاثیر ہے
حالت اس آئینہ رو کی دم بہ دم تغئیر ہے

وہ شہید واجب التعظیم ہوں میں وقت قتل
واسطے مجرے کے میرے سر فرو شمشیر ہے

واہ ری الفت کہ گردن کشتگان ناز کی
تیرے کوچے کی طرف جھکتی دم تکبیر ہے

جنون میں پھاڑنے ہم ایسے پیرھن کو لگے
کہ ایک تار بھی باقی ہو تو کفن کو لگے

نعل شکل مہ نو حب ترے تو سن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہ روشن کو لگے

کھینچ کر نقشے میں مانی بت بے پیر کے ہاتھ
چومتا تھا کبھی اپنے کبھی تصویر کے ہاتھ (ورق ۱۷۹ الف)

تو اس دم آ کہ ہے وقت سحر اے گل بدن ٹھنڈا
زمیں ٹھنڈی، ہوا ٹھنڈی، مکاں ٹھنڈا، چمن ٹھنڈا

قاتل سے ہمیں اپنے شہادت طلبی ہے ٭ واں آب دم تیغ یہاں تشنہ لبی ہے

رکھے ہے مجھ کو یوں زیر فلک تقدیر چکر میں
کہ فانوس خیالی میں ہو جوں تصویر چکر میں

دل دے کے ان کو ایسی اذیت ہوئی ہمیں
اب دل کبھی نہ دیں گے نصیحت ہوئی ہمیں

ظہور | ظہور تخلص، ظہور اللہ بیگ، جوانے ست ذی ہوش، در خرد سالگی حفظ کلام اللہ نمود، اصلش از توران زمین ست و مولدش شاہ جہان آباد۔ اشعار ریختہ خوب می گوید۔

آہ کیوں وصل کی شب موت نہ آئی مجھ کو
روز فرقت کہیں دیتا نہ دکھائی مجھ کو

دل پرشوق رہے کیوں نہ رخ یار کے پاس
یعنی لازم ہے کہ بلبل رہے گل زار کے پاس

ظہور | ظہور تخلص، ظہور اللہ، شاعر عہد فردوس آرام گاہ ست۔ دیگر از احوالش اطلاع نیست۔ مطلعے خوبے ار گفتۂ اوست۔ منہ

چشم گریاں حسن سے معمور ہے ٭ چاندنی برسات کی مشہور ہے

ظاہر | ظاہر تخلص، میر محمدی، سید عالی نسب، اصلش از دار الخلافۂ شاہ جہان آباد۔ مدتے شد کہ در مستقر الخلافۂ اکبر آباد سکونت اختیار نمود۔ شاعر خوش محاورہ و شیریں کلام ست۔ در طبابت ہم مہارتے دارد۔ منہ

گلے لگ جاؤ مرے جی کو کبھو شاد کرو
خانۂ دل جو ہے ویراں اسے آباد کرو (ورق ۱۷۹ ب)

یہ تو سب جور و جفا ہوگئی خو گر ہم کو
چاہیے اب ستمِ نو کوئی ایجاد کرو

ظریف | ظریف تخلص، خدا وردی خاں، برادر کوچک سعادت یار خاں رنگین۔ بسیار خلیق۔ در فن سپاہ گری کما حقہ ماہر۔ ازوست۔

آہ و زاری ہے آج کچھ بے ڈھب ٭ بے قراری ہے آج کچھ بے ڈھب

حرف العین

عشق | عشق تخلص، شاہ گھسیٹا، ساکن عظیم آباد، درین جا بہ عزت

بسر می برد و اشعار ریختہ بہ فصاحت می گفت و دران سرزمین علم استادی بر افراشتہ بود۔ کلامش صوفیانہ، سخنانش درد مندانہ است۔ از چندے عازم دار البقا گشتہ، خدایش بیامرزاد۔ منہ

ہوئے صحرا نشیں تشریف لائیے جس کا جی چاہے
در و درباں نہیں رکھتے ہیں آئیے جس کا جی چاہے

اوروں کا جگر ناز جو تیروں سے سیے ہے
یہ عاشق جاں باختہ کس دن کے لیے ہے

نہ درد دل ہے باقی، نہ آہ، نے فغاں ہے
اے سوز عشق سچ کہہ تو ان دنوں کہاں ہے

بات کہنے کی نہیں طاقت، شکایت کیا کروں
عشق رخصت دے تو شور حشر میں برپا کروں

دل سا جگر جو رکھے سو اس کے رو بہ رو ہو
منہ دیکھو آئنے کا جو اس کے رو بہ رو ہو

کیا کیا جفائیں ظالم ہم نے تری سہی ہیں ٭ لیکن شکایتوں سے اب آشنا نہیں ہیں
عرش تا فرش سیر کر دیکھا ٭ توہی آیا نظر جدھر دیکھا

(ورق ۱۸۰ الف)

چاک دل تا بہ گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا
لخت دل زینت داماں نہ ہوا تھا سو ہوا

چل ساتھ کہ حسرت دل مرحوم سے نکلے
عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

عظیم عظیم تخلص، میرزا عظیم بیگ، مرد سپاہی وضع، ساکن دار الخلافہ، اصل آں از توران زمین۔ شاگرد شاہ حاتم۔ دعوی شاعری خیلے در دماغش متمکن بود۔ کسے را ہم سر خود دریں فن نہ می دانست۔ از قصائد و غزلیات تلاش تتبع میرزا رفیع السودا منظور می داشت۔ الحق کہ معانی باریک و

مضامین نازک در اشعار مندرج می کرد۔ روزے در مجلس مشاعرۂ امیر الدولہ میرزا میڈھو صاحب بہادر میر آتش خلف نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ مرحوم میر انشاء اللہ خان انشا تخلص با مشارٌ الیہ معارض شدہ بود۔ میرزاے مومی الیہ در ہجو ملیح خان موصوف مخمس برجستہ موزوں نمودہ۔ از بس کہ اکثر درآں معانی رنگین درج ست۔ بنا بر آں دریں نسخہ قلمی گشت۔ مدعا کہ میرزا عظیم بیگ اساد زبان آور و خوش فکر رمان خود بود۔ قصائد کہ در حمد و نعت و منقبت از طبع رساے او موزوں شدہ، پہلو بہ قصائد میرزا رفیع السودا می زند۔ با راقم تعارف داشت۔ حیف کہ جلد از سراے ناپاے دار رحلت گزید۔ خدایش بہشت بریں بجاوید [؟] از خوش کلامی اوست۔ مہ کلام۔ (ورق ۱۸۰ ب)

سوز دل جوں شمع میرا سب پہ روشن ہو گیا
مجھ کو اب جینا بھی اپنا بار گردن ہو گیا

اس قدر پتھر نے کب پایا تھا یارو رنگ سرخ
کوہ کن کے خون کی دولت ہوا ہے سنگ سرخ

دل جل کے بجھ گیا ہے کسے شوق باغ و گل
جوں شمع اب نظر میں برابر ہے داغ و گل

حال دل کہنے کی یارب ہم سے کیا تدبیر ہو
جوں قلم پہلے زباں کٹ لے تو پھر تقریر ہو

اپنے ہی دل کا اثر اس کا مگر دم ساز تھا
نالۂ نے کا بھی شب کو زور ہی انداز تھا

جوں شمع سوز دل بھی یہ شب کو فزود تھا
ہر مغز استخواں سے شعلہ نمود تھا

ساقیا مے کی ہوس مدت سے کم رکھتے ہیں ہم
خون دل اپنے سے رغبت دم بہ دم رکھتے ہیں ہم

درد دل کہنے کا از بس ربط کم رکھتے ہیں ہم
شکل خامے کی زباں گویا قلم رکھتے ہیں ہم

قطرۂ نیساں کا موتی فی الحقیقت آب ہے
اشک جو آنکھوں سے ٹپکا گوہر نایاب ہے

جوں شمع کب چھپے ہے مرے سوز جاں کی بات
سر کاٹو تو گلے سے ہو روشن زباں کی بات

جب منہ بھی ہم ترے نہ لب گور تک لگے
بوسے کی پھر امید تھی کیسی کہاں کی بات

دامان ریش پردۂ عصمت ترا ہے شیخ
یک مو، جو سر نہ فاش ہوا اس نے ڈھانکی بات

اٹھا ہوں سر بکف لیے تقریر پر عظیم
جوں شمع سر کے ساتھ ہے میری زبان کی بات

کل چشم خوں فشاں سے گل زار پیرہن تھا
دامن کا تھا جو تختہ یک تختۂ چمن تھا

یارب عظیم کو بھی کیجو غریق رحمت
آوارۂ جنوں سا یک صاحبِ سخن تھا (ورق ١٨١ الف)

. . . .

ہندوستاں سے لے کر مشہور تا دکھن تھا

اک دن جو گھر سے نکلا خط شعاع آسا
بکھرا ہوا بدن پر ہر تار پیرہن تھا

اور ما سواے اس کے کہتے ہیں مرتے مرتے
عریاں تنی سے حو گر اس کا زبس بدن تھا

دیکھا جو دفن کرکے جوں شمع پر ہو فانوس
تربت میں دور تن سے بالشت بھر کفن تھا

یاں عذر پزیرا ہو بڑے ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ سے
جوں غنچه زباں نکالے ہے اک لب کے ہلے سے
۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰
نکلا ہے ترا ہاتھ جو پتھر کے تلے سے
چھپتا ہے کوئی شمع صفت سوز دل اپنا
سر کاٹو اگر تو ہو نمودار گلے سے

پاس سخن سہی ہے یہاں اس کی شان پر ٭ مانند خامه دے سر اپنا زبان پر [؟]
تقریر سر گرشت نه پوچھو که شمع وار ٭ آتا ہے گریه ہر سر حرف زبان پر

فارغ ہے کش مکش سے جہاں کی شکسته دل
پہنچے نه ہاتھ شانے کا چینی کے بال پر
اے عمر دی ثمر نه کھلا غم وفات سے
منه دھو رکھا ہے خضر نے آب حیات سے
جلتی ہے شرح سوز سے میری زبانِ کلک
ہر دم ملے ہے نے جو سیاہی دوات سے
طور کردے تا تھا شعله جس کا گر کہسار پر
اب شرر ہے خنده زن اس آہ آتش بار پر

ابرو ہے حرم، زلف ہے اسلام ہمارا ٭ کاکل ہے ترا جامۂ احرام ہمارا
(ورق ۱۸۱ ب)

لگ کر ترے پاؤں سے جو رہتی ہے حنا بینھ
تیرے بھی میاں ہاتھ میں باندھ اس کو لگا بینھ
داغ جگر کو مفید ہووے ہے مرہم کہیں
لاله صفت تب یه جاے جائیں جو مرہم کہیں

رباعی در مدح مرشد خود حضرت خواجه میر گفته۔
کی درد کی جو ذات مبارک په نظر ٭ ہے میں نے لولاک کا پر تو اس پر [؟]

ہووے نہ اگر درد قسم ہے کہ عظیم ۞ لڑکا نہ تولد ہو ز بطن مادر"

نواب کے گھر میں گر خدائی ہوگی
اور عرش بسریں تلک رسائی ہوگی
جوں آئنہ آب و ناں کے دھوکے میں عظیم
خلقت پہ سدا ہی صفائی ہوگی [؟]

پوشاک پہن کے سج بنائی تو کیا
جوں آئنہ کی جو خود نمائی تو کیا
موہوم ہے جوں عکس نظر میں یہ شکل
آئی تو کیا و گر نہ آئی تو کیا

مخمس در ہجو ملیح گفتہ

جو تو مشاعرے کو صبا آج کل چلے
کہیو عظیم سے کہ ذرا تو سنبھل چلے
اتنا نہ اپنے شعر پہ کرتا وہ بل چلے
کل ہی تو یار پڑھتے غزل در غزل چلے
بحر رجز کو چھوڑتے بحر رمل چلے

کہتا ہوں دوستی سے نہیں کچھ یہ مکرو فن
تبدیل بحر پر کئی واں صاحب چمن [؟]
یعنی نئی وہ ناگنی ٹنکی پہ جس کا پھن
ٹکرا کے تم سے کیا کہوں میں از لب و دھن (ورق ۱۸۲ الف)
زہراب سقم و طعن وہ کیا کیا اگل چلے

ہر چند تم تو فن سخن میں تھے بے نظیر
صائب ہو اپنے وقت کے ہم شوکت و اسیر
سمجھو بہ قول سعدی نہ دشمن کو پر حقیر
تھم کر پڑھو جو شعر تو ہو کیوں خردہ گیر [؟]
نہ یہ روانی جیسے کہ دریا ابل چلے

القصہ سن عظیم صبا سے یہ سب بیاں
بولا یہ ان سے کہہ تو ذرا جا شتاب واں
شاعر تو تھے ہی تس پہ ہو تم صرف نحوداں
معذور کیا تمہاری فصاحت سے مہرباں
جو پیش خان عالی کے ردوبدل چلے

وہ فاضل زمانہ ہو تم جامع علوم
تحصیل صرف و نحو سے جن کی مچی ہے دھوم
رمل و ریاضی حکمت و ہیئت جفر نجوم
منطق بیان معانی کہیں سب زمیں کو چوم
تیری زبان آگے نہ دھقاں کا ہل چلے

اک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق
دیوان شاعروں کے نظر سے رہے بہ طاق
ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی ہے طاق
ہر چند ابھی نہ آئی ہے فہمید جفت طاق
ٹنگری تلے سے عرفی و قدسی نکل چلے

موزونی و معانی میں پایا نہ تم نے فرق
تبدیل بحر سے ہوئے خوشی میں غرق
روشن ہے مثل مہر یہ از غرب تا بہ شرق
شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق (ورق ۱۸۲ ب)
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

نزدیک اپنے آپ کو کہتا ہے سمجھو زور [؟]
پر خوب جانتے ہیں مجھے جو ہیں ذی شعور
وہ کون بحر ہے کہ نہیں جس پہ یاں عبور
کب میری شاعری میں پڑے بحر سے قصور
بن کر فحل نکالنے کو تم خلل چلے

تھا زور فکر میں کہ لکھوں معنی وصالؔ
تجنیس ہم رعایت لفظی و ہم خیال
فرق رجز رمل نہ لیا میں نے گو سبھال
نادانی کا مری نہ ہو دانا کو احتمال
گو تم بہ قدر فکر یہی کر حمل چلے

ھے امتحان زور تو نہ پیش عقل مند
میرے سے تم قصیدہ کہو یا کہ قطعہ بند
گو ھجو اس میں ہو مری لیکن ہو دل پسند
یہ بات ھے نرالی کہ دروازہ کرکے بند
دشنام دیجے گھر میں محل بے محل چلے

میرا سا شعر کب ہو پڑھی گرچہ نحو و صرف
ہووے بیان معانی سے میرے یہاں نہ حرف
منطق سے کیا ہو نطق کا پایہ نہ ہو جو طرف
منقول کی بھی عمر کی معقول ہو نہ صرف
ھیئت پڑھے سے الٹی کچھ ھیئت بدل چلے

کم ظرفی سے تمھیں تو یہی آئی ھے امنگ
کیجے نمود خلق میں اب کر سخن کی جنگ
اپنے تئیں تو بخشیے آتا ھے یار ننگ
اتنا بھی رکھیے حوصلہ دوارہ سان نہ تنگ (ورق ۱۸۳ الف)
چلو ھی بھر جو پانی میں گز بھر اچھل چلے

کیوں جنگ گفتگو کو تم اٹھ دوڑے اس قماش
کرتے جو بھاری پانچے ہوتا نہ راز فاش
پر سمجھیں کب یہ بات جو کندے ھیں نا تراش
تیغ زبان کو میان میں رکھتے تم اپنی کاش
ناحق جو تم ازار سے باہر نکل چلے

دے طول مت عظیم کر اب مختصر کلام
دشمن پکاویں دل میں پری کو [؟] خیال خام
تیری انہوں کی بات میں ھے فرق صبح و شام
تقـــریر کو بڑھا نہ زیادہ کہ اب کلام
بحر سخن کی موج سے بھر حل کے تھل چلے

اس گفتگو سے رکھ تو غرض اب زباں کو مار
مانند شمع سوز سے کر بلکہ دل گـــداز
اتنا سخن پر اپنے نہ کریاں غرور و ناز
جوں شعلہ سرکشی سے ھوئی جو زباں دراز
افسوس ھی میں اپنے وہ پھر ھاتھ مل چلے

عاشق | عاشق تخلص، محمد خان نام، باشندۂ صوبۂ نرور، طبع خوب دارد و اشعار دل کش ازوست۔

گو جنونی ھوکے مجنوں مرگیا ۰ عاشقی میں نام تو وہ کر گیا

فقط تو ھی نہ میرا او بتِ خوں خوار دشمن ھے
ترے کوچے میں تو اپنا در و دیوار دشمن ھے

یار نے قدر نہ جانی افسوس ۰ ھوگیا دشمن جانی افسوس

عمدہ | عمدہ تخلص، سیتا رام، قوم کشمیری پنڈت، شاگرد انعام‌اللہ خان یقین۔ ازوست۔ (ورق ۱۸۳ ب)

نہ اپنے مبتلاؤں پر غضب اے نوجواں رھیے
انہوں کی دل بری کیجیے، انہوں پر مہرباں رھیے

عنایت | عنایت تخلص، شیخ نظام‌الدین، از قاضی زادہ ھاے کول۔ بہ قدر ضرور (ت) تحصیل علومِ عربی کردہ۔ در اشعار فارسی سرور تخلص می کند و ذر ھندی عنایت۔ مرید حضرت فخرا لعاشقین مولانا فخـــرالدین قدس‌اللہ سرہ‌العزیز۔ و شاگرد ھدایت‌اللہ خان ھدایت۔ ازوست۔

بشارت دوست داروں کو علی کی حب ہے جنه
که جس کی شان میں آیا قسیم‌النار والجنه
عنایت دل سے کہتا ہے نہیں ہے شبه کچھ اس میں
علی ابن ابی طالب امام‌الانس والجنه

عیاں | عیاں تخلص، سید علی خاں که بزرگانش در عهد فردوس آرام گاه مرتبهٔ امرای می داشتند ـ مشارالیه اشعار فارسی و ریخته هر دو می گوید ـ ازوست ـ منه ـ

چمن میں جب کبھو میں نالهٔ و فریاد کرتا تھا
مری کس کس طرح سے دل بری صیاد کرتا تھا
کیا صبا لاتی ہے یاں پیغام جاناں متصل
چاک کرتے ہیں چمن میں گل گریباں متصل

علی | علی تخلص، مرزا علی قلی، ساکن دار الخلافه، دیوانے از اشعار ریختهٔ خود مردف ساخته ـ ازوست ـ

جدائی سے تری ہم کیا کہیں کس طرح جلتے ہیں
به جائے مو بدن سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں
جب تلک ہے دم میں دم غم دل کا دامن گیر ہے
زندگی کے خواب کی بن مرگ کیا تعبیر ہے
ہم کو نہیں ہے کام خزان و بہار سے
پھولے نہیں سماتے جو ملتے ہیں یار سے

عزیز | عزیز تخلص، عزیز الله نام، باشندهٔ اطراف دکن، ازوست ـ
(ورق ۱۸٤ الف)

ایسے بے درد سے کیوں دل کو لگایا ہم نے
عشق میں جس کے کبھو چین نه پایا ہم نے

عارف | عارف نخلص، محمد عارف رفوگر، اصلش از خطۂ کشمیر جنت نظیر۔ خود تولد بہ دار الخلافہ یافتہ۔ شریک دورۂ میر و مرزا ست۔ رویۂ شعر گوئی بہ آئیں پسندیدہ داشت۔ گویند کہ مردِ حلیق و یار باش و ذہین و ذکی بود۔ مدتے شد کہ جان بہ جاں آفریں سپرد۔ خدایش بیامرزاد۔ از وست، منہ کلام۔

اس ابر میں بے ساقی و مے حی پہ بنی ہے
ہر بوند کا کھانا مجھے ہیرے کی کنی ہے
ہے زندگی و مرگ فقیروں کو برابر
جو شکل کفن ہے، وہی شکل کفنی ہے
نہ ہووے درد اعضا تجھ کو بلبل ٭ اگر ملتی رہے تو روغنِ گل
ہزاروں معنی باریک آویں دل میں اے عارف
اگر زلف سیہ کا پیچ منہ پر اس کے کھل جاوے
جس نے پن چکی نہ دیکھی ہو سو دیکھے آکر
پتلیاں پھرتی مری دیدۂ گریاں کے بیچ
دختر رز کو کہہ کہ آن ملے ٭ ورنہ عارف افیم کھاتا ہے
کب اترتی سر سے تیرے زلف سی کالی بلا
خط نے منہ پر آ اتاری اس طرح اے دل ربا
طفل ہولی ناز کے ہاتھوں سے جینا ہے محال
موٹھ سی چلتی ہے جو چلتی ہے مٹھی بھر گلال
حب سے کہ بیٹھ گھر میں ہم آئینہ ساں رہے
مشتاق دیکھنے کے ہمارے بتاں رہے
ان بتوں کے منہ سے لگنا اس کسی کا کام ہے
زلف پیچاں کی طرح جس کی گرہ میں دام ہے (ورق ۱۸٤ ب)
دل کے لے جانے میں تل مکھڑے کا بیرے زور ہے
ہے یہی شاید جسے سنتے تھے کالا چور ہے

مجھ سوا کون ہے اب عشق کے سرداروں میں
قیس و فرہاد کو گنتا ہوں زمینداروں میں
اشک کے ان مری آنکھوں سے گہر جھڑتے ہیں
جیسے شاخوں سے درختوں کے ثمر جھڑتے ہیں
پڑی ہے کس گل روشن کی تاب دریا میں
کہ ہر بھنور ہے گل آفتاب دریا میں
کھا ہے جب سے خط سبز فام آنکھوں میں
پھرے ہے خضر علیہ السلام آنکھوں میں
کہوں کیا دل کی جو کچھ بے کلی ہے ٭ بہ رنگ غنچہ اب چپ ہی بھلی ہے
اٹھا دیں اپنی مجلس سے خجل یک دم ہیں جو بیٹھے
کہ ممکن ہے کہ سرو ان خوش قدوں کے روبرو بیٹھے
چہرۂ رنگیں پہ اس کی زلف پیچاں دیکھ لو
سنبل و گل کو بہم دست و گریباں دیکھ لو

عاشق عاشق تخلص، راجہ کلیان سنگھ، پسر شتاب رائے، مسموع شد کہ مرد بامروت ست۔ اشعار فارسی و ہندی ہر دو موزوں می کند ازوست۔ منہ

یہ زخم دل ہمارے مرہم تلک نہ پہنچے
میں اس تلک نہ پہنچا، وہ ہم تلک نہ پہنچے

عاجز عاجز تخلص، عارف علی خان، از قدمائے سکنۂ برہان پور ست۔ ازوست۔

مرے تابوت پر حاجت نہیں پھولوں کی چادر کی
کہ میری نعش پر وہ سرو گل رخسار آوے گا

عبداللہ عبداللہ تخلص، شاعرے بود پیش از دورۂ میرو مرزا، ازوست۔ منہ۔
کہوں میں کس سے یہ دکھ یار کی جدائی کا
دوا پذیر نہیں درد آشنائی کا (ورق۱۸۵الف)

عبد | عبد تخلص ، عبدالرحیم نام ، شخصے بود به ضلع دکن ۔ ازوست ۔

دال بغل مارے لیے جاتا ہے یہ مکتب کا طفل
شیخ سعدی تم بھی اب لے کر گلستاں دوڑیو

علی | علی تخلص ، علی جان ، ساکن دارالخلافه ، جوانے ست نو مشق ۔ شاگرد میر نظام الدین ممنون ۔ ازوست ۔

جہاں ۰ ۰ ۰ ۰ اے دل ٹھکانے بہت ہیں ٭ یہ چلیے کے تیرے بہانے بہت ہیں
کہ اے باغ باں بلبلوں کو ہوا کیا ٭ کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہیں

عشق | عشق تخلص ، میر عزت‌الله ، فرزند حکیم قدرت الله خان قاسم ، جوانے ست به لباس صلاح و تقوی آراسته و به زیور حلم و حیات پیراسته ۔ به سبب موزونی طبع قابلیت که ارثاً دارد ، فکر شعر گوئی می کند و از نظر والد خود می گزراند ۔ شخصے حلیم و متواضع و مودب ست ۔ در فن طبابت هم مهارتے دارد ۔

تم کو ہونے کی نہیں بزم خرابات سے چھوٹ
دو مجھے شیشۂ دل جاے نہ یہ ہات سے چھوٹ

ہاتھ سے زلف نہیں اس کی گئی رات سے چھوٹ
سلسلہ عمر ابد کا یہ گیا ہات سے چھوٹ

مجھے خوش آوے نہ کیوں کر تری بھلا تصویر
پری ہے چہرۂ گل گون دوست یا تصویر

گل مرقع میں جو دیکھا غنچۂ تصویر کو
یاد کر رویا بہت اپنے دلِ دل گیر کو

آب داری ، نہیں کچھ اشک کی آساں پانی
ہے صفا دیکھ کے اس کی در غلطاں پانی

چشم پر خوں میں ہے لخت دل بے تاب ہنوز
ایک جا جمع ہیں یاں آتش و سیماب ہنوز (ورق ۱۸۵ ب)

یہ مہر اس مہ جبیں کی دیکھ آب و تاب پانی میں
بہ رنگ ماھی ہے آب ہے بے تاب پانی میں

کچھ خاک میں خطر نہیں اشک چکیدہ کو
آرام ہے مسافر منزل رسیدہ کو

کٹ جائے ماہ نو وہیں گردوں پر اے میاں
دیکھے جو تیرے ہاتھ میں تیغ خمیدہ کو

نہ دیکھ چہرے کو مست شراب پانی میں
کہے گی خلق کہ ہے آفتاب پانی میں

دل عاشق تو کافر دم بہ دم گھبرا ہی جاتا ہے
تو خاطر جمع سے بیٹھا ہوا زلفیں بناتا ہے

کیوں کر نہ رہوں یار ترے دھیان میں ڈوبا
ہے عشق کا پیکاں دل نالاں میں ڈوبا

اپنے دل پر داغ کی دولت سے ہمیشہ
رہتا ہوں یہاں سیر چراغاں میں ڈوبا

جو بات ہے پیارے سو وہ تیری نمکیں ہے
ہے تو ہی ملاحت کی غرض کان میں ڈوبا

ٹپکے ہے چشم سے دل ہوکر گداز اپنا
احوال ہے یہ تجھ بن بندہ نواز اپنا

اشک اور لخت جگر کا نہیں انبار لگا ٭ خانۂ چشم میں ہے جوہری بازار لگا

نہ لعل لخت دل نے چشم میں ہیں اشک کے موتی
یہ سونا کیوں پڑا ہے جوہری بازار کیا باعث

کیوں کر آوے نہ مجھے اب کمر یار پسند
فکر باریک ہے اور معنی دشوار پسند

مہر نے دیکھے ہیں جب سے ترے رخشاں عارض
ہے تپ لرزہ اسی دن سے مری جاں عارض

کیوں نہ رکھے تو بنا کر جنبش ابرو کی تیغ
جو سپاہی ہے سو رکھتا ہے وہ قابو کی تیع [؟] (ورق۱۸۶الف)

نہ کیوں کر ہوں میں تیرے خط کا مخالف ٭ جو تیرا مخالف سو میرا مخالف

کر دیا اشکوں نے دامن تختۂ گل زار واہ
ہیں تو لڑکے پر بڑے استاد گل کاری میں ہیں

کہے ہے دیکھ کے مکھڑے کی تاب پانی میں
کہاں سے آن رہا آفتاب پانی میں

مطلق خبر نہیں ہمیں روز حساب میں
ہم خاک ہو رہے ہیں رہ بو تراب میں

کل رات جاکے کلبۂ احزاں میں دوستاں
دیکھے جو میں نے حضرت عشق اضطراب میں
میں نے کہا کہ خیر ہے بے چین کیوں ہیں آپ
سن کر پڑھا یہ درد کا مطلع جواب میں
ہستی ہے جب تلک ہیں اسی پیچ و تاب میں
جوں موج آ پھنسے ہیں عجب اضطرب میں

سبز خط کے دل سے الفت ہم اٹھا سکتے نہیں
جو خدا نے لکھ دیا اس کو مٹا سکتے نہیں

داغوں کو مرے سینۂ سوزن میں دیکھو
گلزار کی سیر اب نہ گلستاں میں دیکھو

کب مجھ سے مرا یوسف ثانی وہ ملے گا
یہ فال شتابی کونی قراں میں دیکھو

عشق میں ترے کیا کیا ہم کو بے قرای ہے
جوش اشک باری ہے شور آہ و زاری ہے

نہ جوش گریہ ہر دم چشم پر آب کیا ہے
اہما ہوی پھوٹ رونا خانہ خراب کیا ہے

ہم عیر کے گھر سنھ کے دل شاد کرو گے
ہم کوں ہیں صاحب ہمیں کیوں یاد کرو گے

چتوں نہ عصب تس پہ اشارات کی گرمی
ہے قہر پھر انکھوں میں مدارات کی گرمی (ورق ۱۸۶ ب)

صبح دم باغ میں آیا جو وہ گل بال کھلے
بلبل شورش و وحشت دے پرو بال کھلے

رنگ تیرے گل رخسار کا گل باری ہے
کیوں نہ مکھڑے پہ ترے سر بھلا شال کھلے

خال واں مکھڑے پہ ہر بار سے بگڑتے ہے
یاں سویدائے دل زار سے بگڑے ہے

غنچے کھلے ہزار اس باغ میں صبا سے
دل کا کھلا نہ عقدہ پر آہ نا رسا سے

عطا عطا تخلص، محمد عطاء اللہ، شخصے بود بسیار دلاور۔ در عہد حضرت خلد مکاں انار اللہ برہانہ، گاہے شعر ریختہ می گفت، ازوست، منہ۔

کاٹ جو ابروے خم دار میں تیرے ہے میاں
خنجر و تیغ کا کب اس کے تئیں کاٹ لگے

عاجز عاجز تخلص، شاعر (ے) بود قدیم ازوست۔

یار شیریں لب کے غم میں جاں کنی کرتے ھیں ھم
غسل دیوے کوہ کن سے کہہ دو جوے شیر کا

عیاش | عیاش تخلص، غلام جیلانی خان، فرزند نواب غازی الدین خان مرحوم۔ میلان طبعش به ریختہ گوئی ست۔ از تصانیف اوست، منه۔

امڈا ھے ابر زور زمیں سبزہ زار ھے
ساقی جو توھی روٹھے تو کیا ھی بہار ھے [؟]

عابد | عابد تخلص، شخصے از دورۂ سابقین ست۔ ازوست۔

مت نکالو دل سے میرے ناوک اس بے درد کا
جی نکل آوے گا میرا تیر کے پیکاں کے ساتھ

عارف | عارف تخلص، شاہ حسین نام، درویشے بود ساکنِ درگاہِ قدم شریف ... ازوست۔ (ورق ۱۸۷ الف)

اخلاص سب سے کرنا تسخیر ھے تو یہ ھے
خاک آپ کو بنانا اکسیر ھے تو یہ ھے
سب کام اپنے کرنے تقدیر کے حوالے
نزدیک عارفوں کے تدبیر ھے تو یہ ھے

علی | علی تخلص، شاہ ناصر علی، درویشے بود مولدش خطۂ سرھند و مسکنش دار الخلافہ۔ دیوان از اشعار خود مرتب ساختہ۔ و در اعتراضات ولی که شاعرے بود چنیں گفتہ۔ ازوست

اچھل کر جا پڑے جوں مصرعِ برق ٭ اگر مصرع کہوں ناصر علی کوں
به اعجاز سخن گو اڑ چلے ھے ٭ ولی ھرگز نه پہنچے گا علی کوں

عاشق عاشق تخلص، مہدی علی خان مرحوم، از نبایر نواب علی مردان خان مغفور، شخصے از خاندان بزرگ، به اخلاقِ حمیدہ موصوف و به خوش خلقی مشہور و معروف۔ با ھرکس اخلاص و محبت مرعی می داشت۔ مرد عاقل و

دانا و شاعر و متواضع و مودب و علم بود۔ تصانیفش قریب دو لکھ بیت به نظر راقم در آمده۔ مشتمل بر سه دیوان ریختہ و دو دیوان فارسی و حملۂ حیدری به زبان هندی۔ و دیگر مثنویات متعدده۔ الغرض که همه اقسام اشعار مثل سلام، مرثیه وغیره موزوں کرده۔ عجب آشنائے با صفا بود۔ در خانه اش مجلس مشاعره تا مدت دو سال بلا ناغه روز جمعه منعقد می شد۔ تمام موزوں طبعان شہر شریک (ورق ۱۸۷ ب) محفل مسطور می گشتند۔ مؤلف هم مدام در آں جا می رفت۔ قریب دو سال منقضی شده که پیمانۂ عمر آن مے خوار(۱) مصطبۂ شاعری ساقی اجل لبریز نمود۔ جنت بریں نصیبش باد۔

دن تو جوں توں کی ۔ کٹتا رات جو آئی سر پر

آفتِ تارہ جدائی مرے لائی سر پر

برق پر برق چمکتی هے گھر آئے بادل ٭ ساقیا دور قدح کر که پھر ائے بادل

صبا فرح بخش دل هے کیا هی امنڈکے ابر ایکی بار آیا

. . . . جس میں آئی . . . آیا

کشتۂ عشق کی کچھ سب سے هے تصویر جدا

سر جدا، هاتھ جدا، پاؤں کی زنجیر جدا

چمن میں گل جو وہ رعنا جواں دو چار ہوا

کہا جو گل اسے میں نے گلے کا ہار ہوا

دشت جنوں میں مجنوں اب شور هے همارا

پھرنا خراب و خستہ مشہور هے همارا

سر عشق نے جگر سے اب شعله وار کھینچا

اس آتش دروں نے آخر شرار کھینچا

پوچھ مت کیا تری دوری سے مرا حال ہوا

مختصر قصه که جینا همیں جنجال ہوا

ابر آیا هے، آفتاب چھپا ٭ ساقیا مت شرابِ ناب چھپا

---

(۱) کذا

گو آہ میں اپنی نہیں تاثیر سر دست
پر ہے یہ بساط اپنی میں یک تیر سر دست
ہو آبرو ہماری جب اہل نظر کے بیچ
جوں مردمک وہ یار رہے چشمِ تر کے بیچ
کار بستہ کو نہیں چاہیے در کی کنجی
قفلِ مطلب کو ہے بس آہ سحر کی کنجی (ورق ۱۸۸ الف)
کاکل ہے دام، زلف بلا، یک نہ شد دو شد
پھندے میں جب پھنسے تو دلا یک نہ شد دو شد

عشق | عشق تخلص، شیخ غلام محی الدین، مبتلا و عشق ہر دو تخلص خود قرار دادہ۔ متوطن میرٹھ۔ شخصے از شرفائے آں جا۔ تحصیلِ کتب عربی ہم نمودہ۔ مرد قابل و ذہین ست۔ اشعار فارسی و ریختہ ہر دو موزوں می کند۔ تالیف تذکرۂ ریختہ ہم نمودہ، از طبع زادِ اوست۔

ہے ترے حلقہ بگوشوں میں گزارا اپنا ٭ چمکے ہے کان کے بالے میں ستارا اپنا

بیٹھے بھی کسی کی کبھی اے یار بغل میں
پھرتے ہی رہے یا لیے تروار بغل میں

عیاں | عیاں تخلص، جوانے ست سپاہی پیشہ، شوق شعر گوئی در داش متمکن، مقطعے بہ نامِ او مسموع گشتہ۔ نگاشتہ شد، منہ۔

مت اعتماد کر اس چرخ سفلہ پرور کا ٭ . . . .

نہ پاؤں کی مہندی ہیں نہ صندل کسی سر کے
ہیں عشق کے رگڑے میں ادھر کے نہ ادھر کے
قامت کشی تری سی شمشاد میں کہاں ہے
وہ ناتراش کندہ، تو سرو نوجواں ہے
انگشتری پہ رکھ تو مرا دل تراش کے
یاقوت سے نہ جس کے مقابل تراش کے [؟]

مکھڑے سے شب جو الٹا اس نے نقاب آدھا
تھا ماہ چاردہ سارا سحاب آدھا [؟]
ہوئے شیر آساں ہے لے آتی مجھے فرہاد آج
...... وہ شیریں لب کے بھی منہ سے اے استاد آج
چمن سرو سہی جو کھڑے اکڑتے ہیں
تمہاری دیکھ پرچھائیں پاؤں پڑتے ہیں [؟] (ورق ۱۸۸ ب)

مجھ سے سودائی کو ہو گر جوش خوں کچھ ڈر نہیں
جنبش مژگاں تری ظالم کم از نشتر نہیں
ذکر جلنے کا مرے اے شمع کس کے گھر نہیں
کون ہے رونے پر اپنے جس کی آنکھیں تر نہیں

عشرت عشرت تخلص، نامش بہ دریافت نہ رسیدہ ۔ اشعار خوب می گوید ۔ منہ

اس پری وش نے ہیں جس طرح کے پائے ناخن
حور و غلماں کے بھی ہاتھ ایسے نہ آئے ناخن
اک مہینے میں دکھائے مجھے دس بیس ہلال
ماہ دو ہفتہ نے میرے جو کٹائے ناخن

عاجز عاجز تخلص الفت خان نامی، از قوم افاغنہ ۔ وطنش قصبہ خرجہ ۔ کہ از دارالخلافہ طرف مشرق سی کروہ واقع ست ۔ شعر ریختہ مربوط می گوید ۔ زیادہ از احوالش اطلاعے نیست ۔

کیا ہوا گر چشم تر سے خوں ٹپک کر رہ گیا
بادۂ گل گوں کا ساغر تھا چھلک کر رہ گیا

عارف عارف تخلص نامش مفہوم نہ گشتہ، متوطن مراد آباد ۔ شعرے خوب گفتہ ۔

وہ ہوا گرد سے جب وقت شکار آلودہ ٭ تیر خاکی بنے مژگانِ غبار آلودہ

عاشق عاشق تخلص، بخشی بھولا ناتھ پنڈت، فرزند راجه گوپی ناتھ پنڈت دیوان عمو صاحب وقبله نواب مجدالدوله بهرام جنگ مغفور۔ که از صغر سن به سایهٔ عاطفت جناب علیه الرحمهٔ موصوف تربیت و پرورش یافته و به کار پیش کاری هاے (ورق ۱۸۹ الف) رساله جات و خدمات دیگر مامور مانده۔ عنایت جناب عالی مرحوم در حقش نظر به مراتب خانه زاد پروری بیش از بیش بوده۔ شخص عاقل و مودب و متدین و وفا پیشه و یک رنگ و ذهین ست۔ اشعار هندی و فارسی هر دو می گوید۔ از طبع زاد اوست۔

چاک دل کا اپنے ناصح میں تو سلواتا نہیں
جب تک اس بے رحم کو یہ جاکے دکھلاتا نہیں

ان بتوں کے عشق سے عاشق ذرا دل تھام رکھ
یاد حق سے بھی کبھو اے یار میرے کام رکھ

نام هر روز ترا ورد زباں رهتا هے
دیده هر شب ترے در کو نگراں رهتا هے

آ دیکھ کبھو تو بھی مری جان تماشا ٭ آنکھوں سے گرے هے در غلطان تماشا
عاشق تری کس چیز کی تعریف کرے جان ٭ رخسار تماشا هے زنخدان تماشا

جس نے که ترے اس گل رخسار کو دیکھا
پھر عمر نه اس نے گل و گل زار کو دیکھا

یه جا کے یار سے مرے تم دوستاں کهو
رکھو گے کب تلک اسے تم نیم جاں کهو

آهوں سے میری خوب هی چھایا هے ابر آج
پینے میں مے کے دیر هے کیا مے کشاں کهو

واسطے صید دل کے محبوباں ٭ زلف کو کیا سوار رکھتے هیں

قیس نادان پھرے سر نظر آیا مجھ کو
جائیے دشت میں کیوں کوچۂ دل دار کو چھوڑ.

عاقل عاقل تخلص، عاقل شاہ، شخصے سپاہی آزاد وضع بود۔ حسب و نسبش معلوم نیست و نہ از مولد و منشاے او آگہی ست۔ مقطع غزلش پسند طبع آمدہ، مرقوم گشت۔ (ورق ۱۸۹ ب)

قید بھی یاں کچھ نہیں اور چھوٹ بھی سکتے نہیں
واہ واہ اس دام کو اور آفریں صیاد کو

عاکف | عاکف تخلص، شاعرے بود از تلامذۂ میرزا رفیع‌السودا، شعرے از تصانیفش شخصے خواندہ بود، ثبت نمودہ شد۔

کہہ باغ باں قسم ہے تجھے کیا چلی بہار
گل کو جو دیکھ دیکھ کے روتی ہے عندلیب

عیش ، عیش تخلص، میرزا حسین رضا، شاگرد میر سوز مرحوم، از سکاے لکھنؤ ست۔ این چند شعر از طبع زاد اوست۔

وہ اگر آئے پشت بام کہیں ٭ میں بھی کرلوں اسے سلام کہیں
کیا ہے یہ قطرہ قطرہ دے ساقی ٭ ایک باری تو بھر کے جام کہیں
یہ غزل عیش ہے تصدق سوز ٭ مجھ سے ہوتی تھی انصرام کہیں

عشقی عشقی تخلص، مرادآبادی، احوالش معلوم نیست، یک مطلع از تذکرۂ غلام ہمدانی مصحفی نوشتہ شد، منہ۔

کوئی تو ہے گل چہرہ، کوئی سرو رواں ہے
دیکھا تو یہاں ایک سے ایک آفت جاں ہے

علی ، علی تخلص، میرزا علی، شاگرد سرب سکھ دیوانہ تخلص، مطلعے من جملۂ تصنیفش در تذکرۂ میر حسن مرحوم بہ نظر رسیدہ، ثبت کرد شد منہ۔

دنیا میں کوئی تجھ سا ستم گار نہیں ھے
بے رحم و جفا پیشۂ و خون خوار نہیں ھے (ورق۱۹۰ الف)

عاشق | عاشق تخلص، مولوی جلال‌الدین شاعر قدیمی ریختہ گوست۔ از شیریں گفتاری اوست۔

یہ کس کی نوک مژگاں سے پڑا ناسور سینے میں
کہ بندھنے بھی نہ پایا زخم پر انگور سینے میں

عبرت | عبرت تخلص، متوطنِ رام پور است۔ از تصانیفِ اوست

طفلی میں تجھے ۰۰۰ کر ٭ دایہ بھی سلاتی تھی تھپک کر
ھے شہد اور قند تیرا بوسہ ٭ اس میں تو نہ شبہ کر نہ شک کر

باتیں کل آپ نے جس کے تئیں جھنجھلا کے کہیں
آج کہتے ہیں کہ وہ مرگیا کچھ کھا کے کہیں

عظیم | عظیم تخلص، جوانے بود باشندۂ قصبۂ آنولہ۔ سپاھی پیشہ، ازوست

کارواں اشک کا ھوتا ھے رواں آنکھوں سے
تم کو بھی آہ و فغاں ھم یہ خبر کرتے ھیں
کوئی تم میں سے بھی چلتا ھے تو آجاے شتاب
ورنہ اب یار تو کوئی دم میں سفر کرتے ھیں
کچھ نگہ میں نہیں آتا ھے بجز جلوۂ یار
جب کہ ھم دل میں عظیم اپنے نظر کرتے ھیں

عشرت | عشرت تخلص، میر غلام علی، شخصے ساکنِ بریلی، شاگرد مرزا علی لطف کہ اوشاگرد میرزا رفیع‌السودا است، منہ۔

بسان جام خالی پھوڑ ڈالوں چشم پر خوں کو
نہ دیکھوں گر صراحی دار اس مخمور کی گردن (ورق۱۹۰ ب)

سر دیوار تک تو بھی نہ پہنچے رات کو چھپ کر
بلند اپنی اچک کے ہم نے تا مقدور کی گردن

رکھیں گے بعد مرگ اگر خاک کے تلے
ساقی تو مجھ کو رکھیو کسی تاک کے تلے

جو اٹھتے در سے کئی چارپائیاں دیکھیں
تو بولے کیوں مری تیغ آزمائیاں دیکھیں

یہ رب کعبہ بھلا جھوٹ کیوں کہیں عشرت
بتوں کے گھر میں تو ہم نے خدائیاں دیکھیں

کہتے ہیں دیکھ مجھے اور کا جا منہ دیکھے
پھر ادھر آئے تو میرا ہی موا منہ دیکھے

چہرہ، دهن و دنداں کرتے یہ اشارے ہیں
خورشید میں ذرہ ہے، ذرے میں ستارے ہیں

غنچہ کہاں، دهن وہ کہاں، وہ سخن کہاں
پھولے ہزار پھول ولے وہ پھبن کہاں

عاصمی عاصمی تخلص، خواجہ برھان‌الدین، از اولاد حضرت خواجه عبداللہ احرار قدس سرہ، متوطن دارالخلافہ۔ شاعر متقدمین، ازوست۔

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا

خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو کے یاں غنچہ یہاں گل تھا

عشقی عشقی تخلص، میاں رحمت اللہ۔ از ذات و صفاتش آگہی نیست۔ ازوست۔

کہنا تو قصور اس کو ہے اب حور کی گردن
صانع نے بنائی عجب اک نور کی گردن

عزیز عزیز تخلص، بھکھاری لال، قوم کایت، پدرش دیوانی رحمان یار خان داشت۔ شخص عمدہ معاش بود۔ کلامش خالی از کیفیت نیست۔ منہ (ورق ۱۹۱ الف)

ھماری تری پردے میں گفتگو ھے ٭ جو اٹھ جائے پردہ تو پھر تو ھی تو ھے

ملیں کیوں کر بھلا اس شوخ طفل لاابالی سے
کہ سوتے سوتے جو چونکے ھے تصویر نہالی سے

بات اب امتحان پر آئی ٭ قصہ کوتاہ جان پر آئی

ایسا ھے لعل لب کا ترے یار رنگ سرخ
یاقوت جس کے آگے لگے ایک سنگ سرخ

آرام وصل و ھجر میں ممکن نہیں ھمیں
یوں ھی ھمیشہ مضطرب اے رشک ماہ تھے

اب ھجر ھے تو حسرت دیدار لے ھے جی
جب وصل تھا تو کشتۂ تیغ نگاہ تھے

آیا نظر اک طفل فرنگی گورا ـــ سنگین نگاہ
پلٹن سے مژہ کی قلب و دل توڑا [؟] ـــ بےجرم وگناہ
میں نے یہ کہا ظالم صاحب سے تو ڈر ـــ اس پھرے میں
شرما کے لگا کہنے وہ تھوڑا تھوڑا ـــ ول کیا پروا

عسس عسس تخلص، نامش معلوم نیست، شخص مزاح دوست و تیز فہم و لطیفہ گو، خوش اختلاط، متوطن قصبۂ سکندرہ۔ از مدتے خدمت کوتوالی قصبۂ مذکور بہ ذاتش متعلق ست۔ بنا برآں تخلص، خود عسس مقرر نمود۔ طبع موزوں دارد۔ ازوست۔

عدم میں لوح پر دیکھی ھے بسم اللہ کی صورت
ھوا دل پر ... اس کی بیت اللہ کی صورت

عشق | عشق تخلص، میر محمد علی سیدے ست در حیدر آباد، مرد مستعد، از کلامش مفہوم گشت، ازوست ۔

مسان مردمک چشم جو ہیں اہل نظر
عدم کو رکھتے ہیں کب اپنے گھر سے وہ باہر (ورق ۱۹۱ ب)

جو صاف طبع ہیں وہ ہرزہ گرد کب ہوں گے
کہیں جگہ سے بھی جنبش کرے ہے اب گہر

عاشق | عاشق تخلص. نامش معلوم نیست، این هم از سکنائے حیدر آباد ست۔ ازوست ۔

لائی ہے اب کی سال عجب کچھ بہار رنگ
ہر برگ گل میں آوے نظر بے شمار رنگ

عباس | عباس تخلص، میرزا عباس علی، سکنۂ اطراف دکن، احوالش معلوم راقم نہ گشتہ

بہار آئی ہے گلشن میں کیا چلی ہے ہوا
ہر ایک غنچے نے کھولی زباں ہے بہر دعا

عقیدت | عقیدت، تخلص از نام و نشانش واقفیت نیست۔ شاید کہ متوطن برہان پور ست، قطعۂ کہ در تعریف عمدۂ گفتہ چند بیت ازاں می نگارد منہ ۔

کریں ہم سعی یارو کس لیے اکسیر کی دن رات
کہ ورد اسم اعظم سے ہے اس کے فیص مفلس کو

تہ اقدام والا کی اٹھا لے خاک کی چٹکی
اگر تحصیل کرنا کیمیا کا ہو مہوس کو

عاجز | عاجز تخلص، زور آور سنگھ، قوم کھتری نبیرۂ رائے نند رام مخلص تخلص، شاعر فارسی گو، شاگرد شیخ نصیر الدین غریب تخلص،

شعرش رنگین و کلامش نمکین ست ـ از نتائج طبع اوست ، منه ـ

شب مہتاب کس کم بخت کو ھجراں میں بھاتی ھے
کہ اس سے گرمی روز قیامت یاد آتی ھے
پھنسا دل کس کی زلفوں میں جو سرگرداں و حیراں ھے
گرفتار بلا ھے مضطرب ھے اور پریشاں ھے
عاشقوں کو ترے یک جا نہیں آرام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں (ورق۱۹۲ الف)
منظور قتل اس کو ھے کس بے گناہ کا
کچھ بے سبب نہیں یہ پلٹنا نگاہ کا

عشقی | عشقی تخلص ، شخصے بود در ضلع دکن ، ازوست ـ منہ ـ

موتی دریا میں عبث چشم کہاں تک دھووے
کہ بنا گوش تمہارے کا وہ ھم سر ھووے

عزیز | عزیز تخلص ، شیخ محمد علی ، از اولاد حضرت شیخ سلیم چشتی قدس اللہ سرہ ، مرد معلم پیشہ ، پسندیدہ افعال ، خجستہ اطوار ست ـ منہ

وہ دن نہ ھو کہ مجھ سے جدا ھومرا صنم ٭ اللہ مت مجھے وہ زمانہ دکھائیو

عزلت | عزلت تخلص ، سید عبد الوالی ، فرزند شاہ سعد اللہ سورتی ، از بزرگ زادہ ھاے شہر سورت ست ـ بزرگانش بہ مرتبۂ ولایت رسیدہ اند ـ مشار الیہ شاعر قدیم ست ـ ازوست

بندے ھیں تیری چھب کے حسن و جمال والے
سب گل سے گال والے ، سنبل سے بال والے
میں وہ مجنوں ھوں نہ آباد و نہ اجڑا سمجھوں
مشت خاک اپنی اڑا کر اسے صحرا سمجھوں

جدھر نکلے وہ ھولی باز بانکا ٭ گلابی ھو غبار راہ واں کا

سوائے اس کے نہیں ہے کوئی مرا والی ٭ جناب عشق ہے وہ مدظلہ العالی

عیاش عیاش تخلص، خیالی رام. ساکن دار الخلافہ۔ قوم کایت، شاگرد میاں ہنر۔ دو سہ مرتبہ در مشاعرہ دیدمش۔ از چندے معلوم نیست کہ کجا رفتہ۔ ازوست ؎

صبح لینے ہو خبر زلف کی زنجیر کی تم
دل دیوانہ ہمارا تو گیا رات سے چھوٹ (ورق ۱۹۲ ب)
جام مے ہاتھ میں اور شیشۂ مے زیر بغل
ہیں عیاش کو اب بزم حرابات سے چھوٹ

عشاق عشاق تخلص، شخصے بود کھتری قوم، از دورۂ سابقین ست۔ لیکن دریافت می‌گردد کہ کم فہم بود۔ اروست۔

سرسبز خط سے اور ہوا حسن یار کا ٭ آخر خزاں نے کچھ نہ بگاڑا بہار کا

عسکری عسکری تخلص، میرزا عسکری، شاگرد شاہ قدرت اللہ مرشد آبادی، دیگر احوالش معلوم نیست۔ ازوست۔

کہنے کو ادھر ادھر گئے ہم ٭ تھے تیری طرف جدھر گئے ہم

عیشی عیشی تخلص، طالب علی خاں، شخصے ذی تشخص و عمدہ معاش، در لکھنؤ استقامت دارد۔ از شیریں بیانی اوست۔

پھر جنوں سلسلہ جنباں ہے خدا خیر کرے
صحبت دست و گریباں ہے خدا خیر کرے
دل جو آشفتہ ہے۔ کس زلف کا سودائی ہے
چشم حیرت زدہ ہے، کس کی تماشائی ہے
مستی شور جنونِ عشق عین ہوش ہے
عقل کل اس مے کدے میں رند ساغر نوش ہے

ہنسنے کا جو اپنے مجھے مختار بناتے ٭ سو بار . . . . سو بار . . . . . .
. . . . ٭ . . . .

عظیم | عظیم تخلص، میرزا زین العابدین عظیم آبادی، یک مطلع از تصانیفش بهم رسیده، به دریافت مضمون آں قوت طبع معلوم می‌شود۔ منه

(ورق ۱۹۳ الف)

زلف نے جس کے تئیں دکھائی شام ٭ دوسری اس کے تئیں نہ آئی شام

عاجز | عاجز تخلص، میر غلام حیدر خاں که از ابنائے اعمام مؤلف ست۔ به سبب علاقهٔ روزگار در عظیم آباد ساکن گردیده بود۔ معاش به عمدگی بسر می برد۔ از چندے عازم دار البقا شد۔ خدایش بیامرزاد۔ منه۔

سوزشِ داغ کی میرے جو خبر گرم ہوئی
مہر سر کھولے ہوئے مارے جان کے نکلا
پھر نہ دہلی میں یہ عاجز گیا جوں نکہت گل
ایسے گل زار سے یہ اپنے وطن کے نکلا

عشرت | عشرت تخلص، عبد الواسع، کلامش مطبوع ست۔

به جز رفاقت تنہائی آسرا نہ رہا ٭ سوائے بے کسی اب کوئی آشنا نہ رہا

عزیز | عزیز تخلص، شمبھو ناتھ، متوطن دہلی، از قوم مہاجن۔ از اشعارش ملکهٔ شاعری پیدا ست ازوست۔

لیا دل اک نگہ میں دل ربائی اس کو کہتے ہیں
کیا بے گانہ سب سے آشنائی اس کو کہتے ہیں

عظمت | عظمت تخلص، شیخ عظمت الله، سپاهی پیشه بود۔ بعد ازاں ترک روزگار نموده، بر تحصیل کتب عربی همت گزاشت۔ ازوست، منه۔

جو اب ہاتھ سے غم کے جیتے رہیں گے
مئے عیش بھر عمر پیتے رہیں گے

عاصی | عاصی تخلص، شخصے ست، در قصبهٔ رام پور۔ از اصل و نشانش

اطلاع ہست ۔ شعرے از تصانیفش به نظر رسیده ، مرقوم گشت ۔ ازوست
(ورق ۱۹۳ ب)

کمھلاوے ہے گرمی سے نگه کی وہ گل اندام
الله به کس لطف کی نازک بدنی ہے

عاشق عاشق تخلص ، رام سنگھ ، قوم کھتری ۔ اول اصلاحِ شعر از غلام حسن تجلی گرفته ۔ آخر به میاں نصیر رجوع نمود ۔ از چندے مسافر راه عدم گشت ۔ ازوست ، منه ۔

وابسته ہے یه تار نفس جسم زار میں ٭ آوازِ دوست آتی ہے کیا اس ستار میں
تو اپنے کام کا ہے ایک دل ربائی میں ٭ نه دیکھا تجھ سا صنم دوسرا خدائی میں

حسرت زدہ میں دیکھوں ہوں یوں اس کو نزع میں
تصویر جیسے دیکھے ہے تصویر کی طرف

عالی عالی تخلص ، از گروہ سلاطینانِ ذی شان ست ۔ در اشعار گوئی و معانی فہمی از ہم سراں ممتاز ۔ تصانیف طبع زادش مرغوب دلہا ۔ اکثر ابیاتش از عیوب مبرا ۔ ازاں جمله چند شعر برائے زیبائش ایں صفحه مرقوم نموده شد ۔ منه

صریح اس کو اگر حال دل جتا نه سکے
تو کیا غزل میں بھی پڑھ پڑھ کے ہم سنا نه سکے

. . . . یونہیں بیٹھے کبھو جو . . . .
ہماری آنکھ سے تم آستیں اٹھا نه سکے

اسی میں باندھ کے خط ہم تو پھینک دیتے ، تم
پتنگ بھی تو کبھو شمع رو اڑا نه سکے

پیوں تو دل کی بجھے اک آہ . . . .
. . . . پانی بھی . . . . نه سکے

جو اس کے اودے دوپٹے کی گوٹ کو دیکھے
تو بادلوں سے کبھی برق منہ دکھا نہ سکے (ورق ۱۹٤ الف)
تمہارا پھولوں کا کنٹھا جو آیا اے گل رو
ہم ایسے پھولے کہ جامے میں بھی سما نہ سکے
جنہوں کی تیغ چڑھائی تھی ہم نے گردن پر
ہماری قبر پہ دو پھول وہ چڑھا نہ سکے
یہ اپنا دامن تر وہ ہے آج اے عالی
کہ آفتاب قیامت اسے سکھا نہ سکے

مت جانیو ڈرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کیا جانیے مجھے کیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
سو طرح اشارے میں مری اس کی ہے گفتار
یہ کون سمجھتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
جانب سے مری اس کو اگر کوئی کہے کچھ
یہ اس پہ ہویدا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
یوں دل کو وہ لے جائے نہ میں کچھ کہوں مجھ پر
کچھ پڑھ کے ہی پھونکا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
وہ گالیاں دیتا ہے ہمیشہ مجھے عالی
پھر اس پہ یہ کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

ربط اس طرح جو غیروں سے تمہارا ہوگا
تم ہی منصف ہو مرے دل کو گوارا ہوگا
نہ کہو اس رخ تاباں پہ نہیں چاہیے خال
چاند کے پاس عجب کیا ہے جو تارا ہوگا
واں کے باشندوں کا ہوگا نہ گریباں ثابت
جس طرف باندھ کے دامن وہ سدھارا ہوگا

جام اوروں کو کنایہ سے ہے دیتا ساقی
یا الٰہی کبھو ہم کو بھی اشارا ہوگا
لوگ کہتے تھے کہ دل اس نے کسی کا پایا
سن کے یہ ہم نے پکارا کہ ہمارا ہوگا (ورق ١٩٤ ب)
آج اندھیر سا چھایا ہے مری آنکھوں میں
اس نے شاید کہیں زلفوں کو سنوارا ہوگا
میرے مرنے کی سنی اس نے تو یوں کہنے لگا
تھا وہ گستاخ مری زلف نے مارا ہوگا

حرف الغین

غالب غالب تخلص، مکرم الدولہ بہادر بیگ خان غالب جنگ مرحوم، فرزند نواب نیاز بیگ خان تورانی کہ در عہد نواب ذوالفقارالدولہ مغفور سردارے ذی شوکت بود۔ بعد رحلت پدر بزرگوار خود بسیار بہ عیش و کامرانی بسر برد۔ و لک ہا روپیہ در عیاشی صرف نمود۔ شخص یار باش، خلیق و قابل و صاحب مروت بود۔ پیش از وقت غلام قادر نمک حرام در خانۂ خود مجلس مشاعرہ منعقد می کرد و بہ اقسام اغذیہ ضیافت شاعراں می نمود و شب بہ تماشاے رقص ماہ رویاں مع حاضرین محفل بسر می برد۔ مدعا کہ بہ ہمیں طور بہ ہر طرف کہ خاطرش راغب می شد۔ مصروف می گشت۔ در اکثر حرفہ ماہر بود۔ خصوص ذوق موسیقی نہایت در دلش متمکن داشت۔ از مولف تعارف قدیمی بود۔ اشعار فارسی و ریختہ ہر دو خوب می گفت در سنہ یک ہزار و دو صد و ہژدہ ہجری (١٢١٨ھ) بہ آزار . . . . . در گزشت۔ خدایش بیامرزاد۔ ازوست

مت ہو خفا بغل میں گر تجھ کو یار کھینچا
مجبور تھا نشے میں بے اختیار کھینچا

قصۂ درد و غم اپنا جو سنایا ہم نے ٭ یاں تلک روے کہ اس کو بھی رلایا ہم نے
(ورق ۱۹۵ الف)

دل میں اپنے نہ کرو سوچ کہ کیا ہووے گا
وہ ہی ہووے گا جو قسمت کا لکھا ہووے گا

ہم مر ہی چکے تھے سیم بر رات ٭ قصـــہ ہی ہوا تھا مختصر رات

وصل کی کیا رکھیں امید کہ تم نے تو کبھو
کسو کو بوسہ بھی ہرگز نہ دیا ہوگا [؟]

رھتے ھیں آئنے سے ھمیشہ دو چار آپ ٭ تنہا ھی لوٹتے ھیں یہ ساری بہار آپ

زلفوں میں کھینچ کر یہ دل مستمند باندھ
تا پھر نہ کوئی دل کو پھنساوے یہ سد باندھ

خوش قامتوں کی یاد میں ہم بھی فقیر ہو
بیٹھیں گے اک چبوترہ یارو بلند باندھ

قاصد اسے آتا ہوں کبھو میں بھی بھلا یاد
اب جس کی مجھے یاد میں یاں کچھ نہ رہا یاد

اے آہ ذرا خدا سے ڈر کر ٭ اس شوخ کے دل میں ٹک اثر کر
بجلی کے کڑکے کا ھوں قرباں ٭ شب چھاتی سے لگ گئے وہ ڈر کر

ہم نے لکھ لکھ اسے حال سحر و شام تمام
اپنے ھاتھوں سے خراب اپنا کیا کام تمام

دل ساتھ بتوں کے نہ پھر اتنا تو لگا بیٹھ
گر ہوسکے کوئی روز کر اب یاد خدا بیٹھ

ساقی ترے اس جام مئے صاف کی دولت
جوں درد غبار اپنے تو بس دل کا گیا بیٹھ

دیتے ترے کوچے میں کوئی غیر ٹھہرنے
پر یار میں جوں نقش قدم اٹھ نہ سکا بیٹھ

غیرت غیرت تخلص، نامش معلوم نیست از سکنۂ لکھنؤست - یک مطلع از اشعارش بہم رسیدہ - بنابر یادگار قلمی نمودہ شد۔ ازوست (ورق ۱۹۵ ب)

اس غم سے اپنا اب یہ تنِ زار گرم ہے
اس بے وفا سے صحبت اغیار گرم ہے

غافل غافل تخلص، رائے سکھ نام، شخصے متصدی پیشہ، در علم سیاق نویسی مہارتے داشت - ازوست۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وصف کرتا ہے ان لبوں کا جب ؎ غافل اس وقت لعل اگلتا ہے

غریب غریب تخلص، میر عبدالولی، شخصے بود از شعرائے قدیم - میل طبیعت بہ ایہام گوئی داشت - ازوست -

اگر فرہاد میری جاں کی سنتا تو رو دیتا
بہ سارا کھودنا پتھر کا دل سے اپنے کھو دیتا

غم خوار غم خوار تخلص، سید زادہ است ساکن دارالخلافہ، شاگرد شیخ غلام حسین شکیبا - ازوست -

آنسوؤں کے ساتھ آکر چشم میں دل رہ گیا
چل چکا یہ قافـــلہ جب میر منزل رہ گیا

غواص غواص تخلص، از شاعران قدیمی دکن - ازوست -

ترا منہ دیکھ بلبل پھول سے بے زار ہوجاوے
اگر گل تجھ تلک پہنچے گلے کا ہار ہو جاوے

غافل غافل تخلص، بختاور سنگھ نام، قوم کایت، متوطن مرادآباد، ازوست -

بیمار عشق کی نہ دوا ہو طبیب سے ؎ مرجائے یا جیے کوئی اپنے نصیب سے

پوچھوں گا اتنی بات میں اس کج کلاہ سے
دیکھا کرے ہے کیوں مجھے ترچھی نگاہ سے

غریب | غریب تخلص، کانجی مل، ساکن قصبهٔ جڑاوه، جوانے مت۔ شایسته، وضع، شعر ریخته خوب می گوید۔ ازوست۔

کس سے اب حال کہوں آنکھ کے لگ جانے کا
آنکھ کے لگتے هی اس دل په بلا آنے کا

هم کہاں، دام کہاں، خانهٔ صیاد کہاں
الفت گل نے چکھایا هے مزا دانے کا (ورق ۱۹۶ الف)

غریب | غریب تخلص، محمد امان نام، شخصے بود الکن، غریب و الکن هردو تخلص می کرد، متوطن دارالخلافه۔ از چندے طرف بنگاله رفته بود، آں جا از دنیاے فانی انتقال کرد۔ خدایش بیا مرزاد، ازوست۔

میری بغل میں یه دل پر داغ هے غریب
حسرت چمن کی کاهے کو یه باغ هے غریب

غلام | غلام تخلص، راجه گوپال ناتھ، برادر راجه شنکر ناتھ، فرزند راجه رام ناتھ، به حضور انور تقرب تمام داشت۔ از بس که بادشاه جم جاه حضرت فردوس منزل را ذوق شعر گوئی در خاطر عاطر متمکن بود و اکثر باریافتگان محفل قدس ۰۰۰۰۰ غزل موزوں نموده به نظر کیمیا اثر می گزرانیدند۔ ایں هم چوں طبع موزوں داشت، اشعار ریخته می گفت و به حضور می خواند بنا رآں غلام تخلص، نموده۔ مدت ست که مسافر راه عدم گشته۔ ازوست، منه۔

ابتدائے محبت معشوق ٥ کیا بیاں تم سے کیجیے احباب
دل تو میرا ۰۰۰۰۰۰۰۰ ٥ کیا کرے آگے عشق خانه خراب

تم اس طرح جو همیں دل سے جان بھول گئے
همارے دل سے بھی دونوں جہان بھول گئے

کیا پوچھتے هو جور و جفا مجھ سے یار کا
دیکھو نه حال میرے دل بے قرار کا

جو ہم بستر کبھو ہم ہوں غلام اُس خوب صورت کے
نہ لیں واللہ تا روز قیامت دوسری کروٹ (ورق ۱۹۶ ب)
خط دے تو نہ دے گوش بر آواز ہیں قاصد
مژدہ تو ہمیں یار کے آنے کا سنا دے

غنی | غنی تخلص، میر عبدالغنی، باشندۂ شکوہ آباد، از سادات عظام در حینِ جوانی بہ عارضۂ دق قضا کرد، خدایش بیامرزاد۔ ازوست منہ۔
نہ میرے دیدۂ گریاں سے آب ٹپکے ہے
تری نگہ کی قسم خون ناب ٹپکے ہے
اگر کچھ زندگانی میں مزا ہے ٭ تو ایام جوانی میں مزا ہے

غیرت | غیرت تخلص، اسمش معلوم نہ گشتہ، شاگرد قلندر بخش جرأت، از سکنائے لکھنؤ، زیادہ از حالاتش دریافت نہ شد۔ ازوست، منہ۔
یا کسی ڈھب سے آپ آؤ جی ٭ یا ہمیں کو کہیں بلاؤ جی
جان آنکھوں میں آ رہی ہے جان ٭ اب تو صورت کہیں دکھاؤ جی
وہ بگاڑے ہزار تم غیرت ٭ آپ اس سے بنائے جاؤ جی

غافل | غافل تخلص، میر احمد علی، سیدے ست متوطن بنگالہ، شاگرد شاہ قدرت اللہ قدرت تخلص مرشد آبادی۔ اشعار عاشقانہ و دل چسپ می گفت۔
نہ جی میں صبر کہ دل بے وصال یار جیے
بھلا بتاؤ تو کیوں کر یہ بے قرار جیے
چشم کو تجھ بن عجب کچھ رات بے خوابی رہی
اک قلق جی پر رہا اور دل کو بے تابی رہی

غنی غنی تخلص، شیخ عبدالغنی، ساکن قصبۂ تھانہ، کہ از مضافات سرکار سہارن پور ست (ورق۱۹۷ الف) قابل و ذہین و گرم اختلاط اشعار ریختہ بہ فصاحت می گوید۔ ازاں جملہ۔

پڑتی ہے نظر خس پہ دم چشم پریدن
یاں ہم نے پر کاہ بھی بے کار نہ پایا

غافل غافل، شیخ، محمد مسعود خاں، متوطن سرکار مہم که از مضافات دارالخلافه است۔ از چندے به رحمت ایزدی پیوست۔ شخص عمده معاش و قابل و ذی شعور بود۔ خدایش بیا مرزاد از کلام اوست۔

خندہ نرگس پہ کرے دیدۂ حیراں میرا
نام لالہ پہ رکھے یہ دل سوزاں میرا
گر اپنے دل کو نگہہ پر دیا دیا نہ دیا
خوشی کا سودا ہے چاہا کیا کیا نہ کیا

غضنفر | غضنفر تخلص، غضنفر علی خاں، نبیرۂ غلام حسین کروڑ [؟] باشندۂ سرکار لکھنؤ۔ شخصے خلیق و خوش وضع و متمول ست۔ شاگرد قلندر بخش جرأت از جمله شاگردانش مشار الیه در شعر گوئی رتبۂ عالی دارد۔ منه

تصور میں ہو اس سے دو بہ دو ہم ٭ کیا کرتے ہیں پہروں گفتگو ہم
کفن دے ہم کو دو آنسو بہانا ٭ کہ بعد مرگ پاویں آبرو ہم
نہ آیا مرتے دم بھی وہ غضنفر ٭ چلے دنیا سے کیا پر آرزو ہم

قاتل دم اپنی جو تقدیر الٹ جائے
گردن پہ پہنچ کر تری شمشیر الٹ جائے
سادگی میں منتخب اس صفحۂ رو کو کیا
مطلع دیوان خوبی بیت ابرو کو کیا (ورق ۱۹۷ ب)

کہتا تھا اس مریض کو کل وہ سنا سنا ٭ کردے کوئی معاف کسی کا کہا سنا
آیا یوسف کا مصور جو دکھانے نقشہ ٭ لگے اس نقش سے وہ اپنا ملانے نقشہ

غالب غالب تخلص، غالب خاں، نبیرۂ دوندے خان، که سردارے از قوم افغان بود۔ ازوست۔

جاں بہ لب ہیں ترے اس چشم کے بیمار بہت
تیر مژگاں سے ہوے ہیں جگر افگار بہت

غمگین | غمگین تخلص، میر سید علی، خلف الرشید میر سید محمد مرحوم، برادر زادۂ حقائق و معارف آگاہ سد شاہ نظام الدین احمد قادری۔ ناظم صوبۂ دار الخلافہ تشریح بزرگی حسب و نسب محتاج بہ تحریر نیست مرد با مروت و قابل ست۔ از مصانیف اوست۔

تونے صیاد نیا ظلم یہ ایجاد کیا ٭ بال و پر توڑ قفس سے مجھے آزاد کیا

ترے ثانی اگر کوئی بشر ہووے تو میں جانوں
بشر تو کیا اگر شمس و قمر ہووے تو میں جانوں

ہجر میں اس کے یہ دل جینے سے میرا سیر ہے
اے اجل بہر خدا آ جلد اب کیا دیر ہے

دل اس کو دیا اب کیا تدبیر سے ہوتا ہے
جو کام کہ ہوتا ہے تقدیر سے ہوتا ہے

سوائے تیرے نہیں کوئی یار آنکھوں میں ٭ پھرے ہے توہی تو لیل و نہار آنکھوں میں

مہرباں میرا کوئی جز غم دلدار نہیں ٭ خس کا شعلے کے سوا کوئی خریدار نہیں

مژگاں کہے ہے اس کا گر تیر ہے تو میں ہوں
اور دل کہے ہے میرا نخچیر ہے تو میں ہوں

عشق میں رو رو کے جو یہ داغ دل دھوتی ہے شمع
رشتۂ الفت کو پروانے میں کیوں کھوتی ہے شمع

(ورق ۱۹۸ الف)

بلبل ہے اگر بہار سے خوش ٭ ہم اپنے ہیں گل عذار سے خوش

دل کے لگ جانے کا یاروں سے کہوں کیا باعث
ایک قصہ ہے جو ناحق میں کہوں کیا باعث

عاشق ہوا ہے میرا یہ دل اس کی آن پر
اللہ کیسی آن بنی میری جان پر

اس ابر میں مے پینا مستوں کو جواز آیا ٭ ساقی مع مے آیا مطرب مع ساز آیا

غیرت | غیرت تخلص، نامش معلوم نیست، باشندۂ اطراف دکن قصیـــدہ در شکایت اوضاع ابنائے زمانہ موزوں نمودہ است۔ و سوائے ایں شعرے دیگر از غزلیاتش بہ نظر مولف نہ رسیدہ، لہذا مطلع قصیدۂ مذکور بنابر یادگار دریں مجموعہ مندرج کردہ شد، ازوست۔

مجھ سے چھوڑا سپہر زنگاری ٭ روش کج روی و عیـاری

غربت | غربت تخلص، نامش معلوم نیست، از سکنائے مراداباد ست۔ ازوست۔

گھر چھٹا، شہر چھٹا، ایک نہ چھوٹا غم عشق
ہم تو غربت ہیں اسی بات پہ دیوانۂ دل

غریب | غریب تخلص، میر محمد تقی، احوالش مطلق معلوم نیست۔ اشعـار خوب می گوید، ازوست۔

الٰہی مت کسی کو پیش درد انتظار آوے
ہمـارا دیکھیے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

غلامی | غلامی تخلص، شاہ غلام محمد، ہم عصر شاہ حاتم بود۔ در تکیۂ شاہ تسلیم کہ مکان معروف دارالخلافہ است استقامت داشت۔ اشعارش بہ زبان اکثر جہلا جاری ست، ازوست۔

کل جس کی نظر تیر سی گزری مرے دل سے
پھر آج وہی دور سے قاتل نظر آیا (ورق ۱۹۸ ب)

غافل | غافل تخلص، منور خاں، قوم افغان، از باشندہ ہائے لکھنئو۔ شاگرد میاں مصحفی، ایں مطلع ازوست۔

جو قشقہ صندل کا ہے جبیں پر تو پاس ابرو کے خال بھی ہے
سپہر خوبی پہ ماہ بھی ہے سہیل بھی ہے ہلال بھی ہے

غازی غازی تخلص، اسمش دریافت نہ گشتہ، از شاعران دکھن ستہ ازوست، منہ ۔

تمہیں مژدہ ہے دیوانو مقرر پھر بہار آئی
کہ بوئے گل سحر دوشِ ہوا پر ہو سوار آئی

غریب غریب تخلص، شیخ نصیرالدین احمد، شخص قابل و مستعد و فارسی گو، بہ فہم و فراست متصف، اصلش از خطۂ کشمیر، مولد و منشا دارالخلافۂ شاہ جہاں آباد ۔ اشعار فارسی بہ فصاحتِ تمام می گوید ۔ دیوان ضخیمے[1] ترتیب دادہ است ۔ گاہ گاہے بنابر تحریک یاراں شعر ریختہ ہم می گوید ۔ ازوست ۔

مت چھیڑیو اس زلف سیہ کو دل ناداں
دیکھا نہیں کاٹا کوئی کالے کا جیا ہو
جس جا کہ قدم رکھتے ہی سر تن سے جدا ہو
جاتے ہیں اسی کوچے میں ہم دیکھیے کیا ہو
بن نرگس شہلا نہیں اس خاک سے اگتے
یاں چشم سیہ کا کوئی مارا نہ گڑا ہو
کیا بان ہے رستم کی جو میداں سے نہ ٹل جائے
جس جا وہ کماں ابروے بدکیش کھڑا ہو
اس عارض گل فام پہ آیا ہے خط سبز
زنگی نے لیا روم کو اب دیکھیے کیا ہو
حال دل شوریدہ کہوں اس سے غریب آہ
وہ درد نہیں جس کی طبیبوں سے دوا ہو (ورق ۱۹۹ الف)

(۱) نخ دخیمی

حرف الفا

فقیر | فقیر تخلص، میر شمس الدین عباسی النسب، ساکن دارالخلافة شاه جهان آباد بود۔ از فخر الشعرا میر نظام الدین علی خان ممنون، که از ابنا‌ے اعمام میر موصوف ست، به ثبوت رسیده که الحاق میدی باسمش از روے فضیلت ست۔ نه سبب سیادت ـــ مرد فاضل که قابلیت از مشاهیر ست [؟] شاعر مسلم الثبوت گفتنش بجاست۔ رساله هاے متعدد در علم عروض و قوافی و صنائع و بدائع اشعار تالیف نموده۔ تمام دیوانش از مضامین رنگین مملوست۔ و دیگر تمام معجزات ائمه اثنا عشر۔ علیهم السلام به آئین مرغوب منظوم نموده۔ مدتے شد که براے زیارت عتبات عالیات از دارالخلافه رفته بود، به تقدیر ایزدی در دریاے شور مع جهاز غرق شده، به رحمت حق پیوست۔ مغتنم عهد بوده۔ حیف که حباب وار گوهر زندگانیش در طرفة العین ناپدید گردید۔ گاهے بنابر تفنن میل ریخته گوئی هم داشت۔ این دوسه شعر ازاں مه رخشان آسمان بلاغت ثبت کرده شد منه

دم کا آنا حباب هے گویا ٭ زندگی موج آب هے گویا

خال اس کی بیاض گردن کا ٭ نقـــطۂ انتخاب هے گویا

فرحت | فرحت تخلص، فرحت الله نام، شاعرے بود طالب علم اکثر مردماں اصلاح شعر از و می گرفتند۔ ازوست (ورق ۱۹۹ ب)

یه میری لوح تربت پر کهدانا ٭ کسی سے کوئی دل کو مت لگانا

منه دیکھنے کی اس کے مجھ کو هے اضطرابی

اے جاں به لب رسیده کرتی هے کیوں شتابی

فکر | فکر تخلص، میر احمد علی نام، سیدے ست باشندۂ لکهنؤ۔ زیاده از احوالش راقم مطلع نیست۔ از تصانیف اوست منه۔

وحشی هیں بوے گل کی طرح اس جہاں میں ہم
نکلے تو پھر نہ آئیں گے اپنے مکاں میں ہم

فرصت فرصت تخلص، شاعر الهآبادی ست، اشعار مطبوع ازوست، منه۔

ھجراں کی سر گرشت کا کیا دیں حساب ہم
کرتے ھیں اپنے کہنے سے آپہی حجاب ہم
رشتۂ، جان بھی گر ھو ترا تار دامن
اہ اس پر [بھی ؟] سمجھتا ھے تو بار دامن

فرحت فرحت تخلص، شیخ فرحت الله، پسر شیخ اسد الله، اولاد قاضی . . . . . که جانشین حضرت شاه بدیع الدین مدار قدس الله سره بود۔ وطن بزرگانش ماوراء النہر۔ ازوست۔

اس شوخ نے یہ پوچھا فرحت سے کل کہ تو نے
اس طرح کیوں گنوایا صبر و قرار اپنا
آنکھوں میں اشک بھر کر بولا نہ پوچھ ظالم
ھرگز نہیں ھے دل پر کچھ اختیار اپنا

فیاض فیاض، تخلص، عبدالرزاق بیگ، شخصے ست ساکن حیدرآباد . . . . . در مدح کسے گفته، ازوست۔

بعد آداب و ثنا اے قبله گاه ٭ عرض کرتا ھے یہ فدوی بے درنگ
اک دکھن تو کیا کہ . . . . تک ٭ ھو قلمرو میں تری تاروم و زنگ

(ورق ۲۰۰ الف)

فروغ فروغ تخلص، میر ثناء الدین حسین خاں، باشندۂ حیدر آباد، قطعه در تعریف نواب مشیرالممالک گفته، نگارش می نماید۔ ازوست منه

قبلۂ فیض ھو مشیرالملک ٭ دل ھے خوش تجھ سے سب خلائق کا
ھو بہار کرم کے دریا دل ٭ جس سے تازہ ھے رو حدائق کا

فراسو | فراسو تخلص، فراسو آکدین صاحب فرنگی ست ـ جوانے خلیق و یار باش و متواضع به نظر رسیده ـ اشعار خوب می گوید ـ معلوم نیست که اصلاح[1] شعر از که گرفته ـ به تقریبے از راقم ملاقات شده ـ بسیار شائسته و هوشیار مفهوم گشت ـ کلامش دل چسپ ست منه

جب آن نکلے ہے وہ جس میں آن نکلے ہے
موے تو جیتے ہیں جیتوں کی جاں نکلے ہے

جی میں ہے بزم یار میں آج گزار کیجیے
شمع سے منہ پہ جوں پتنگ جی کو نثار کیجیے

کھلا جوں گل ہے ہر داغ جگر صد چاک سینے میں
یہاں رکھتا ہے گلشن عاشق غمناک سینے میں

جان دوں زلف دوتا مانگے ہے ٭ مانگ کیا جایے کیا مانگے ہے

ہے تار بندھا جب سے سرشکوں کی جھڑی کا
مژگاں کا مری رنگ ہے پھولوں کی چھڑی کا

دیکھا ہے ترا جب سے حنا بستہ کف دست
ملتا ہوں کف دست سے پیوستہ کف دست

کب تلک ہجر میں یوں گریہ و زاری آوے
ہم تو راضی ہیں اگر موت ہماری آوے (ورق ۲۰۰ ب)

قاصد آیا مرے اس رشک چمن کا یوں آج
جیسے گلشن میں کبھی باد بہاری آوے

اس بت کو زیارت جو مری گور کی سوجھی
عیسی بھی یہ بولے کہ بہت دور کی سوجھی

مکھڑے پہ تمہارے کبھی مہتاب کی پھبتی ٭ بالوں پہ تمہارے شب دیجور کی سوجھی

(۱) سخن بر خیراتی خان دلسوز عرض کرده (شیفته ص ۱۴۸)

افسوس هم تڑپتے ھیں جس کے فراق میں
غمگیں رھے ھے اور کے وہ اشتیاق میں

استاد غم سے پڑھتے ھیں دیوان عشق ہم
ناصح کتاب وعظ کو رکھ دے تو طاق میں

شب جو آ بیٹھا وہ مہ رو بے حجاب آغوش میں
جس نے دیکھا یوں کہا ھے آفتاب آغوش میں

پردے ھی میں وہ یا رب آ کر کڑے بجاویں
زنجیر پا ھم اپنی کب تک کھڑے بجاویں

تجھے معلوم ظالم اس گھڑی چاھت ھماری ھو
پھنسے تیرا کہیں دل اور تجھ کو بے قراری ھو

افسوس کہ یوں آہ کی تاثیر الٹ جائے
دروازے پر آ کر بت بے پیر الٹ جائے

ھے[1] خواب میں دیکھا تو نہ ظاہر بھی ملیں گے
جو خواب کی قسمت سے نہ تعبیر الٹ جائے

غضب ھے ایک بوسہ جو بت دل خواہ سے مانگو
تو یوں کہتا ھے ھنس کر یہ دعا اللہ سے مانگو

وہ بجلی سا ھے مکھڑا بال سر کے ابر کالا ھے
وہ بجلی بھی نرالی ھے وہ بادل بھی نرالا ھے

بتاؤ کیوں نہ بالا ھم کو سونے کا کھڑے ھوکر
کڑے دو پاؤں میں ھیں کان میں سونے کا بالا ھے

فراسو آہ کے شعلے تمہارے جب بھڑکتے ھیں
کہا کرتے ھیں شب کو لوگ یہ کیسا اجالا ھے

فراق فراق تخلص، میرزا مرتضی قلی، باشندۂ دار الخلافہ، امیر زادہ بود

(۱) این شعر را بہ نام استادش هم نوشته اند (شیفته ص ۱٤۸)

از طبع زاد اوست (ورق ۲۰۱ الف)

تماشا اس چمن کا کس کے دل کو شاد کرتا ہے
کہ دیکھو یاں تبسم غنچے کو برباد کرتا ہے

کہتا تھا میں ... سے کہ اے جان حزیں ٭ مجنوں کے غم سے تو بہت ہے غمگیں
اللہ کرے کہ وہ شتابی آجاے ٭ دل بول اٹھا وہیں کہ آمین آمین

گریباں چاک چاک اور آستیں کو نم کیا ہم نے
غرض اس دل کے جانے کا نہایت غم کیا ہم نے

گلزار کہاں کا ہے، چمن زار کدھر کا ٭ دیکھوں ہوں تماشا میں گل زخم جگر کا
دل اس سے جو میں مانگا آئینہ اٹھا لایا ٭ دیدے کی صفائی سے کیا بات بنا لایا

اس مہ جبیں کے رو بہ رو آئینہ تو نہ ہو
ہم صاف منہ پہ کہتے ہیں بے آبرو نہ ہو

مت کر تو آہ و زاری ہر دم ٭ گریے سے نہ آستین و داماں کر نم
لکھ صفحۂ سینہ پہ محمد کی ثنا ٭ پتلی کو بنا دوات مژگاں کو قلم

فراق فراق تخلص، حکیم ثناء اللہ خان، قوم افغان، متوطن دار الخلافہ، برادر زادۂ هدایت اللہ خاں هدایت تخلص، مرید حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ، اصلاح اشعار[1] هم از جناب ایشاں گرفتہ۔ بہ صلاح و تقوی و ورع چناں چہ باید و شاید و در عالم ارتباط و یک جهتی و حسن خلق مشهور در فن طبابت دخلے کلی دارد و بہ گفتن اشعار از هم سراں ممتاز۔ مناقب جناب مرتضوی کرم اللہ وجہ از تصانیفش اکثر بہ زبان سکنۂ شهر جاری ست۔ در طرز بندی (ورق ۲۰۱ ب) و صاف گوئی استاد وقت خود و مشاق قدیم ست۔ و بسا مردم استفادہ و اصلاح شعر ازیں بزرگ می‌گیرند۔ با مولف تعارف قدیم ست۔ از کلام با نظام اوست۔ ازوست۔

(۱) سخن خود بیشتر بہ اصلاح شیخ بزرگ وار و عم والاتبار خود رسانیدہ۔ و برخو از اشعار آب دار از نظر سرآمد سخن سنجان مرزا محمد رفیع سودا هم گزرانیدہ (نغز ص ۵۰)

باتوں سے مدعی کی واں کان بھر رہے ہیں
یاں جی میں اپنے کیا کیا ارمان بھر رہے ہیں

کہے ہے یار جو دکھلاؤں ناز و دل ربائی کو
ابھی ایک ہی نگہ میں مول لوں ساری خدائی کو

تم سوا غیر کو ہم چاہیں گے امکان ہے یہ
افترا محض، غلط، جھوٹ ہے، بہتان ہے یہ

دست رنگیں میں ترے وہ خنجر خوں ریز تھا
جس کا دستہ دستہ ہائے گل سے رنگ آمیز تھا

قتل کا انکار گر تو نے کیا تو کیا ہوا
وہ ترا دست نگاریں ہم کو دست آویز تھا

خرق افلاک پہ مت بحث، ادھر دیکھ حکیم
آج گردوں پہ نہ تو طائر افلاک چڑھا

صاف عینک سے گزر جاے ہے جوں نور نظر
بام افلاک پہ یوں صاحب لولاک چڑھا

مجھ سے مکھڑے کو نہ زلفوں میں ہر اک آن چھپا
مہر کو ابر سیہ میں نہ مری جان چھپا

فراق اپنا ارادہ قصر دل کے ہے بنانے کا
محل کی فکر ہے مجھ کو نہ غم دیوان خانے کا

داغ دل رکھتے ہیں گر ہووے نہ پر کا تکیہ
یعنی کافی ہے سپاہی کو سپر کا تکیہ

اس لعل سے ہونٹوں پہ پسینہ یہ نہیں ہے
آیا ہے مگر شہر بدخشان میں ڈوبا

چشم کا اپنی دو آبہ ہو نہ کیوں کر جاری
حسن ٹپکے ہے پڑا کشور پنجاب کے بیچ

لوگ سب جانیں گے خورشید قیامت نکلا
آفتابی پہ نہ بیٹھو شب مہتاب کے بیچ (ورق۲۰۲الف)

دل کئے ٹکڑوں کا پری‌رش نہیں انبار لگا
تیرے کوچے میں ہے یہ آئنہ بازار لگا

ہاتھ سے عشق کے میں سخت اذیت کش ہوں
دل میں ہے تیر لگا، پاؤں میں ہے خار لگا

ہر دم کمر کسے ہے وہ خون ہزار پر
گل رو کو اکتفا نہیں دو تین چار پر

آواز آگئی یہ مجھے ناگہاں فراق
گزرا جو ایک شخص کی مشت غبار پر

یعنی قدم سنبھال کے رکھ مرد ناتمیز
آگاہ ہو نہ بھول تو اس روزگار پر

ہم بھی کبھو تھے رشک گل گلستان دہر
ہنستی تھی بلکہ جان مری لالہ زار پر

طاقت نہ تھی کسی کی جو ہو کوئی سامنے
تھی ان دنوں میں یار قیامت بہار پر

گل کھاتے تھے تمام پڑے ہم پہ گل رخاں
اب پھول بھی نہیں کوئی رکھتا مزار پر

جو عہد و قول کیا تم نے سو تمام غلط
قرار صبح غلط وعدہ ہائے شام غلط

داغوں سے نہیں سینۂ سوزاں ہمہ تن چشم
ہے تیرے تماشے کو چراغاں ہمہ تن چشم

غربال مری آہ جگر سے یہ فلک ہے
انجم سے نہیں شب کو نمایاں ہمہ تن چشم

گل منتظر و دیدۂ نرگس نگراں ہے
عاشق ہیں ترے سرو چراغاں ہمہ تن چشم

سدا ہم در پئے فکر دہان یار جیتے ہیں
غرض یہ کھولنے کو عقدۂ دشوار جیتے ہیں

میں وہ ہوں کہ منت کش افلاک نہیں ہوں
مرہم طلب سینۂ صد چاک نہیں ہوں
میں یک دل پر آبلہ ہوں یا مژۂ تر
کچھ خوشۂ انگور و رگ تاک نہیں ہوں (ورق ۲۰۲ ب)

ہر آشنا مخالف ہر مہربان دشمن
تیرے لیے ہوا ہے سارا جہان دشمن
اک تیغ میں تو میرا بس کام ہوچکا تھا
کیوں میرے تیرے آتی یہ درمیان دشمن

کہے ہے دیکھ اپنا وہ گل رخسار پانی میں
الہی یہ عجب پھولے ہے یاں گلزار پانی میں
مرا اشک مسلسل دیکھ کے کہتے ہیں یوں مردم
بہا جاتا ہے لیجو موتیوں کا ہار پانی میں
صفا بنیاد جو ہیں ان کو کچھ مطلق نہیں لغزش
کھڑی ہے آئنے کی دیکھ لو دیوار پانی میں
جو کہتا ہوں قدم رنجہ کرو ٹک دیدۂ نم تک
تو کہتا ہے کہ آتی ہے مری بیزار پانی میں
در اشک اس کو گزرانو جو نذر پیش کش چشمو
تو دھو لینا انہیں اچھی طرح دو چار پانی میں

تیرے ہونٹوں کا ہے خیال ہمیں ؛ مئے گل گوں بھی ہے حلال ہمیں
چلو گالی نہ دو نہ ٹھکراؤ ؎ نہیں بھاتی یہ بول چال ہمیں

بغیر از جان کچھ رکھتا نہیں تحفہ میں کیا بھیجوں
دل پر داغ کا کہیے تو گل دستہ بنا بھیجوں

تپش ہے درد ہے زاری ہے بے تابی ہے اور میں ہوں
شکست رنگ ہے حیرت ہے بے خوابی ہے اور میں ہوں

خوشا وہ دن کہ ان کو روٹھنا غفلت شعاری ہو
ادھر عرض تمنا، عاجزی، منت گزاری ہو
میں دریا بار ہوں کیا ہوئے گا کوئی مرے روکش
میاں منہ دیکھو میرے سامنے ابر بہاری ہو
کیا ہے لشکر غم نے گزارا کشور دل پر
کوئی ساقی کو کہہ دینا کہ ہاں اب جام داری ہو (ورق۲۰۳الف)
نسیم صبح اور باد صبا سے آہ کہہ دینا
لگے جب تک ہماری آنکھ پنکھا باری باری ہو

ایک دل مژگاں مقابل میں یہ تیرے بار سو
کیا سپاہی کا چلے جس پر چلیں تلوار سو

جی نکلے عشق میں دل تو بھی نہ آہ کیجو
اس پر نظر نہ کیجو مجھ پر نگاہ کیجو

دیکھے ہے کیا چمن میں گلوں کی بہار کو
آ کر ہمارے دیکھ دل داغ دار کو
بحر سر شک چشم کا طوفان دم بہ دم
مارے ہے آنکھ گریۂ ابر بہار کو
کل میں نے یہ فراق سے پوچھا کہ میری جان
کیوں ہم سے تو چھپاوے ہے احوال زار کو
اس چشم خوں فشاں سے یہ تیری نمود ہے
یعنی کہ چاہتا ہے کسی گل عذار کو

ہر آہ تیری مصرع رنگیں سے کم نہیں
شور و فغاں نے مات کیا ہے ہزار کو

جس سوز دل سے روتے ہے جوں شمع تو کھڑا
رونا کہاں یہ آئے ہے ابر بہار کو

سب گل رخاں کو چاھتے ہیں میرے یار پر
دیتے نہیں ہیں ہاتھ سے صبر و قرار کو

سن کر لگا یہ کہنے کہ اے مشفق شفیق
سمجھے نہیں ہیں آپ محبت کو پیار کو

جب دل کسی کو دیجیے تب آپ جانیے
اس میں نہیں ہے دخل کبھو اختیار کو

دشنام یوں تو دیتے ہو ہر بار ایک دو
ہم کو کبھو تو بوسۂ رخسار ایک دو

دریا پہ سیر فرما جب مست ناز تو ہو
ہر اک حباب پانی لے لے کے روبہ رو ہو (ورق ۲۰۳ ب)

خنجر لو ہاتھ میں نہ میاں تم کٹار لو ۰ اس صید نا تواں کو نگاہوں میں مار لو

بوسہ دو مرے آں کے یاں نقش قدم کو
کہیو یہ صبا خاک نشیناں عدم کو

کھول دے برقع سے ٹک رخسار آتش ناک کو
گلشن دل کے جلا دیں تا خس و خاشاک کو

ہرگز نہیں نہایت و پایان آرزو ۰ وسعت رکھے ہے قہر بیابان آرزو
کچھ داغ دل نہیں ہے گلستان آرزو ۰ زخم جگر بھی ہے گل خندان آرزو
ہر اشک سرخ غنچۂ امید کی ہے شکل ۰ ہر مد آہ مصرع دیوان آرزو
مانند گل کے چاک گریباں بغیر ہاتھ ۰ آیا کبھو نہ گوشۂ دامان آرزو
ظالم شتاب آ کہ ترے انتظار میں ۰ ہر شب رہوں ہوں دست و گریبان آرزو

هم مر گئے هیں تیری تمنائے وصل میں ٭ ٹک دیکھیو ادھر کو بھی او جان آرزو
دیتے فراق شعر و سخن کی مرے وہ داد ٭ اس وقت میں جو هوتے کبھو خان آرزو
تم ایک جفا جو ستم ایجاد هو کوئی ٭ اچھے هو غرض خوب هو استاد هو کوئی
ٹھوکر کے سوا چلتے ہیں ان کی بلا سے ٭ پامال کوئی شخص هو برباد هو کوئی
گل چاک جگر باد صبا خاک بسر هے ٭ ماتم کدهٔ دهر میں کیا شاد هو کوئی
هم تیرے سوا اور کو چاهیں تو قسم لے ٭ انسان تو کیا گرچه پری زاد هو کوئی

ربط کدھر وہ گئے مہر و وفا کیا هوئی
هم سے خفا کیوں هو تم هم سے خطا کیا هوئی (ورق ۲۰٤ الف)

نہ دندان سفید اس کے مسی و پان میں دیکھو
کھلی هے موتیا لاله و نا فرمان میں دیکھو

کیا خوب عجب تم نے یہ وضع نکالی هے
هر آن میں جھڑکی هے هر بات میں گالی هے

سن مرا حال یہ کہتا هے نہ ٹک سونے دے
نیند تو اڑ گئی کم بخت نہ ٹک سونے دے

غم دوری عزیزاں سے هے افسوس مجھے
راہ یک گام نظر آتی هے سو کوس مجھے

سینه داغوں سے مرا رشک چراغاں هے فراق
شمع درکار هے تربت پہ نہ فانوس مجھے

سوز بے تابی دل شب جو سنایا هم نے
شمع ساں خوب هی مجلس کو رلایا هم نے

خط کے بھیجے سے خفا اس کو جو پایا هم نے
یک قلم لکھنے هی سے هاتھ اٹھایا هم نے

دل کے هر ٹکڑے میں تصویر تری چمکے هے
دیکھ تو کیا هی مرقع یہ سجایا هم نے

چشم نم جام ہے جھکی ہے لگی شیشے کو
آپ کیا روئے کہ مجلس کو رلایا ہم نے
دست رس ہم کو کہاں اس گل رخسار تلک
پاؤں کو بھی نہ کبھو ہاتھ لگایا ہم نے
بس آن کے لگ جا تو مرے یار گلے سے
اور کھول کے یہ پھینک دے تروار گلے سے
تجھ بن کسے حوش آے ہے یہ بادۂ گل گوں
پانی بھی جو اترے ہے تو دشوار گلے سے
سنتے ہی میرے قصۂ غم کو میاں چلے
کیا ایسی نیند آتی ہے بیٹھو کہاں چلے
ساتھ اپنے آہ و نالۂ و درد و فغاں چلے
ہم بھی عدم کو لیے کیے بڑا کارواں چلے
تم گالیاں دو چٹکیاں کیوں کر کہ میں نہ لوں
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے (ورق ۲۰۴ ب)
کچھ ہم میں نہیں ہے جاں باقی د واں اب بھی ہے امتحان باقی
تیری فطرت میں وہی ہے بے قراری ایک سی
بے خودی بے طاقتی بے اختیاری ایک سی
وہ تو حیرت آشنا ہے ہم بھی ہیں حیرت نصیب
آئنے کی اور صورت ہے ہماری ایک سی
چہرۂ مہ وش قیامت ساعد سیمیں غضب
چاند کا ٹکڑا ہے بس صورت تمہاری ایک سی
در معنی ڈھونڈھ لا اس بحر میں ایسے فراق
جس کی ہو اک نازکی اور آب داری ایک سی
شعلہ رو غم میں ہے تیرے آہ و زاری ایک سی
شعلہ ریزی ایک سی اور اشک باری ایک سی

زلف کے ہر تار میں کیا مشک کی آتی ہے بو
عنبر ساوا ہے اس کی زلف ساری ایک سی
آئینہ لے کے مقابل لب خنداں کیجے
جان من شہر حلب رشک بدخشاں کیجے
یاد میں دست نگاریں کی ترے رو رو کر
جی میں ہے نخل مژہ پنجۂ مرجاں کیجے
دکھائی دیتے ہو ہر دم جو تم تیغ و سپر باندھے
میاں پھرتے ہو کس کے خون ناحق پر کمر باندھے
بہ رنگ موج اپنے جی میں کیا کیا پیچ و تاب آیا
لب دریا پہ اس نے بال جس دم کھول کر باندھے
دھن کے وصف میں حیراں ہیں سارے نکتہ چیں تیرے
کمر کا تیری مضموں کیا کوئی اے سیم بر باندھے
دھن کی فکر اس سے ہو جسے شوق عدم ہووے
وہ مضمون کمر باندھے جو مرنے پر کمر باندھے

وابستہ زندگی ہے مری تیری ذات سے ٭ تجھ بن نہیں ہے کام مجھے کائنات سے
گل ریز اشک داغ جگر ماہ تاب ہے ٭ عاشق کی رات کم نہیں کچھ شب برات سے

(ورق ۲۰۵ الف)

ھفت آسماں کے پردے وہیں دل پہ کھل گئے
مہ وش کی حوں جھلک نظر آئی نقاب سے
مکھڑے پہ اس کے شب کو جو آتی ہے چاندنی
کس کس طرح کے روپ دکھاتی ہے چاندنی
نہ گل ہی میرے ہنسنے پر فقط اے یار ہنستا ہے
خرابی پر مری ہر رخنۂ دیوار ہنستا ہے
اس دل میں کر گزر جو پھر تیر آہ الٹے
اک پل میں سب فلک کی یہ بارگاہ الٹے

مفتی و شحنہ قاضی ہیں کشتہ اس نگہ کے
پھرتے ہیں اس کے ہاتھوں یہ داد خواہ الٹے
تم انکھڑیوں کو ہر دم آئینے میں نہ دیکھو
ڈر ہے نصیب اعدا تیر نگاہ الٹے
عشاق کی صفوں کو پل میں الٹ پلٹ دے
مکھڑے سے گر دوپٹہ وہ رشک ماہ الٹے
پھرتی ہیں یوں نگاہیں اس شوخ جنگ جو کی
تاراج کر کے کوئی جیسے سپاہ الٹے
کچھ ہم ہی نہیں کشتے ابرو کے اشاروں کے
گل رو تری چشمک نے جی کھوئے ہزاروں کے
کیا دھوم ہے چرچا ہے کیا طرفہ تماشا ہے
اک رات تو آدیکھو ہم گھر میں بھی یاروں کے
ہر آہ ہوائی ہے ہر داغ ہے مہتابی
ہر اشک سے چھٹتے ہیں سو گنج ستاروں کے
نہ مکھڑا یار کا سا ہم نے نہ ویسی حسیں دیکھی
نہ ہر صورت وہ صورت تو نہیں دیکھی نہیں دیکھی
کیا بے مہر کافر شعلہ خو کو رام اک پل میں
یہ تو نے ہم نشیں تاثیر آہ آتشیں دیکھی
وفور گریہ سے اپنے نظر فردوس کے کوچے
گیا میں بھول دامن کو جو اپنی آستیں دیکھی
قلم سے کھینچتے چین جبین یار چیں مانی
تری صنعت گری ہم نے بھی اے نقاش چیں دیکھی (ورق ۲۰۵ ب)
شب مہتاب نظروں سے ہماری گر گئی ظالم
کھلی مکھڑے پہ تیرے کل جو زلف عنبریں دیکھی

ہیں مشبک تیرِ مژگاں سے ترے سینے کئی
چور ہیں سنگ حوادث سے یہ آئینے کئی

اشک اور لخت جگر کا نام آنکھوں میں نہیں
راہ میں ہم نے لٹائے تیری گنجینے کئی

چشم پرآب فراق اپنی ہوی مانعِ وصل
کس طرح پہنچوں کہ ہے راہ میں حائل پانی

آج بسنتی پوش وہ ہوکے چلا جو پاس سے
ہوش تمام اڑ گئے جاتے رہے حواس سے

ہمرہ اگرچہ دیتے ہیں اب درد آبلے
پرسـد رہ سمجھتے ہیں نامرد آبلے

ڈھونڈھا جہاں تلک تجھے شہر و دیار میں
پاؤں میں پڑ گئے مرے بے درد آبلے

صحرا تمام تختـۂ صد برگ ہوگیا
پھوٹے ہیں کس کے پاؤں کے یہ زرد آبلے

دیکھ کر بحر گنہ کیوں نہ ہو زہرا پانی
آشنا کوئی نہیں اور ہے گہرا پانی

برق کی یہ نہیں تحریر، چڑھایا ہے دیکھ
وصلی نیلی گردوں پـہ سنہرا پانی

آبلے دکھلائے جب اس ترے رنجور نے ٭ دانت میں تنکا لیا خوشۂ انگور نے

بعینہ اشک کی یوں بوند مژگاں پر ٹپکتی ہے
کہ جیسے تار میں قندیل شیشے کی لٹکتی ہے

نظر چڑھنے لگا ہے بیش و کم جوہر شناسوں کے
کوئی دن میں اس اشک سرخ کی رتی چمکتی ہے

دریافت اسے ہو دہن یار کی خوبی ٭ سمجھے جو کوئی عقدۂ دشوار کی خوبی

سرکار عشق سے تو ملا منصب جنون
. . . . حجت و تقریر کس لیے (ورق ۲۰۶ الف)

نرگس کو دے چکا ہوں میں آگے ہی سیم و زر
لالہ طلب کرے ہے یہ تحریر کس لیے

. . . . مژگاں کرے ٹکڑے

دلا تجھ کو عبث اپنی جواں مردی پہ غرہ ہے
بلائے جاں ہے اس جنگ جو کے سامنے آنا
ادھر ہے توپ کا گولہ ادھر پلکیں تو چھرہ ہے

گھر سے کل نکلا جو وہ مستِ حرام نازِ حسن
دیکھ کر اس کا بسنتی جامہ و دستار زرد
حلق کی نظروں میں بس اڑنے لگیں مہتابیاں
ہو گیا رستہ مکاں کوچہ در و دیوار زرد

فغاں | فغاں تخلص، اشرف علی خاں نام، شاگرد شیخ علی قلی خاں ندیم کوکۂ مرزا احمد شاہ بادشاہ، خلف الصدق حضرت فردوس آرام گاہ انار اللہ برھانہ کہ کوکلتاش خاں خطاب داشت۔ شخص عمدہ معاش و یار باش و لطیفہ گو و بذلہ سنج بود۔ بہ سبب انقلاب زمانہ از دارالخلافہ رفتہ۔ در عظیم آباد مسکن گزید مدتے شد کہ انتقال نمود شاعر خوبے بود خدایش بیامرزاد۔

ساقی نہ میں یاں آپ سے کچھ چشم تر آیا
دل دیکھتے ہی ابر کو ناچار بھر آیا

فغاں ہم نے سنا ہے یوں کہیں مائل ترا دل ہے
خدا آساں کرے بندے محبت سخت مشکل ہے

خط دیجیو چھپا کے ملے وہ اگر کہیں ٭ لینا نہ میرے نام کو اے نامہ بر کہیں

بھول کر پاؤں فغاں گل پہ نہ رکھیو زنہار
ان پھپھولوں کا مزہ خار بیاباں جانے

نہ کھولیے ترے بند قبا تو کیا کیجیے
دل گرفتہ کو ظالم کبھی تو وا کیجیے (ورق ۲۰۶ ب)

مبتلائے عشق کو اے ہم دماں شادی کہاں
آ گئے اب تو گرفتاری میں آزادی کہاں

کیا تجھ سے خوش رہے دل ناشاد رفتگاں
اتنا بھی تو نہیں کہ کرے یاد رفتگاں

تقویت ہے داغ سے میرے دل بیمار کو
اے فلاطوں کیا مرض کہتے ہیں اس آزار کو

اس مبتلا کی چشم کہاں تک حراب ہو ٭ اے دل جدا کرے ترا خانہ خراب ہو
جم جم پلائے دوست تجھے جام مے مدام ٭ تو مست رہ فغاں ترا دشمن حراب ہو

تنہا اگر میں یار کو پاؤں تو یوں کہوں
انصاف کو نہ چھوڑ مروت اگر گئی

آخر فغاں وہی ہے اسے کیوں بھلا دیا
وہ کیا ہوئے تپاک وہ الفت کدھر گئی

مجھ سے جو پوچھتے ہو بہ ہر حال شکر ہے
یوں بھی گزر گئی مری ووں بھی گزر گئی

رات جو غیر تری بزم میں اے یار رہا ٭ یہ فغاں سر کو پٹکتا پس دیوار رہا
لکھ دیجیو نامہ بر در و دیوار یار پر ٭ گزرا جو کچھ الم دل امیدوار پر

نہ اے قاصد میں رو رو یار کی فریاد کرتا ہوں
ترا منہ دیکھ کر اپنے لکھے کو یاد کرتا ہوں

یاروں نے سن لیا ہے اسیری کے نام کو ٭ پہچانتے ہیں یہ نہ قفس کو نہ دام کو

تحمل آتش غم میں دل بے تاب کیا جانے
ٹھہرنا ایک دم بھی آگ پر سیماب کیا جانے

ظالم کروں میں ظلم سے فریاد کب تلک ٭ ٹک رحم بھی ضرور ہے بیداد کب تلک

شرم نے اس کو لب بام تک آنے نہ دیا
ھائے اس چاند سے مکھڑے کو دکھانے نہ دیا (ورق۲۰۷الف)

غیر آرزو کے مانع دیدار کون ھے
وہ یار ھوگیا تو پھر اغیار کون ھے

دل زلف میں الجھے مجھے آرام یہی ھے
میں صید بلا کش ھوں مرا دام یہی ھے

یہ ھی کسے نہیں آتا جو دل میں راہ کرے
فغاں میں اس کے تصدق ھوں جو نباہ کرے

وہ چاھے یا نہ چاھے فغاں آپ چاھیے
اپنے کیے کو ھاں مرے صاحب نباھیے

نہ ھمیں گل سے غرض ھے نہ تمنائے چمن
کیا اسیراں چمن کے تئیں پروائے چمن

رفتہ رفتہ بت خوش قد مرا آفت ھوگا
ٹک قدم آگے دھرے گا تو قیامت ھوگا

مجھ سا گرفتہ دل بھی کبھو شاد ھوئے گا
یہ خانماں خراب بھی آباد ھوئے گا

اس سال ھم قفس مرے آزاد ھوگئے
مجھ پر بھی مہرباں کبھو صیاد ھوئے گا

ایسی نگاہ کی کہ مرا جی نکل گیا ٭ قصہ مٹا، عذاب سے چھوٹے، خلل گیا

تجھ کو روزی ھو مری جاں دعائیں لینا
مجھ کو ھر شب تری زلفوں کی بلائیں لینا

اگر عاشق کوئی پیدا نہ ھوتا ٭ تو معشوقوں کا یہ چرچا نہ ھوتا
گریباں چاک کر روتے کہاں ھم ٭ اگر یہ دامن صحرا نہ ھوتا
نہ کھلا پردۂ غفلت نہ تجلی دیکھی ٭ دل مرا منتظر جلوۂ دیدار رھا

هم نے شب فراق میں سنتا ہے اے فغاں
کیا کیا مزے سے حسرتیں دل کی نکالیاں
یہ تھا خیال خواب میں دیکھیں گے روز وصل
آنکھیں جو کھل گئیں وھی راتیں ھیں کالیاں (ورق ۲۰۷ ب)

فراق فراق تخلص، میرزا کیقباد بیگ، اسمش معلوم نیست۔ من جملہ امرائے حیدر آباد ست المعروف بہ کیقباد جنگ بہادر۔ شعرے از تصانیفش آشنائے خواندہ بود مرقوم گشت ازوست۔ منہ۔

ہے چشم ہر اک داغ کی دل کے مرے روشن
کیا ہوئے طرف دیدۂ تنگ پر طاؤس

فخر فخر تخلص، شاعرے بود از دورۂ سابق، ہمہ اقسام شعر موزوں می نمود۔ ازوست۔

سرخ سنجاف نہیں، تیرے کنار دامن
خون عاشق ہے کہ ہوتا ہے نثار دامن
نہ لیتے دیر ہوئی نام آشنائی کا
یکایک آہی گیا سر پہ دن جدائی کا
آنکھوں سے اب رواں ہے دریائے آب تجھ بن
بنیاد صبر کا ہے خانہ خراب تجھ بن

فیض فیض تخلص، سید فیض علی، فرزند میر محمد تقی میر تخلص، بہ مقتضائے موزونی طبع اشعار ریختہ می گوید۔ و در سرکار نواب وزیر الممالک آصف الدولہ مرحوم ہمراہ پدر بزرگوار خود ملازم بود۔ رہ بہ شاعری مانا بہ طرز والد خود دارد۔ می گویند کہ دعوی شاعری خیلے در دماغش متمکن ست۔ اوراست

گل کہا موے تھے جن کے لیے جسم زار پر
دو پھول بھی نہ لائے کبھی وہ مزار پر

نہ مانی تو نے میری اپنی ہی ضد بے وفا رکھی
کہیں ہم کس سے اب جاکر ہماری تو نے کیا رکھی
شب وصل آئی تھی یارو سو اس بے لطفی سے کاٹی
ہمارے اپنے اس بے درمیاں تلوار لا رکھی (ورق ۲۰۸الف)

دور میں ساقی ترے آنکلے ہیں مے نوش ہم
جام خالی دے ہے کیا اتنے نہیں بے ہوش ہم

بے زبانی کی نہ پوچھو وجہ ہم سے کوفت میں
چوٹ کچھ ایسی لگی دل پر کہ میں خاموش ہوں

شوق میں تیرے کنارو بوس کے اے بحر حسن
موج کی مانند ہو جاتے ہیں سب آغوش ہم

روش نمائی ہے کیا ان خوب صورت گل عذاروں کو
لیے آئینہ دیکھا کرتے ہیں اپنی بہاروں کو
نہیں معلوم کس رشک قمر کی راہ تکتے ہیں
کہ ساری رات آنکھوں میں گنا کرتے ہیں تاروں کو
خدا جانے کہ تجھ سے فیض کیا ہے اس کو بے زاری
جہاں دیکھا تجھے اس نے پکارا اپنے یاروں کو

یہ ترک چشم ترے مست ہیں جواں دونوں
کہ سو رہے ہیں تلے سر کے رکھ کماں دونوں

اس کاکل پیچاں سے پریشاں ہوئے کیا کیا ساری گئی عزت
ہم کو بھی سر زلف کا اب تیری ہے سودا بل اتنا تو کہا مت
جاں بخش مرے یار نے مردے کیے احیا جنبش سے لبوں کی
اک [1] طرف دھرا ہی رہا اعجاز مسیحا اللہ ری قدرت

(ورق ۲۰۸ ب)

---

(۱) مخ میں اس کو بعد مقیم محمد خاں گویا کا تذکرہ ہو۔ حاشیہ پر لکھا ہی "در حرف الکاف باید نوشت" گویا کا تذکرہ حرف کاف کر آخر میں لکھا گیا ہو۔

فدوی | فدوی تخلص، میرزا بهجو[1] متوطن شاه جہان آباد۔ به خدمت سوانح نگاری در سرکار بادشاه جم جاه احمد شاه انارالله برهانه ملازم بود۔ بعد هنگامهٔ شاه درانی در عظیم آباد رفته مسکن گزیده۔ جوانے و حیهه و عشق پیشه و سپاهی وضع بود۔ آخر مرید بزرگے شده در حلقه در امد مشائخانه به کمال ذوق و شوق به وجد و حال می پرداخت و در شعر گوئی ریحته شاگرد شاه گھسیٹا متخلص به عشق بود که سابق ذکر او گزشت شعر را به پختگی و متانت می گفت از چندے به رحمت حق پیوست اروست منه

جوں شمع گو که سر سے بلا رات ٹل گئی
دیوانے مکر آح کا کر کل کی کل گئی

گله آپس میں ایسا ہی کبھو تھا ٭ تکلف برطرف ایسا هی تو تھا

وه کافر هماری شب تار هے ٭ جسے صبح کا دیکھنا عار هے

تجھ سے هوتے هیں درد مند جدا ٭ گو کرے کوئی بند بند جدا

شب هجراں کی اور تو فدوی ٭ هم سے تقریر کر نہیں آتی
پر یه وه رات هے که جس کی همیں ٭ صبح هوتی نظر نہیں آتی

(ورق ۲۰۹ الف)

ساتھ پھرتے هیں بہت مائل لگے ٭ دیکھتا کیا هے انہیں قاتل لگے

چل ساتھ که حسرت دل مرحوم سے نکلے
عاشق کا جنازه هے ذرا دھوم سے نکلے

کون اس سے یه کہے کیوں قتل عالم کو کیا
کیا کسی کا ڈر پڑا هے جی میں آیا سو کیا

گالیاں کیوں کر نه دیوے تونے فدوی چھیڑ چھیڑ
ایک تو وه تھا هی اس کو اور بھی بدخو کیا

---

(۱) مرزا بهجو (نغز)

ملیے وہ غیروں سے رشک مہ گو ہمیں کب آتا ہے رشک اس کا
یہ ڈھلتی پھرتی ہے چھاؤں فدوی کبھو ادھر ہے کبھو ادھر ہے

رباعی

ہے دل ہی اپنا نہ جسم و جاں ہے اپنا ٭ اپنا کسے سمجھیے کہاں ہے اپنا
اپنی تو نظر میں فدوی اللہ سوا ٭ یاں ہے اپنا نہ کوئی واں ہے اپنا

رباعی

یارو ملیے اب کوئی کسی سے کس طور ٭ منصف ہو ذرا دل میں کرو اپنے غور
جوں آئنہ کس کام یہ خاطر داری ٭ منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ اور

رباعی

دل مجھ کو لیے لیے کدھر آیا تو ٭ آخر اس سنگ دل کے گھر لایا تو
کہتے ہیں مجھے یہ ۔۔۔وان ۔۔۔ سارے ٭ اے خانہ خراب پھر نظر آیا تو

رباعی

وہ کوئی نہیں نہیں ہے جس کا کوئی ٭ لیکن نہ کرے خیال اس کا کوئی
وابستگی سب اپنے ہی دم سے ہے گی ٭ جب آنکھ مندی جہاں میں کس کا کوئی

رباعی

کل تجھ کو تو ساری رات سوتے گزری ٭ ہم کو ترے پاس بیٹھ روتے گزری
(ورق ۲۰۹ ب)
القصہ نہ پوچھ جی ہی جانے ہے مرا ٭ جوں شمع جو کچھ کہ صبح ہوتے گزری

رباعی

کیا ملیے یہ آشنا ۔۔۔۔۔ کسے ہوں گے
آخر دشمن پر اے جی کسے ہوں گے
ان سنگ دلوں سے کیا توقع فدوی
کس کے یہ ہوئے ہیں جو کسی کے ہوں گے

فراغ | فراغ تخلص، میر محمد فراغ، معلمے بود ساکن دهلی، زیاده از احوالش اطلاع نیست ـ ازوست ـ

آتی هے مرے اشک سے بوئے عرق گل
هے بس که نظر میں گل رخسار کسی کا
کب چشمهٔ کوثر سے مرا کام بر آوے
از بس که هوں میں تشنهٔ دیدار کسی کا
روتا هے فراغ آج ترے کوچے میں پیارے
دل توڑیے اس طرح نه زنهار کسی کا
بدن میں خوب هے اٹکا رهے جو تار نفس
بھلا هے ذکر جو زلفوں کا دم به دم کیجے

فرخ | فرخ تخلص، میر فرخ علی، سید زاده اے ست باشندهٔ دهلی ازوست ـ

جور و بیداد و ستم تونے کیا کیا کیا کچھ
کیا کہوں میں که مرے دل په هوا کیا کیا کچھ
چشم سے نور گیا تن سے تواں دل سے صبر
عشق میں تیرے هوا مجھ سے جدا کیا کیا کچھ

فخر | فخر تخلص، میرزا فخرالدین حسین خان، شخصے بود از سکنائے دارالخلافه ـ اشعار ریخته موزوں می کرد، ازوست، منه ـ

میں نے اس سے جو نشانی دم رخصت مانگی
کھول جھمکے کا وهیں اس نے در ناب دیا

فرخی | فرخی تخلص، نام نامی ایشاں معلوم نیست، از زمرهٔ سلاطینان ست (ورق ۲۰۹ الف) شاگرد مرشد زادهٔ عالمیاں ولی عهد میرزا ابو ظفر بهادر دام اقباله ـ

اے باغ باں بتا کوئی کترا هے تونے گل
پھرتی هے عندلیب جو نالاں چمن کے پاس

فدوی فدوی تخلص، شاہ میر محمد حسین، سید حسینی در دارالسلطنت لاهور تولد یافته ـ به عنفوان شباب در دارالخلافه رسیده به اشتغال شعر گوئی پرداخت ـ اصلاح شعر از شاه مبارک آبرو می گرفت ـ سخنش مانا به زبان متقد میان ـ ازوست منه ـ

یار هم سے جو سدا چیں به جبیں رهتا هے
نهیں معلـــوم بلا کون سی پیش آئی هے

فگار فگار تخلص، میرزا قطب علی بیگ، امامیه مذهب، متوطن شاه جهان آباد ۰ ۰ ۰ ۰ و سپاهی وضع ـ گاه گاه شعر می گوید ـ باراقم آشناست زوست، منه ـ

اڑتی سی خبر یار کے آنے کی سنی هے
هو جاوے اگر راست تو الله غنی هے
کوکب نهیں افلاک به سوفـــار سمجهنا
یه سقف سپهر آه کے تیروں سے چهنی هے
مت پوچه فگار اب تو مرا مسکن و ماوا
مـــانند بگولے کے سدا بے وطنی هے
اشک آنکهوں سے مری پونچهے هے گل رو میرا
هو ویں مژگاں یه مبادا کهیں خار دامن

فدا فـدا تخلص، سید محمد علی نام ساکن قصبهٔ لوهاری من مضافات صوبهٔ سهارن پور ـ (ورق ۲۰۹ ب) سابق ازیں در فرقهٔ سپاه معاش بسر می برد ـ از چندے سلسلهٔ تعلقات دنیا گسست و از آستانه [۱] ـ به لباس فقیری مفتخر گشت ـ شخص مودب و فهمیده و بسیار حوش اختلاط ـ ذوق شعر گوئی درخاطرش متمکن ـ ایں چند اشعار اوراست منه ـ

وه صنم جب سے رام هے میرا ٭ کافر عشق نام هے میرا

(۱) کذا

قاصد ہماری بات یہ خاطر نشاں رہے
کچھ ایسے ڈھب سے کہیو کہ وہ مہرباں رہے
اس سے ہم اور ہم سے وہ باہم رہا ٭ ایک مدت تک یہی عالم رہا

فارغ | فارغ تخلص، مکند سنگھ نام، شاگرد شاہ حاتم، در سرکار بریلی سکونت دارد۔ اشعار خوب می گوید ازوست منہ۔

ابروئے یار یہ کس پر ہے چڑھائی تیری
قتل کو بس ہے مرے چشم نمائی تیری
دور سے دیکھ مجھے چیں بہ جبیں ہو جانا
تاکہ کچھ کہہ نہ سکوں بل بے رکھائی تیری
ہائے لپٹ جو زلف کی تیری چلی چلی
گلشن میں باغ باغ ہوئی ہے کلی کلی
ہم دل جلوں کے باغ میں گر آئے شمع بھی
دیکھ آہِ شعلہ بار پکارے جلی جلی
دم غنیمت ہے جو بچ جائے یہ جاں آج کی رات
شمع ساں سر پہ ہمارے ہے گراں آج کی رات
ہو سکے دیوانگی میں کون ہم سر ہم سے آج
پھر سے آباداں ہوا زنجیر کا گھر ہم سے آج

فدوی | فدوی تخلص، کہ بہ میرزا فدوی معروف ست۔ شاگرد صابر علی شاہ تخلص۔ (ورق ۲۱۰ الف) گویند بقال پسرے بود مسلمان شدہ۔ اصلش از لاہور ست۔ در دارالخلافہ رسیدہ۔ با میرزا سودا معارض شدہ۔ میرزائے مرحوم دوسہ ھجورکیک یکے بہ زبان اردو و یکے بہ زبان پنجابی در حق او موزوں نمودہ۔ دعوی شاعری بہ عجب و غرور داشت و خیال امرد پرستی در خاطرش جا گرفتہ بود ازین جہت چند جا خانہ جنگی ہم کردہ و زخمی شدہ، اکثر غزل ہائے طولانی می گفتہ۔ آخر آخر بہ صیغۂ شاعری در سرکار

نواب ضابطه خان مرحوم نوکر گشته۔ از مدتے مسافر راہ عدم شدہ، خدایش بیا مرزاد۔ ازوست۔

یہ سرو نہیں باغ میں ھے آہ کسی کی ○ نرگس نہیں تکتا ھے چمن راہ کسی کی

آورۂ و سر گشتہ نہ دیوار، نہ در کے
سایہ کی طرح ہم نہ ادھر کے نہ ادھر کے

چشم پر آب ھے اور تس پہ جگر جلتا ھے
کیا قیامت ھے کہ برسات میں گھر جلتا ھے

آنسو نہیں ھیں دیدۂ تر میں بھرے ہوے
موتی ھیں آب دار صدف میں بھرے ہوے
خالی کر ان کو دل کے نشانہ پر ایک بار
ترکش تری مژہ کے ھیں دونوں بھرے ہوے

ٹلتے ھیں کوئی ھاتھ چلے یا زباں چلے
ہم داد خواہ ساتھ ھیں اس کے جہاں چلے

نہ ھمیں تاب خموشی ھے، نہ یارائے سخن
بات بھی تجھ سے جو کہتے ھیں تو ڈرتے ڈرتے
کس کو جینے کی توقع ھے بہ قول فدوی
عمر آخر ہوئی پیمانہ ھی بھرتے بھرتے (ورق ۲۱۰ ب)

قامت کو تری دیکھ مصور نے بہ افسوس ○ کھینچی قلم آہ سے تصویر ہوا پر

منظر چشم پسندیدہ اگر اس کا ھے
آوے وہ مثلِ نگیں بیٹھے، یہ گھر اس کا ھے

رباعی

بلبل کو نہ ساری رات سوتے گزری ○ کہتی تھی یہ، اور اس کو روتے گزری
خون کس کا لگا ھے گل کے دامن کو آہ ○ شبنم کو جو ساری رات دھوتے گزری

گر تیغ نگہ سے تو کرے وار فلک پر
چل جائے فرشتوں میں بھی تروار فلک پر

مجھ پہ یہ ظلم یہ جفا باعث ○ کچھ تو میں بھی سنو بھلا باعث
بوتا ہوں تخم اشک مرا دل زمین ہے ○ الفت کی کشت کار کے قابل زمین ہے

فقیر فقیر تخلص، مولوی میر فقیر الله، متوطن قصبہ برهانپور - سید صحیح النسب صوفی مشرب، باوجود فضائل ذاتیہ خواهشِ دیدنِ حسن مجاز داشت - من کلامہ - ٭٭

اجڑے وہ سیج گل، اور جائے وہ پر تکیہ
گل بدن بن ہو کبھو اپنے جو سر کا تکیہ

فرخ | فرخ تخلص، سید فرخ علی، متوطن قصبہ اٹاوہ، اوقات بہ سپاہ گری می گرراند - ازوست -

اس قدر مجھ سے ہے کیوں اے دل ربا ناآشنا
میں بھی تو آخر کسی دن تھا تمہارا آشنا

فضل فضل تخلص، فضل مولیٰ نام، سیدے ست بسیار مودب و خلیق و یارباش، اصلش از عرب، مولدش لکھنؤ، تحصیل کتب ضروری نیز نمودہ - از حضور انور خطاب افضل الشعرا حاصل کردہ، کلامش مطبوع ست - ٭٭ -
(ورق ۲۱۱ الف)
ہر دم خیال یار جو دل میں رہا کیا ○ حیرت نے مجھ کو آئینۂ رونما کیا

اودی مسی وہ اس کی کہ مینے پہ حرف ہے
لب وہ کہ لعل کے بھی نگینے پہ حرف ہے
لعل جاں بخش جو ہیں عکس فگن آئنہ میں
نظر آتا ہے بدخشان و یمن آئنـــہ میں
گل بشگفتہ سا آتا ہے نظر بر سر آب
پان کھا کر جو وہ دیکھے ہے دہن آئنہ میں

دل خیال زلف سے اس کی زبس معمور ھے
صبح محشر بھی مجھے شام شب دیجور ھے

مکھڑے سے سروقد ھے گل آتشیں کی شاخ
اور نرم انگلیاں ھیں تری یاسمیں کی شاخ
عاشق کے دل پہ دیکھ کے کوہ گرانِ غم
ست کانپ کانپ اٹھتی ھے گاو زمین کی شاخ
طوبیٰ سے جاے برگ جھڑیں ھر شرر کے پھول
پیوند اس کا کیجیے گر آہ حزیں کی شاخ
شانہ لیا ھے شاخ کا اس نے جو ھاتھ میں
نکلی ھے اور سلسلۂ عنبریں کی شاخ
کیا بوجھ اس پہ ھے ثمر حسن کا ترے
ھے اس قدر جو خم تری ۰۰۰۰۰ کی شاخ
عاشق ھے فضل اک زن حلوا فروش پر
اس کو پسند آئی ھے اس نازنین کی شاخ

فراقی فراقی تخلص، پریم کشور نبیرۂ راجہ جگل کشور باد فروش احوال پدرش از غایت وصوح محتاج شرح و بسط نیست۔ از چندے بہ سیاحی کمربستہ بہ اطراف جنوب و شمال و مشرق و مغرب سیر کنان می گردد۔ و لباس تعلقِ دنیا را خیر باد گفتہ، بہ لباس درویشی (ورق ۲۱۱ ب) در آمد۔ شعر فارسی بسیار بہ پختگی می گوید۔ گاھے ریختہ ھم گفتہ۔ ازوست۔ منہ۔

ھوئیں آنکھیں گلابی روتے روتے ٭ گلابی کی نہ دیکھی شکل افسوس

فدائی فدائی تخلص، میرزا عظیم بیگ، سوداگر، از قدماست، زیادہ از احوالش اطلاع نیست۔ ازوست۔

۰ ۰ ۰ ھے اور عیش سے مایوسی ھے
نقش پا تک بھی مرے در پئے جاسوسی ھے

فقیر | فقیر تخلص، میر فقیراللہ، سید صحیح النسب، شخص فہمیدہ و سنجیدہ، بسیار خلیق و یار باش و متواضع، در زمرۂ شعرائے حضور اقدس و در چوکی حاضر می باشد و در علم کبت و دوھرہ بسیار ماہر۔ گاہ گاہے بہ تکلیف بعضے عزیزان شعر ریختہ ہم موزوں می کند۔ با راقم ہم از قدیم تعارف دارد۔ ازوست۔ منہ۔

وہ حسن صندلی اگر آوے نظر مجھے
دونوں جہاں کا پھر نہ رہے درد سر مجھے
صافی دلوں کی دید کو مانع نہیں حجاب
عینک سے ہے دو چند ضیائے بصر مجھے
بیٹھے ہی بیٹھے ہستی کو اپنی کیا فنا
جوں شمع ہے وطن میں ہمیشہ سفر مجھے
جو وصف تیرا کیجے شک درمیاں نہیں
تجھ سا کوئی جہاں میں ۰۰۰۰۰۰۰ نہیں
میرے سحاب چشم کو بیساں پہ ہے شرف
ہے کون سی گھڑی کہ یہ گوہر فشاں نہیں
کیا ان سیاہ چشموں سے ہے چشم دل دہی
بے دید ایسا کوئی بھی اے مردماں نہیں
دونوں جہاں کو طالب حق جانتے ہیں ہیچ
ان کو تو بیم دوزخ و میل جناں نہیں (ورق ۲۱۲ الف)

فگار | فگار تخلص، میر حسین، اصلش از سادات عالی درجات، بیرہ میر فقیراللہ فقیر تخلص، جوانے ست خلیق و یار باش، متوطن دارالخلافہ، ذوق شعر گوئی ریختہ در خاطرش متمکن، از افکار اوست۔ منہ۔

دیکھ آئینہ میں وہ موئے پریشاں کھلے
رہے سکتہ میں مرے دیدۂ حیراں کھلے

رنگ دیتا ہے چھپا ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ سے
۰ ۰ ۰ ۰ افلاس میں کیا جوہر انسان کھلے
یوں ہے سنجاف سنہری ترے ماتھے پہ عیاں
جس طرح لوح مطلا سر قران کھلے
اس کے پیکاں کی لذت میں بہ شکل سوفار
دہن زخم مرے رہتے ہیں ہر آن کھلے
مر گئے پارۂ الماس کو کھا کر لاکھوں
کل جو ہنسنے میں تمہارے دُر دندان کھلے
قبضۂ تیغ جفا ان کے اگر ہاتھ میں ہے
ہم بھی مشتاق شہادت ہیں، یہ سر ہاتھ میں ہے
کل باغ میں تجھ بن بھی یہ تاثیر ہوا کی
ہر موج تھی دل پر مرے شمشیر ہوا کی
کب صورت ظاہر سے رکھیں کام سبک روح
کھنچتے کبھی دیکھی نہیں تصویر ہوا کی
سو بل ابھی کھاوے بہ خدا تیری کمر کو
پہنچے حرکت گر ست سے پیر ہوا کی
شاید وہ کھلی زلف کہ خوش بو کے سبب سے
کیفیت اصلی ہوئی تغـــیر ہوا کی
سونگھی ہو جس نے اس ترے گل سے بدن کی بو
کب خوش لگے دماغ کو اس کے چمن کی بو
شاید کسی کی کاکل مشکیں کھلی جو آج
آمیختـہ ہوا میں ہے مشک ختن کی بو (ورق ۲۱۲ ب)
کیا کیجے سیر کوہ کہ ہر برگ لالہ سے
آتی ہے مجھ کو خون سر کوہ کن کی بو

کشتہ ہوں تیرا غیرت گل اہل حشر کو
خوش بو کرے گی حشر میں میرے کفن کی بو
کرتا ہے غنچہ تیرے دہاں کی برابری
شاید یہ اپنے بھول گیا ہے دہن کی بو
بیت الحزن میں روئیں بھلا اپنے کب تلک
لا اے صبا شتاب تو اس پیرھن کی بو
نــــدہ ہوں اس کا میں شہیدان کربلا [؟]
جس شخص میں فگار ہو خلقِ حسن کی بو
اشک پر خوں میرے ہیں از بس دو چار آستیں
ہے رگِ یاقوت احمر تار تار آستیں
پنجــۂ خورشید پھاڑے آستین کہکشاں
صبح اس ساعد پہ دیکھے گر بہار آستیں
کل وہ قد رعنا لب دریا نظر ایا
ہر دم ہمیں حسن اس کا دوبالا نظر آیا
ہم کیا ہیں ملک ناصیہ فرسا نظر آیا
جس جا پہ ترا نقش کف پا نظر آیا
دیکھ آئنہ کو اس نے کیا اس لیے ٹکڑے
یعنی مجھے کس واسطے مجھ سا نظر آیا
دیکھ اس کی کمر جالی کی کرتی میں فگار آپ
. . . . . . دام میں عنقا نظر آیا
زخم اس کی تیغ کے تن پر اٹھا کر شوق سے
عضو عضو اپنے کو . . . دہاں پیدا کریں
اور پیکاں تیر کے کھا کر دہان زخم میں
شکر قتل کی اس میں زباں پیدا کریں [؟]

سنگ تربت کو تڑپ یہ دل مضطر پھینکے
مشت گل قبر پہ میری جو وہ ھنس کر پھینکے
بل بے نخوت یہ اسے دعوی یکتائی ھے
کہ وہ آئینہ بھی دیکھے تو زمیں پر پھینکے (ورق ۲۱۳الف)
ٹوٹا شب کو نہ تاروں کا تھا فرقت میں تری
چرخ بے رحم نے دل پر مرے اخگر پھینکے

دل میں جو ھوں تصور مژگاں کیے ھوئے ٥ ھر موے تن ھے دعوی پیکاں کیے ھوے
پہنچی ھماری خاک فلک تک یہ آیا کوں ٥ ... سمند ناز کو جولاں کیے ھوے

فیض فیض تخلص، میرزا علی رضا خان، شخصے ذی تشخص و صاحب اعتبار ست، از کلام اوست۔

رات اس کے آگے دکھ اپنا جو میں رونے لگا
گالیاں دینے لگا پر دل میں خوش ھونے لگا
مرگ ھے دست و گریباں دل بیمار سے آج
حال مرا کھو اس شوخ ستم گار سے آج

فارغ فارغ تخلص. ملقب بہ فراغ شاہ وطنش بریلی و مسکنش شکار پور، کہ متصل قصبۂ خورجہ است، درویشے آزاد وضع، از تصانیفِ اوست۔

دیوار و در پہ جلوۂ درات ایک ھے
شان و صمت ھوں ولے ذات ایک ھے [؟]

فارغ فارغ تخلص، نامش مفہوم نہ گشتہ، جوانے ست نو مشق در مشاعرہ دیدہ شد۔ غزل طرحی خواندہ، از آن جملہ این اشعار قلمی گشت۔

نہ تنہا جبیں تھا چشم ھی عاشق ترا کھولے
کہ شب جو ماہ نو بھی بلکہ وہ آغوش تھا کھولے
لکھا ھے میں نے نامہ اس لیے اب زرد کاغذ پر
کہ میرے رنگ رخ کا حال اس پر قاصدا کھولے

قیامت تک نہ ہوگی صبح شام تیرۂ عاشق
جو رخ پر اپنی تو اے شمع رو زلف دوتا کھولے
اٹھاوے سر خجالت سے نہ ہرگز نرگس شہلا
چمن میں نیند سے گر شوخ چشم سرمہ سا کھولے (ورق ۲۱۳ ب)

فدا فدا تخلص، میرزا فدا حسین[1]۔ قوم مغل، بزرگانش در فن رمل بے نظیر وقت بودند۔ از سکناے لکھنؤ ست۔ شاگرد میر ممنون۔ زیادہ احوالش معلوم راقم نیست، ازوست۔

خفا اب ہم نہیں ایسے یہ دم رہے نہ رہے
ترے فراق میں اے یار ہم رہے نہ رہے
چاہت سے بے خبر ہے ہماری تو یار حیف
ہم چاہیں اور ہمیں نہ تو چاہے ہزار حیف
نہیں کھاتا وہ قسم غیر کے گھر جانے کی
سچ جو پوچھو تو یہی بات ہے مر جانے کی
غیر کی تم نے کی خوشی اور ہمیں خفا کیا
خوب کیا بھلا کیا خیر بہت بھلا کیا

کس طرح عمر بسر کیجیے دلدار بغیر ٭ زندگانی نظر آتی ہی نہیں یار بغیر

ناکام کیا رہیں گے کچھ کام کر رہیں گے
بدنام ہوں گے تو بھی اک نام کر رہیں گے
طاقت کہاں ہے لیکن اک دم رہا ہے باقی
اس ناتواں میں تیرے اب یار کیا ہے باقی
زبس مضمون باندھا ہے قد موزون جاناں کا
بلندی زور ہی رکھتا ہے مطلع اپنے دیواں کا

(۱) المعروف بہ آغا حسین خان ابن نواب ضیاء الدین حسین خان عرف آقا مرزا و نبیرۂ نواب الہ وردی خان جہانگیری (نغز ص ۳۴)

گسستہ ہوگیا شیرازۂ جمعیت خاطر
ہوا ہے پنجہ کس کا، شانہ اس زلف پریشان کا
وہ مہ گر شام کو رخ سے الٹ دیوے نقاب اپنا
چھپاوے دامن شب میں وہیں منہ آفتاب اپنا
یہ مرض قابل دوا ہی نہیں ٭ درد میرے کی کچھ دوا ہی نہیں
کل جو دم غسل کی اس نے درنگ آب میں
کیا ہی ہوئے موج زن حسن کے رنگ آب میں (ورق۲۱٤ألف)
خوباں کی کوئی زلف گرہ گیر دکھاؤ ٭ دیوانہ ہوا ہوں مجھے زنجیر دکھاؤ
شیشہ شراب جھوم کے یک بار توڑیے ٭ وہ توبہ کیجیے کہ نہ زنہار توڑیے
اک سانس جوں حباب تنِ ناتواں میں ہے
تس پر بھی درد عشق مرے امتحان میں ہے
تیروں کا ان بتوں کے دل آماجگاہ ہے ٭ یاں آہ آہ کرتے ہیں واں واہ واہ ہے
واں ہم‌کنار غیر سے وہ رشک ماہ ہے ٭ یاں کنج غم میں شکوۂ بخت سیاہ ہے

فدا | فدا تخلص، لچھمی رام نام[1]، ساکن دہلی، شاگرد میرزا رفیع السودا، ازوست۔

گزشتہ حسن کا اب بھی نشان باقی ہے
نہ ہوں فریفتہ کیوں کر کہ آن باقی ہے
کہا جو اس سے کہ میں دل تو کرچکا ہوں فدا
یہ بولے ہنس کے، ابھی تجھ میں جان باقی ہے

فدوی | فدوی تخلص، شاہ میر محمد محسن، شاگرد میر شاکر ناجی، ازوست۔
غیر سے جامہ زیب ملتا ہے ٭ کیوں نہ اپنا کروں گریباں چاک

فروغ | فروغ تخلص، میر روشن علی خاں، بزرگانش شرف قدامت خانہ زادگی حضور والا دارند۔ و بہ عمدہ معاش بسر بردند۔ خود ہم دریں زمانہ بہ عزت

(۱) لچھرام پنڈت (نغز ص ۳۷)

بسر می برد۔ مرد بسیار خلیق و صالح و متواضع ست۔ شوق شعر گوئی در خاطرش متمکن۔ اصلاح اشعار از میر نظام الدین ممنون می‌گیرد۔ از کلام اوست۔

بن تیرے ہوش ہم کو ظالم[1]۔ کبھو نہ آیا
آیا[2] نہ صبر ہم کو جب تک کہ تو نہ آیا (ورق ۲۱٤ ب)

یاں حکم آب تیغ قاتل سدا رواں ہے
مشتاق آب حیواں اپنا گلو نہ آیا

تھیں وقت گریہ اس کی زلفیں نظر میں پھرتیں
یک قطرہ خوں نہ ٹپکا جو مشک بو نہ آیا

کاوش ہی دل کی تجھ کو مژگان یار آئی
سوزن صفت پہ کرنا گاہے رفو نہ آیا

تاریک کلبہ اپنا کیا ہو فروغ روشن ٭ گھر میں کبھو ہمارے وہ شمع رو نہ آیا

فرهاد | فرهاد تخلص، میر ببر علی، شاگرد میر حسن مصنف مثنوی بے‌نظیر ار سکنائے فیض آباد[3]۔ اشعارش تفریح بخش خاطر سامعان ست۔ از نتائج طبع اوست۔

پھرا تو الفت قلبی سے کیسے آہ کھوٹی کی
وفا و مہر کی آگے کو پیارے راہ کھوٹی کی

کل اس کی بوسہ کی خاطر جو آستیں پکڑی
ہنسا کہ اب یہ پہیلی کہ بس زمیں پکڑی

جو پوچھا کیوں کجی کرتا ہے اتنی بے‌گناہوں سے
لگا وہ دیکھنے میری طرف ٹیڑھی نگاہوں سے

(۱) پیاری (نغز ص ٤٥) (۲) ہم آپ میں نہ آئو الخ (نغز)
(۳) پیش ازین متوطن فیض اباد بود، حالا بہ لکھنؤ سکونت دارد۔ مرد مان شاگرد میر حسنش می گویند، اما خود کم تر اقرار می کند، غالبا در ابتدا شاگرد باشد، حالا بہ قوت خود می گوید (ریاض ص ۲۵۳)

شب جو تیری یاد میں جانیں یہاں جانے لگیں
اس قدر روئیے کہ ہم کو ہچکیاں آنے لگیں

غیروں کے اٹھانے سے کب اٹھتے ہیں سنا ہم
باوے ہی رہیں گے ترے اب کوچے میں یا ہم

ادھر بھی مہر کیجو بادشاہا ٭ عزیزا و مرا امید گاہا
نبا ہے یار تو یا مت نبا ہے ٭ جو مجھ سے ہو سکا میں نے نبا ہا
کہیں ٹانکے نہ ٹوٹیں زخم دل کے ٭ ترا بیمار کیوں اتنا کرا ہا

تم جو یوں چاہو کہ دل لے جاؤ عیاری کی راہ
سو یہ کیوں کر ہوسکے اور ہو تو دل داری کی راہ (ورق ۲۱۵ الف)

فدا | فدا تخلص، نامش میر امام الدین متوطن قصبۂ فرید آباد، شخصے معمر طالب علم ست۔ شعر فارسی و ریختہ ہر دو می گوید۔ ازوست۔ منہ

اب شش جہت میں دل کے کیوں کر نہ ہوں نشانیں
مژگاں ہیں چار تر کش ابرو ہیں دو کمانیں

فدوی | فدوی تخلص، میر فضل علی، اصلش از شاہ جہاں آباد، از چندے در مرشد آباد مسکن گرفتہ، احوالش معلوم راقم نہ گشتہ، شعر پاکیزہ می گوید۔ منہ۔

دل جو کہتا ہے تری خوب ادا لگتی ہے
کیوں برا مانے ہے یہ بات خدا لگتی ہے

آگ تلووں سے مرے لگتی ہے اس رشک سے آہ
جب کف پا کو ترے یار حنا لگتی ہے

رہتے ہیں سدا خدا رسیدہ ٭ مانند حباب آب دیدہ

یار سے ہے لطف مے کا آہ یہ ہو وہ نہ ہو
یہ کوئی مجلس ہے ساقی واہ یہ ہو وہ نہ ہو

ابر میں روئیے یہاں تک جام کو ٭ نم نہیں آنکھوں میں باقی نام کو
اس کو بھولا پھر نہیں کہتے ہیں جو ٭ صبح کا بھٹکا گر آوے شام کو

فدا | فدا تخلص، صدرالصدور[1] عاقبت محمود خان، که به خدمت صدارت سرفرازی دارد، جوان شایسته و طالب علم ست، با موافـ هم آشنا ست ـ منه ـ

قاصد کہیں شتاب پھرے کوے یار سے
آیا ہے جی لبوں پہ مرا انتظار سے (ورق ۲۱۵ ب)
مانند خار خشک ہمیں اس چمن میں آہ
نے کام کچھ حزاں سے نہ مطلب بہار سے
سیر چمن میں ہے مژۂ سرمہ سا مجھے
موج نسیم کم نہیں خنجر کی دھار سے
جوں شمع ضبط نالہ تو میں نے کیا فدا
پر بس چلا نہ گریۂ بے اختیار سے

یہ کس کے بال دیکھے تھے کمر تک ٭ کہ روتے ہم رہے شب کو سحر تک

فدا | فدا تخلص، میر عبدالصمد، سپاہی پیشہ طالب علم، ساکن شاہ جہان آباد، زیادہ احوالش معلوم راقم نیست ـ منه ـ

جو درد دل کا لکھوں یار کو میں لے کاغذ
تو اشک یاں تلک امڈے کہ بہ چلے کاغذ

زلف جو ابر نہیں ماہ جبیں کا پردہ ٭ ہے سیہ جامہ رخ کعبہ دیں کا پردہ

حسن اس کا یوں آینہ میں محبوس ہے [؟]
شعلۂ شمع فروزاں جوں تہ فانوس ہے
رشتۂ تسبیح زاہد ہے یہ زنار مغاں
شورش ذکرِ ریائی نالۂ ناقوس ہے

---

(۱) مولوی محمد اسماعیل المخاطب به عاقبت محمود خان (نغز ص ۳۵)

فدا | فدا تخلص، میر امام الدین سید ست، از احوالش اطلاع نیست۔ ازوست۔

یه چاهتی هیں که لیں دل مرا تری باتیں
مری نظر میں هیں اے بے وفا تری باتیں
کهو اس بے وفا سے یه تو تم سے دوستاں هوگا
که اے نا مهرباں پهر بهی کسی پر مهرباں هوگا
اگر چهوٹے جنوں میں اب کے هم تو اشک خونیں سے
هر اک جنگل فدا رو رو کے مثل گلستاں هوگا
کیا کهوں جاؤں کهاں کهه اے بت خود کام میں
عشق میں تیرے هوا هوں جابه جا بدنام میں

(ورق ۲۱٦ لف)

فرحت | فرحت تخلص، میر فرحت علی، سید زاده اے ست نوجواں، شعر خوب می گوید، شاگرد میر عزت الله عشق ست، ازوست۔ منه

جس طرح خوش هوے هم اس بت عیار سے مل
یا خدا شاد هر اک اپنے هو دلدار سے مل
گهر میں پایا نه تجهے هم نے تو اے خانه خراب
چشم وا ره گئے بس رخنۂ دیوار سے مل
بستر خار په کس طرح نه لوٹے فرحت
سو وے هے سیج په پهولوں کی جو اغیار سے مل

فدا | فدا تخلص، اسمش غلام علی خان، دیگر حقائق معلوم مولف نه گردیده که ارقام می نمود، دو شعر ار تصانیفش جائے نوشته دیده شد، به تحریر آمد۔ منه۔

زور هے ابر اور هوا هے آج ٭ یار آئے تو کیا مزا هے آج

بے قراری جو اتنی کرتا ہے ہ کیا فدا تجھ کو ہو گیا ہے آج

فتح | فتح تخلص ، میرزا فتح علی خاں ، در زمرۂ منصب داران عہد فردوس آرام گاہ ست ۔ ازوست ۔

کونین میں مریض کا تیرے نہیں علاج ہ گر آ کے لاکھ بار مسیحا دوا کرے

سوز دل شمع رخاں کو جو سنایا ہم نے
آپ بھی روے اور ان کو بھی رلایا ہم نے

فرقت | فرقت تخلص ، عطاء اللہ خان ، اصلش از دہلی و مسکنش کالپی ، ازوست ۔ منہ ۔

شعلۂ آہ کا کس کے ہے اثر پتھر میں
ہے جو اس طرح سے پوشیدہ شرر پتھر میں
شعلہ ہماری آہ کا کس دم علم نہیں
آتش کدہ سے آہ یہ دل اپنا کم نہیں (ورق ٢١٦ ب)

فراقی | فراقی تخلص ، شاعر قدیم بودہ است ۔ منہ ۔

فراقی کشتہ ہوں اس آن کا جس دم کہ وہ ظالم
کمر سے کھینچتا خنجر چڑھائے آستیں آوے

فقیر | فقیر تخلص ، مولوی فقیر اللہ ، ساکن قصبہ گلاوٹی ، بہ پیشہ معلمی بسر می برد ، شاگرد میر قمر الدین منت است ، ازوست ۔ منہ ۔

روتے روتے یہ مرے دیدۂ تر بیٹھ گئے
ایسی برسات ہوئی ہاے کہ گھر بیٹھ گئے

ردیف حرف القاف

قدرت | قدرت تخلص ، شاہ قدرت اللہ ، از اولاد حضرت شاہ عبدالعزیز

شکر بار [1] ـ شاعر زبردست ، پر قوت اشعارش یک دست ـ با مضامین برجسته و معانی دل پسند و عبارات رنگین ، و الفاظِ مربوط مزیب صفحهٔ ایام ست و پسند خاطر معنی شناسان سخن رس ـ طرز شعر گوئیش با هیچ یک شاعرے نه می ماند ، به روش خود به وضع معقول علحده چاشنی معنی دارد ـ نمکینی مضمونش ذایقه بخش کام در زبان سخن سنجان ، غرض که استاد وقت خویش بود ـ اصلاح شعر (در) ابتدا از میر شمس الدین فقیر گرفته ، بلکه از ابناے اعمام میر موصوف ست ـ اصلش از شاه جهاں آباد ـ از چندے طرف مرشد آباد رفت و هماںجا قیام داشت و رحلت نمود ، خدایش بیا مرزاد ـ من کلامہ ـ منہ کلام ـ (ورق ۲۱۷ الف)

سینہ اس کا ہے ، دل اس کا ہے ، جگر اس کا ہے
تیر بے درد جدھر منہ کرے گھر اس کا ہے

دل پر داغ ہے اور حسرت پا بوسی ہے
دست امید ہے اور دامن مایوسی ہے

سرمہ آلود نگاہوں نے کیا دل ٹکڑے
اشک خوں سر مژگاں پہ مرے طوسی ہے [؟]

شب جو گزرے ہے سو وہ یہ کچھ بلا انگیز ہے
روز بھی تجھ بن ستم گر روز رستا خیز ہے

آه اس کم فرصتی پر ہو نشے سے کیا سرور
شیشہ تا خالی ہو ، جام زندگی لبریز ہے

مرکب تن کو گراں جانی نے یاں ٹھٹھکا رکھا
جنبش ہر دم و گر نہ اس کو اک مہمیز ہے

جرم پر اپنی سیہ بختی کے روز حشر کو
ہاتھ میں قدرت کے تیری زلف دست آویز ہے

---

(۱) کذا

دم تیغ کا ہوں‌میں تشنہ‌لب مجھے مرگ سے سروکار ہے
اسے آبِ خضر نصیب ہو جسے زندگی پہ مدار ہے

حسرت اے صبح چمن ہم سے چمن چھوٹے ہے
مژدہ اے شام غریبی کہ وطن چھوٹے ہے

شب ہجراں کی مصیبت کو کہوں کیا قدرت
تن سے جاں چھوٹے ہے اور جان‌سے‌تن چھوٹے‌ہے

ہوا ہے عشق سے آکر مقابلہ دل کا ٭ بھڑا پہاڑ سے جا بل بے حوصلہ دل کا

کھٹکتا ہی رہا کچھ روز و شب جوں خار پہلو میں
ہوا اس دل کے ہاتھوں اک نیا آزار پہلو میں

تسلی کب ہو دل کی ڈوبنے میں صرف پیکاں کے
مزا تب ہو کہ بیٹھے تا لبِ سوفار پہلو میں

ہنگامۂ پرہیز و ورع اب بسر آیا ٭ اے بادہ کشاں مژدہ کہ پھر ابر تر آیا
(ورق ۲۱۷ ب)

ہم پر ایام مصیبت آج پھر آنے لگا ٭ یار گھر جانے‌لگا اے وائے گھر جانے‌لگا

ترے حضور میں جب قصد عرض حال کیا ٭ ہجوم گریہ نے میری زباں کو لال کیا

مدتوں سے رخنۂ دل بس کہ یاں مسدود تھا ٭ ایک‌دکھولا تو دیکھا خانۂ پردود تھا [؟]

آہ جو اٹھتی تھی درد دل سے تھی لپٹی ہوئی
اشک جو گرتا تھا سو لخت جگر آلود تھا

دل ہو اسیر زلفِ سیہ فام رہ گیا ٭ صید ضعیف مرکے تہ دام رہ گیا

آتش فروز دل ہے تا حسن شعلہ رو کا
ہر اشک ہے شرارہ، ہر آہ ہے بھبھوکا

ہے نالۂ شام آتش و آہ سحر آتش ٭ کیا زیست ہے‌اپنی‌ادھر آتش ادھر آتش

ابرو ترے کہتے ہیں کہ ہاں تیغ دوسر ہوں
عاشق کو یہ دعوی (ہے) کہ میں سینہ سپر ہوں

بر سر جلوہ جو کل وہ بت ہرجائی تھا
چاک سو جا سے مرا جیب شکیبائی تھا
آگ اس داغ کو لگیو کہ نمک سود نہیں
پھوٹیے وہ آنکھ جو لخت جگر آلود نہیں

سرشک و آہ ہے ، شور جنوں ہے ، وحشت ہے
عجب شکوہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا

نہ واقف کارواں سے ہوں نہ کچھ آگاہ منزل سے
کیا ہے وادی وحشت کو طے اک جنبش دل سے

غنیمت جان ملنے کو کہ یہ عالم اک افسوں ہے
کدھر فرہاد و شیریں ہے ، کدھر لیلی و مجنوں ہے
تو کیا ساماں پوچھے ہے کہ تجھ بن کیوں کہ گزرے ہے
. . . . . آستیں اور چشم پرخوں ہے

آسان نہ سمجھ دل یہ جدائی کی جوشش ہے
مشکل ہے ، قیامت ہے ، مصیبت ہے ، غضب ہے (ورق ۲۱۸الف)

دل پر داغ ہے اور حسرت پابوسی ہے
دست امید ہے اور دامن مایوسی ہے

دل گم گشتہ خبردار کہ یاں پہلو میں ٭ تیر بیداد سدا درپئے جاسوسی ہے
جس جگہ جلوہ ترا باعث بے ہوشی ہے ٭ یاد میں آے اگر ہیں تو فراموشی ہے

قدرت ٹک کھول چشم عبرت ٭ گر فکر سراغ رفتگاں ہے
جو نقش قدم ہے اس زمیں پر ٭ آئنہ حال رہ رواں ہے

ہر آن اک ستم ہے ، ہر لحظہ اک جفا ہے
کوچہ ترا ہے ظالم ، یا دشت کربلا ہے

کسی کی نیرنگی یہ برق خاطر مایوس ہے
جو شرر دل سے اٹھا سو جلوۂ طاؤس ہے

صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے کر گئے
اب وداع ننگ ہے اور رخصت ناموس ہے

حسن کو اپنے ہوا داروں سے کاوش ہے مدام
ہر تپش یاں شمع کی برق دل فانوس ہے

قطعہ

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
کیا ہی ملک روم کیا ہی سرزمین طوس ہے

صبح سے تاشام ہوتا ہو مئے گل گوں کا دور
رات ہو تو ماہ رویوں سے کنار و بوس ہے

گر میسر ہو تو کس عشرت سے کیجے زندگی
اس طرف آواز طبل اودھر صدائے کوس ہے

سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو کہ قید آز کا محبوس ہے

لے گئی یک بارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے

مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے، یہ دارا ہے، یہ کیکاؤس ہے (ورق ۲۱۸ ب)

پوچھ تو ان سے کہ جاہ و مکنت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے

کل تو قدرت پائے خم رکھی تھی تسبیح ریا
آج رہی جام مے یہ حرقۂ سالوس ہے

قائم | قائم تخلص، قیام الدین علی[1] وطنش قصبۂ چاند پور از شاگردان

(۱) شیخ محمد قائم (گلزار، حسن) (محمد قائم نکات، گردیزی، چمنستان) شیخ قیام الدین علی۰۰۰۰که عرفش نیز محمد قائم بوده (دستور) محمد قیام الدین (سخن شعرا) قائم نے اپنے تذکرے میں اپنا نام ,,قیام الدین،، لکھا ہے

[1] ارشد میرزا رفیع السودا آن قدر محاوره در ریخته گوئی بهم رسانید - که دوش بدوش استاد خود شد و قدم به قدم میرزا نهاد - در . . . . الفاظ و مضامین دل کش و طرز بندی[2] - ترجیح بر دیگراں دارد و اکثر مثنویات و مقطعات و مدحیات و هجویات و رباعیات وغیره به فصاحت تمام تصنیف نمود - تعریف اشعارش هر قدر که بریں صفحه ثبت نماید گنجایش دارد - از غزلیات دل چسپ دیوانش مملوست - مدتے شد که ازیں[3] - سرائے فانی انتقال نمود ، خدایش بیامرزاد - منه -

پڑھ کے قاصد خط مرا اس بدرباں نے کیا کہا
کیا کہا پھر کہہ بت نامہرباں نے کیا کہا

غیر سے ملنا تمہارا سن کے گو هم[4] - چپ رهے
پر سنا هوگا که تم کو اک جہاں نے کیا کہا

بہار عمر هے قائم کوئی دن ٭ اسے مانند گل تو کاٹ هس کر

وه محو هوں که مثال حباب آئینه
جگر سے اشک نکل تهم رها هے آنکهوں میں

[5] - جی میں جو کچھ تهی مرے سو تو گئی یار کے ساتھ
سر پٹکنا هی پڑا اب در و دیوار کے ساتھ (ورق ۲۱۹ الف)

---

(۱) آزاد نے آب حیات میں لکھا هے " یه اول شاہ هدایت کے شاگرد هوئے ان سے ایسی بگڑی که هجو کہی ... پهر خواجه میر درد کے شاگرد هوے ان کے حق میں بهی کہہ سن کر الگ هوے ، پهر مرزا کی خدمت میں آئے اور ان سے پهرے ، مرزا تو مرزا تهے انہوں نے سیدها کیا - "
(۲) طرزش به طرز طالب آملی می ماند (حسن ص ۱۲۸)
(۳) گلزار میں سال وفات ۱۲۱۰ھ هے ، یهی شیفته نے لکھا هے لیکن عبدالحق صاحب نے مقدمه تذکرہ قائم میں جرات کے ایک قطعه تاریخ کی بنا پر ۱۲۰۸ھ کو صحیح بتایا هے - اجلش در رام پور رسید (هندی ۱۸۰)
(۴) هم تو چپ رهے (دستور ص ٤٦)
(۵) جیو میں چهلیں تهیں جو کچھ سو تو گئیں یار کے ساتھ (نکات ۲۲٦) جی میں جو کچھ تهی خوشی الخ (نغز ۸۵)

ہر پردۂ زمیں میں طوفاں ہے زیر خاک
کیا جانیے کہ کون یہ گریاں ہے زیر خاک

کہہ دو مرے مزار پہ کوئی نہ لائے گل
ہیں داغ بے کسی کے جگر پر بجائے گل

نالوں سے عندلیب کے آیا ہے جی بہ تنگ
کس نے مرے مزار پر آ کر چڑھائے گل

میرا سا لب و لہجہ کہاں مرغ چمن میں
گل کتروں ہوں سو رنگ کے میں طرز سخن میں

شب تن زار ملا آہ کے سر رشتہ میں
سوزن گم شدہ جوں آئے نظر رستہ میں

شب غم سے مری جان اوپر آن بنی تھی
جو بال بدن پر تھا، سو برچھی کی انی تھی

شب گریہ سے وابستہ مری دل شکنی تھی
جو بوند تھی آنکھوں[1] کی سو ہیرے کی کنی تھی

ظالم تو مت یہ جان کہ تجھ سے جدا ہوں میں
ویسا ہی جان نثار وہی آشنا ہوں میں

رہنے دے شب اپنے پاس مجھ کو ٭ ...... نہ کر قیاس مجھ کو
دل نازک و کار عشق مشکل ٭ رہتا ہے بہت ہراس مجھ کو
حیرت نے کیا ہے اک جہاں کا ٭ جوں آئنہ روشناس مجھ کو

جاتے ہو گر خواہ نخواہ ٭ فبہا، بہتر، بسم اللہ
یک شب دیکھی جس نے وہ زلف ٭ لاکھوں دیکھے روز سیاہ

کب دل نے مضطرب نہ کیا اضطراب کو
کس دن نہ پیچ و تاب دیا پیچ و تاب کو (ورق ۲۱۹ ب)

---

(۱) آسو کی (نغز ۸۸)

مرجائیے کسی سے پر الفت نہ کیجیے ٭ جی دیجیے تو دیجیے پر دل نہ دیجیے

صحرا پہ گر جنوں مجھے لائے عتاب مین
کھینچوں ہر ایک خار کو پائے حباب مین

. . . . دیکھا تو دایما ہے
جب تھا کبھو تو کیا تھا اور اب نہیں تو کیا ہے

کیا جانیے ہم کہاں ہین اور دین و دل کدھر ہے
عالم مین تفرقے کے کس کی کسے خبر ہے

مرا پیغام بر طرز ادا سے راز کیا سمجھے
خدا جانے کہ وہ سن کر بت طناز کیا سمجھے

آج اے گر یہ خبر لے دل [1] دیوانے کی
کچھ رکا جاتا ہے جی گرد سے ویرانے کی

آج کی رات جو اس گل کا میسر ہو وصال
شمع روشن میں [2] کروں خاک پہ پروانے کی

شمع سے دیکھ کے گل گیر کی ہم آغوشی
کیوں نہ پروانہ جلے بات ہے جل جانے کی

شیخ ڈھونڈھے ہے جو تو حسرت قائم کو تو دیکھ
اینڈتے ہوں گے کہیں کنج میں مے خانے کی

کی کس کی نگاہوں نے یہہ تاثیر ہوا پر
چلتی ہے جو یہ برق سے شمشیر ہوا پر

ہرچند سخن سازی نیرنگ خرابات
کعبہ کا نہ یاں قصد نہ آہنگ خرابات

دیکھیں تو تری دھوم بھی اے کاوش مستی
پھر آج سر و سینہ ہے اور سنگ خرابات

---

(۱) مری دیوانی کی (حسن ۱۳۳) (۲) کروں میں (حسن)

سو سر کا جو ہو آئی ہو مقبول نہیں ہے [؟]
کھائی نہ ہو جس رند نے سر چنگ خرابات

کس نام سے قائم میں تجھے کہ کے پکاروں
اے عار در مسجد و وے ننگ خرابات

کبھی دکھا کے کمر اور کبھی دھاں مجھ کو
بہت [1] بہ تنگ کیا تو نے اے میاں مجھ کو (ورق ۲۲۰ الف)

تیغ چڑھ اس کی سان پر آئی ٭ دیکھیے کس کی جان پر آئی
افغان و آہ کشتۂ بیداد کیا کرے ٭ جو قتل ہوچکا ہو سو فریاد کیا کرے

جی تلک آتش ہجراں میں سنبھالا نہ گیا
گھر میں سب کچھ تھا ولے ہم سے نکالا نہ گیا

کیا زر داغ نہ گردوں نے دیے قائم کو
اس قلندر کا پر اک روز دوالا نہ گیا

مرتے مرتے بھی کبھی جس نے نہ آرام دیا
واے قسمت کہ ہمیں وہ دل خود کام دیا

جو یاں جیے ہے تو غافل بہ چشم نم جینا
کہ جوں حباب ہے عالم میں ایک دم جینا

حلقۂ زلف شب آسا میں ترا روے سفید
طرفہ چو گان ہے سیہ تاب و عجب روے سفید

جمع کیوں صبح و شفق چرخ پہ رہتے ہیں مدام
گر مئے سرخ نہیں لازمۂ موے سفید

یہ کہیو تو قاصد کہ ہے پیغام کسو [2] کا
پر دیکھیو [3] لیتا جو تو ہو نام کسو کا

---

(۱) نپٹ (حسن ۱۳۲ ـ گلزار ۱۹۲)
(۲) اسو کا (گلزار ۱۹۲) (۳) پر دیکھیو لینا نہ کہیں نام کسی کا (گلزار ـ حسن) پر دیکھیو لینا نہ کبھو نام کسی کا (نکات ۱۲۳ ـ هندی ۱۸۰) پر دیکھیو لیتا ہو جو تو نام کسی کا (نغز ۸۳)

اب تک بھی میں جیتا ہوں جو آنا ہے [1] تجھے آ
پھر فائدہ جب ہو ہی چکا کام کسو کا

جو کوہ کن تجھے قوت ہی آزمانا تھا ٥ عوض پہاڑ کے شیریں سے دل اٹھانا تھا

ہو حو [2] ایسے ہی مری شکل سے بیزار بہت
تم سلامت رہو بندے کے خریدار بہت

دن میں ملیے گا یا شب آئیے گا ٥ بندہ خانے میں پھر کب آئیے گا

دوزخ بھی کیا ہے چشم کے خوں ناب کے حضور
پانی بھرے ہے آگ بھی اس آب کے حضور

اٹکی ،، [3] آنکھ خط میں تری چشم کے حضور
پانی پیے ہے کون مئے ناب دیکھ کر (ورق ۲۲۰ ب)

بات جب اس زبان پر آئی ٥ تیغ گویا فسان پر آئی
یو نہیں طوفان طرار ہیں جو یہ چشم ٥ تو پھر آفت جہان پر آئی

سنتا ہی نہیں وہ بت گم راہ کسو کی
گر آپ سفارش کرے اللہ کسو کی

نے نالہ میں تاثیر ہے نے آہ میں ہے درد
معلوم ہو کس طرح تجھے چاہ کسو کی

توفیق جو بوسے کی نہیں گالی ہی دے لو
کیا خوب ہے رکھ چھوڑتی تنخواہ کسو کی

گہ پیر شیخ و گاہ مرید مغاں رہے
اب تک تو آبرو سے نبھی ہے جہاں رہے

مسجد سے شیخ تو نے نکالا ہمیں تو کیا
قائم وہ مے فروش کی اپنے دکاں رہے

---

(۱) ہو (ہندی) (۲) گر (ہندی ۱۸۱)
(۳) اٹکی نہ آنکھ خط میں تری چشم دیکھ کر ٥ سبزی پیو ہر کون مئے ناب کو حضور (نغز ۸٤)

قائم تو اس زمین میں غزل پھر کہہ اس طرح
سن کر جسے کہ چرخ میں نت آسماں رہے

صبر و قرار و ہوش و دل و دین تو واں رہے
اے ہم نشیں یہ کہہ تو بھلا ہم کہاں رہے

صیاد شور نوحہ جو آنے لگا ہے کم
یاروں کے دور ہم سے مگر آشیاں رہے

تو تو چلی بہار پر اس کی بھی کچھ خبر
جو سر بہ جیب غنچۂ نشگفتہ یاں رہے

قائم کو اپنی بزم (سے) جانے نہ دے کہ یار
کیا ہے برا کہ مفت میں اک شعر خواں رہے

یونہیں جو یہ چشم تر رہیں [1] گی ٭ آخر کو خراب کر رہیں گی
نیا ہر لحظہ ہر داغ کہن ہے ٭ بہار سینہ رشک صد چمن ہے
(ورق ۲۲۱ الف)

[2] دہن تیرے کو پایا بات کہتے ٭ ہماری جز رسی میں کیا سخن ہے
وہ گویا زخم ہے چہرے کے اوپر ٭ جو لے لطف سخن کوئی دہن ہے

زلف دیکھی تھی کس کی خواب میں رات
ہم سحر تک تھے پیچ و تاب میں رات

[3] ہم چاہتے یہ ہیں کہ رہے پاک محبت
پر جس میں یہ دوری ہو وہ کیا خاک محبت

پی [4] کہے ہے تم کہاں رہے شب باش
واہ وا رحمت، آفریں، شاباش

---

(۱) دونوں مصرعوں میں "رہی گی" (نعز ۸۶) (۲) دہن کو تیری (نکات - نعز ۸٦)
(۳) چاہو ہیں یہ ہم بھی کہ الخ (ہندی ۱۸۰)
(٤) پی کی ہی غیر کی رہی شب باش (ہندی ۱۸۲) پی کی ہی غیر کی رہو شب باش (دستور ٤۸)

[1] سینــــه کاوی هے کام هی کچھ اور
گــوه کـــــن بــود مــرد سنـگ تـــــراش

آج آپ مرے حال په کرتے هیں تاسف
اشفــاق عنــایات ، کــرم مهـــــر ، تلطف

اے گریه پس قافله دل نام هے اک یار
وه [2] خسته بهی نه حاے جو اک دم هو توقف

کل اے آشوب ناله آج نہیں ○ آج هنگامے پر مزاج نہیں

لیے [3] چکو دل کو نگه پر تو یه دشوار نہیں
لیک تم دیکھتے پهرتے هو خریدار نہیں

مے کی توبه کو تو مدت هوئی قائم لیکن
بے طلب اب بهی جو مل حاے تو انکار نہیں

تا کجا مستی میں نا خوش دل احبـاب کریں
یک دو جام اور بهی ساقی که بس اب خواب کریں

هر طرف ظرف وضو بهرتے هیں زاهد هوئی صبح
ساقی اٹھ هم بهی صراحی میں مئے ناب کریں

جون [4] شمع دم صبح یہاں سے سفری هوں
لک مـنتظـر جـنـش بـاد سحـری هوں

خوش ره اے دل اگر تو شاد نہیں ○ یاں کی شادی پر اعتمـاد نہیں
(ورق ۲۲۱ ب)

جـور سپهـرو دوری یـاران وروے غـیر
جو کچھ نه دیکھنا تها سو اب دیکھتا هوں میں

---

(۱) سیه کاوی هی کام هی کچھ اور (نمز ۸۴)
(۲) یه (هندی - نمز) (۳) ای چکو دل جو نگه کو تو الخ (هدی)
(٤) جون شمع دم صبح کو الخ (نمز ۸۵) جون شمع دم صبح میں یان سی (هدی)

دل پا کے اس کی زلف میں آرام رہ گیا
درویش جس جگہ کہ ہوی شام رہ گیا

قسمت تو دیکھو ٹوٹی ہے جاکر کہاں کمند
دو چار[1] ہاتھ جب کہ سر بام رہ گیا

شمع ساں جلنے کو صانع نے بنایا مجھ کو
جس کے میں ہاتھ لگا[2] اس نے جلایا مجھ کو

کیجیے گا صلح کب[3] دل بے مدعا کے ساتھ
اثر نہ ہے کچھ قبول کو[4] میری دعا کے ساتھ

اس[5] حسن سیم رنگ کے صدقے کہ جس کے بیچ
ملکے[6] سے رنگ شوخی کے یہ سو حیا کے ساتھ

خوگر[7] درد ہوں کرتے ہیں یہ درماں میرے
آہ کیوں در پئے جاں ہیں یہ عزیزاں میرے

ہر گلی[8] کوچہ ہے بستی کا پراچہ کی دکاں
دھجیاں ہو کے اڑے بس کہ گریباں میرے

یارب کوئی اس چشم کا بیمار نہ ہووے
دشمن کے بھی دشمن کو یہ آزار نہ ہووے

صورت میں تری گر نظر آوے ملک الموت
پھر مرگ[9] کسی طرح سے دشوار نہ ہووے

---

(۱) کچھ دور اپنی ہاتھ سی جب بام رہ گیا (محزن)
(۲) ہاتھ پڑا (ہندی ۱۸۵) (۳) پھر (دستور ۴۹ ۔ ہندی ۱۸۵)
(۴) اپنی (دستور ۴۹ ۔ ہندی) (۵) اس سیم رنگ یار کی صدقی کہ جس کی بیچ (دستور)
(٦) ہلکی سی ایک شوخی کی تہہ دو حیا کی ساتھ (ہندی دستور)
(۷) خوگر درد ہوں میں کرتی ہیں درماں میری (ہندی ۱۸٦)
(۸) ہر گل کوچہ ہی رستی کا پراچہ کی دکان ہ دھجیاں ہو کر اڑا بس کہ گریباں میرا (ہر ٤
(۹) جی دینا کسو طرح سی دشوار نہ ہووی (ہندی)

وہ بھی گیا دن تھے کہ جی کو لاگ اس کے ساتھ تھی
میں تھا اور کوچہ تھا اس کا اور اندھیری رات تھی

شکوہ نے غیر سے نے یار کی بے زاری سے
جو ہوا ہم پہ سو اس دل کی گرفتاری سے

[1]ـ راہ ۰ ۰ ۰ ۰ میں جو رکھتا ہوں اسے گھیر کبھو
ھنس کے کہتا ھے کہ اب جانے دے چل پھیر کبھو

[2]ـ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ میری جان بے تقصیر ھے
[3]ـ حیرتِ دل سو طرف سے اس کی دامن گیر ھے

گرم رفتن ہوکے شعلہ قید میں رھتا [4] نہیں
موج آتش گو سراسر صورت زنجیر ھے (ورق ۲۲۲ الف)

روز و شب ھے حالت انجام مے نوشی مجھے
کس کی آنکھوں نے دیا پیغام بے ھوشی مجھے

گو بہ ظاھر تو گلے لگتا نہیں میرے تو کیا
ھے تصور سے ترے ھر دم ھم آغوشی مجھے

منحصر ھے شرح سوز دل پہ میری زندگی
شمع ساں مرتا ھوں گر اک دم ھو خاموشی مجھے

شب ھی کی بد مستیوں سے ھوں میں اب تک منفعل
آج تو کرتا ھے پھر تکلیف مے نوشی مجھے

عہدے سے اس صنم کے بر آیا نہ جائے گا
یہ ناز ھے تو ھم سے اٹھایا نہ جائے گا

---

(۱) راہ پڑی اسی رکھتا ھوں اگر گھیر کبھو ٭ ھنس کی کہتا ھی جھوی کام ھی اب پھیر کبھو (نکات ۲۲۶) ۔
راہ کی بیچ جو رکھتا ھوں اسی گھیر کبھو ٭ ھنس کر کہتا ھر کہ اب چھوڑ مجھی پھیر کبھو (گلزار ۱۹٤)
راہ پڑی میں جو رکھتا ھوں اسی گھیر کبھو ٭ ھنس کی کہتا ھی کہ اب جانی دی چل پھیر کبھو (نغز ۸۵) ۔ (۲) مردن دشوار میں یہ جہان بی تقصیر ھی (نغز ۸۷)
(۳) حسرت دل (حسن ، نغز) (٤) اتا نہیں (نغز)

بے دماغی ہے نہ اس تک دل رنجور گیا
مرتبہ عشق کا یاں حسن سے بھی دور گیا
پھرے زمانہ جہاں تک ہے ہم سے یا نہ پھرے
کسی کے پھرنے نہ پھرنے سے کیا خدا نہ پھرے
دل مرا چھین کے کہتا ہے وہ دل بر قائم
جی جہاں چاہے تمہارا مری فریاد کرو
بتوں کی دید کو جاتا ہوں دیر میں قائم
مجھے کچھ اور ارادہ نہیں خدا نہ کرے
دریا ہی پھر تو نام ہے ہر یک حباب کا
اٹھ جائے گر یہ بیچ سے پردہ حجاب کا
کیوں چھوڑتے ہو درد تہ جام مے کشو
ذرہ ہے یہ بھی آخر اسی آفتاب کا
نواب پالکی میں تری ہے یہ زرق برق
چشم ستارہ خیرہ ہو جس کے خیال سے
[1] اس طرح سے علاقوں کا ہے بانس پر . . .
طرہ ٹکے ہیں مہر کے گویا ہلال سے

رباعی

نواب سنا تیرا جو لشکر آیا ⁕ صد قافلۂ عیش دل کے اندر آیا
کیا کل سے اک آگہی ہے دل کو گویا ⁕ اک عضو گیا ہوا جگہ پر آیا

(ورق ۲۲۲ ب)

رباعی

جب تک کہ یہ دورۂ شب و روز رہے ⁕ مہ روشن و مہر گیتی افروز رہے
یارب ہو ہر اک شب تری خاطر شب قدر ⁕ ہر روز ترے واسطے نو روز رہے

---

(۱) اس لطف سے غلاموں کا کہا ہو باس پر (نمبر ۸۸)

رباعی

قائم کو شتاب بیا کیے لاتا کوئی ٭ اس لطف کی مجلس کو دکھاتا کوئی
تا بر میں خداوند نے خلعت پہنا ٭ پھولا نہیں جامے میں سمایا کوئی [؟]

رباعی

میں نے نواب گھر کو اپنے ڈھنڈوایا [؟] ٭ پر قابل نذر کچھ نہ تیرے آیا
یاں خوبی دھر سب مہیا ھیں مگر ٭ اک میں ھی نہ تھا سو آج میں بھی آیا

رباعی

تا زلف بتاں وبال حی کا ہووے ٭ صاحب تیرا نہ بال بیکا ہووے
ھے بے نمک آج عیش شیریں تجھ بن ٭ یارب نہ بدن تیرا تو پھیکا ہووے

رباعی

بس قبلہ نہ پیچ و تاب دیجے مجھ کو ٭ دینا ھے جو کچھ شتاب دیجے مجھ کو
کچھ اور نہیں جو پاس دینے کو مرے ٭ ھے منہ میں زباں جواب دیجے مجھ کو

رباعی

کیا[1] مال ھی دیا کے تو یہ اھل نعیم ٭ عزت[2] نہ کریں اپنی جو دے کر زر و سیم
مسجد میں خدا کو بھی نہ کیجے سجدہ ٭ محراب[3] نہ ہو خم جو برائے تعظیم

رباعی

کب باغ ارم ھے اس مکاں سے بہتر ٭ جس کی ھے ہر اک سمت جناں سے بہتر
جو پھانک ھے رنگترے کی یاں کے قائم ٭ ھے وہ لب شیریں بتاں سے بہتر

رباعی

روٹی کے لیے کھائی تم میر ..... ٭ کہیے تو بجا ھے تم کو گر میر خمیر
(ورق ۲۲۳ الف)

---

(۱) کیا پشم میں دیا کی تو یہ اھل نعیم (نغز ۸۸) کیا پشم میں دیا کر یہ سب اھل نعیم (نکات) کیا پشم ھی دیا کہ یہ ارباب نعیم (گلزار ۱۹۵)
(۲) یہ قدر کریں ہم کو جو دو کر زر و سیم (نکات) یہ قرب کریں ہم کو دکھا کر زر و سیم (گلزار)
(۳) محراب جو خم نہ ہو برائے تعظیم (نکات ـ گلزار)

موہ ہوئے تم اس طرح کے جیسے ٭ ساگوں میں ہے کوت میر اگوں میں ..

رباعی

قاضی شیخی ہے یاں تو کاڑھی تیری ٭ تدبیر پہ اور ہم نے کاڑھی تیری
گر حشر میں دامن کو نہ پہنچے گا ہاتھ ٭ واللہ کہ میں ہوں اور داڑھی تیری

رباعی

... سے یہ باغ دیں کی بوٹی نکلی ٭ سینت خلق ساری جھوٹی نکلی
اصحاب ثلاثہ کی محبت میں یہ ہے ٭ داڑھی بھی جو نکلی تو ... نکلی

رباعی

نواب جہاں طعام پکتا ہو ترا ٭ چاول ہے نچوڑنے کو گردوں صافی
[1] مطبخ ہے ترانہ اس قدر کم حس کے ٭ تحصیل ہو سابھر کی نمک کو کافی

قطعہ

نواب روز عید ہے جب تک کہ زیر چرخ ٭ احوال خرمی کے جہان کا پدید ہو
شام مہ صیام ہو ہر شام بندگاں ٭ ہر صبح مخلصوں کے تئیں صبح عید ہو

قطعہ

نواب جو دعائیں کرتا ہوں حق میں تیرے ٭ عشر عشیر ہووے کاش اپنی وہ دعا کا
لیکن یہ آرزو ہے بالفعل میری یارب ٭ صحت ہو تجھ کو صدقہ بیمار کربلا کا

قطعہ

خدا یگانا تو ہے جہاں میں اصل وجود
تری درستی سے ہو کیوں نہ کار خلق درست
میں کل جو خواب سے چونکا تو دیکھتا ہوں کیا
نہیں زمانے کا احوال کچھ بہ وضع نخست
نہ ہیں قوائے فلک اپنے طود پر مربوط
نہ ہیں زمین کے اجزا نظر میں محکم و چست

---

(۱) مطبخ ہو یہ اس قدر ترا کم جس کو (نفز)

اسی خیال میں تھا میں کہ یہ کسی نے کہا
کہ آج طبع خداوند کچھ رہی ہے سست
(ورق ۲۲۳ ب)

خدا کرے کہ تو جیتا رہے بہت ممدوح
سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست

قطعہ

لطف صحبت کا وہ ہے قبلۂ کونین جہاں
دم بہ دم لطف کی امید ہو نہ بیم گزند
یعنی اس خرد سے گو سہو ہوا تھا بالعرض
غرض اس بات سے ہوتی تو وہ تھا موقع پند
اس سے بھی قطع نظر میں نے کہا کیا تازہ
ناز کرنا ہی ہے والد پہ جہاں ہے فرزند
لیک منظور نہ تھی آپ کی مجھ پر اشفاق
بلکہ خواہش تھی کسی طرح کٹے جی سے یہ گند
سو میسر ہوئی وہ بات پس از مدت عمر
آپ اب خوش رہیں کرتا ہے یہ بندہ بھی انند
کچھ تاسف کی جگہ مجھ کو نہیں ترک کیے بعد
کیوں کہ کیا خوب تھا باہم ہوں سخن پست و بلند
پر وہی باتیں جو پھر بھاتی ہیں حضرت کے تئیں
پھر وہی بے مزہ کی آتی ہے خاطر کو پسند
ما بہ آں مقصد عالی نہ توانیم رسید
ہم مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

قطعہ

بندگی و نذر کو لاؤں جو میں ہ کچھ نہ حاضر تھا تکلف برطرف

سو میں لایا آپ کو بہر نیاز ، گر قبول افتد زہے عز و شرف

قاسم | قاسم تخلص، حکیم میر قدرت الله خان، متوطن دار الخلافه، مرید جناب مخدومی مولوی محمد فخر الدین صاحب قبله رحمة الله علیه، شخصے است موصوف بصلاحیت و تقوی، تحصیل کتب عربی بخوبی نموده و در علم طب مهارتی کلی دارد۔ شاعر مسلم الثبوت و بشمار جرگهٔ استادان این عصر است۔ تصانیفش اکثر برجسته و خوش مضمون و دلچسپ، دیوان ضخیمے ترتیب داده و همه اقسام شعر مثل مثنوی و واسوخت و مناقب و مراثی و مخمس و مسدس و رباعی وغیره که در سلک نظم کشیده پسند خاص و عام گشته۔ علی الخصوص حقائق معراج جناب رسالت مآب صلی الله تعالی علیه و آله وسلم بفصاحت تمام در زبان ریخته موزون ساخته‌دیگر مثنوی عشقیه حسب حال خود که از زبان سحر بیانش سرزد و تعریفش خارج از بیانست درین ولا که ۱۲۱۹ هجری است بسبب مطالعه این مجموعه خود هم ذوق تالیف نمودن تذکره پیدا کرده۔ چنان چه از مولف مسوده را گرفته انتخاب اشعار نموده تذکره تالیف کرده است۔ پیش ازیں چند سال منقضی گشته که بخانهٔ خود مجلس مشاعره منعقد میکرد اکثر شعراء، شاهجهان آباد در آنجا رفته داد سخنوری میدادند۔ با راقم سلسلهٔ مودت مستحکم است۔ از کلام اوست منه۔

رفته رفته بت خوش قد مرا آفت هوگا
ٹک قدم آگے دھرے گا تو قیامت هوگا
کیا مرے قتل کا دیویں گے جواب آپ بھلا
جس گھڑی حشر کو دیوان عدالت هوگا

قطعه

کھینچ تروار وہ خونخوار ستمگر جس دم
قتل عشاق پہ سرگرم جلادت هوگا
قاسم اس وقت ہر ایک اپنی جھکا کر گردن
یار سو جی سے خریدار شہادت هوگا (ورق ۲۲۳ ب)

شیدا تری صورت کا میاں دل ھے ھمارا ٥ فرھاد تو کیا قیس بھی قائل ھے ھمارا

هو گزر تیرا صبا گر کوے قاتل کی طرف
سرسری کیجو نظر اک میرے بھی دل کی طرف

سر بسر قول ترے اے بت خود کام غلط
دن غلط رات غلط صبح غلط شام غلط

نہ هنس بولو چمن میں تم کسی سے آہ جانے دو
ذرا غنچوں کو کھلنے دو گلوں کو کھلکھلانے دو

دور بھی کیجے کہیں روے حسیں کا پردہ
نہ نکالا ھے بھلا تم نے کہیں کا پردہ [؟]

خال مشکیں ترے چهرے پہ بنایا کس نے
چاند سے مکھڑے کو یہ داغ لگایا کس نے

رفتہ رفتہ داغ دل بھی نقش کا شانہ بنا
سمجھے بھے مہمان جس کو صاحب خانہ بنا

طبع جولانی پہ ھے قاسم ابھی مت هو خموش
ریختے کا اور گھر اک میرزایانہ بنا

حسن کے شعلے سے سوز شمع کا شانہ بنا
گرمی سوز محبت سے ھے پروانہ بنا

رندی قاسم کی کیفیت نہ پوچھو اے میاں
جان دی مے خانے میں کیا کیا وہ مستانہ بنا

بس کہ طینت میں ازل سے اس کی تھی سرگشتگی
گاہ خم گاھے صراحی گاہ پیمانہ بنا

عاقبت با ایں همه جوش و خروش و سرخوشی
بزم مے خواران عالم میں وہ افسانہ بنا

حرف مطلب کو لب شوق پہ آنے نہ دیا
ضعف نے هونٹ بھی هم کو تو هلانے نہ دیا

. . . قیس یارو مذکور ہے ہمارا ٭ آوارگی کا قصہ مشہور ہے ہمارا

مقابل کون اس سج دھج میں ہے اے گل بدن تیرا
. . . . . بندہ ہے شمشاد چمن تیرا (ورق ۲۲۵ الف)

گریباں پھاڑ سر کو پھوڑ نعرے مارتا قاسم
چلا دشت جنوں کو واہ رے دیوانہ پن تیرا

نہیں میں چھیڑ سے خوباں کی باز آنے کا ٭ مزا پڑا ہے مجھے گالیاں ہی کھانے کا

دل نہیں یہ کہ مل اشکوں سے ہو راہی نکلا
ساتھ لانڈے کو لیے اپنے نگاہی[1] نکلا

کریں جو چشم کو ہم تم تو ہو جہاں تہ آب
زمیں تمام تہ آب و آسماں تہ آب

عشق بتاں ہے اور . . . ہم ہیں یا نصیب
کرتا ہے اس میں دیکھیے کیا کیا خدا نصیب

عشق میں ہے جوں لالہ واڑوں ہوا کیا کیا نصیب
داغ دل زخم جگر بخت نگوں اے وا نصیب

نخل ایمن ، شمع کعبہ ، سرو گل زار ارم
ہے وہ شمشاد رواں ان سب سے کچھ بالا نصیب

محرم آب رواں پر تھے بہ ایں آب حباب
مٹ گئے دیکھ صفا جن کی سر آب حباب

جی سے اس دل کو ہے وہ ابروے خم دار پسند
یعنی جاں باز سپاہی کو ہے تروار پسند

نہ کچھ فرہاد سے وابستہ نے . . . . مجنوں پر
یہ عشق اے عاشقاں عاشق ہے بس دل ہاے محزوں پر

(۱) کذا

سر ہر ہر مژہ تم قطرۂ خوں ناب مت سمجھو
چراغاں ہے یہ اے روشن دلاں دریاے جیحوں پر

داغوں سے لالہ زار ہے یہ دل بہار پر
ہوتی ہے یہ بہار کہاں لالہ زار پر

خوں ناب دل ہے یوں مژۂ اشک بار پر
چھینٹا ہو سرخ جیسے کسی شاخسار پر

مخل نظارہ نہیں دیدۂ تر سے بہتر
اور جو مرضی ہو یو نہیں آپ کی ترسے بہتر

اے بتاں کیجیے قبول ان زلف کے ماروں کی عرض
.... کبھو تو ہم سیہ کاروں کی عرض (ورق ۲۲۵ ب)

مکھڑے کا کیوں کریں کبھی زلف بتاں لحاظ
اسلام سے ہے کفر کو کیا موناں لحاظ

دیکھی ہے زلف چہرۂ گل فام کی طرف
یاں کفر کو بھی میل ہے اسلام کی طرف

خرم وہ شب کہ دل‌بر ہو غم گسار عاشق
پوچھے خوشی سے ہنس ہنس سب حال زار عاشق

کیوں سیر چمن کیجیے برائے گل صد برگ
ہے یاں دل صد پارہ بجائے گل صد برگ

شعلے سے کوہ طور کے روشن ہے داغ دل
شمع حرم سے کم نہیں اپنا چراغ دل

بوسہ بھی جو لب سے ترے پائیں گے نہیں ہم
بے فائدہ یوں گالیاں کھائیں گے نہیں ہم

چشم تر سے پیدا ہے لطف گل فشانی یاں
سیر ہے تماشا ہے کیجیے مہربانی یاں

کون کہتا ہے اسے دیدۂ گریاں ھے یہ ٭ معدن لخت دل و منبع طوفاں ھے یہ

ھے وہ زبان حضرت دہلی کی اندوں[1] ٭ دو چار شعر پہنچیں اگر اصفہاں میں

قرباں روم بہ ایں سخن نغز دوستاں ٭ صائب سا خوش زباں کہے اپنی زباں میں

ابر اس چشم سے چھینٹے جو اڑے پانی کے
ہم پھر اس وقت بھریں کچے گھڑے پانی کے

وہ ہم نہیں کہ جو کچھ ھو خطا بتاں ہم سے
خدا کے واسطے ھو جے نہ بدگماں ہم سے

مینا بغل میں ھے نہ مئے غم تراش ھے
خوں ناب دل ھے یا یہ دل پاش پاش ھے

بل بے شکوہ گرمی حسن بتاں جہاں
خورشید محشری علم دور باش ھے

تیس دن بادہ خوری شوق سے کیجے بیٹھے
شیخ چلی نہیں ھے کوئی جو چلے بیٹھے (ورق۲۲٦ الف)

زخم پر دل کے سدا نون چھڑکنا ھنس ھنس
آپ نے چھل نکالی ھے یہ بیٹھے بیٹھے

یہ بت گر سر عزم تسخیر ھوں گے ٭ تو باللہ الا کبر جہاں گیر ھوں گے

جب رخ پہ ترے نیر پر نور کی سوجھی
بولا یہ مسیحا کہ بہت دور کی سوجھی

گردن پہ تری دل کو جو ھے عاج کی سوجھی
تشبیہ قدیمی ھے نہیں آج کی سوجھی

والشمس تو رخ ہی ھے پر اس زلف پر اے ماہ
واللیل پڑھی جب شب معراج کی سوجھی

---

(۱) کذا

صبر و دل و دیں تاب و تواں دیکھتے ہی جاے
اس ترک ستم گار کو تاراج کی سوجھی

دن ہے شور وحشت ہے شب ہے آہ وزاری ہے
دل یہ تیری خواہش کی ساری فتنہ کاری ہے

گئے وہ دن کہ دو دو پہر تک مجھ ساتھ باتیں ہیں
بس اب خاموش گریاں میں ہوں اور ساون کی راتیں ہیں

شعلہ خو وہ تر زباں ہم دیکھیے کیسے بنے
آب و آتش یاں ہیں با ہم دیکھیے کیسے بنے

کہیں جلدی قبول اب یہ دعا یارب ہماری ہو
کہ ہم ہوں یار ہو مینا ہو مے ہو آب جاری ہو

ہیں روسیہ و خستہ جگر مثل نگیں ہم
اے واے کہ تس پر بھی نہیں خانہ نشیں ہم

خط پشت لب جانا نہ دیکھا تو نے اے قاسم
سواد چشمۂ حیواں میں کیا سبزہ لہکتا ہے

ہیں اشک جگر گوں سے یہہ مژگاں پہ بہاریں
جیسے لب دریا ہوں چراغاں کی قطاریں

جوں کاکل آشفتہ پریشاں ہوں ہم اے وائے
جمعیت خاطر سے وہ زلفوں کو سنواریں (ورق ۲۲٦ ب)

ہے قہر کہ حیرت زدۂ حسن تو ہم ہوں
اور آئنہ لوٹے تری زلفوں کی بہاریں

رباعی

یہ کہنہ رواق یعنی سارا دیکھا ٭ پنہاں دیکھا اور آشکارا دیکھا
مطلق نہیں کوئی شے ہے تم سے خالی ٭ سب میں جلوہ غرض تمہارا دیکھا

قائم | قائم تخلص، شیخ قائم، ساکن قصبۂ اٹاوہ، اول امید وار تخلص می کرد۔ ذوق ریختہ گوئی در خاطرش متمکن از تصانیف اوست منہ۔

جس زمیں پر کہ وہ گل پوش نگار آ جاوے
گر خزاں کا بھی ہو موسم تو بہار آ جاوے

قاضی | قاضی تخلص، عبدالفتاح نام شخصے ست از سرکار سنبھل۔ اکثر اشعار فارسی می گوید و گاھے ریختہ ھم موزوں می کند۔ این رباعی ازوست منہ۔

دنیا میں تو ھم نے کچھ نہ حاصل دیکھا
دیکھا جو نہ دیکھنے کے قابل دیکھا
جب چشم کھلی تو چشمۂ خضر کو بھی
مانند سراب عین ساحل دیکھا

قدرت | قدرت تخلص، مولوی قدرت اللہ، شخص فاضل و ذی رتبہ از سکنائے رام پور ست۔ تذکرۃ الشعرائے ریختہ گویاں تالیف نمودہ۔ بہ خانۂ خود مجلس مشاعرہ منعقد می کند۔ بسیار شیریں زبان و خوش بیان معلوم می شود۔ منہ۔

لاکھوں جلاوے [1] مردۂ صد سالہ آن میں
فیض دم [2] مسیح ھے اس کی زبان میں
نکلی تھی رات دل سے مرے بے دریغ آہ
ھنگامہ ایک پڑ گیا مفت آسمان میں (ورق۲۲۷ الف)
انصاف بھی ضرور ھے یہ ظلم تا کجا
کتنوں کے گھر تو جاتے رھے امتحان میں
ھماری خاک پر بلبل یہ کہتی بے قرار آئی
ارے کس نیند سوتا ھے دوانے اٹھ بہار آئی

---

(۱) نخ جلاوہ۔ (۲) نخ عدم

قرار | قرار تخلص، جان محمد، متوطن لکھنؤ، شاگرد شاہ ملول در سرکار نواب وزیر به پیشهٔ چوب‌داری ملازم است۔ ازوست منه۔

کہتی تھی قضا یوں ترے نخچیر کے منہ پر
اے مرگ رسیدہ تو نہ جا تیر کے منہ پر

عالم کو گرفتار کیا دام بلا میں
حلقہ وہ دکھا زلف گرہ گیر کے منہ پر

سونے میں جو شب آگئی رخسار کے نیچے
اب تک ہیں نشاں دیکھ لو زنجیر کے منہ پر

قیس | قیس تخلص، مرزا امجد علی بیگ عرف دارابیگ ــ بزرگانش پیشهٔ تجارت اختیار کردہ بودند۔ اصلش از خراسان ست، خود در لکھنؤ تولد یافته جدش متولی روضهٔ حضرت امام رضا علیه التحیه بود۔ در ریخته گوئی مہارتے تمام دارد۔ شاگرد جعفر علی حسرت ست، از طبع زاد اوست، منه۔

کچھ دل کے اضطراب نے رسوا کیا مجھے
کچھ دیدهٔ پر آب نے رسوا کیا مجھے

آئینہ دیکھ دیکھ یہ کہتا تھا کل وہ شوخ
اس عالم ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ نے رسوا کیا مجھے

پھرتا ہوں ہر کسی سے میں القاب پوچھتا
خط کے ترے جواب نے رسوا کیا مجھے

کل سبحه آج میں نے مصلی گرو کیا
کیفیت شراب نے رسوا کیا مجھے (ورق ۲۲۷ ب)

آتا ہے وہ نہ آتی ہے مجھ کو بھی کل کہیں
یارو دعا کرو کہ اب آوے اجل کہیں

ہے ہم کو تم سے الفت اب تم سے کیا کہیں ہم
اور تم ہو بے مروت اب تم سے کیا کہیں ہم

کہتے تھے قیس یا کہ ہیں مجنوں پکارتے
اب اس نئے خطاب نے رسوا کیا مجھے

خواہش وصل میں وصال ہوا ٭ لو یہ جھگڑا ہی انفصال ہوا

میں کہوں کچھ اور تیری گفتگو کچھ اور ہے
ہو گیا کچھ اور میں یا آج تو کچھ اور ہے

ایک دن اس دل کے ہاتھوں آ بنے گی جان پر
واں ارادہ اور کچھ یاں آرزو کچھ اور ہے

بات گئی ہاتھ پھر آتی نہیں ٭ یار چلا جان تو جاتی نہیں
باغ میں کس گل کی ہے آمد کہ جو ٭ نکہتِ گل پھولی سماتی نہیں
جب سے لگی اس بت کافر سے آنکھ ٭ موت تو کیا نیند بھی آتی نہیں

وصیت ہے مرا احوال جب نوع دگر ہووے
تو مجھ کو دفن واں کیجو جہاں اس کا گزر ہووے

دل مضطرب کا دیکھا عجب اضطراب اٹھا
ہوا اور مضطر اس نے جو ذرا نقاب اٹھا

سنگ جفا سے شیشۂ دل توڑ تاڑ کر
بس اٹھ گئے نہ کھیل کو پیارے بگاڑ کر

تن پر مرے زخموں سے جاگہ نہیں خالی ہے
اور ہائے ستم اس نے پھر تیغ سنبھالی ہے

واں وہی یار کی اک آن چلی جاتی ہے
شدت شوق سے یاں جان چلی جاتی ہے

گو تجھے خاطر اغیار ہے اے جان عزیز
پھیر دے دل کو مرے مجھ کو بھی ہے جان عزیز (ورق۲۲۸ الف)

بسملا ہوا مکان مرے دل کا اجاڑ کر
گیا اٹھ گئے وہ ناز سے دامن کو جھاڑ کر
کھڑا ہے وہ بت دل بر نظر چرائے چلو
خدا کے واسطے دل عاشقو بچائے چلو
اس ستم دیدہ کے دن جب کہ بھلے آویں گے
بن بلائے مرے گھر آپ چلےآویں گے
جب سے سمند ناز پہ وہ شہ سوار ہے
آوارہ و خراب یہ مشت غبار ہے

قتل | قتل تخلص، المعروف (بہ) میرزا قتیل، زاد و بومش پنجاب۔ از مدتے ساکن لکھنؤ گشتہ۔ شخصے ست نو مسلم۔ در موزوں نمودن اشعار فارسی مہارت کلی بہم رسانیدہ و در فن انشا پردازی نیز ممتاز ست۔ در تحصیل علم عروض و قوافی خیلے علودارد و مصلح اشعار شعرائے بلدۂ مذکور ست۔ افکارش مطبوع طبائع خلائق۔ گاہے اشعار ریختہ کہ موزوں کردہ است۔ ازاں جملہ ایں مطلع ثبت نمودہ شد۔

جب سے کہ نظر جا پڑی اس ماہ جبیں پر
خورشید گرا شرم سے ہو زرد زمیں پر

قلق | قلق تخلص، ساکن دارالخلافہ، نامش معلوم نیست ازوست مہ۔

گر رخش یار خاک پر اپنی پھرا کرے ٥ پھر کون جا کے منت باد صبا کرے

قسمت | قسمت تخلص، شمس‌الدولہ بہادر، فرزند نواب بارگاہ علی خاں شاگرد جعفر علی حسرت، شخص از خاندان عمدہ و سردار ذی شان ست۔ تعریف حشمتش محتاج بہ شرح و بسط نیست۔ درفن شاعری بسیار ماہر۔ اکثر اوقات بہ موزوں نمودن (ورق ۲۲۸ ب) سلام و مراثی جناب سیدالشہدا مصروف می ماند۔ بالفعل دریں زمانہ مثل او در مرثیہ گوئی کسے دیگر نیست مہ۔

بے مہر مرا گر شب مہ بام پر آوے ٭ اک ماہ دوم ماہ فلک کو نظر آوے
چوں ماہ منور ہو شب تار ہماری ٭ قسمت وہ اگر چاندسی صورت نظر آوے

پھر مجھ کو کیا جو غیر کے تم جا کے گھر رہے
میرے تو ساتھ وعدۂ شام و سحر رہے

مژگاں تر ہیں تیری ابر بہار قسمت ٭ داماں کوہ و صحرا اک بار تر تو کرجا

دیکھا کہ حسن دل کے طلب گار تم نہیں
پھرتے ہو بوالہوس سے خریدار تم نہیں

الٰہی یا تو میرے دامن دل دار ہاتھ آوے
نہیں تو ہاتھ کی اس کے کہیں تروار ہاتھ آوے

ادھر سے میں کھڑا ہوں کھینچ لینے کی تمنا پر
ادھر سے کاش کے تیرا بھی تا دیوار ہاتھ آوے

جو دل لے کر ہمارا دشمن جان یار جانی ہے
تو اس سے موت ہی بہتر کہ پھر کیا زندگانی ہے

قلندر | قلندر تخلص، اسمش معلوم نیست، درویشے بود وارستہ مزاج ہم عصر سراج‌الدین علی خان آرزو۔ اشعار دل کش از تصانیفش زیب سفینۂ ایام یادگار ماندہ۔ منہ۔

جی کو سر زندگی نہیں ہے ٭ کیا جی کے کروں کہ جی نہیں ہے
تھمتے ہی تھمے گا اشک ناصح ٭ رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے
اس زمانے میں ہے کہاں اخلاص ٭ مثل عنقا ہے بے نشاں اخلاص
(ورق ۲۲۹ الف)

نہ جھاڑ زلف کو اپنی غضب کے شانے سے
کہ جان لپٹی ہے اس کی ہر اک شکن کے ساتھ

قرین | قرین تخلص، از تلامذۂ جعفر علی حسرت۔ از نام و نشانش اطلاع نیست ازوست۔

سنا اے بے وفا یا با وفا ہو ہ غرض تم دل کے لینے میں بلا ہو

قربان | قربان تخلص، میر قربان علی عظیم‌آبادی، طبعش رنگین و سخنش دل نشین ست۔

کب اس تیر نگہ کے روبرو کوئی بشر ہووے
اگر کچھ سامنے ہووے تو میرا ہی جگر ہووے
نکالوں کیوں کہ دل سے اس کماں ابرو کے پیکاں کو
کہ آزردہ نہیں کرتا ہے کوئی اپنے مہماں کو

قبول | قبول تخلص، نام و نسبش معلوم راقم نیست۔ شاید از سکنائے لکھنؤ ست۔ ہمیں یک شعر به سمع رسیده، ثبت نموده شد۔ منه۔

دل یوں خیال زلف میں پھرتا ہے نعرہ زن
تاریک شب میں جیسے کوئی پاسباں پھرے

قدر | قدر تخلص، شخصے بود وارسته از قید مذاهب، زیاده احوالش معلوم نیست۔ مطلعے که از طبع زاد او بهم رسیده، مرقوم گشت بسیار پاکیزه است۔ منه۔

اگر آئے ہو تو رہ جاؤ یہاں رات کی رات
لیلةالقدر سے بہتر ہے ملاقات کی رات

قمر | قمر تخلص، مرزا قمر الدین نام عرف مرزا حاجی، از اکابر زاده هائے لکھنؤ ست۔ اشعار ریخته (به) مضامین دل چسپ موزوں می کند۔ شاگرد مرزا قتیل۔ از طبع زاد اوست۔

تیرے بیمار کو مرگ اپنی سدا ہے مرغوب
نہ دوا کی اسے خواہش نہ غذا ہے مرغوب (ورق ۲۲۹ ب)
مجھ سے کل کہنے لگے وہ کہ نہیں کچھ معلوم
کس پہ تم مرتے ہو صاحب تمہیں کیا ہے مرغوب

دردِ دل ہم سے بھی کہیے کہ کریں کچھ تدبیر
کون سا سرو قد ہوش ربا ہے مرغوب

میں نے رو رو یہ کہا کیا کہوں اپنا احوال
ایک عیار دل آزار مرا ہے مرغوب

پر زباں تک نہیں لا سکتا ہوں میں اس کا نام
کوئی دنیا میں نہیں اس کے سوا ہے مرغوب

ہنس کے کہنے لگے چپ رہیے بہ بکیے اتنا
بول چال آپ کی بھی نام خدا ہے مرغوب

بے جا نہیں ہے کچھ مرے قاتل کا اضطراب
دیکھا تھا اس نے کب کسی بسمل کا اضطراب

مشہور دشت دشت ہوں شہرہ ہوں کوہ کوہ
چھپتا ہے کوئی وحشی کامل کا اضطراب

جب جذب قیس ناقے کو لایا تھا سوئے نجد
تب دیدنی تھا صاحب محمل کا اضطراب

جس دل میں کہ کھٹکا نہیں ہے خار محبت
کیا جانے وہ پھر درد گرفتار محبت

کیوں لیلی سے پہلے نہ موا بے خبری دیکھ
مجنوں پہ کھلے کچھ نہ تھے اسرار محبت

کیا حوصلہ ہے عاشق بیمار کا تیرے
تنہا ہے وہ اور لاکھ ہیں آزار محبت

کیوں مجھ کو ستاتے ہیں اطبا کی دوا سے
پاتا ہے شفا بھی کہیں بیمار محبت

وصل ہی آفت جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
درد ہی اس میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

صلح کرتے ہوئے وہ بر سرِ جنگ آہی گیا
عشق (کا) نام برا ہے اسے ننگ آہی گیا (ورق ۲۳۰ الف)

قرار | قرارؔ تخلص، میر حسن علی، سید صحیح النسب بسیار خوش اختلاط متواضع و مودب و ذوق شعر گوئی در خاطرش متمکن۔ گاہ گاہے اشعار ریختہ موزوں می کند۔

لیتا ہی خبرائے دل رنجور کسو کی
گر زندگی ہوتی اسے منظور کسو کی
آیا نہ دم نزع بھی میرے سرہالیں
از بس کہ بہت وضع سے تھا دور کسو کی
کس طرح قرار اس سے کروں درد دل اظہار
سنتا ہی نہیں وہ بت مغرور کسو کی

قاصر قاصر تخلص، میرزا میر علی بیگ [؟] جوانے ست سپاہی وضع خوش اختلاط و ستودہ اخلاق شاگرد ثناءاللہ خان فراق، اشعار ریختہ خوب می گوید۔ ازوست

تاش کی اوڑھی جو نہیں اس نے رضائی سرپر
برق صدقے وہیں ہوتی نظر آئی سر پر
اس قدر اک آئینہ رو پر طبیعت آگئی
جس نے دیکھی اپنی صورت اس کو حیرت آگئی
کیوں نہ عاشق کے رہے روز لڑائی سر پر
توپ کی آپ نے اوڑھی ہے رضائی سر پر
میرے آگے نہ کسی غیر کا تو دل رکھنا
سنگ اچھا نہیں شیشے کے مقابل رکھنا
تیرے ابرو سے مہ نو نے یہ سیکھا ہے ہنر
نیم نظارہ پر اک خلق کو مائل رکھنا

کیا سوز جگر اپنے کو تحریر کروں میں ٭ جل جائے زباں میری جو تقریر کروں میں
اس رشک پری کے جو ملے ھاتھ کا توڑا ٭ اپنے دل دیوانہ کو زنجیر کروں میں

مری ہم دم یہ صورت ہے ادھر ہنسنا ادھر رونا
گل و شبنم کی خلصت ہے ادھر ھنسنا ادھر رونا (ورق ۲۳۰ ب)

شب خیال زلف مشکیں مجھ کو کس کا آگیا
سر بہ سر میری جو آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا

گر درد نہاں مجھ سے عیاں ھو نہیں سکتا
تم سے بھی تو کچھ چارہ گراں ھو نہیں سکتا

خط دے کے تمہیں میں نہ چلوں ساتھ تمہارے
مجھ سے تو یہ اے نامہ بران ھو نہیں سکتا

اس راز سے ہے تجھ کو عزم بجا دلہ کیا
شعلے کا اور حسن کا ظالم مقابلـــہ کیا

لیے جاتے ھیں مرغ دل کو سونے ناوک افگن ہم
ھوے ھیں ان دنوں کچھ اپنے جی کے آپ دشمن ہم

کیوں نہ اک ٹھوکر سے واں احیائے صد جاں دادہ ھو
دست بستـــہ معجز عیسی جہاں استادہ ھو

گاھے گلہ تغافل دلبر سے ہے مجھے
گہ شکوہ اس کی چشم فسوں گر سے ہے مجھے

اس کا شمیم کاکل گر رے اگر چمن سے
ہو شانہ نکالے سنبل زباں دھن سے

کل اس بہار سے وہ گل بدن نظر آیا ٭ کہ وقف دی ھمیں رنگ چمن نظر آیا

نالہ کیجیے جو کبھو سوز نہاں سے پیدا
شمع ساں چاھیے ھو شعلہ زباں سے پیدا

ترے عاشق کی شب ہجر یہ تقدیر الٰہی ٭ کہ لگائی ملک الموت نے شمشیر الٰہی

کس کی برگشتہ نگاہوں کا ہوں بیمار کہ آہ
یاں مسیحا کی ہوئی جاتی ہے تدبیر الٹی

قدرت | قدرت تخلص ، از شاگردان محمد عارف ، علاقہ بند بود قدرت اللہ نام داشت۔ احوالش بہ سمع نہ رسیدہ۔ ازوست۔ منہ (ورق ۲۳۱ الف)
قاصد شتاب جا کے خبر لا تو یار کی ٭ حالت بہت بری ہے دل بے قرار کی

قربان قربان تخلص ، میر محمدی ، پسر میر کلو حقیر تخلص۔ جوانے سمت سپاہی وضع شاگرد ثناء اللہ خان فراق ، اکثر غزل طرحی در مشاعرہ مہدی علی خان مرحوم آمدہ می خواند۔ ازوست

ترواروں میں ہے مغربی تروار ہی کچھ اور
پر تیری بھی اے ابروے خم دار ہے کچھ اور
ہم بھی اپنے دور میں سرکش بہت تھے مے کشو
کاسۂ سر کو نہ ٹھکراؤ خدا کے واسطے

آگے ایسا تو برا گرم یہ بازار نہ تھا ٭ دوسرا میرے سوا کوئی خریدار نہ تھا

وعدہ کرتے رہے آئے نہ پر رات کی رات [؟]
دیکھیے کب ہے نصیبوں میں ملاقات کی رات
چار دن کی ہے تو اس گرمی بازار کو دیکھ
اور سے کام نہ رکھ اپنے خریدار کو دیکھ
دل میں اس بت کے مرے نالے اثر کیوں کر کریں
یہ بہ رنگ شعلہ اس پتھر میں گھر کیوں کر کریں

حرف الکاف

کوچک | کوچک تخلص ، مرشد زادۂ عالمیان میرزا وجیہ الدین مرحوم ، از

(۱) کذا

چندے به ضلع مشرق تشریف برده بودند ، همانجا به جوار ایزدی پیوست[1] ـ جنازه‌اش را از لکهنؤ به دار الخلافه آورده، نعشش را به درگاه قدوة الاولیا محبوب الهی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین قدس الله سره العزیز مدفون ساختند ـ اشعار ریخته بسیار خوب می فرمود ـ اگر گل عمرش از باد صرصرفنا پژمرده نه می شد ، (ورق ۲۳۱ ب) آوازهٔ کلام با نظامش عالم گیر می گشت ـ افسوس که به عین شباب ازین سراے فانی به عالم جاودانی انتقال نموده ـ جاش در بهشت برین باد ـ منه

یاں تلک پاؤں میں پهپهولے هیں ٭ که قدم بهر چلا نہیں جاتا

دل بهی دوں اور جان بهی کوچک پر اپنا دین نه دوں
آخر اپنے نام کو[2] مرزا وحیه‌الدین هوں میں

کاشی کاشی تخلص ، کاشی ناتهه ، از متصدیان دفتریں[3] شوق شعر گوئی در خاطرش متمکن ازوست ـ

اس دل کا اے طبیب سمجهه کر علاج کر
مدت سے هے یه عشق کا بیمار دیکهها

کریم کریم تخلص ، کریم الله خاں نام ، قوم افغان شعر عاشقانه می گوید ـ ازوست ، منه ـ

نه تهی قدرت تجهے گر روبه رو جانے کی کریم
زیر دیوار هی جا نالــه سنـایا هوتا

کلیم کلیم تخلص ، میر محمد حسین ، پدر میر محمد حسن تحلی ، یزنهٔ میر محمد تقی میر ، متوطن شاه جهان آباد سید صحیح النسب شاعر زبردست ، اشعار فارسی و ریخته هر دو می گفت شریک دورهٔ میر و مرزا ست ـ به شمار جرگهٔ استادان بود ـ زبان و بیان خوب داشت تصانیفش پسند خاطر ماهران این فن ست ـ رسالهٔ عروض و قوافی ، ترجمهٔ فصوص الحکم و یک قصه رنگین در نثر به زبان هندی تصنیف نموده ـ مدتے شد که این دار ناپاندار را وداع کرده ـ

(۱، ۲ و ۳) کذا

خداش بیامرزاد منه (ورق ۲۳۲ الف)

آبی ہے دل پہ قلقل مینا سے اب شکست
وہ دن گئے کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا

اس کی ابرو کی اگر تصویر کھینچا چاہیے
اول اپنے قتل پر شمشیر کھینچا چاہیے

بات اس کی زبان پر آئی ٥ پھر خرابی جہان پر آئی
تا صبح تجھ بغیر عجب میرا رنگ تھا ٥ روشن تھی شمع آہ دل اس پر پتنگ تھا

تو نہ آیا باغ میں شمشاد غم سے خم ہوا
طوق قمری کا فغاں سے حلقۂ ماتم ہوا

کس پریشاں نے قدم رکھا ہے پیچ و تاب سے
جادہ آتا ہے نظر جوں زلف کچھ برہم ہوا

پوچھ مت غم کی داستاں اے دل ٥ کہ پڑا ٹوٹ آسماں اے دل

غرور حسن کیا ممکن کسو کی داد کو پہنچے
غرض تم سن چکے احوال ہم فریاد کو پہنچے

سو روضۂ رضواں کو پھر اک آن میں دیکھا
جب گل کی طرح جھانک گریباں میں دیکھا

رکھتا ہے زلف یار کا کوچہ ہزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو ہے راہ با پیچ [۱] ۔

رباعی

دنیا کے ہاتھ سے جو دل ریش میں ہم
اس واسطے یاں عاقبت اندیش ہیں ہم
دنیا داری و نوکری محنت و کسب
جب کچھ نہ بنا کہا کہ درویش ہیں ہم

---

(۱) کذا

درازیِ شبِ ھجران، زلف یار کلیم
مجھی سے پوچھ کہ کالی ھے رات آنکھوں میں
نقاب اپنے رخ سے جو تو باز کرتا ٭ تو گل اپنی خوبی پہ کیا ناز کرتا
چھپا آ مری چشم پر آب میں دریا [؟]
کسی نے دیکھا ھے اب تک حباب میں دریا (ورق ۲۳۲ ب)
اب دم شمردگی سے مجھے کاروبار ھے ٭ ھردم مرے شمار میں روز شمار ھے
عرق نہیں ترے رو سے گلاب ٹپکے ھے
عجب یہ بات ھے شعلے سے آب ٹپکے ھے
رکھوں میں کیوں کر تجھے کہ ھے برسات [؟]
پھر ایسا گھر کہ جو خانہ خراب ٹپکے ھے
مری مژہ کو ھے تاک بریدہ سے نسبت
لہو کی جس سے کہ ھر دم شراب ٹپکے ھے
دیوانہ مرا وادی پر اپنی اگر آوے [؟]
منہ دیکھو فلاطوں کا جو عہدے سے بر آوے
بیرنگی جمال سے حیرت نشانہ ھوں
طاؤس جلوہ زار ھوں آئینہ خانہ ھوں
مانند . . . گو نہیں گیرائی مجھ کو لیک
اس ترک مو میاں کی کمر کا میں شانہ ھوں
جوں شمع عمر رفتہ کا کرتا ھوں انتظار
رنگ پریدہ کا بہ خیال آشیانہ ھوں

کمتر | کمتر تخلص، کمتر شاہ درویشے ساکن لکھنؤ، طبع موزوں دارد۔ اشعار خوب می گوید ۔ ازوست ۔
طفل اشک آنکھوں میں جس کو میں نے پالا تھا
دیکھتے ھو اے مردم لوٹنے کی جا ھے یہ

سو وہ آبرو میری خاک میں ملانے کو ○ منہ پہ گرم ہو آیا زور ماجرا مصحف

کم گو | کم گو تخلص، میرزا حبیب‌الله بیگ، از باشندہ ہاے خیرآباد مضاف صوبۂ اودھ۔ کلامش انشراح بخش خاطر سامعان ست۔ مطلعے از تصانیفش به سمع رسیده۔ ثبت می گردد۔ مرد قابل و ذہین بود۔ عرصۂ گزشت که عازم دارالبقا گشت۔ خدایش بیامرزاد۔

مجھے یه سبزۂ نو خیز خط حیرت لایا ہے[؟]
که چار ابروے جاناں یا خم ابرو کا سایا ہے (ورق ۲۳۲ الف)

گلشن | گلشن تخلص، امیر سنگھ، نام قوم کھتری، سکنۂ دارالخلافه مرد قابل، ازوست۔

رات کو ہم سے ملاقات کہاں کیجیے گا
ہو جو منظور جہاں اس کو بیاں کیجیے گا

کاظم | کاظم تخلص، سید زادہ اے ست ساکن دہلی، شاگرد محمد نصیرالدین نصیر، این مقطع ازوست۔

شبنم نہیں کاظم یه سحــــر کو رخ گل پر
پھوٹا ہے کہیں پاے عنـــادل کا پھپھولا

کرامت | کرامت تخلص، کرامت علی، سید زادہ اے ست متوطن قصبۂ شکار پور، اجدادش از بخـارائے شریف آمدہ، در اورنگ‌آباد استقـامت ورزیدند۔ سید مذکور در قصبۂ مسطور آزادانه و درویشانه اوقات می گزراند۔ ازوست۔ منه۔

ملے گر مجھے عشق کی بے قراری ○ دو عـالم کے سارے ہنر بیچتا ہوں

کامل | کامل تخلص، ٹھاکر داس نام، قوم کشمیری پنڈت۔ در وکلاے عدالت علاقۂ معاش مربوط دارد۔ ازوست۔

پلٹ کر جو دیکھا سر راہ اس نے ہ لگا تیر اک باز کشتی جگر پر
جو عشق میں ہو تیرے گرفتار کیا کرے ہ پتھر پہ سر نہ مارے تو ناچار کیا کرے

کہتا ہوں میں سرک مری بالیں سے اے طبیب
تیری دوا کو عشق کا بیمار کیا کرے

کمترین | کمترین تخلص، امیر خان نام، قوم افغان، هم عصر شاه آبرو و ناجی شاکر علی، طور رندانه داشت۔ اشعارش مضحکانه و اکثر به طرز ایهام می گفت۔ وقت سه پهر (ورق ۲۳۴ ب) پرچه هاے اشعار خود در چوک سعدالله خاں می فروخت۔ تصانیفش تمام هجویات ست منه

سداف کا جو لڑکا بیٹھا دکان اوپر
گالوں کو صاف کرے بیچے ہے خوب روئی
اگر بھانڈوں سے متصدی نہیں ملتے ہیں ذاتوں میں
تو پیسے کیوں کماتے ہیں یہ نقلیں کر براتوں میں

پلا کر مست نفرانی کو تاڑی ہ اکاڑی اصطبل کے جا بچھاڑی

کمال | کمال تخلص، شاه کمال الدین حسین، وطن بزرگانش کٹرۂ مانک پور ست۔ در زمرۂ منصب داران بادشاهی ملازم بود ند۔ ایشاں به دلق درویش اکتفا نموده۔ به لکھنؤ ساکن گشت [1]۔ از شاگردان رشید قلندر بخش جرات ست ۔ منه

شوق سے کر سر مے خوار تو یک دست قلم
پر سر شیشہ نہ کراے بت بدمست قلم
پی کے مے تاک کی مجھ کو ہی ستاتا ہے وہ بد مست [؟]
ہو الٰہی شجر تاک در و بست قلم
چشم کیفی کا جو کچھ اس کی کروں وصف رقم
چلے کاغذ پہ ابھی شکل سیہ مست قلم

---

(۱) کذا

کیوں کہ بے تابی دل اس کو لکھوں اپنی کمال
وقت تحریر جو کاغــذ پہ کرے جست قلم

پاس اپنے گل جو گلشن میں بٹھایا آپ نے
چٹکیوں میں غنچہ ساں کیا کیا اڑایا آپ نے

کیوں میں پھرتا ھوں بھلا گرد اس کے سودائی ھوا
لطف کیا ملنے کا ھے اس سے جو ھرجائی ھوا

جز شکست شیشۂ دل کچھ نہ دیکھا اس کا کام
مو تفع جس دن سے یاں یہ چرخ مینائی ھوا

دین و دل عشق بتاں سرو قد میں لٹ گیا
تھا جو سرمایــہ مرا سب خرچ بالائی ھوا (ورق ۲۳۳ الف)

قیس کو الفت میں مت میرے برابر تو سمجھ
عشق کو کیا خاک سمجھے گا جو صحرائی ھوا

بوسہ لبوں کا مجھ کو ملے گا کہ گال کا ٭ کچھ تو جواب دیجیے میرے سوال کا
کاش دل سوز غم سے جل جاوے ٭ کہیں قصــہ مٹے خلل جاوے

ساقیا جام میں لایا ھے تو بھر آتش و آب
مے نہیں مجھ کو تو آتی ھے نظر آتش و آب

تیر سا ایک کلیجے میں مرے آن لگا
اس کی مژگاں کا تصور جو کیا دھیان لگا

پھرا نامہ بر جو واں سے بہ صد اضطراب الٹا
دیا شاید اس نے خط کا مرے جواب الٹا [؟]

دل کے ھر داغ کا ھے رنگ کچھ اے یار نیا
سیر کر تو بھی کہ پھولا ھے یہ گلزار نیا

کس طرح کہیے نہ پھر بوقلموں جلوہ اسے
رنگ ھر لحظہ دکھاتا ھے وہ دلدار نیا

اعتماد اس کے ہو پھر قول پہ کیوں کر جس کی
ہر گھڑی بات نئی دم بہ دم اقرار نیا

اوجھل نظر سے ہووے کیوں کر خیال اس کا
آنکھوں میں اس کی صورت دل میں خیال اس کا

زلف کے کوچے میں جو آیا دل اپنا کھو گیا
عقل سے جاتا رہا مائل بہ سودا ہو گیا

گویا | گویا تخلص، از نام او اطلاع نیست، شاعرے ست در لکھنؤ ازوست۔

روشنی جو رخ میں ہے ماہ منور میں نہیں
اور چمک دانتوں میں ایسی ہے کہ اختر میں نہیں

وصل گر منظور تھا پرویز کا گھر کھو دتا
کوہ کن دیوانہ تھا شیریں تو پتھر میں نہیں

کلامی | کلامی تخلص غلام نبی خاں، از تربیت یافتگان نواب عمادالملک غازی الدین خاں، (ورق ۲۳٤ ب) مرحوم ست۔ محل اعتماد و محرم راز نواب معزالیہ بود۔ اشعار ریختہ بہ طرز خوب می گفت۔ یک شعر زبانی آشنائے بہ سمع رسیدہ، نگاشتہ شد۔ مدتے ست کہ در گزشتہ، خدایش بیامرزاد۔

خیال روکا ترے اس قدر آنکھوں میں [؟]
مژہ نچوڑوں تو اس سے گلاب ٹپکے ہے

کبیر | کبیر تخلص، حکیم کبیر خان علی۔ متوطن پرگنۂ سنبھل کہ از توابع اودھ است۔ قوم شیخ انصاری، در فن طبابت مہارتے دارد و اشعار ریختہ خوب می گوید۔ ازوست۔

ایک ہی یار سے جی ناک میں آیا ہے کبیر
زیست معلوم اگر ایسے ہی دو چار ملے

گماں | گماںؔ تخلص، نظر علی خاں نام، شخصے ست از سکنائے دواح اکبر آباد۔ شعر عاشقانہ می گوید۔ ازوست۔

ترے جو آنے کا شب مجھ کو انتظار رہا
سحر تلک میں نہایت ہی بے قرار رہا

کمتر | کمترؔ تخلص، سکنۂ فرخ آباد ست۔ از حالاتش اطلاع نیست منہ۔

دل مبتلا ہے ابروے مشکیں کمند پر
شیشہ دھرا ہے ہم نے یہ طاق بلند پر
رہتا ہے جس جگہ میں وہ صید افگن جہاں
کیا دخل اس جگہ کو جو مارے پرند پر

کافر | کافرؔ تخلص، میر علی تقی نام دارد۔ مطلقاً راقم از احوالش مطلع نیست۔ منہ۔

کس کس طرح بتوں کی صورت نے رنگ پکڑے
کافرؔ ان انکھڑیوں نے دیکھے ہیں کیا جھمکڑے

کیفی | کیفیؔ تخلص، میر ہدایت علی، شاعر فارسی گو، شوق موسی در دلش متمکن بود۔ از سادات بارھہ است۔ گاہے شعر ریختہ ہم می گفت۔ با راقم تعارف داشت۔ در سنہ (ورق ۲۳۵ الف) یک ہزار و دو صد و نوزدہ از این جہان ناپاے دار نقل نمود خدایش بیا مرزاد۔

تیغ میں تیری میاں کیا آب ہے
دیکھ اسے دل تشنہ ہے بے تاب ہے
اے دل جو ضعف سے تجھے آزار ہو گیا
کس کی نظر لگی کہ تو بیمار ہو گیا
دل جا پھنسا جو زلف میں اس کی تو کیا کروں
دام بلا میں آپ گرفتار ہو گیا

دوراں میں اس قدر ہے جو آشوب ان دنوں
کیا فتنہ اس کی چشم کا بیدار ہوگیا

گویا | گویا تخلص، شیخ حیات اللہ، متوطن فرخ آباد مردے قابل و ذی تشخص و خوش معاش ست۔ اکثر در سرکار صاحبان انگریز روزگار عمدہ کردہ و می کند۔ از نتائج فکر اوست۔

عالم مستی میں چل کر دید صحرا کیجیے
ساغر چشم غزالاں جام صہبا کیجیے

دل جلا کون اس جہان سے اٹھا ٭ کہ دھواں گور کشتگاں سے اٹھا

جس کم سخن سے کیجیے تقریر بول اٹھے
ہے ہم میں وہ کمال کہ تصویر بول اٹھے

کلیم | کلیم تخلص، شیخ کلیم اللہ، متوطن شرکوت [1]۔ تعلقہ قصبۂ نگینہ ضلع مرادآباد، ازوست۔

جلوۂ طور رخ یار سے پیدا ہووے ٭ خجل اعجاز تکلم سے مسیحا ہووے

کامل | کامل تخلص، میرزا کامل بیگ معلوم نیست کہ کدام ست و شاگرد کیست۔ اصلا بر صفاتش اطلاع نیست ازوست۔ منہ

مژگاں سے گر بچے دل ابرو کرے ہے ٹکڑے
یہ بات میں نے کہہ کر جب اس سے داد چاہی (ورق ۲۳۵ ب)
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی
تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

کلو | کلو تخلص، میر کلو نامی، از اقربائے حضرت خواجہ میر درد صاحب رحمتہ اللہ علیہ بود۔ زیادہ از احوالش آگہی نیست۔ ازوست منہ،

صدا فقیروں کی گر تم سنو گے کیا ہوگا
ذرا ادھر بھی نظر پھینکنا بھلا ہوگا

---

(۱) سرکوٹ (شیفتہ)

گوھری گوھری تخلص، ساکن بداؤں، از نام و نشانش واقفیت نیست

ازوست۔ منه

رو برو پلکوں کے مت جابس کے بانوں کو نہ چھیڑ
آفت آوے گی تو ان زنبور خانوں کو نہ چھیڑ

آخرش مارا گیا ھاتھوں سے ان کے گوھری
ہم نہ کہتے تھے تو ان بانکے پٹھانوں کو نہ چھیڑ

گریاں گریاں تخلص میر امجد علی، از سکناے لکھنؤ ست، اشعار مطبوع می گوید۔ ازوست منه

سنے اب جو کوئی قصہ مرے درد و مصیبت کا
نہ لیوے زندگی بھر نام پھر ہرگز محبت کا

مجھے جب دیکھنا تب ھاتھ سے مکھڑا چھپا لینا
نکالا طور اس نے زور یہ صاحب سلامت کا

گرم گرم تخلص، متوطن شاہ جہان آباد، از چندے طرف لکھنؤ رفته، ساکن گردیده۔ شاگرد رشید غلام ھمدانی مصحفی است۔ اشعار دل کش پسند خاطر بلند طبعان عصر است۔

نالوں کی گرمیوں سے جلتے دل و جگر ھیں
لب خشک ھو رھے ھیں کانٹے زبان پر ھیں

تیغ نگاہ کس کی دیکھی ھے ہم نے یارب
جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ھیں

یا (ران) رفتگاں کا مت پوچھ مجھ سے قصہ
اے ہم نشین میں بھی حیران ھوں وہ کدھر ھیں (ورق ۲۳۶ الف)

سینے کے داغ سوزاں آنکھوں کے اشک خونیں
اس نخل عاشقی کے یہ گل ھیں یہ ثمر ھیں

کس شعلہ رو کے غم میں روتا ہے اس قدر تو
ہو گرم اشک تیرے سوزندہ جوں شرر ہیں

شب رخصت ہے رہو تم مرے گھر آج کی رات
جاں بہ لب چھوڑ کے جاتے ہو کدھر آج کی رات

تصویر کا عالم ہے ترے روے حسیں پر
تجھ سا تو پری چہرہ نہیں روے زمیں پر

اخلاص اسے غیر سے ہے واسطے جس کے
کھدوائی ہے یاں سورۂ اخلاص نگیں پر

ہم جن کی محبت میں لہو پیتے ہیں اپنا
وہ باندھے ہوے پھرتے ہیں تروار ہمیں پر

یوں آپ جو کچھ چاہیے فرمائیے صاحب ٭ باتیں نہ مجھے غیر کی سنوائیے صاحب

سیل گریہ میں نہ ہم تابہ کمر ڈوب گئے
اس قدر روئے کہ ہمسایوں کے گھر ڈوب گئے

گل دستہ لا دیا جو کل اس کو رقیب نے
ہم نے بھی گرم رشک سے ہاتھوں پہ کھایا گل

گرفتار | گرفتار تخلص، سنگین بیگ نام، ساکن دارالخلافہ شاگرد شاہ ظہور حاتم۔ شعر دل چسپ می گفت، ازوست منہ۔

فائدہ ہے کیا قفس میں نالہ و فریاد کا
نرم کب ہوتا ہے بلبل سنگ دل صیاد کا

کیا گھٹا امڈی ہے ساقی چرخ نیلی فام سے
بادہ نوشوں کو چھکا جلدی لبالب جام سے

درد ہو جس کی کچھ دوا کیجے ٭ جی ہی بے چیں ہو تو کیا کیجے
(ورق ۲۳٦ ب)

اس بت کے دل میں آہ نے تاثیر کچھ نہ کی
صد حیف تو نے نالۂ شب گیر کچھ نہ کی

گرامی گرامی تخلص، میر گھاسی، سید زادہ اے ست کاهے شعر ریختہ می گوید۔ ازوست۔

تو ہو اور باغ ہو اور زمزمہ کرنا بلبل ٭ تیری آواز سے جیتا ہوں نہ مرنا بلبل

کوثر کوثر تخلص، اسمش مرزا مہدی علی خاں، فرزند مرزا قطب الدین حیدر خان سہراب جنگ ابن ... علی خاں برادر کوچک نواب موتمن الدولہ اسحاق خان کہ امیر جلیل القدر عہد فردوس آرام گاہ بود۔ اصلش از خواجہ زادہ ہاے تورانی۔ از اقرباے نواب وزیر الممالک اعتماد الدولہ قمرالدین خان مرحوم۔ جوانے ست مہذب اخلاق حمیدہ شرفای [1]۔ از جبہ اش ہویدا۔ مولدش دارالعمارۃ لکھنؤ۔ بہ سبب بے انتظامی آن جا وارد دارالخلافہ گردید۔ از بس کہ .... خانۂ راقم تذکرہ سکونت اختیار نمودہ، بہ این [2]۔ سبب ارتباط کلی بہم رسیدہ واقع کہ شخصے فہیم و ذکی ست۔ شوق شعر گوئی کہ [؟] در خاطرش متمکن، اشعار ریختہ .... ذہن موزوں می نماید شاگرد شیخ امام بخش ناسخ۔ این چند شعر از تصانیف اوست۔

نہ روح عشق سے خالی نہ اس سے تن خالی
گداز و سوز [سے ؟] کیا ہو مرا سخن خالی

نامہ بر کوچۂ دابر میں گم ایسا ہو جائے
فی المثل ہووے کبوتر تو وہ عنقا ہو جائے

خواب میں شب اس پری نے شکل دکھلائی ہمیں
جاگ اٹھے بخت خوابیدہ جو نیند آئی ہمیں (ورق۲۳۷ الف)

---

(۱) کذا (۲) مخ میں یہ عبارت اس طرح ہے۔ "بہ این سبب ارتباط این سبب ارتباط کلی بہم رسیدہ"۔

متحجب روے صنم خط کی نموداری سے
خوش نما اور ہوا جدول زنگاری سے
خط لکھے ہوں گے تجھے اے بت ناداں کتنے
کہ ہوئے مہر قلم • • • • • بیستاں کتنے
شکر ارمان یہ میرا پس مردن نکلا
خاک پر میری جو وہ • • • • • • • تو بس نکلا
دل جلا شمع کی مانند پر اللہ رے ضبط
کہ دھواں منہ سے نہ میرے دم • • • نکلا
ضعف نے تیری جدائی سے کیا مجھ کو حجل
دم نہ سینے سے مرا اے بت بیروں نکلا
کب مری تربت پہ وہ گل پھول لاکر دھر گیا
گر کبھی آیا تو الٹے شمع کو گل کر گیا
زیست کو فرقت دل دار میں مرنا سمجھا
ملک الموت کو میں حضرت عیسیٰ سمجھا
میں وہ مے خوار ہوں بد مست کہ جنگل میں مدام
نعرۂ شیر کو بھی قلقل مینا سمجھا
ہے جو بت خانے میں ناقوس کیے نالوں پہ خفا
یار شاید کہ صدائے دل شیدا سمجھا
واے قسمت کہ مرا اس سے دل زار الجھے
اپنی صورت سے جو آئینے میں سوبار الجھے
رندان کی یاد میں نہیں آنسو ٹپک پڑے
اے دل صدف سے چشم کی لولو ٹپک پڑے
ٹھوکر کبھی نہ کھائینگے جو ہیں لطیف طبع
کیوں کر زمیں پہ پھوٹ کے خوش بو ٹپک پڑے

تربت پہ میری ایسی برسی تھی بے کسی
بے اختیار شمع [کے ؟] آنسو ٹپک پڑے

اس کے نظارے کا ہے شوق اس دل بے تاب میں
چشم باطن سے نہیں دیکھی جو صورت خواب میں

جانتا ہوں یا خدا تعبیر اس کی برخلاف
صورت دشمن نظر آتی ہے مجھ کو خواب میں (ورق ۲۳۷ ب)

تیغ نگہ سے دل کے وہ ٹکڑے اڑا چلے
مانگا جو خوں بہا تو مرا خوں بہا چلے

کیا ہی کشش ہے کوچۂ دلبر کی خاک میں
بے دست و پا بھی ہووے تو مثل صبا چلے

کوچے میں تیرے طائر بسمل کی طرح ہم
دو چار گام اور بھی بعد از فنا چلے

اے دست جنوں میں ترے دامن سے لگا تھا
اور تونے گریباں کے مرے تار اڑائے

اس ڈر سے کبھی وہ مرے مدفن پہ نہ آئے
خاک اس کی کہیں اڑ کے مرے تن پہ نہ آئے

فرقت میں تری رتبہ ہوا ضعف کا ۰ ۰ ۰ ۰
اشک انکھوں سے نکلے بھی تو دامن پہ نہ آئے

اب تک مجھے بھولی نہیں ایذائے شب ہجر
وہ رشک مسیحا مرے مدفن پہ نہ آئے

اللہ رے صفائی نگہہ یار کی اے دل
تلواریں لگیں زخم مگر تن پہ نہ آئے

نام کو مہر و وفا یار ستم گر میں نہیں
مدد اے مرگ کہ صبر اس دل مضطر میں نہیں

آج شیادی یہ جو وہ سرو گل اندام ہے
طائر نکہت کو حیرت سے رگ گل دام ہے

اس نے جس آئینے کو دیکھا ۰ ۰ خورشید وہ
پاؤں جس پتھر پہ رکھا لعل احمر ہو گیا

کیوں !۔ تو دامن ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ایجاد کیا
کچھ غبار اپنا جو باقی تھا سو برباد کیا

اس کی زلفوں کا یہاں تک ہمیں رہتا تھا خیال
دم بھی آنکھوں سے جو نکلا تو سر شام اپنا

تیغ ابرو کا تری زخم ہے کھانا مشکل
سچ ہے یہ منہ پہ ہے تروار کے آنا مشکل (ورق۲۳۸الف)

عرصۂ زیست یہ تھی تنگ تری فرقت میں
کہ ہوا جاں کا بھی تن میں سمانا مشکل

وہ غمیں ہوں کہ مجھے واشد دل سے ہے یاس
زعفراں زار کرے میرا ہنسانا مشکل

گرمی عشق اگر یونہی رہی بعد فنا
پھر نہیں آتش دوزخ کا جلانا مشکل

چشم میں عشق کے اعجاز سے آنسو تیرے
ورنہ کشتی میں ہے دریا کا سمانا مشکل

بھر کے ساغر میں نہ دے یار گل اندام شراب
ہے یقیں مجھ کو کہ لے دست سبو تھام شراب

خنجر خشک مرے حلق پہ پھر کیوں نہ چلے
پر چلا کرتے ہیں ۰ ۰ ۰ ۰ سحر و شام شراب

---

(۱) منخ]میں اس شعرکو بعد یہ شعر ہی۔ کل مری تربت پہ وہ گل پھول لاکر دھرگیا الخ یہ شعر اس سو پہلی ورق ۲۳۶ الف پر آچکا ہی۔ اس لیی یہاں درج نہیں کیا گیا۔

جب کہ تحریر کیا وصف لبِ مے گوں کا
دہنِ خامہ سے ٹپکی دمِ ارقام شراب

۔۔۔۔ غم دلدار میں اعضا سے ہو کیوں کر
نسبت نہ مجھے صورت زیبا سے ہو کیوں کر

آغوش تصور سے جدا یار کو ۔۔۔۔۔
حیرت سے ہو کیوں کر یہ تماشے ہو کیوں کر

محروم ترے وصل سے ہوں شعر میں ۔۔۔
چسپدگی الفاظ کو معنی سے ہو کیوں کر

پ گیا سایہ جو اس کے عارضِ پر نور کا
خوشۂ پرویں بنا خوشہ ہر اک انگور کا

تا مرگ چارہ گر ۔۔۔۔ اس کو خیال تھا
کیا زخم دل کو بھی خطر اندمال تھا

اللہ رے اشتیاق کہ پیکانِ تیر یار
ہر زخم کے دہن میں زبانِ سوال تھا

اس چشم سرمگیں کا ہوں کشتہ کہ بعد مرگ
میرا غبار رونق چشم غزال تھا

میرے جو حلق تشنہ کو پر آب کر دیا
کیا آب خنجر صنم آب زلال تھا (ورق ۲۳۸ ب)

جو مضموں عارض و قد کا ترے اے دل ستاں باندھا
تو گل برگ اس کو باندھا اور اسے سرو رواں باندھا

تصور تیری مژگاں کا جو اے آرام جاں باندھا
خدا شاہد ہے ہم نے دل پہ کھا کر برچھیاں باندھا

کیا اس عاشق گیسو پہ یہ جراح نے احساں
لگایا مشک پہلے بعد زخم خوں چکاں باندھا

آتے ہی اس ماہ کے یہ گھر منور ہو گیا
روزن دیوار ہر اک رشک اختر ہو گیا

ھجر میں یاں تک تو رتبہ ضعف سے حاصل ہوا
سانس کا لینا بھی اے ہم دم مجھے مشکل ہوا

وہ ہے تو آئنہ خانے میں دھر کے بے مثل
کہ تیرا عکس ترے روبرو نہیں آتا

وہ ناتواں ہوں چشم جہاں سے نہاں گرا
جس جا گرا بسان نگہ بے نشاں گرا

امیدوار مقدرت توبہ میں بھی ہوں
ساقی کے پاؤں پر مجھے پیر مغاں گرا

گھر سے لے جا کر مقیم کوچۂ دل بر کیا
میرے پاؤں نے عجب احساں مرے سر پر کیا

. . . . ○ دم نکل جائے گا سینے سے الجھ کر اپنا

بیاں کیا کیا کروں میں چہرۂ جاناں کی صنعت کا
کہ یہ نقشہ تو ہے کھینچا ہوا عاشق کی قدرت کا

میں تو کیا ہوں کہ جواب سخن جاناں دوں
ہو فرشتوں کی بھی رنگت دم تقریر سفید

کس کے دل نے لب سو فار کے بوسے ہیں لیے
کہ خجالت سے ہوا ہے دھن تیر سفید

اللہ اللہ چمک کیا ترے دانتوں میں ہے
کہ نظر آتی ہے مسی کی بھی تحریر سفید

بل بے حیرت کہ جمال رخ صیاد کو دیکھ
پیش تر مرگ سے تھے دیدۂ نخچیر سفید (ورق۲۳۹ الف)

خون عاشق سے حنا اس پہ لگا عید کے دن
زیب دینے کا نہیں ناخن شمشیر سفید

گر تیغ سے پرزے وہ ستم گار اڑائیے
زخموں کے مزے کیا دل افگار اڑائیے
بیمار محبت ہوں تن زار کو میرے
دل کی حرکت مثل خس و خار اڑائیے
اے دست جنوں جو ترے دامن سے لگا تھا
اور تو نے گریباں کے کرے تار اڑاے [1]

وا ہے دل جلوۂ محبوب سے پر نور ہے [؟]
داغ ہر گ مَحل ایمن آہ نخل طور ہے [؟]

اس قدر حب کہ ترے حسن کا شہرہ ہووے
چرخ پر مہر ہ آئینـۂ عیسی ہووے

دخل کیا چہرۂ جاناں پہ نظر تک پہنچے
ذکر کیا دست ہوس اس کی کمر تک پہنچے
ہوں وہ بلبل کہ یہ تھا شوق اسیری پس مرگ
پر بھی اڑکر مرے صیاد کے گھر تک پہنچے
کا وشیں کیں مژۂ یار نے مجھ سے یاں تک
دیکھ لو لخت جگر دیدۂ تر تک پہنچے

تو وہ بت ہے شوق میں تیرے مثال تار سار
نعرہ زن دوش برھمن پر سدا زنار ہے
لذتیں صحرا نوردی کی نہ بھولیں گی کبھی
پاؤں میں ہیں آبلے ہر آبلے میں غار ہے

(1) کذا

نور خورشید ترے سامنے زائل ہو جائے
آئنہ عکس سے تیرے مہ کامل ہو جائے

خوں بہا اس سے نہ پھر حشر کو مانگوں گا میں
ایک بار آکے مری لاش پہ قاتل ہو جائے

خیال اس چہرۂ پر نور کا جو بعد مردن ہے
تو اپنی قبر بھی مانند برج ماہ روشن ہے

اب قیامت مرے سر پر شب ہجراں آئی ٭ یاد مجھ کو جو تری زلف پریشاں آئی
(ورق ۲۳۹ ب)

دل پھٹ گیا کدورت طبع نگار سے ٭ حیرت کی جا ہے آئنہ ٹوٹا غبار سے
دریا میں غسل ـــ اندام نے کیا ٭ آتی ہے بوے گل مجھے ماہی کے خار سے

لاغر ز بس ہوئے ہیں درد دل حزیں سے
پہچانی جاے کیوں کر شکل اپنی ہم نشیں سے

قسمت سے بعد ہو یہ کوسوں نظر نہ آؤں
گر پاس سے بھی مجھ کو دیکھیں وہ دوربیں سے

بیٹھا ہوں تیرے در پر مانند نقش پا میں
جب تک نہ مر مٹوں گا اٹھتا نہیں زمیں سے

فرقت میں اس صنم کی انعام جاں دوں میں
قسمت اجل کو لاوے گر ڈھونڈھ کر کہیں سے

تیر نگاہ کافی ہے ابرو کماں مجھے
مژگاں ترے دکھاتے ہیں کیوں برچھیاں مجھے

ہوسکا جب ضبط فرقت میں نہ اس دل گیر سے
خوب رویا میں لپٹ کر یار کی تصویر سے

کس کے عارض رہتے ہیں پیش نظر تصویر سے
پھول جو جھڑتے ہیں اے کوثر تری تقریر سے

لذتیں دو مجھ کو حاصل ہوگئیں اک زخم میں
تیر کا پیکاں نکالا اس نے نوک تیر سے

قریب رخ جو نسیم بہار آتی ہے ٭ تو بوئے گل ترے سر سے اتار آتی ہے
بسان شمع یہی سیر عمر بھر دیکھی ٭ رہی نہ صبح کی امید رات اگر دیکھی
جواب لایا نہ تو موت کا سوال آیا ٭ یہاں تلک تو تری راہ نامہ بر دیکھی
نہ وقت صبح وہ مانند آفتاب آیا ٭ الہی شکر شب ہجر کی سحر دیکھی
امید فیض کی کج طبع سے نہ رکھ ناداں ٭ ہمیشہ شاخ کماں ہم نے بے ثمر دیکھی
(ورق ۲۴۰ الف)

کفر ظاہر ہو نہ زلف یار سے ٭ پھر گئی ہے مصحف رخسار سے
محنت فرہاد ضائع ہوگئی ٭ اب تک آتی ہے صدا کہسار سے

فرقت میں مر گئے نہ ہراسانیوں میں ہم ٭ تا زندگی رہیں گے پشیمانیوں میں ہم
عشق رخ صنم میں ازل سے ..... ٭ .... حیرانیوں میں ہم

تھے داغ گل عشق مرے تن پہ ہزاروں
لالہ کے اگیں پھول نہ مدفن پہ ہزاروں
اے شمع بجا ہے جو ترا کاٹتے ہیں سر
پروانوں کے خوں ہیں تری گردن پہ ہزاروں
تیغ نگہ قہر کے مجروح ہیں صدہا
اور مر بھی گئے اس بت پر فن پہ ہزاروں

شاید پھر آئی فصل بہاراں ہے ان دنوں
پھر عندلیب باغ میں نالاں ہے ان دنوں
تیرا تو آسرا تھا جدائی میں یار کی
اے موت تو بھی مجھ سے گریزاں ہے ان دنوں
کیوں کر نہ آئے اشک[1] کے ہم راہ خون دل
کچھ اور رنگ دیدۂ گریاں ہے ان دنوں

---

(۱) مخ میں "اشکر" ہے

شاید کہ پھر بہار کیے دن آئے یا قریب [1]
یاروں [2] کو پھر تلاش بیاباں ہے ان دنوں

خون جگر فراق میں مجھ کو . . . . . . ہے
دامن میں اشک سرخ سے گلشن کی دید ہے

اللہ . . . . دم . . . . . لذتیں
بسمل ہوس میں زیست کی تیرا شہید ہے

مثل قلم ہوں ذکر صنم میں زباں دراز
گو طبع اس کی مائل قطع و برید ہے

گریاں | گریاں تخلص، غلام محی الدین، خلف مولوی ساجد کہ فاضل کامل بود و بر اکثر (ورق ۲۴۰ ب) علوم عالم — احوال فرزندش مفصلاً معلوم نیست۔ مقطعے از تصانیفش بہ نظر رسیدہ۔ ثبت نمودہ شد منہ

گریاں کڑوڑ کوس ہے عنقا سے میرا یار ٭ معشوق کا مکان ہے وہ لامکاں کہ بس

گستاخ | گستاخ تخلص، میرزا علی بیگ از باشندہ ہائے سرکار لکھنؤ ست۔ سید برکت علی خاں شعرے از طبع زاد او خواندہ بود۔ مرقوم نمودہ شد۔ منہ

جی لگایا تھا سمجھ ہوے گی فرحت حاصل
یہ نہ جانا تھا کہ آوے گی قباحت لازم

کمال | کمال تخلص، نامش معلوم نیست، شاگرد اشرف علی خاں فغاں ست۔ از گفتارش شوخ طبعی مفہوم می گردد۔ ازوست منہ

واسطے جس کے سبھی مجھ کو برا کہتے ہیں
وہ جو سنتا ہے تو کہتا ہے بھلا کہتے ہیں

تری یہ تیغ میاں کاش مجھ پہ چل جاوے ٭ چھٹوں عذاب سے قصہ مٹے خلل جاوے

گریاں | گریاں تخلص، میر حسام علی، عرف مرزا بھجو۔ مرثیہ و سلام

---

(۱) کذا (۲) نسخ میں "یاروں"

بسیار گفته است۔ گاہ گاہے اشعار ریختہ هم به جهت تفنن طبع موزون نموده ۔ ازوست

اے یار هم نے آنکھیں تهیں کس گھڑی لڑائیں
جو ایسی اب جفائیں ظالم تری اٹھائیں
دن وصل کا دکھا کر افسوس کج روی سے
راتیں فلک نے هم کو پھر هجر کی دکھائیں

گویا گویا تخلص،[1] اسمش فقیر محمد خان، قوم افغان، ار اعزه[2]۔ بلده لکھنؤست۔ از طبع زاد اوست۔

واه رے تلووں کی رنگت نقش پا گل گوں هوا
واه رے قد سرو جس کے سایه سے موزوں هوا

چاها بہت، ولے نه موا هجر یار میں ٭ محبوب کیا اجل هی نہیں اختیار میں

کیا تجھ سے هم مقابله اے شمع رو کریں
جانے لگے زباں جو کبھی گفتگو کریں

وصف لکھا هے کس گل تر کا ٭ هے رگ گل جو تار[3]۔ مسطر کا

سمجھ کر چھیڑ او مشاط اس کی زلف پر خم کو
نه برهم کر خدا کے واسطے اسباب عالم کو (ورق۲٤۱ الف)

حرف اللام

لطف لطف تخلص، میر شمس الدین، سید صحیح النسب، متوطن سورت، از چندے به لکھنؤ رسیده۔ دریافت شده که جوان شایسته و مودب و خلیق و ذهین ست۔ ازوست۔

---

(۱) مخ میں گویا کا ذکر غلطی سے حرف فا کر ذیل میں ورق ۲۰۷ ب پر درج هو۔ حاشیه پر یه عبارت لکھی هوئی هو "در حرف الکاف باید نوشت"

(۲) کذا

(۳) مخ "خوبار"

مژدۂ وصل ترا جو کہ سناتا ہے مجھے
میں یہ سمجھوں ہوں نئے سر سے چلاتا ہے مجھے

ایسی الفت کو لگے آگ پڑے چولہے میں ٭ جو ہے دل سوز مرا ووہی جلاتا ہے مجھے

لطیف | لطیف تخلص، میر لطیف علی، شخصے بود از مریدان و شاگردان حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ۔ در جواہر شناسی مہارتے داشت۔ مذاق کلامش صوفیانہ ۔ با راقم تعارف داشت۔ در سنہ یک ہزار و دو صد و چہاردہ ہجری ارتحال نمود۔ خدایش بیامرزاد منہ۔

یک جلوۂ برق کر گئے ہم ٭ آئے ہی ادھر ادھر گئے ہم

ہر بن موسے مرے شعلہ سوزاں نکلا ٭ مژدہ اے شام غریباں کہ چراغاں نکلا

دشت ایمن میں گئے . . . . . جس کے ٭ دل کے اطراف ہمارے وہ بیاباں نکلا

شبنم کی طرح میں ہمہ تن آبدیدہ ہوں ٭ مثل سحر تمام گریباں دریدہ ہوں

رہتا ہے . . . . دل ناتواں میں ٭ کیوں کر اثر نہ ہووے ہماری زباں میں

جس جا سے کل ملا تھا یارو جواب ہم کو
پھر آج لے چلا ہے واں اضطراب ہم کو

دامن کشیدہ جاتے ہو میرے غبار سے ٭ تقصیر ایسی کیا ہوئی اس خاک سار سے

(ورق ۲٤۱ ب)

شان تغافل ترا [۱]۔ ان دنوں افزود ہے ٭ مہر و وفا یک طرف ظلم بھی مفقود ہے

ہوگیا بے گانہ اتنا آشنا گویا نہ تھا
اے وفا بے گانہ ہم سے [بھی؟] کبھو یارا نہ تھا

. . . . | . . . تخلص از شعرائے قدیم ست۔ شعر بر نہج العہد می گفت۔ ازوست۔

---

(۱) کذا

دیکھوں میں جب تجھے تو ٹھہرتی نہیں ہے آنکھ
دیکھے ہے کون یار نظر بھر کر آفتاب

لطف | لطف تخلص، میرزا علی، تذکرۂ ریختہ گویاں در نثر زبان ہندی تالیف نمودہ۔ اصلش از بلدۂ استر آباد کہ شہرے ست از اقلیم ایران۔ مولد و منشا میرزا علی موصوف دارالخلافہ۔ از چندے بہ نواح عظیم آباد استقامت گزیدہ۔ ازوست۔

روشن ضمیر کیوں کہ نہ ہوں دل کے داغ سے
خورشید کو ہے کسب ضیا اس چراغ سے

دل کی واشد کے لیے سیر چمن کو جائیں کیا
دیکھیں روئے گل تو اس پھر گل رو کومنہ دکھلائیں کیا [؟]

بس کہ بہلاتے ہو شیشے کا گلو ٹوٹ گیا
خم مرے منہ سے لگا دہ جو سبو ٹوٹ گیا

کشور دل تو سدا کا نہیں ویرانہ تھا
یہ خرابہ بھی کسی وقت پری خانہ تھا

نہ کرائے بلبل دل باختہ صیاد کا شکوہ
کہ جاں بازوں کے دیں میں کفر ہے جلاد کا شکوہ

پھر ہوا کس مژہ کو ربط اس دل پاش پاش سے
آتی ہے آہ لب تلک آج نئی خراش سے

گھر آئیے کہ میرے تو کچھ دور نہیں ہے [؟]
اتنا بھی تو بد وضع یہ مشہور نہیں ہے (ورق ۲۴۲ الف)

اٹھ جا مری بالیں سے کہ گھبرانے لگا دل
جاں بر ہو مسیحا یہ وہ رنجور نہیں ہے

وہ صفائی کبھی جو ہم سے ملاقات میں تھی
صاف کل ساختگی اس کی ہر اک بات میں تھی

اب جو ویرانے میں رہتا یہ ترا ناشاد ہے ۞ روح مجنوں شاد اقلیم جنوں آباد ہے

تصور میں اس انداز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دل جو بھر آیا
سر مژگاں یہ کس جھمکے سے ہے لخت جگر آیا

سنا کرتے تھے شہرہ لطف کا مدت سے ، کل دیکھا
جوان کم سخن وارستۂ خاطر سا نظر آیا

سر شک آتا تھا ہم دم کل تلک تو آہ رنگیں سا
گریباں آج لخت دل سے ہے داماں گل چیں سا

ہر یک کہے ہے مجھ سے کہو ماجرائے دل
رسوا کیا جہاں میں مجھے تونے ہائے دل

آج کیا جانے وہ کیوں آرام جاں آیا نہیں
حرف رنجش کل تو کوئی درمیاں آیا نہیں

سب کنارہ گیر اپنے اور بیگانے ہوئے
اب کے فصل گل میں ہم بے طرح دیوانے ہوئے

مل جائیں کاش کے وہ گریباں و آستیں
جو غرق خون دل نہ ہو داماں و آستیں

نہیں معلوم کیا اس سینۂ سوزاں میں پنہاں ہے
کہ ہر تار نفس جوں رشتۂ شمع آج سوزاں ہے

یوں ابر ہوا ہر خس و خاشاک سے باندھے
منہ دیکھو ضد اس دیدۂ نم ناک سے باندھے

لطف ۔ لطف تخلص ، میرزا علی ، ساکن لکھنؤ ، شاگرد شاہ ملول شاعر باقوت و فصیح معلوم می گردد ۔ ازوست ، منہ ۔

وہ زلف ہے یا قہر کی شب کچھ نہیں معلوم
مکھڑا ہے الہی کہ غضب کچھ نہیں معلوم (ورق ۲۴۲ ب)

کھل گیا یہ اب کہ وصل اس کا خیال خام ہے
آج امیدوں کا دل ہی دل میں قتلِ عام ہے

آپ تو بات میں بگڑتے ہیں ٭ واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں

جو کوئی کہ آفت نہانی مانگے ٭ یا ملک عدم کی کچھ نشانی مانگے
دکھلائیے اسے تو اپنی یہ تیغِ نگاہ ٭ جس کا مارا کبھو نہ پانی مانگے

حرف المیم

مظہر[1] مظہر تخلص، میرزا جان جاناں[1] رحمۃاللہ علیہ۔ بزرگے از مشائخ کبار دارالخلافہ بود۔ تعریف و توصیف فراست و دانائی و رسائی ذہن و ذکاء . . . . . . و علم و فضل و خوش تقریری و شعر فہمی او بیروں از تحریر ست۔ الحق کہ مثلش در فصاحت و محاورہ دانی بالفعل پیدا نیست۔ کمالات درویشی و صفات زاویہ نشینی و توکل بہ اقصی غایت داشت۔ چنان چہ در کوچۂ امام کہ محلہ اے ست محاذی جامع مسجد مسکن گزیدہ، از وقت رسیدن آن مکان تا آخر عمر بہ جائیے حرکت نہ کرد۔ اکثر سکنۂ شہر از فیض باطنی او مستفید و بہرہ مند بودند۔ در عہد نواب ذوالفقار الدولہ مرحوم از دست چند بے باکاں اکثر سکنۂ شہر کشتہ شدند۔ ایشاں را ہم کسے در ماہ محرم سنہ یک ہزار ویک صد[3] و نود و دو شہید گردانید۔ جایش در بہشت بریں باد۔ اوصاف (ورق ۲۴۳ الف) محمودہ ظاہری و باطنش نہایتے نہ دارد دیوان غزلیات فارسی کہ ترتیب دادہ زیب دفتر ایام ست۔ اوائل حال گاہ گاہے بہ جہت تفنن طبع اشعار ریختہ ہم موزوں نمودہ اند۔ ازان جملہ برائے تیمناً چند ابیات مرقوم می گردد۔ از نتائج طبع اوست۔ منہ

گر گل کو گل کہوں تو ترے رو کو کیا کہوں
بولوں نگہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

(۱) جان جان رنکات ٥۔نغز ۱۹ چمنستان ۲۴٦) (۲) اصلش از معمورۂ بخارا و مولد و منشاش اکبرآباد ست۔ چمنستان) (۳) گلزار میں سال وفات ۱۱۹۴ھ اور سخن شعرا میں ۱۱۹۵ھ ہے۔

گرچه الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا
لیکن اس جور وجفا کے بھی سزاوار نہ تھا

اگر ملیے تو خفت ہے وگر دوری قیامت ہے
غرض نازک مزاجوں کو محبت سخت آفت ہے

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہاے بس چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو ٭ یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے

. . . . گل کا پہنچتا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ
اس واسطے بکا ہوں چمن کی ہوا کے ہاتھ

مرتا ہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر
سورج کے ہاتھ چوری ہے پنکھا صبا کے ہاتھ

برگ حنا پہ لکھ دو یہ احوال دل مرا
شاید کہ جا لگے وہ کسی دل ربا کے ہاتھ

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے ٭ کہاں اس کو دماغ و دل رہا ہے

میر میر تخلص، میر محمد تقی همشیر زادۂ سراج‌الدین علی خان آرزو ، اصلش از اکبرآباد ـ مدتے در دارالخلافه استقامت ورزیده ـ آخرها کساد بازاری (ورق ۲۴۳ ب) این جا دیده رخت اقامت به لکھنؤ برد ـ و در سرکار نواب وزیر الممالک . . . . مرحوم به علاقۂ دو صد روپیه ماهواری ملازم شد ـ تعریف اشعارش محتاج به شرح و بسط نیست ـ مهارتے تمام در فصیح گوئی و فنون شاعری دارد و بلند تلاشان این فن شاعر مسلم‌الثبوت می شمارند ـ و به استادی او قائل اند ـ وضع دردیۂ شعر گوئی به نهجے که دارد کسے را میسر (نه) شده است ـ بسیار عزیزان تلاش تتبع زبان او کردند لیکن به آن نه رسیدند ـ فی‌الواقع مرتبۂ شاعری او دریں زمانه بسا بلند است و پایۂ او دریں فن کم از رفیع‌السودا نیست بلکه در غزل گوئی رجحان دارد ـ

تصانیفش بسیار۔ چنان چه پنج دیوان ریخته و یک دیوان فارسی و تالیف تذکرۂ ریخته گویان و اکثر مثنویات و مدحیات و هجویات و مخمسات و واسوخت و مسدسات و ترجیع بند و مناقب و مرثیه وغیره تصنیف نموده۔ منه۔

مناں اس مست بن پھر خندۂ قلقل نه هووے گا
مئے گل گوں کا شیشه هچکیاں لے لے کے رووے گا

تری زلف سیه کی یاد میں آنسو ٹپکتے هیں
اندهیری رات هے برسات کی ، جگنو چمکتے هیں

کیا کیا عزیز کھیلتے جاتے هیں جان پر ٭ اطفال شهر لائے هیں آفت جهان پر
اگر راه میں اس کی رکھا هے گام ٭ گئے گزرے خضر علیه السلام

زلف کو کہنا پریشاں عقل کی دوری هے یه
هر گره میں دل هے اس کی گانٹھ کی پوری هے یه (ورق۲٤٤الف)

ان بتوں کو هم فقیروں سے کهو کیا کام هے
یه تو طالب زر کے هیں اور یاں خدا کا نام هے

لیتے کروٹ هل گئے جو کان کے موتی ترے
شرم سے سر در گریباں صبح کے تارے هوے

چاک چاک هوا جوں جوں سلایا هم نے
اس گریباں هی سے اب هاتھ اٹھایا هم نے

ناز چمن وهی هے بلبل سے گو خزاں هے
ٹهنی جو زرد بھی هے سو شاخ زعفراں هے

هم هیں مجروح ماجرا هے یه ٭ وه نمک چھڑکے هے مزا هے یه
بارها وعدوں کی راتیں آئیاں ٭ طالعوں نے صبح کر دکھلائیاں

کیا کہیے رکھتے کیا هیں هم تجھ سے یار خواهش
یک جان و صد تمنا یک دل هزار خواهش

معلوم نهیں کیا هے لب سرخ بتاں میں ٭ اس آتش خاموش کا هے شور جهاں میں

طبیباں منہ تکے ہے ترے لب کے کام کا ٭ کیا ذکر یاں مسیح علیہ السلام کا

سر پہ عاشق کے نہ یہ روز سیہ لایا کرو ٭ جی الجھتا ہے بہت مت بال سلجھایا کرو

تاب مہ کی تاب کب ہے نازکی سے یار کو ٭ چاندنی میں آفتابی کا مگر سایا کرو

کہتا ہے کون میر کہ بے اختیار رو
ایسا تو رو کہ رونے پہ تیرے ہنسی نہ ہو
رونے سے میرے ابر کا ہنگامہ سرد ہے
آنکھیں اگر یہی ہیں تو دریا بھی گرد ہے

آتے ہی آتے تیرے یہ ناکام ہوچکا ٭ واں کام ہی رہا تجھے یاں کام ہوچکا

جفائیں دیکھ لیاں بے وفائیاں دیکھیں
بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دیکھیں (ورق ٢٤٤ ب)

یاں اپنی آنکھیں پھر گئیں پر وہ نہ آ پھرا ٭ دیکھا نہ بد گمان ہمارا بھلا پھرا

خانہ خراب میر بھی کتنا غیور تھا ٭ مرتے موا پر اس کے کبھی گھر نہ جا مرا

راہ روکوں جانے والے کس طرح گھر کی ترے
گاڑ دیویں کاش مجھ کو بیچ میں در کے ترے
آگے جمال یار کے معذور ہوگیا
گل اک چمن میں دیدۂ بے نور ہوگیا
اس ماہ چاردہ کا چھپے کیوں کہ عشق آج
اب تو تمام شہر میں مشہور ہوگیا

جو گل نے دعوی رخ کا ترے خیال کیا ٭ صبا نے مارے طپانچوں کے منہ کو لال کیا

بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو ٭ چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف ٭ کسی نے حشر میں ہم سے اگر سوال کیا

شرمندہ ترے رخ سے ہے رخسار پری کا
چلتا نہیں کچھ آگے ترے کبک دری کا

ہر زخم جگر داور محشر سے ہمارا ٭ انصاف طلب ہے تری بیداد گری کا

اپنی تو جہاں آنکھ لڑی پھر وہیں دیکھو ٭ آئینے کو لپکا ہے پریشاں نظری کا

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے ٭ کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

اس کا خرام دیکھ کے جایا نہ جائے گا ٭ اے کبک پھر بحال بھی آیا نہ جائے گا

گو بیستوں کو ٹال دے آگے سے کوہ کن ٭ سنگ گران عشق اٹھایا نہ جائے گا

اے دوست کوئی مجھ سا رسوا نہ ہوا ہوگا

دشمن کے بھی دشمن پر کیا کیا نہ ہوا ہوگا (ورق ۲۴۵ الف)

سیلاب سر شک کو بہانے دیجے ٭ اس آتش غم کو بھی بجھانے دیجے

مت پونچھیے اشک میری آنکھوں سے اب ٭ تکلیف عبث نہ کیجے جانے دیجے

دل لے کے اس کی بزم میں جایا نہ جائے گا

یہ مدعی بغل میں چھپایا نہ جائے گا

کم سخن لب سے ترے دل کو نہ شکوہ بھولا

یہ کلی دیکھتے ہی اور شگوفہ پھولا

کیا کروں شرح خستہ جانی کی ٭ میں نے مر مر کے زندگانی کی

ایک عالم ہے کشتہ اس لب کا ٭ الغرض اس پہ دانت ہے سب کا

ہدف بناکے دل اپنا ہوئے نشانے ہم ٭ ہزار شکر کہ بارے لگے ٹھکانے ہم

اشک آنکھوں سے کب نہیں آتا ٭ لہو آتا ہے جب نہیں آتا

واعظ زبوں مت کہہ مے خانے کو کہ اس جا

پیراہن نکویاں رہن شراب دیکھا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا

دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

خراب رہتے تھے مسجد کے آگے مے خانے

نگاہ مست نے ساقی کی انتقام لیا

بیٹھا ٹکا رہا ہے تمام عمر اے شیخ ٭ یہ میر اب جو گدا ہے شراب خانے کا

کل شب ہجراں تھی لب پر نالہ بیمارانہ تھا
شام سے تا صبح سربالیں پہ بے تابانہ تھا

شہرۂ عالم اسے یمن محبت نے کیا
ورنہ مجنوں ایک خاک افتادۂ ویرانہ تھا

شب فروغ حسن کا باعث ہوا تھا حسن دوست
شمع کا جلوہ غبار دیدۂ پروانہ تھا (ورق ۲٤٥ ب)

میر بھی کیا مست ۰ ۰ ۰ ۰ تھا شراب عشق کا
لب پہ عاشق کے ہمیشہ نعرۂ مستانہ تھا

میر دریا ہے سنے شعر زبانی اس کی ٭ اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اس کی

وا ہوئے ہے دل صحبتِ رندانہ جہاں ہو
میں خوش ہوں اسی شہر سے مے خانہ جہاں ہو

دور سے چرخ کے نکل نہ سکے ٭ ضعف نے ہم کو مور طاس کیا
مفت آبروے زاہد علامہ لے گیا ٭ اک مغ بچہ اتار کے عمامہ لے گیا

خواب میں شب کو میں اپنے دوست کے لیتا تھا پاؤں
آنکھ دشمن کھل گئی میں ہاتھ ملتا رہ گیا

شیخ مت کر ذکر ہر ساعت قیامت کا کہ ہے
عرصۂ محشر نمونہ اس کی باری گاہ کا

ہو خشک تو بہتر ہے وہ ہاتھ بہاراں میں
مانند ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ نرگس جو جام نہیں رکھتا

دل سے شوقِ رخِ نکو نہ گیا ٭ جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا
سبحہ گرداں ہی میر ہم تو رہے ٭ دستِ کوتاہ تا سبو نہ گیا

عرق فشاں ہے تری زلف، ہے نشانِ بد
بھلا نہیں ہے بہت ٹوٹنا ستاروں کا

تیری ... زلف کو محشر میں ہم دکھا دیں گے
جو کوئی مانگے گا نامہ سیاہ کاروں کا

الھے ھے ....

غبار میر بھی عاشق ھے نے سواروں کا

واں وہ تو گھر سے اپنے پی کر شراب نکلا
یاں شرم سے عرق میں ڈوب آفتاب نکلا

مطلق نہ اعتنا کی احوال پر ھمارے
نامے کی ...... میں سب پیچ و تاب نکلا (ورق۲٤٦الف)

شان تغافل اپنے نو خط کی کیا لکھیں ہم
قاصد موا تب اس کے منہ سے جواب نکلا

کس کی نگہ کی گردش تھی میر رو بہ مسجد
محراب میں سے زاھد مست و خراب نکلا

هنگامه گرم کن جو دل ناصبور تھا ٭ پیدا ھر ایک نالے سے شور نشور تھا
هم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے سپہر ٭ اس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا
کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آگیا ٭ یک سر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر ٭ میں بھی کبھی کسو کا سر پر غرور تھا
تھا وہ تو رشک حور بہشتی همیں میں میر ٭ سمجھے نہ هم تو فہم کا اپنے قصور تھا

بتاں کے عشق نے بے اختیار کر ڈالا
وہ دل کہ جس کا خدائی میں اختیار رہا

تمام عمر گئی اس پہ ھاتھ رکھتے همیں
وہ درد ناک علی الرغم بے قرار رہا

بہا تو خون ھو آنکھوں کی راہ بہ نکلا
رہا جو سینۂ سوزاں میں داغ دار رہا

سو اس کو ہم سے فراموش کار یوہ لے گئے
کہ اس سے قطرۂ خون بھی نہ یاد گار رہا

دل کے تئیں آتش ہجران سے بچایا نہ گیا
گھر جلا سامنے اور ہم سے بجھایا نہ گیا

سر نشین رہ مے خانہ ہوں میں کیا جانوں
رسم مسجد کے تئیں شیخ کہ آیا نہ گیا

کبھی عاشق کے ترے چہرے سے ناخن کا خراش
خط تقـــدیر کے مانند مٹایا نہ گیا

کچھ کم نہیں ہیں شعبدہ بازوں سے مے گسار
دارو پلا کے شیخ کو آدم سے خر کیا (ورق ۲٤٦ ب)

نقاش دیکھ میں نے کیا نقش یار کھینچا
اس شوخ کم نما کا نت انتظار کھینچا

تھا بد شراب ساقی کتنا کہ رات مے سے
میں نے جو ہاتھ کھینچا اس نے کٹار کھینچا

شب تھا کسے کسائے تیغ کشیدہ کف میں
پر میں نے بھی بغل میں بے اختیار کھینچا

تیرا رخ مخطط قرآن ہے ہمارا ٭ بوسہ بھی لیں تو کیا ہے ایمان ہے ہمارا
کرتا ہے کام وہ دل جو عقل میں نہ آئے ٭ کتنا مشیر گھر کا نادان ہے ہمارا
بنجر زمین دل کی ہے میر ملک اپنی ٭ اور داغ سینہ مہری فرمان ہے ہمارا

دل کی کچھ قدر کرتے رہیو تم ٭ یہ ہمارا ہی ناز پرور تھا
بے زری کا نہ کر گلـــہ غافل ٭ رہ تسلی کہ یوں مقـــدر تھا
اتنے منعم جہان میں گزرے ٭ وقت رحلت کے کس کنے زر تھا
صاحب جاہ و شوکت و اقبال ٭ اک ازاں جملہ اب سکندر تھا
تھی سبھی کائنات زیر نگیں ٭ ساتھ مور و ملخ کا لشکر تھا

لعل و یاقوت اور زر و گوھر ٭ چاھیے جس قـــدر میسر تھا
آخر کار جب جہاں سے چلا ٭ ھاتھ خالی کفن سے باھر تھا

جدا جو پہلو سے وہ دل بر یگانـــہ ہوا
تپش کی دل نے یہاں تک کہ درد شانہ ہوا (ورق۲٤۷ الف)

جہاں کو فتنے سے خالی کبھو نہیں پایا
ھمـارے وقت کو تو آفت زمانہ ھوا

خلش نہیں کسو خواھش کی رات سے یارب
سرشک یاس کے پردے میں دل روانہ ھوا

کھلا نشے میں جو پگڑی کا پیچ اس کی میر
سمند ناز کو اک اور تازیانـــہ ھوا

سر دور فلک بھی دیکھوں اپنے رو برو ٹوٹا
کہ سنگِ محتسب سے پائے خم دست سبو ٹوٹا

کہاں آتی میسر تجھے مجھ کو خودنما اتنی [؟]
ھوا یوں اتفاق آئینہ میرے روبرو ٹوٹا

اگر ھنستا اسے سیر چمن میں اب کے پاؤں گا
تو بلبل آشیاں تیرا بھی میں پھولوں سے چھاؤں گا

پہلو سے اٹھ گیا ھے وہ نازنیں ھمارا
جز درد اب نہیں ھے پہلو نشیں ھمـارا

گل گل شگفتہ مے سے ھوا ھے وہ یار دیکھ
اک جرعہ ھم دم اور پلا پھر بہـار دیکھ

عالم عالم عشق و جنوں ھے دنیا دنیا تہمت ھے
دریا دریا روتا ھوں میں صحرا صحرا وحشت ھے

حسن کی وہ جو دکان اپنی لگا بیٹھے ھیں
عزلتی شہر کے بازار میں آ بیٹھے ھیں

چال پہ گیا ھے کہ ادھر تم ہے گذارا نہ کیا [؟]
دور ھی دور پھرے پاس ھمارا نہ کیا

میرا جو مقلد عمل تھا ٭ مجنوں کے دماغ میں خلل تھا

دوریٔ یار میں ھے حال دل ابتر اپنا ٭ ھم کوسوکوس سے آتا ھے نظر گھر اپنا
(ورق ۲۴۷ ب)

گیا میرؔ دل شکستہ بھی وحشی مثال تھا ٭ دنبالہ گرد چشم سیاہ غزال تھا

٭ ۔۔۔۔ خوش وضع خوش ناز و ادا خوش
خوشا ھم جو نہ رکھے ھم کو ناخوش

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تیرے ھی نام کی سمرن تھی جب مکاڈھلکا تھا
۔۔۔۔۔۔ اس کے جوانان مست ھیں
پیر مغاں بھی طرفہ کوئی پیر مرد تھا
عاشق ھیں ھم تو میرؔ کے بھی ضبط عشق کے
دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا
تجھ سے ھر آن مرے پاس کا آنا ھی گیا
کیا گلہ کیجے غرض اب وہ زمانہ ھی گیا

کام غم نے مرا تمام کیا ٭ غرض اس شوخ نے بھی کام کیا
تیرے کوچے کے رھنے والوں نے ٭ یہیں سے کعبے کو سلام کیا

آیا تھا خانقہ میں وہ نور دیدگاں کا ٭ تہ کر گیا مصلی عزلت گزیدگاں کا
جو خار دشت میں ھے سو چشم ۔۔۔ ٭ دیکھا ھوا ھے تیرے محنت کشیدگاں کا

اب تو جاتا ھے چلا کعبے سے بت خانے کو
جلد پھریو تجھے اے میرؔ خدا کو سونپا

اب نہیں سینے میں میرے جاے داغ ٭ سوز دل سے داغ ھے بالاے داغ

قتل گہ میں دست بوس اس کا کریں فی الفور لوگ
هم کھڑے تروار یں کھائیں ۰۰۰۰ ماریں اور لوگ

رفتگاں میں جہاں کے هم بھی هیں ٭ ساتھ اس کارواں کے هم بھی هیں
(ورق ۲٤۸ الف)

دل عجب جنس گراں قدر هے بازار نہیں
وے بہا سہل جو دیتے هیں خریدار نہیں

چمکنا برق کا کرتا هے کار تیغ هجراں میں
برسنا ابر کا داخل هے اس بن تیر باراں میں

سر کاٹ کے پھنکوادیے انداز تو دیکھو ٭ پامال هے سب خلق خدا ناز تو دیکھو

هے تمنائے وصال اس کا مری جان کے ساتھ
جان هی جائے گی آخر کو اس ارمان کے ساتھ

کب تک رهیں گے یارب هم هردم آب دیده
ضائع هے جیب و دامن جون ۰۰۰۰۰۰ آبدیده

کرتے نہیں هیں ترک بتاں جور و جفا کا
دکھلائیں گے شاید همیں دیدار خدا کا

یاں بلبل اور گل پہ تو عبرت سے آنکھ کھول
گل گشت ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ نہیں اس گلستان کا

گل یاد گار چہرۂ جاناں هے بے خبر
مرغ چمن نشاں هے کسی خوش زبان کا

یا پہلے وه نگاهیں جس سے کہ چاه نکلے
یا اب کی یہ ادائیں جو دل سے آه نکلے

عنایت ازلی یہ جو دل ملا مجھ کو ٭ مقام شکر هے آتا نہیں گلا مجھ کو
اب تو جاتے هیں مے کدے سے میر ٭ پھر ملیں گے اگر خدا لایا
طفل مطرب جو میرے هاتھ آتا ٭ چٹکیوں میں رقیب اڑ جاتا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستم گر نکلا
موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا

تو پاس نہیں ہوا تو روتے ہ رہ رہ گئی ہے پہر پہر رات

جی میں ہے یاد رخ و زلف سیہ فام بہت
گریہ آتا ہے مجھے ہر سحر و شام بہت (ورق ۲٤۸ ب)

یک دو چشمک ادھر اے گردش ساغر کہ مدام
سر چڑھی رہتی ہے یہ گردش ایام بہت

تھی موج جہاں دامن مژگاں کی نمی کی
دیکھا تو وہاں پاٹ نے دامن کے کمی کی

آئے ہیں میر منہ کو بنائے خفا سے آج
شاید بگڑ گئی ہے کچھ اس بے وفا سے آج

رنگ یہ ہے دیدۂ گریاں سے آج
خوں ٹپکتا ہے گریباں سے آج

فائدہ مصر میں یوسف رہے زندان کے بیچ
بھیج دے کیوں نہ زلیخا اسے کنعاں کے بیچ

چشم بد دور کہ کچھ رنگ ہے اب گریے پر
خون جھمکے ہے پڑا دیدۂ گریان کے بیچ

دل فرط اضطراب سے سیماب سا ہوا
چہرہ تمام زرد زر ناب سا ہوا

دل لیا بوسۂ رخسار مخطط دے کر
عاقبت زہر دیا اس نے ہمیں پان کے بیچ

دعوی خوش دہنی اس سے اسی منہ پر گل
سر تو ٹک ڈال کے دیکھ اپنے گریباں کے بیچ

تاک کی چھاؤں میں جو مست پڑے سوتے ہیں
اینڈتے ہیں نہ کہیں سایۂ مژگان کے بیچ

کیا جو عرض کہ دل سا شکار لایا ہوں ٥ کہا کہ ایسے تو میں مفت مار لایا ہوں
یا ہم کنار کوئی محبوب لب شکر ہو ٥ یا زہر تلخ کامی اب جلد کارگر ہو

مہدی کی کف پا سے تری لاگ لگی ہے
میں کیا کہوں تلووں سے مرے آگ لگی ہے

زلف ہی درہم نہیں ابرو بھی پرخم اور ہے
یاں تلف ہوتا ہے عالم واں کا عالم اور ہے (ورق ۲۴۹ الف)

ابر اٹھا تھا کعبے سے سو جھوم پڑا مے خانے پر
بادہ کشوں کا جھرمٹ اب شیشے اور پیمانے پر

ناگہ جو وہ صنم ستم ایجاد کر گیا ٥ دیکھے سے اس کا طور خدا یاد آگیا

تھی لاگ اس کی تیغ سے ہم کو سو عشق نے
دونوں کو معرکہ میں گلے سے ملا دیا

اس کام جان و دل نے عالم کا جان مارا ٥ زلفوں کی درہمی سے برہم جہان مارا
سینے میں عشق میر کے سب درد ہوگیا ٥ رکھا جو دل پہ ہاتھ تو منہ زرد ہوگیا

ربط دل زلف سے اس کی جو نہ چسپاں ہوتا
اس قدر حال ہمارا نہ پریشاں ہوتا

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب ٥ ہم برے ہی سہی بھلا صاحب

دیر کچھ کھینچتی تو کہتے ہے ملاقات کی بات
ٹھہرے وہ آکے مرے گھر میں تو اک بات کی بات

نہ ہو ہرزہ درا اتنا خموشی اے جرس بہتر
نہیں اس قافلے میں اہل دل ضبط نفس بہتر

چاک دل پر ہیں چشم صد خوباں ٥ کیا کروں یک انار و صد بیمار
آ زیارت کو گور پر میری ٥ اک طرح کا ہے یاں بھی جوش بہار
اگتی ہے خاک سے مری نرگس ٥ یعنی اب تک ہے حسرت دیدار
قیامت تھا سماں اس خشمگیں پر ٥ کہ تلواریں چلیں ابرو کی چین پر

ہوا ہے ہاتھ گل دستہ ہمارا ٭ کہ داغ خوں بہت ہیں آستیں پر
(ورق ۲٤۹ ب)

جگر میں اپنے باقی رونے روتے ٭ اگرچہ کچھ نہیں اے ہم نشیں پر
کبھو جو آنکھ سے چلتے ہیں آنسو ٭ تو بھر جاتا ہے پانی سب زمیں پر

مرتے ہیں تیری نرگس بیمار دیکھ کر
جاتے ہیں جی سے کس قدر آزار دیکھ کر

ناخواندہ خط شوق لگے چاک کرنے تم
قاصد یہ کہیو ٹک کہ جفا کار دیکھ کر

جاتا ہے آسماں لیے کوچے سے یار کے
آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھ کر

طالع نے چشم پوشی کی یاں تک کہ ہم نشیں
چھپ جائے مجھ کو دور سے اب یار دیکھ کر

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات
پر ہم سے تو تھمی نہ کبھو منہ پر آئی بات

دل کھو گیا ہوں میں کہیں دیوانہ پن کے بیچ
تم بھی تو دیکھو زلف شکن در شکن کے بیچ

دور گردوں سے ہوئی کچھ اور مے خانے کی طرح
بھر نہ آویں کیوں کہ آنکھیں میری پیمانے کی طرح

رہیے بغیر تیرے اے رشک ماہ تا چند ٭ آنکھوں میں ہو ہمارے عالم سیاہ تا چند

چمکے ہے جب سے برق جہاں گلستاں کی سمت
جی لگ رہا ہے خار و خس آشیاں کی سمت

مطلق نہیں ادھر کو اس دل ربا کی خواہش
کیا جانیے کہ کیا ہے یارو خدا کی خواہش

ہے یاد کس کو یار فراموش کار دل ٭ یاں جی پہ آ بنی ہے رہا در کنار دل

بد زباں ہو جیسے بخوش اسلوب ہو ٭ کیا کہیں جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو

کعبے میں جاں بہ لب تھے ہم دوری بتاں سے
آئے ہیں پھر کے یارو ان کے خدا کے ہاں سے (ورق ۲۵۰ الف)

دیوانگی کی ہے وہی زور آوری ہنوز ٭ ہردم تنی ہے میری گریباں دری ہنوز

اس وقت ہے دعا و اجابت کا وصل میر ٭ یک نعرہ تو بھی پیش کش صبح گاہ کر

ہم بھی پھرتے تھے اک حشم لے کر ٭ دستۂ آہ و فوج غم ہمراہ لے کر
دست کش نالہ پیش رو گریہ ٭ آہ چلتی تھی یاں علم لے کر
مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے ٭ یعنی آگے چلیں گے دم لے کر
بارہا صید گہ سے اس کی گئے ٭ داغ یاس آہوے حرم لے کر

سعی سے اس کی ہوا مائل گریباں چاک پر
آفریں کر اے جنوں میرے کف چالاک پر

کل ہم نے سیر باغ میں دل ہاتھ سے دیا ٭ اک سادہ گل فروش کا آکر ۰۰۰۰
جاتا رہا نگاہ سے جوں موسم بہار ٭ آج اس بغیر داغ جگر ہیں سیاہ پوش

شب اس دل گرفتہ کو وا کر بہ زور میر
ہم بیٹھے مے کدے میں تھے مل کتنے ہرزہ کوش
آئی صدا کہ یاد کرو دور رفتہ کو
عبرت بھی ٹک ضرور ہے اے جمع تیز ہوش
جمشید جس نے وضع کیا جام کیا ہوا
وہ صحبتیں کہاں ہیں کدھر ہیں وہ بادہ نوش
جز لالہ ان کے نام سے باقی نہیں نشاں
ہے کو کنار ان کی جگہ اب سو بدوش [؟]
جھومے ہے بید جاے جواناں پلنگ پر
بالاے خم ہے خشت سر پیر مے فروش

وعدۂ وصل رہا ہے شب آئندہ پہ میر
بخت خوابیدہ جو ٹک جاگتے سوویں گے کل (ورق ۲۵۰ ب)

رهتے ہیں بہت دل کے هم آزار سے ناخوش
بستر پہ گرے رهتے هیں بیمار سے ناخوش

حال زخم جگر سے هے درهم ٭ کاش رهتے کسو طرف مرهم
بے رنگ بے ثباتی یہ گلستاں بنایا ٭ بلبل نے کیا سمجھ کر یاں آشیاں بنایا
اول عشق میں انگشت نما مجھ کو کیا ٭ یہ نہ سمجھا کہ یہ نوخیز شجر جلتا هے

کیا کہوں رکھتے تھے کیا تجھ سے ترے بیمار چشم
تجھ کو بالیں پر نہ دیکھا کھولی سو سو بار چشم

کرتے نہیں هیں دوری سے اب اس کی باک هم
نزدیک اپنے کب کے هوئے هیں هلاک هم

گرچہ آوارہ جوں صبا هیں هم ٭ لیک لگ چلنے کو بلا هیں هم
خوف هم کو نہیں جنوں سے کچھ ٭ یوں تو مجنوں کے بھی چچا هیں هم

حذر کہ آہ جگر تفتگاں بلا هے گرم
همیشہ آگ هی برسے هے یاں هوا هے گرم

بے کلی بے خودی کچھ آج نہیں ٭ ایک مدت سے وہ مزاج نہیں

دل لے کے ... بھی ٹک نہیں دیتے کہیں گے کیا
خوباں بد معاملہ یوم الحساب میں

نہ گیا خیال زلف سیہ جفا شعاراں
نہ هوا کہ صبح هووے شب تیرہ روزگاراں

کہیو قاصد جو وہ پوچھے همیں کیا کرتے هیں
جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے هیں

عشق آتش بھی جو دیوے تو نہ هم دم ماریں
شمع تصویر هیں خاموش جلا کرتے هیں

هم چشم هے هر آبلہ پا کا جو مرا اشک
از بس کہ تری راہ میں آنکھوں سے چلا هوں (ورق ۲۵۱ الف)

اُس کے کوچے میں مگر شور قیامت کا ذکر
شیخ یاں ایسے تو ھنگامے ھوا کرتے ھیں
فرصت خواب نہیں ذکر بتاں میں ھم کو
روز و شب رام کہانی ھی کہا کرتے ھیں
دل خواہ جلا اب تو مجھے اے شب ھجراں
میں سوختہ بھی منتظر روز جزا ھوں
بہ کمال حسن جو عید کوسر راہ وہ نظر آگئے
ھوے ھم خوشی کہ گلے ملیں سو وہ آنکھ بھی نہ ملا گئے
رکھتا ھے سوز عشق کے دوزخ میں روز و شب
لے جائے گا یہ سوختہ دل کیا بہشت میں
درد و اندوہ میں ٹھہرا جو رھا میں ھی ھوں
رنگ رو جس کے کبھو منہہ نہ چڑھا میں ھی ھوں
نکلے ھے جنس حسن کسی کاروان میں ٭ یہ وہ نہیں متاع کہ ھو ھر دکان میں
دل نذر و دیدہ پیش کش اے باعث حیات
سچ کہہ کہ دل لگے ھے ترا کس مکان میں
پھاڑا ہزار جا سے گریبان صبر میر
کیا کہہ گئی نسیم سحر گل کے کان میں
عشق کرنے کو جگر چاھیے آسان نہیں
سب کو دعوی ھے ولے ایک میں یہ جان نہیں
سرسری ملیے بتوں سے جو نہ ھو تاب جفا
عشق کا رابطہ کچھ داخل ایمان نہیں
ایک بے درد تجھے پاس نہیں عاشق کا ٭ ورنہ دنیا میں کسے خاطر مہمان نہیں
کیوں کہ غم سرزدہ ھر لحظہ نہ آوے دل میں
گھر ھے درویش کا یاں در نہیں دربان نہیں

تو گلی میں اس کی جا آو لے اے صبا نہ چنداں
کہ . . . . دل چاک درد منداں (ورق ۲۵۱ ب)
کبھی زلف سے بتاں کی نہ ہوا رہا میں ہرگز
میں شکار خستہ بھی عنبریں کمنداں [؟]
کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہ گیں نہیں
اس غم کدہ میں ایک دل خوش کہیں نہیں
گرتا ہے ابر دعوی دریا دلی عبث ہ دامن نہیں مرا تو مری آستیں نہیں
گھر گھر ہے ملک عشق میں دوزخ کی تاب و تب
بھڑکا نہ ہم کو شیخ یہ آتش وہیں نہیں
ڈرپے حرام ناز سے خوباں کے ہم نشیں
ٹھوکر سے یہ اٹھاتے ہیں آمات کے تئیں
آخر کے یہ سلوک ہم اب تیرے دیکھ کر
کرتے ہیں یاد پہلی ملاقات کے تئیں
خوبی کو تیری ساعد سیمیں کی دیکھ کر
صورت گروں نے کھینچ لیا ہاتھ کے تئیں
تا پھونکیے نہ خرقہ طامات کے تئیں ہ حسن قبول کب ہو مناجات کے تئیں
کیفیتیں اٹھے ہیں یہ کب خانقاہ میں ہ بدنام کر رکھا ہے خرابات کے تئیں
صبر و طاقت کو کڑھوں یا خوش دلی کا غم کروں
اس میں حیراں ہوں بہت کس کس کا اب ماتم کروں
ہوں سیہ مست سر زلف صنم معذور رکھ
شیخ اگر کعبے میں آکر گفتگو برہم کروں
گرچہ کس گنتی میں ہوں پر ایک دم تو مجھ تک آ
یا ادھر ہوں یا ادھر کب تک شمار دم کروں

گو دھواں اٹھنے لگا دل سے مرے پر پیچ و تاب

میر آ پھر قطع عشق زلف خم در خم کروں

کیا میں نے روکر فشار گریباں ہ رگ ابر ہے تار تار گریباں

دیکھیں تو تیری کب تک یہ کج ادائیاں ہیں
اب ہم نے بھی کسی سے آنکھیں لڑائیاں ہیں (ورق ۲۵۲ الف)

ہم وہ ہیں خوں گرفتہ ظالم جنھوں نے تیرے
ابرو کی جنبشوں پر تلواریں کھائیاں ہیں

کعبے میں میر ہم پر ہے سرگراں یہ زاہد
اور بت کدے میں ہم نے دھومیں مچائیاں ہیں

از بس کہ ہم نفساں سوختہ جاں ہوں [؟]
اک آگ میرے دل میں ہے جو شعلہ فشاں ہوں

لایا ہے مجھے شوق مر (ا) پردے سے باہر
ورنہ میں وہی خلوتی راز نہاں ہوں

جلوہ ہے مجھی سے لب دریائے سخن پر
صد رنگ مری موج ہے میں طبع رواں ہوں

دیکھا ہے مجھے جس نے سو دیوانہ ہے میرا
میں باعث آشفتگی طبع جہاں ہوں

یک وہم نہیں بیش مری ہستی موہوم
تس پر بھی تری خاطر نازک پہ گراں ہوں

خوش باشی تنزیہہ و تقدس تھی مجھی پر
اسباب پڑے یوں کہ کئی روز سے یاں ہوں

عام حکم شراب کرتا ہوں ہ محتسب کو کباب کرتا ہوں
ٹک تو رہ اے بنائے ہستی تو ہ تجھ کو کیا کیا خراب کرتا ہوں
ہم تو مطرب پسر کے جاتے ہیں ہ گو رقیباں کچھ اور گاتے ہیں

ایک کہتا ہوں میں تو منھ پہ رقیب ٭ تیری پشتی سے سو سناتے ہیں
دیدہ و دل شتاب گم ہوں میر ٭ سر پہ آفت ہمیشہ لاتے ہیں
دن نہیں، رات نہیں، صبح نہیں، شام نہیں ٭ وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہیں

چاہتے ہیں یہ بتاں ہم پہ کہ بیداد کریں
کس کے ہوں کس سے کہیں کس کنے فریاد کریں (ورق ۲۵۲ ب)

جب درد دل کا کہنا میں اپنے ٹھانتا ہوں
کہتا ہے بن سنے ہی میں خوب جانتا ہوں

دل لے کے کیسے کیسے جھگڑے مجاد لے ہیں
بد وضع یاں کے لڑکے کیا خوش معاملے ہیں

سوز دروں سے کیوں کر میں آگ پر نہ لوٹوں
جوں شیشۂ حبابی سب دل پر آبلے ہیں

خوب رو سب کی جان ہوتے ہیں ٭ آرزوئے جہان ہوتے ہیں

ساقی کی باغ پر جو کچھ کم نگاہیاں ہیں
مانند جام خالی گل سب جمائیاں ہیں

تیغ جفائے خوباں بے آب تھی کہ ہم دم
زخم بدن ہمارے تفسیدہ ماہیاں ہیں

مسجد سے مے کدے پر کاش ابر زور برسے
واں رو سفیدیاں ہیں یاں رو سیاہیاں ہیں

تجھے بھی یوں تو اپنا یار ہم سو بار کہتے ہیں
بہت کم ہیں ولے وہ لوگ جن کو یار کہتے ہیں

تری آنکھوں کو آؤں دیکھنے کو تو عجب مت کر
کہ سنت ہے عیادت اور انہیں بیمار کہتے ہیں

ایک پرواز کو بھی رخصت صیاد نہیں
ورنہ کنج قفس بیضۂ فولاد نہیں [؟]

شیخ عزلت تو تہ خاک بھی پہنچے گی ہم [؟]
مفت ہے سیر کہ یہ عالم ایجاد نہیں

لیتے ہیں سانس یوں ہم جوں تار کھینچتے ہیں
اس دل گرفتگی سے آزار کھینچتے ہیں
سینہ سپر کیا تھا جن کے لئے بلا کا
وہ بات بات میں اب تلوار کھینچتے ہیں
ناوک سے میر اس کے دل بستگی تھی مجھ کو
پیکاں جگر سے میرے دشوار کھینچتے ہیں

کہے ہے کوہ کن کر فکر میری خستہ حالی میں
الٰہی شکر کرتا ہوں تری درگاہ عالی میں (ورق۲۵۳ الف)

آہ اور اشک ہی سدا ہے یہاں ٭ روز برسات کی ہوا ہے یہاں
یہ شیخ کیوں نہ توکل کو اختیار کریں ٭ زمانہ ہوئے مساعد تو روز گار کریں
موے سہتے سہتے جفا کاریاں ٭ کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں
فرشتہ جہاں کام کرتا نہ تھا ٭ مری آہ نے برچھیاں ماریاں

وہ ظالم بھی تو سمجھے کہہ دیا ہے ہم نے یاراں کو
کہ گورستان سے گاڑیں جدا ہم اہل حرماں کو
غرور ناز میں آنکھیں نہ کھولیں اس جفا جو نے
ملا پاؤں تلے جب تک نہ چشم صد غزالاں کو
نہیں یہ بید مجنوں گردش گردون گرداں نے
بنایا ہے شجر کیا جانے کس مو پریشاں کو [؟]
جلے تھیں کب کی مژگاں آنسوؤں کی گرم جوشی سے
اس آب چشم کی جوشش نے آتش دی نیستاں کو
ہوائے ابر میں گرمی نہیں جو تو نہ ہو ساقی
دم افسردہ کر دے منجمد رشحات باراں کو

ز بس حرف جنوں میرے ہوا ....

نہ ہو گر حلقۂ درِ خانۂ زنجیر سازاں کو

غم واندوہ و بے تابی، الم، بے طاقتی، حرماں
کہوں اے ہم نشیں کس کس سے غم ہاے فراواں کو

گئے نا واقفِ شادی اگر ہم بزم عشرت میں
دہاں زخم دل سمجھے جو دیکھا روے خنداں کو

بہت روئے ہیں ہم یہ آستیں رکھ منہ پہ اے ...
نہ چشم کم سے دیکھ اس یادگار چشم گریاں کو

مزاج اس وقت ہے اک مطلع تازہ پہ کچھ مائل
کہ بن فکر سخن بنتی نہیں ہرگز سخن داں کو

نسیم مصر کب آئی سواد شہر کنعاں کو
کہ بھر جھولی نہ یاں سے لے گئی گل ہاے حرماں کو (ورق ۲۵۳ ب)

گرچہ کب دیکھتے ہو پر دیکھو ٭ آرزو ہے کہ تم ادھر دیکھو
عشق کیا کیا ہمیں دکھاتا ہے ٭ آہ تم بھی تو یک نظر دیکھو
ہر خراش ..... جراحت ہے ٭ ناخن شوق کے ہنر دیکھو
یوں عرق جلوہ گر ہے اس منہ پر ٭ جس طرح اوس پھول پر دیکھو
پہنچے ہیں ہم قریب مرنے کے ٭ یعنی جاتے ہیں دور اگر دیکھو

آرام ہوچکا مرے جسم نزار کو
رکھے خدا جہاں میں دل بے قرار کو

ہنستا ہی میں پھروں جو مرا کچھ ہو اختیار
پر کیا کروں میں بے اختیار کو [؟]

گر ساتھ لے گیا تو دل مضطرب کو میر
آرام ہو چکا تری مشت غبار کو

جیتے جی فکر خوب ہے ورنہ یہ . . .
رکھے گا حشر تک تہ و بالا مزار کو

شیخ جی آؤ مصلیٰ کو تہ جام کرو
جنس تقوی کے تئیں صرف مئے خام کرو
ورش مستاں کرو سجادۂ بے تہ کے تئیں
مے کی تعظیم کرو، شیشے کا اکرام کرو
دامن پاک کو آلودہ کرو بادہ سے
آپ کو مغ بچے کا قابل دشنام کرو
نیک نامی و تفاوت کو . . . جلد کہو
دین و دل پیش کش سادۂ خود کام کرو
ننگ و ناموس سے اب گزرو جوانوں کی طرح
. . . . ساقی سے آرام کرو
خوب اگر جرعۂ مے نوش نہیں کرسکتے
خاطر جمع مے آشام ہی اک کام کرو (ورق۲۵٤الف)
اٹھ کھڑے ہو جو جھکے گردن مینائے شراب
خدمت بادہ گساراں ہی سر انجام کرو
مطرب آکے جو کرے چنگ نوازی تو تم
پیرہن مستوں کی تقلید سے انعام کرو
خشکی اتنی بھی لازم نہیں اس موسم میں
پاس جوش گل و دل گرمی ایام کرو
سایۂ گل میں لب جو پہ گلابی رکھو
ہاتھ میں جام کو لو آپ کو بدنام کرو
آہ تا چند رہو خانقہ و مسجد میں
ایک تو صبح گلستاں میں بھی یوں شام کرو

کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو ٭ ہاں کہو اعتماد ہے ہم کو
خط سے نکلے ہے بےوفائی حسن ٭ اس قدر تو سواد ہے ہم کو
موسم ابر ہے سبو بھی ہو ٭ گل ہو، گلشن ہو، ایک تو بھی ہو
نہیں وسواس جی کے جانے کے ٭ ہائے رے شوق دل لگانے کے
اس کدورت کو ہم سمجھتے ہیں ٭ ڈھب ہیں یہ خاک (میں) ملانے کے
کب وہ سوتے تھے میرے گھر آکر ٭ جاگے طالع غریب خانے کے
دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا ٭ اور بھی وقت تھے بہانے کے
ایک دن بعد خبر کو جو وہ یار آتا ہے ٭ دل بیمار کو باری سے بخار آتا ہے
میر کا ہجر میں وصال ہوا ٭ لو (یہ) جھگڑا ہی انفصال ہوا
(ورق ٢٥٤ ب)
اس کے کوچے کی خاک لائیں گے ہم ٭ اپنا کعبہ جدا بنائیں گے ہم
اس کی طرز نگاہ مت پوچھو ٭ جی ہی جانے ہے آہ مت پوچھو
نو گرفتار دام زلف اس کا ٭ ہے یہی روسیاہ مت پوچھو

کیا ہے گر بدنامی و حالت تباہی بھی نہ ہو
عشق کیا جس میں کہ اتنی روسیاہی بھی نہ ہو
مجمع مژگاں ہے، کوئی دیکھیو جاکر، کہیں
جس کا میں کشتہ ہوں ان میں وہ سپاہی بھی نہ ہو
دل صاف ہو تو جلوہ گہ یار کیوں نہ ہو
آئینہ ہو تو قابل دیدار کیوں نہ ہو
مستغنیانہ تو جو کرے پہلے ہی سلوک
عاشق کو فکر عاقبت کار کیوں نہ ہو
موئے سفید ہم کو کہے ہے کہ عاقلاں
اب صبح ہوتی آئی ہے بیدار کیوں نہ ہو
گل گشت کا بھی لطف دل خوش سے ہے نسیم
پیش نظر و گر نہ چمن زار کیوں نہ ہو

شاید کہ آوے پرسش احوال کو کبھو
عاشق بھلا سا ہوئیے تو بیمار کیوں نہ ہو

نزدیک اپنے ہم نے تو سب کو رکھا ہے سہل
پھر میر اس میں مردنِ دشوار کیوں نہ ہو

کیا موافق ہو دوا عشق کے بیمار کے ساتھ
جی ہی جاتے نظر آتے ہیں اس آزار کے ساتھ

رات مجلس میں تری ہم بھی کھڑے تھے چپکے
جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

دل پر خوں ہے یہاں، تجھ کو گماں ہے شیشہ
شیخ کیوں مست ہوا ہے تو کہاں ہے شیشہ

جو ہوشیار ہے، سو آج ہو شراب زدہ
زمینِ مے کدہ یک دست ہے گی آب زدہ (ورق۲۵۵ الف)

جدا ہو رخ سے ترے زلف میں نہ کیوں دل جاے
پناہ لیتے ہیں سایہ کی آفتاب زدہ

زندگی ہوتی ہے اپنی غم کے مارے دیکھیے
پھیرلیں آنکھیں ادھر سے تم نے پیارے دیکھیے

خنجر بے داد کو کیا دیکھتے ہو دم بہ دم
چشم سے انصاف کی سینے ہمارے دیکھیے

یہ چشم آئنہ دار رو تھی کسو کی ٭ نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کی

دو دن سے جو بنی تھی وہ پھر شب بگڑ گئی
صحبت ہماری یار سے بے ڈھب بگڑ گئی

باہم سلوک تھا تو اٹھاتے (تھے) نرم گرم
کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

عشق میں بے خوف و خطر چاہیے ٭ جان کے دینے کو جگر چاہیے

قابلِ آغوشِ ستم دیدگاں ٭ اشک سا پاکیزہ گہر چاہیے
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں ٭ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے
کم شناسائے زر داغ دل [؟] ٭ اس کے پرکھنے کو نظر چاہیے
شمع صفت جب کبھی مرجائیں گے ٭ ساتھ لیے داغ جگر جائیں گے
کھول گئیے رخسار اگر یار کے ٭ شمس و قمر جی سے اتر جائیں گے
اس کی شمشیر تیز سے ہم دم ٭ مر رہیں گے جو زندگانی ہے
یاں ہوئے میر ہم برابر خاک ٭ واں وہی تازہ سر گرانی ہے
ہے غزل میر یہ شفائی کی ٭ ہم نے بھی طبع آزمائی کی
(ورق ۲۵۵ ب)
اسی تقریب اس گلی میں رہے ٭ منتیں ہیں شکستہ پائی کی
کاسۂ چشم لے کے جوں نرگس ٭ ہم نے دیدار کی گدائی کی
زور زر کچھ نہ تھا تو بارے میر ٭ کس بھروسے پر آشنائی کی
آہ میری زبان پر آئی ٭ پھر بلا آسمان پر آئی
طاقتِ دل بہ رنگِ نکہتِ گل ٭ پھر نہ اپنے مکان پر آئی
غم جاناں ہو اور جہاں ہو میر ٭ جیسے عالم کی جان پر آئی
بات شکوے کی ہم نے گاہ نہ کی ٭ بلکہ دی جان اور آہ نہ کی
غیر سے اب یار ہوا چاہیے ٭ ملتجی ناچار ہوا چاہیے
تاکہ وہ ٹک آن کے پوچھے کبھی ٭ اس لیے بیمار ہوا چاہیے
زلف کسی کی ہو کہ ہو خال وخط ٭ دل کو گرفتار کیا چاہیے
کچھ نہیں خورشید صفت سرکشی ٭ سایۂ دیوار ہوا چاہیے
اس اسیری کے نہ، کوئی اے صبا پالے پڑے
اک نظر گل دیکھنے کے بھی ہمیں لالے پڑے
حسن کو بھی عشق نے آخر کیا حلقہ بہ گوش
رفتہ رفتہ دل بروں کے کان میں بالے پڑے
شب کو خوں گرمی سے گریے کی مری آنکھوں کی راہ
گوشۂ دامن میں میر آتش کے پرکالے پڑے

میر صاحب رلا گئے سب کو ٭ کل وہ تشریف یاں بھی لائے تھے

یا رب کوئی ہو عشق کا بیمار نہ ہووے
مرجائے ولیے اس کو یہ آزار نہ ہووے (ورق۲۵۶ الف)

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

اے ناقۂ لیلیٰ دو قدم راہ غلط کر
مجنون ز خود رفتہ کہیں راہ پر آوے

کہتے ہیں ترے کوچے سے میر آنے کہے ہے
تب جانیے وہ خانہ خراب اپنے گھر آوے

کیا جانیں وہ مرغان گرفتار چمن کو
جن تک کہ بہ صد ناز نسیمِ سحر آوے

واعظ نہیں کیفیت مے خانہ سے آگاہ
یک جرعہ بدل ورنہ یہ مندیل دھر آوے

کچھ موج ھوا پیچاں اے میر نظر آئی ٭ شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دھلی کا ھر اک کوچہ اوراق مصور تھا ٭ جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

نزاکت کیا کہوں خورشید رو کی کل شب مہ میں
گیا تھا سایہ سایہ باغ کے تس پر حرارت کی

اب کرکے فراموش تو ناشاد کروگے
پر ہم جو نہ ہوں گے تو بہت یاد کروگے

ترا اے ناتوانی جو کوئی عالم میں رسوا ھے
توانائی کا منہ دیکھا نہیں اس نے کہ کیسا ھے
نیاز ناتواں کیا ناز سرو قد بر آوے [؟]
مثل مشہور ھے عالم میں دست زور بالا ھے
گلہ سن پیچش کاکل کا یوں مجھ سے لگا کہنے
تو اپنی فصد کر جلدی کہ تجھ کو میر سودا ھے

چل هم نشیں که دیکهیں آواره میر کو ٹک
خانه خراب وه بهی آج اپنے گهر رها هے (ورق۲۵٦ ب)

قرار دل کا یه کاهے کو رنگ تها آگے
همارے چهرے کے اوپر بهی رنگ تها آگے

ناله تا آسمان جاتا هے ٭ شور سے جیسے نار جاتا هے

اپنا سر شوریده تو وقف سر چوگان هے
آ بوالهوس گر ذوق هے یه گوے یه چوگان هے

عالم مری تقلید سے خواهش تری کرنے لگا
میں تو پشیماں هوچکا لوگوں کو اب ارمان هے

هر چند بیش ار بیش هے دعوی تو رونے کا تجهے
پر دیدهٔ نم ناک بهی اے ابر تر طوفان هے

کرے کیا که دل بهی تو مجبور هے ٭ زمیں سخت هے، آسماں دور هے
تمنائے دل کے لیے جان دی ٭ سلیقه همارا تو مشهور هے
آرسی کے بهی گهر میں شرم سے میر ٭ نہیں وه مثال آتا هے [؟]

نه تنها داغ تو سینے په میرے یک چمن نکلے
هر اک لخت جگر کے ساتھ سو زخم کهن نکلے

ادا کهینچ سکتا هے بہزاد اس کی وه تصویر کهینچے گا یه هم سے مانی

یه رات هجر کی ایسا هی دن دکهاتی هے
که صبح شکل مری سب کو بهول جاتی هے

ادهر اے نقش شیریں بے ستوں پر ٹک تماشا کر
که کارستانیاں تیرے لیے فرهاد کرتا هے

کیا خط لکهوں که اشک سے فرصت نہیں رهی
لکهتا هوں تو پهرے هے کتابت بهی بهی

میدان غم میں قتل هوی آرزوے وصل ره گئی تهی خاندان تمنا میں اک یہی

کل وعدہ گاہ میں سے جوں ان کی ہم کو لائیے
ہونٹوں پہ جان آئی پر آہ وہ نہ آئیے (ورق۲۵۷ الف)
قبر عـــاشق پر مقرر روز آنا کیجیے
جو گیا ہو جان سے اس کو بھی جانا کیجیے

تا چند ترے غم میں یوں زار رہا کیجیے ٭ امید عیادت پر بیمـار رہا کیجیے
آہ جس وقت سر اٹھاتی ہے ٭ عرش پر برچھیاں چلاتی ہے
تڑپنا بھی دیکھا نہ بسمل کا اپنے ٭ میں کشتہ ہوں انداز قاتل کا اپنے

تو خاطر جمع رکھ دامن کہ اب شہر گریباں سے
تری خاطر ہزاروں چاک تحفہ ہاتھ لایا ہے
رات گزری ہے مجھے نزع میں روتے روتے
آنکھیں پھر جائیں گی اب صبح کے ہوتے ہوتے

یعقوب کے نہ کلبۂ احزاں تلک گئے ٭ سو کاروان مصر سے کنعاں تلک گئے
کو موسم شباب ، کہاں گل ، کسے دماغ ٭ بلبل وہ چہچہے انہیں یاراں تلک گئے
کچھ آبلے دیے بھی رہ آورد عشق نے ٭ سو رفتہ رفتہ خار مغیلاں تلک گئے
جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مرگئے ٭ اکثر ہمـارے ساتھ کے بیمار مرگئے
مجنوں نہ دشت میں ہے نہ فرہاد کوہ میں ٭ تھا جن سے لطف زندگی وہ یار مر گئے

چلی جاتی ہے نکلی جان اب تدبیر کیا کیجیے
مداوا سے مرض گزرا کہو اب میر کیا کیجیے
کہاں تک غیر جاسوسی کے لینے کو لگا آوے
الٰہی اس بلائے ناگہاں پر اک بلا آوے

آتا ہے ننگ گو اسے اب میرے نام سے ٭ ہے میر کام میرے تئیں اپنے کام سے
کافر ہوئے بتوں کی محبت میں میر جی ٭ اس راہ آج آئے تھے قشقہ دیے ہوئے
(ورق ۲۵۷ ب)

بھرا ہے دل مرا جام لبالب کی طرح ساقی
گلے لگ خوب روؤں میں جو مینائے شراب آوے

صید افگنوں سے ملنے کی تدبیر کریں گے
اس دل کے تئیں پیش کشِ تیر کریں گے
وا اس سے سر حرف تو ہو گو کہ یہ سر جاے
هم حلق بریدہ هی تقریر کریں گے [؟]
نکلا نہ مناجاتیوں سے کام کچھ اپنا
اب کوئی خراباتی جواں پیر کریں گے

اے چرخ نہ تو روزِ سیہ میر پہ لانا ٭ بے چارہ یہ اک نعرہ کشِ نیم شبی هے

پیر مغاں سعادت تیری هے گر وہ آوے
یہ میر مے کشوں میں اک طرز کا جواں هے

سن کے صفت هم سے خرابات کی ٭ عقل گئی زاهد بد ذات کی

دل کی معموری . . . . . فرصت چاهیے
ایسے ویرانے کے اب بسنے کو مدت چاهیے
عشق و مے خواری نبھے هے کوئی درویشی کے بیچ
اس طرح کے خرچ لا طائل کو دولت چاهیے
عاقبت فرهاد مر کر کام اپنا کر گیا
آدمی هووے کسی پیشے میں جرأت چاهیے

مالـۂ عمر نقص الفت هے ٭ ربح و محبت کمال راحت هے
عشق هی گریۂ ندامت هے ٭ ورنہ عاشق کو چشم خفت هے
تا دم مرگ غم خوشی کا نہیں ٭ دل آزردہ گر سلامت هے
تجھ کو مسجد هے مجھ کو میخانہ ٭ واعظا اپنی اپنی قسمت هے
ایسے هنس مکھ کو شمع سے تشبیہ ٭ شمع مجلس کی روتی صورت هے
(ورق ۲۵۸ الف)

تربت میر پر هیں اهل سخن ٭ هر طرف هے حرف هے حکایت هے
تو بھی تقریب فاتحہ سے چل ٭ بہ خدا واجب الزیارت هے

میری پرسش پہ تری طبع اگر آوے گی
صورت حال تجھے آپ نظر آوے گی
ابر مت گور غریباں پہ برس غافل آہ
ان دل آزردوں کے حق میں بھی لہر آوے گی
کیا اس غریب کو ہے سر سایۂ ہما
جو اپنی بے دماغی سے مکھی نہ حھل سکے
دو حرف اس کے منہ کے تو لکھ بھیجیو شتاب
قاصد چلا ہے چھوڑ کے تو جاں بہ لب مجھے
غیروں کا ساتھ باعث . . . ہے بتاں ٭ اس امر میں خدا بھی کہے تو نہ مانیے
کب تلک جی رکے خفا ہووے ٭ آہ گرمی کی ٹک ہوا ہووے
جبہ مندیل و ردا مست لیے جاتے ہیں - شیخ کی ساری کرامات چلی جاتی ہے
یہ ہے بازار جنوں . . . . ہے دیوانوں کی
یاں دکانیں ہیں کئی چاک گریبانوں کی
خانقہ کا تو نہ کر قصد تو اے خانہ خراب
رہ گئی ہے یہی اک بستی مسلمانوں کی
کیوں کہ کہیے کہ اثر گریۂ مجنوں میں نہ تھا
گرد نم ناک ہے اب تک بھی بیابانوں کی
مے کدے سے تو ابھی آیا ہے مسجد میں شیخ
ہو نہ لغزش کہیں صحبت ہے یہ بے گانوں کی
نہیں وسواس جی گنوانے کے ٭ ھائے رے ذوق دل لگانے کے
اس کدورت کو ہم سمجھتے ہیں ٭ ڈھب ہیں یہ خاک میں ملانے کے
(ورق ۲۵۸ ب)
مرنے پر بیٹھے ہیں سنو صاحب ٭ بندے ہیں اپنے دل جلانیں گے [؟]
دل و دیں ہوش و صبر سب ہی گئے ٭ آگے آگے تمہارے آئیں گے [؟]
کب تو سوتا تھا گھر مرے آکر ٭ جاگے طالع غریب خانے کے

مژہ ابرو نگہ سے اس کی میر ٭ کشتہ ہیں اپنے دل لگانے کے
تیر و تلوار و سیل یک جا ہیں ٭ سارے اسباب مارے جانے کے

تن ہجر میں اس یار کے رنجور ہوا ہے
بے طاقتی دل کو بھی مقدور ہوا ہے
خورشید میں محشر کے تپش ہوگی کہاں تک
یہ ساتھ مرے داغ کے محشور ہوا ہے
اے رشک سحر بزم میں ... منہ سے نقاب اب
اک شمع کا چہرہ ہے کہ بے نور ہوا ہے

دل جواب بے قرار رہتا ہے ٭ آج کل مجھ کو مار رہتا ہے
میر نام اک جواں سنا ہوگا ٭ اسی عاشق کے یار ہیں ہم بھی

دل گداز اپنی کہاں آواز عود و چنگ ہے
دل کے نالوں کا ... پردوں میں کچھ آہنگ ہے
بے ستوں کھودے سے کب آخر ہوے سب کار عشق
بعد ازیں اے کوہ کن سر ہے ترا اور سنگ ہے
عشق میں وہ گھر ہے اپنا جس میں سے مجنوں یہ ایک
ناخلف سارے قبیلے کا ہمارا ننگ ہے

صبح بھی کوئی آہ کر لیجے ٭ آسماں کو سیاہ کر لیجے
بس کہ ہے .... ٭ ہووے پیوند زمیں یہ کشتی
(ورق ۲۵۹ الف)

میں گدا شاعر نہیں ہوں بے طمع ٭ تھا مرا سر مشق دیوان غنی
دھر بھی میر طرفہ مقتل ہے ٭ جو ہے سو کوئی دم فیصل ہے [؟]
مرگیا کوہ کن اسی غم میں ٭ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے

کل بارے ہم سے اس سے ملاقات ہوگئی
دو دو سخن کے کرنے میں اک بات ہوگئی

کن کن مصیبتوں سے ہوی صبح شام سحر
سو زلفیں ہی بناتے اسے رات ہوگئی

اپنے تو ہونٹ بھی نہ ہلے اس کے رو بہ رو
رنجش کی وجہ میر یہ کیا بات ہوگئی

اب دل سے آہ اٹھنے جو صبح و مسا لگی
پژمردہ اس کلی کو بھی شاید ہوا لگی

لگ جاے چپ نہ تجھ کو تو کہیو تو عندلیب
گر بے کلی نے کی ہمیں تکلیف نا لگی

پاے گل اس چمن میں چھوڑا گیا نہ ہم سے
سر پر ہمارے اب کی منت ہے بے پری کی

پیشہ تو ایک ہی تھا اپنا اور اس کا لیکن
مجنوں کے طالعوں نے شہرت میں یاوری کی

ہم سے جو میر اڑ کر افلاک چرخ میں ہے
خاک اوفتادگاں سے کاہے کو ہم سری کی

سرہانے میر کے کوئی نہ بولو ہ ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے
عمر بھر ہم رہے شرابی سے ہ دل پر خوں ہی اک گلابی سے

رباعیات

تا چند تلف میر حیا سے ہوگا ہ شایستۂ صد ستم وفا سے ہوگا
کر ترک ملاقات بتاں کعبے چل ہ ان سے ہوگا سو اب خدا سے ہوگا
(ورق ۲۵۹ ب)

ہر صبح غموں میں شام کی ہے ہم نے ہ خوں نابہ کشی مدام کی ہے ہم نے
یہ مہلت کم کہ جس کو کہتے ہیں عمر ہ مر مر کے غرض تمام کی ہے ہم نے

مسجد میں تو شیخ کو خروشاں دیکھا ٭ مے خانے میں جوش بادہ نوشاں دیکھا
یک گوشۂ عافیت جہاں میں ہم نے ٭ دیکھا تو محلۂ خموشاں دیکھا

کی حسن نے تجھ سے بے وفائی آخر ٭ خوبی نہ رہی نہ میرزائی آخر
رونق نہ رہی غبار خط سے منہ پر ٭ اس سبز قدم نے خاک اڑائی آخر

کیا میر ہوی ہے جان تم کو بھاری ٭ جو اس بت سنگ دل سے کی ہے یاری
بیمار بھلا کوئی بوی ہووے اس کا ٭ پرہیز کرے جس سے خدائی ساری

تسبیح کو مدتوں سنبھالا ہم نے ٭ خرقہ برسوں گلے میں ڈالا ہم نے
اب آخر عمر میر مے کی خاطر ٭ سجادہ گرو رکھنے نکالا ہم نے

منت منت تخلص، میر قمرالدین، سید عالی نسب از قصبۂ [1] سونی پت، خودش (به) دارالخلافۂ شاه جهان‌آباد نشو و نما یافته ـ بعد انفراغ تحصیل علوم عربی و فارسی دست بیع به خدمت حضرت مولوی محمد فخرالدین صاحب قدس‌الله سره‌العزیز گشته و از جناب اوشان فوائد باطنی حصول نموده و یکے [2] از خلفاے ایشان گشت ـ در فارسی گوئی علم استادی به اعتبار افراشته (ورق ۲۶۰ الف) الحق تعریف و توصیف کمالات شاعری آں یگانۂ عهد بیش ازان ست که در سلک انشا درآید ـ تصانیف [3] بسیار در نظم و نثر از طبع وقادش به نهایت بلاغت و کمال قوت شاعری یادگار دهر مانده ـ مثنوی در جواب

(۱) از نجیب زاده ہای قصبۂ بسولی، هم راه نواب عماد الملک به کمال خوبی بسر می برد. (حسن)
(۲) گویند اما باور نه می آید که در آخر قال حال به دیار شرقیه دگرگون گشته بود. زنی رقاصه به متعه گرفته، مسی بر دندان مالیده، و ازیں ها در گزشته رساله در رد صوفیه نوشت (نثر) دران مدت که به جهان‌آباد بود رسم و عادات اهل سنت داشت، حالی که به لکهنؤ آمد، به روش امامیه برآمد ـ (شیفته)
(۳) نظم و نثر ملا کر قریب لاکھ بیت کی کلیات ان کا ہو (گلزار) اشعار فارسی ان کی قریب ڈیڑھ لاکھ کی ہوں گی (سخن شعرا)

سحر حلال تصنیف مولانا اهلی شیرازی که به صنائع ذو بحرین و ذو قافیتین و تجنیس قافیه است، به خوبی تصنیف ساخته۔ ماسواے این اقسام اشعار به کمال فصاحت ازو موزوں گشته است۔ از نواب [1] نظام‌الملک ناظم صوبهٔ حیدرآباد پنج هزار روپیه نقد در صلهٔ قصیدهٔ تهنیت یافته۔ حد و حصر قابلیت او آں قدر نیست، که به شرح و بسط در آید۔ بلکه زیاده ازاں ست که در [2] قیاس گنجد۔ از دارالخلافه شاه جهان آباد طرف دکن و پورب و کلکته سیر نموده، آخرش در لکهنؤ رسیده استقامت [3] اختیار کرد۔ و راجه ٹکیت راے که دیوان نواب وزیرالممالک مرحوم و سردار کثیرالاقتدار بود، به سبب بزرگی و کمالات ایشاں نزد خود داشته، کفافے موافق اخراجات ایشاں معین گردانیده بود و بسیار اعزاز می کرد و معتقدانه پیش (می) آمد۔ آخرش به همراهی راجه موصوف [4] باز به کلکته رسیده در ۱۲۸ھ [5] سفر آخرت گزید۔ و هما نجا در مقامے که به کربلا مشهور ست، دفن یافت۔ خدایش بیامرزاد۔ به سبب (ورق ۲۶۰ ب) تحریک شاگرداں ریخته گو گاه گاهے شعر

(۱) از پیش گاه نواب نظام‌الملک به صلهٔ قصیده ده هزار روپیه را نقد و جنس ذخیره اندوخته (شیفته)

(۲) گلزار میں هے که منت کی تربیت حضرت شاه ولی‌الله محدث کے گهرانے میں هوئی۔ میر شمس‌الدین فقیر اور میر نورالدین نوید سے مشورهٔ سخن کیا۔ مصحفی نے هندی میں لکها هے که شروع میں شعر ریخته میں قائم چاند پوری سے استفاده کیا۔ "چوں نام به فارسی گوئی برآورد دراں زماں خود را شاگرد میر شمس‌الدین فقیر می گوید۔ و چندے پیش دولت حسین خاں هم آمد و شدے داشت"

(۳) ۱۱۹۱ھ میں لکهنؤ میں ان کا آنا هوا۔ میر محمد حسین فرنگی لقب ۰۰۰۰ کی مربی گری سے ممتاز الدوله مسٹر حاسن بهادر کی سرکار میں توسل انهوں نے حاصل کیا۔ اور رفاقت میں صاحب مذکور کی کلکتے آکر عمادالدوله گورنر مسٹر هشٹین جلادت جنگ بهادر کی اعانت کے باعث پیش گاه نظامت سے صوبهٔ بنگ کے خطاب ملک‌الشعرا کا ایا (گلزار)

(٤) ۱۲۰٦ھ میں نواب سرفرازالدوله حسن رضا خاں اور راجه ٹکیت راے ۰۰۰۰ لکهنؤ سے کلکتے جو تشریف لاے، تو میر فخرالدین منت بهی ساته آے، ایک تین چار روز تپ محرق ان کو عارض هوئی اور بغیر جاں کے وه تپ نه گئی (گلزار)

(٥) کذا۔ شیفته نے لکها هے که ٤۹ سال کی عمر میں ۱۲۰۸ھ میں انتقال هوا، مصحفی نے هندی میں قطعهٔ تاریخ وفات لکها هے۔ جس میں "مست کجاو زمزمه شاعری او" سے تاریخ نکالی هے، اس سے ۱۲۰۷ھ سنه وفات نکلتا هے۔ عرشی صاحب نے حاشیهٔ دستور میں کئی مادهٔ تاریخی مختلف شعرا کے درج کئے هیں، ان سب سے ۱۲۰۸ھ نکلتا هے۔ گلزار کی مندرجهٔ بالا عبارت سے مترشح هوتا هے که ۱۲۰٦ھ میں انتقال هوا۔

بیت [illegible] می گفت۔ منہ کلام۔

کسے عرض حال غم دل کا رو ہے ٭ گرہ زیر لب نغمۂ آرزو ہے

قدم رکھ گیا کون سینے پر اپنے ٭ گل داغ میں آج میدھی کی بو ہے

سمند ناز کو ٹک دی تھی فرصت جولاں ٭ پھرے ہے جب سے بھٹکتا مرا غبار ہنوز

گر اس لب جاں بخش کی اک بات سناؤں
عیسی بھی جو کچھ بولیں تو صلوات سناؤں

منت ایسے کو دل دیا تونے ٭ اے مری جان کیا کیا تونے

منت جوں شمع دل جلاتا جاتا ہے ٭ روکا کب غم . . . . جاتا ہے

کیا جانیے کیا خلش ہے سینے میں آج ٭ ہر سانس کے ساتھ جی چلا جاتا ہے

مدعی اس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے
پھر تمنا کو یہاں مژدۂ مایوسی ہے
میری ہی طرح جگر خوں ہے ترا مدت سے
اے حنا کس کی تجھے خواہش پابوسی ہے
آہ اے کثرت داغ غم خوباں کہ مدام
صفحۂ سینہ پر از جلوۂ طاؤسی ہے
تہمت عشق عبث کرتے ہیں منت مجھ پر
ہاں یہ سچ ملنے کی خوباں سے تو اک خوسی ہے
مدت میں تو اے ننگ مروت نظر آیا
کس واسطے، کیوں، خیر ہے، کیا تھا، کدھر آیا

مائل | مائل تخلص، مرزا قادر بیگ، شاگرد میر غلام علی عشرت، از طبع زاد اوست۔

جس وقت آہ لشکر غم دل پر آ پڑا
سینہ سے دل نکل کئی فرسنگ جا پڑا (ورق ۲۶۱ الف)

محمود | محمود تخلص، سید محمود خاں سلمہ اللہ تعالی، برادر زادۂ مولف است کہ بہ حلیۂ جودتِ طبع آراستہ و جدت ذہن پیراستہ است۔ ذوق شعر

گوئی در خاطرش متمکن، اصلاح شعر ازیں هیچ مدان صلاح دانسته، لیوژ لا یزال به عمر طبعی رساناد ـ ازوست ـ

ساغر صہبا بنایا میری مشتِ خاک کو
اے مغاں تحسیں کرو تم گردش افلاک کو

چشم سے میری رواں ہے اشک ہردم خون کا
خوب دیکھا تو یہ ہے دریاے قلزم خون کا

قتل کا آہنگ میرے وہ ستم گر کیا کرے
لائق فتراک کب ہے صید لاغر کیا کرے

زاہد کہیں الجھیو نہ اس بے گناہ سے ○ آیا ہے مے کدے میں جو تو خانقاہ سے

عجب نصیب ہیں میرے بھی کچھ خدا حافظ
نہ پہنچے خط کبھی کتنا لکھوں میں یا حافظ

عجب خوبی سے کاکل نے ترے چہرے کو گھیرا ہے
عجب یہ ہے کہ یک جا پر اجالا اور اندھیرا ہے

موتیوں کا جو ترا رات کو جھمکا ٹوٹا
دل لگا کہنے مجھے دیکھیو تارا ٹوٹا

ساقیا ہم کو بھی اک جام لبالب دینا
کہتے ہیں گھر میں ترے آج ہے . . . ٹوٹا

کیا قباحت ہے جو ساقی رمضاں میں میں نے
پی جو مے تھوڑی سی روزہ نہیں میرا ٹوٹا

بس کہ محمود تو رہتا ہے شکستہ خاطر
اس لیے شعر کا مضموں بھی سوجھا ٹوٹا

دنداں کو دیکھ، لب کو بھی دیکھ اور دہن کو دیکھ
اے دل ولے تو غور سے اس کے دہن کو دیکھ

(ورق ۲۶۱ ب)

جس کی خاطر ہاتھ گل دستہ کیا کہا داغ داغ
دیکھ اس غنچہ دہن کو کیوں نہ ہوں میں باغ باغ

چہرہ ہے ترا ماہ جبیں بدر کی مانند
اور زلف ہے گرد اس کے شب قدر کی مانند

رشک عیسیٰ کو ہم نے کیا دیکھا ٭ مرگ کو سامنے کھڑا دیکھا

منشی منشی تخلص، شیخ غلام علی، ساکن قصبۂ... من توابع ضلع مشرق، در سرکار صاحبان انگریز معاش بسر می برد۔ یک شعر از تصانیفش شخصے خوانده بود، ثبت گردید

سبز پگڑی کے تمہاری ہم تو جب ہوں معتقد
گر دکھاؤ شیخ جی تسبیح کا دانہ ہرا

مصحفی مصحفی تخلص غلام همدانی[1]، اصلش از قصبۂ امروهه[2]، بزرگانش در سرکار والا ملازم بودند۔ از ابتداے شباب در دار الخلافـــه بود و باش اختیار کرده۔ اشعار فارسی و هندی به فصاحت تمام می گوید۔ سخن ور مسلم الثبوت گفتنش رواست۔ صاحب تصانیف بسیار ست۔ یک دیوانِ فارسی و شش دیوان ریختہ موزوں نموده۔ و دو رسالۂ تذکره یکے فارسی و دویمی هندوی تالیف ساختہ۔ کلامش بسیار صحت محاوره دارد۔ از مدتے به سمت لکھنؤ[3] رفته، همانجا اقامت گزیده۔ در سرکار مرشد زادۂ آفاق میرزا سلیمـان شکوه بهادر دام اقباله سلسلۂ نوکری به صیغۂ شاعری درست نموده۔ اکثر قصائد در مدح مرشد زاده به کمال قوت فهم و جودت طبع تصنیف کرده و سواے این اشعـارِ (ورق ۲٦۲ الف) هر قسم از طبع ذو فنونش سرزده۔ در ایامے

(۱) شیخ همدانی (حسن)
(۲) از نجبای امروهه، مولدش اکبر پور که قصبه ای اسعت متصل دهلی، وطن بزرگانش از قدیم الحال در شاه جهان آباد. به پیشۂ تجارت بسر می برد (حسن) می گفت که مولدش بلم گڑهه است که متصل شاه جهان آباد اسعت (حاشیۂ دستور الفصاحت ص ۹۳)
(۳) بالفعل که سنه ۱۲۱۵ ه میں ایک چوده برس سو اوقات لکھنؤ میں بسر کرتا هو (گلزار)

که مشار الیه در دار الخلافه بود، مجلس مشاعره در خانه اش منعقد می شد و دراں عہــــد استادی مخدومی میرزا محمد جان بیگ سامیؔ مرحوم که به قید [حیات ؟] بوده، و در مشاعره اش می رفت و او هم گاهے براے ملاقات میرزاے مرحوم می آمد ۔ در آں وقت اورا راقم دیده است، بسیار خلیق و متواضع و کم گو بـه نظر رسیده غرض که مغتنم وقت ست ۔ شه سوار یکه تاز میدان[1] شاعری ۔ از نتائج طبع اوست ۔

شوق، سے لکھیے اگر جانب جاناں کاغذ ٭ ہو کبوتر کی طرح آپ پر افشاں کاغذ

او دامن اٹھا کے جانے والے ٭ ٹک ہم کو بھی خاک سے اٹھا لے

ایک دو گالیاں اس شوخ کی کھا رہتے ہیں
اپنا جو روز مقرر ہے سو پا رہتے ہیں

باہم ز بس که مہر و محبت نہیں رہی
کچھ ہم کو اس سے جاے شکایت نہیں رہی

زیب دامان مژہ سلک لآلی کیجے
دو گھڑی بیٹھ کے دل تو کہیں خالی کیجے

ہم دماں موسم پرواز میں یہ خوب نہیں ٭ عذر کوتہ دلی و ریختہ بالی کیجے

کس بہانے سے ترے در تلک آوے کوئی
اور جو اٹھے ہے تو کیا بات بناوے کوئی

انسان سے که جن سے ہمیں کام پڑا ہے
کیا کہیے که کن کن سے ہمیں کام پڑا ہے

بیٹھے ہیں مرے سامنے وہ میں ہوں یہ کہتا
ہاتھ اپنا اٹھا ان سے ہمیں کام پڑا ہے (ورق ٢٦٢ ب)

تنہا ترا مزاج نـہ خوں خوار گرم ہے ٭ خود اپنے قتل پر یہ گنہ گار گرم ہے

ترا کشتہ اس کو خدا جانتا ہے ٭ ہر اک زخم کو خوں بہا جانتا ہے

(١) ہرچند به تقاضای شیوۂ بسیار گویاں اکثر کلامش بر کم پایه و از لطائف خالی است، اما گزیده اشعار او در نہایت رتبت والا و مرتبت عالی ست (شیفته)

ملکا سیم تن سے ملاوے جو مجھ کو ٭ تو جانوں کہ جوڑا بنا جانتا ہے

اپنی صورت ہمیں آکر کبھی دکھلاتے ہی
تم میں الفت اگر ہوتی مرے گھر آتے ہی

اشکوں میں مرا کاش دل زار نکل جاے
جھگڑا ہی چکے جان جو یک بار نکل جاے

یا وصل میسر ہو ہمیں اس کا الہی
یا دل سے تمناے دل زار نکل جاے

نامے میں کوئی حرف نہ سنجیدہ نہ ہووے
یہ ڈر ہے کہ خاطر تری رنجیدہ نہ ہووے

ہے دیر سے نوحے کی صدا در پس محمل
فریاد کناں قیس ستم دیدہ نہ ہووے

حیف جلوے کی ترے چار طرف دھوم رہے
ہووے جو شخص کہ عاشق وہی محروم رہے

جب تلک واں رہے جینے سے رہی یاس ہمیں
کوچۂ یار کی آئی نہ ہوا راس ہمیں

ہم یہ جانیں کہ ملی حور ہمیں دنیا میں
کوئی لے جا کے بٹھا دے جو ترے پاس ہمیں

جا پڑی شب جو نظر عقد ثریا کی طرف
یاد آئے تری پازیب کے الماس ہمیں

منہ چھپاؤ نہ تم نقاب میں جان ٭ یوں ہی عاشق کی ہے عذاب میں جان
خواریاں، بدنامیاں، رسوائیاں ٭ عشق نے شکلیں یہ سب دکھلائیاں
ہم سے پوچھے کوئی عزلت کا مزہ ٭ گوشۂ صحرا ہے اور تنہائیاں
(ورق ۲۶۳ الف)

بے زخم اسے مارا شمشیر اسے کہتے ہیں
بے دام پھنسا رکھا زنجیر اسے کہتے ہیں

صورت ترے جنوں کی مانی نے جو کل دیکھی
حیران رہا وہ بھی تصویر اسے کہتے ہیں

اس تیغ کے ہیں زخم مرے تن پہ ہزاروں
جوں پھول کھلے ہوں کسی گلشن میں ہزاروں

نکلا سوار ہو جو وہ قاتل کٹار باندھ
فتراک زیں سے بس وہیں لایا شکار باندھ

برگشتہ نگہ کا جو تری تیر الٹ جائے
کھا ناوک حسرت وہیں نخچیر الٹ جائے

سیدھی نہ پڑی تیغ تری کشتے پہ تیرے
تو کیا کرے جب اس کی ہی تقدیر الٹ جائے

گریہ کس کام کا وہ جس میں کہ مژگاں ڈوبے
روئیے ایسا کہ ہر خار مغیلاں ڈوبے

تکمۂ لعل جو اس گل نے کیا زیب گلو
قلزمِ خون میں ہم تا بہ گریباں ڈوبے

دیکھیے صبح دکھاتی ہے رخ اپنا کہ نہیں
ہم اسی فکر میں ہیں اے شب ہجراں ڈوبے

دیکھیو میں بھی شب ہجر میں کیا لاؤں ہوں سانگ
آج سورج کہیں اے شامِ غریباں ڈوبے

ڈوبنے کا مجھے اپنے نہیں کچھ اندیشہ
تیری کشتی کہیں اے گنبد گرداں ڈوبے

جانے کا نہ لے نام کہ مر جائے گا کوئی
بے درد ابھی جی سے گزر جائے گا کوئی

لاشہ وہ مرا پھینک خفا ہوئیں گے دن میں
ہاتھ اپنا بھلا صاف تو کر جائے گا کوئی

شب بزم میں ہمدم اگر جا کے سو رہے
سن لیجیو کہ یار بھی کچھ کھا کے سو رہے

اٹھیں گے خاک سے وہ نہیں روز حشر بھی
جو اس گلی میں پاؤں کو پھیلا کے سو رہے (ورق ۲۶۳ ب)

شب جو آئے تھے اس کے گھر سے سمجھانے گئے
میں نہ سمجھا ہو گئے بک بک کے دیوانے گئے

غوطہ زن حسن کے دریا میں نگاہ اپنی ہے
بیدھ جاتی ہے جو پتھر میں سو آہ اپنی ہے

شاہا کہ وسیع ہے ترا دستِ سخا ٭ گزرے گئے ماہ از رہ لطف و عطا
انعام ہوا تھا جو دو شالہ مجھ کو ٭ رنگت کے لیے ہے وہ کھٹائی میں پڑا

ترا خدنگ نگہ جس کے دل سے پار ہوا ٭ نشانِ تیر تغافل وہ دل فگار ہوا

ہوا شعلہ جو میری آہ آتش ناک سے پیدا
تو ہو ویں گے شرارے خرمن افلاک سے پیدا

جب تلک تعمیر ویرانی کرے معمار عشق
سر پہ میرے رکھیو یارب سایۂ دیوار عشق

یار ہوتا ہے مرا لالہ عذار ایک نہ ایک
داغ دے جاتی ہے ہر سال بہار ایک نہ ایک

رنگت میں ہے رخسار ترا گل سے بھی نازک
زلفوں کے تری بال ہیں سنبل سے بھی نازک

میں نے بھی تیرے عشق میں کیا کیا نہیں کیا
سب کچھ کیا ہے پر تجھے رسوا نہیں کیا

میں وہ مریض ہوں تری چشمِ سیاہ کا ٭ میں نے کبھی علاجِ مسیحا نہیں کیا

شانہ اولے ہے مزے کاکل پیچاں سے لپٹ
دلِ صد چاک تو جا زلفِ پریشاں سے لپٹ

یاد میں قامت لیلی کی کیا کل مجنوں
عشق پیچے کی طرح سرو گلستاں سے لپٹ
تیغ کو کھینچ میاں قصہ مرا کوتہ کر
جاے طومار شکایت کسی عنواں سے لپٹ
بس کہا تجھ سے پرے ہو کہیں اے دست جنوں
نہ بلا ہوکے مرے چاک گریباں سے لپٹ (ورق۲٦٤ الف)

سامنے چشم کے ہر دم تری تمثال ہے آج
دل بھرا آئے نہ کیوں کر کہ برا حال ہے آج

نوک مژگاں پر کرے ہے یوں دل صد پارہ رقص
پھول گیندے کا کرے جوں بر سر فوارہ رقص

میں کون ہوں کہ منع تمناے دل کروں ٭ یوں چاہیے الگ ہو تماشاے دل کروں
ہر شب فراق یار میں کہتا ہوں میں یہی ٭ اب بچ رہوں تو صبح مداواے دل کروں

شانہ جس طرح رہے زلف پریشاں سے الجھ
یوں رہا ہاتھ مرا تار گریباں سے الجھ

نقاش کھینچنے جو لگا یار کی شبیہ ٭ چہرے کی ایک ماہ میں تیار کی شبیہ

از بس کہ مرے دیدۂ حیران میں کچھ ہے
اک آن میں دل کچھ ہے تو اک آن میں کچھ ہے

خالی ہی چلے جاتے ہیں ہم سیر چمن سے
داماں میں کچھ ہے نہ گریباں میں کچھ ہے

کیوں مجھ کو ستایا ہے بھلا اے غم ہجراں
تو دیکھ تو باقی بھی مری جان میں کچھ ہے

میں سحر تو کہتا نہیں پر جانوں ہوں اتنا
واللہ تری نرگس فتاں میں کچھ ہے

فغاں جو کنگرۂ عرش سے بلند نہ ہو
تو بام وصل کی آہ رسا کمند نہ ہو

رکھتا ضبط کوئی مجھ سا دردمند نہ ہو
شکست رنگ ہے جس کی صدا بلند نہ ہو
چاہت تری جذب اور ہی دکھلاتی ہے مجھ کو
بے تابی دل کھینچے لیے جاتی ہے مجھ کو

قتل عشاق نہ کر اتنا بھی جلاد نہ ہو ۰ شہر ہاتھوں سے ترے محشر فریاد نہ ہو
جی تو چاہے ہے دم قتل تڑپنے کو ولے ۰ ڈر ہے نقصان دم خنجر فولاد نہ ہو
(ورق ٢٦٤ ب)

کیوں نہ عشاق ہوں حیراں مجھے سودائی دیکھ
قیس نے منہ کو چھپایا مری رسوائی دیکھ
آرزو خضر کو پیدا ہوئی مر جانے کی
اس کے انداز خرامش کی مسیحائی دیکھ
میں وہ بے کس ہوں کہ اے مصحفی ہوتا ہے مدام
در و دیوار کو رونا مری تنہائی دیکھ

بالوں کے اس کے دیکھ کے میں مبتلا ہوا
بالوں کا کھولنا مرے حق میں بلا ہوا

یہ دم اس کے وقت رخصت بہ صد اضطراب اٹھا
کہ بہ سوئے دل مژہ سے وہیں خون ناب اٹھا
جو ہیں آشنائے مشرب وہ کسی سے ہوں نہ سائل
اسی واسطے رہے ہے قدح شراب اٹھا

پہلوئے دل میں رات جو اس کا خدنگ تھا
آمد شد نفس پہ مرے عرصہ تنگ تھا
آج اس کی خاک پر وہ گیا رخش کیں کدا
کل جس کے خوں سے دامن زیں لالہ رنگ تھا

یوں ہے پر دود ترے سوختہ تن کا کپڑا
شمع پر جیسے ہو فانوس کہن کا کپڑا

تیرے بیمار کی حالت ہے یہ دگرگوں ہے کہ آج[؟]
لوگ اپنے گئے ہیں اس کے کفن کا کپڑا

جذب معشوق اگر حب کے عمل میں ہوتا
شب کو کیوں دست تہی اپنی بغل میں ہوتا

گریۂ مجنوں سے جو طغیان ہوا ہے آب کا
گرد باد دشت میں عالم ہے اب گرداب کا

ہیں تڑپتی خوں میں لاکھوں آرزوئیں کشتہ یاں
ہے دل عاشق نمونـــہ خانۂ قصاب کا

آکے یک شب جو کبھی گھر میں مرے یار رہا
مدعی رشک کے مارے پس دیوار رہا

تھا مگر تربت فرہاد پہ کوئی روتا
رات شیون طرف دامن کہسار رہا (ورق۲٦۵ الف)

شب کہ میں بیمار درد دوری جانانہ تھا
شمع بالیں آہ تھی لخت جگر پروانہ تھا

نقشہ تری آنکھوں کا مجھے یاد دلایا ٭ یہ باغ میں نرگس نے نیا پھول کھلایا

وہ نہیں میں کہ گل و لالۂ و ریحان مانگوں
باغ باں دیوے تو ستر کو مغیلان مانگوں

آشیاں . . . جگہ مجھ کو بھی دو گلشن میں
اور کیا تم سے میں اے زمزمہ سنجاں مانگوں

پاس ادب سے گرچہ کہ ضبط فغاں کروں
لیکن شکست رنگ کو کیوں کر نہاں کروں

اس تحفۂ حقیر سے آتی ہے مجھ کو شرم
کیا نذر برق خار و خس آشیاں کروں

کر قتل مجھے خوباں دریا میں بہادیویں
اس گریۂ و زاری کی لازم ہے جزا دیویں

اے کاش ... کو یہ سوجھے کہ اب مجھ کو
یا یار ملا دیویں یا زہر کھلا دیویں

شب ہجراں کی جو آمد سے دہل جاتا ہوں
وہ جو آتی ہے تو میں گھر سے نکل جاتا ہوں

اژدہائے شب یلدا نے کہا وصل کی شب
غم نہ کھا آج میں ... کو نکل جاتا ہوں

یادگار گزشتگاں ہیں ہم ٭ خوب دیکھا تو پھر کہاں ہیں ہم
آلودگی تن سے اگر پاک ہوئے ہم ٭ تو دیکھیو خود شعلۂ ادراک ہوئے ہم
... کہ نہ تھے رتبۂ اقبال کو پہنچے ٭ جس روز ترے بستۂ فتراک ہوئے ہم

گل رو تو اس روش کے بہت کم جہاں میں ہیں
شکوے ہزار تم سے دل بدگماں میں ہیں

اغلب کہ حشر کو بھی نہ جاگیں گے شور سے
وہ کشتگان یاس جو خواب گراں میں ہیں

(ورق ٢٦٥ ب)

واں غیر سے وہ بستر گل پر ہے ہم کنار
اور یاں تپ فراق سے کانٹے زباں میں ہیں

زانو پہ سر دھرے ہوئے بیٹھے ہیں واہ واہ
وارفتگان عشق کے بھی کیا جہاں میں ہیں

دیتے ہیں اک نگاہ میں مردے کو عمر خضر
ایسے بھی لوگ کشور ہندوستاں میں ہیں

حاصل ہوا ہے یہ تری مژگاں کے عشق سے
صد سوزن الم مرے ہر استخواں میں ہیں

اے فلک آپ کو اتنا جو پھرایا تونے ٭ کوئی معشوق بھی عاشق سے ملایا تونے

طاق پر [illegible] گوشۂ انگور دھرا رہتا ہے ٭ یاں علاج دل رنجور دھرا رہتا ہے

اس کے رخ پر جو خط نکل آیا ٭ جرم خورشید میں خلل آیا

یارب . . . . تو رخ آرزوے دل دکھلا

خواب میں تو کبھو وہ حور شمائل دکھلا

صورت یاس نہ اے آئنۂ دل دکھلا

جس سے ہو زندہ ہوس پھر وہ شمائل دکھلا

. . . . بالیں پہ میری شب کہ وہ مہ پارہ تھا

ہر نگاہ یاس میں سامان صد نظارہ تھا

بھر دیا اب میں نے اس کی ہر جراحت میں نمک

داغ دل اپنا کبھی چشمک زن سیارہ تھا

شب جوش غم کہ سلسلہ جنبان نالہ تھا

لخت جگر کے ہاتھ میں دامان نالہ تھا

مہر سکوت وا نہ ہوئی لب سے ورنہ آہ

کیا کیا شب فراق میں سامان نالہ تھا

گر نالۂ رنگیں دل ناشاد کرے گا ٭ تو کنج قفس میں چمن آباد کرے گا

محشر میں جو پائی دل رنجور نے طاقت ٭ تم دیکھیو فریاد سی فریاد کرے گا

(ورق ۲٦٦ الف)

بالیں پہ مری عیسی مریم کو نہ لاؤ ٭ وہ خاک علاج دل ناشاد کرے گا

پڑھتا ہے کب ہمارا وہ رشک ماہ کاغذ

کرتے ہیں گھر میں بیٹھے ناحق سیاہ کاغذ

یوں خط چین جبیں سے ہے وہ چہرہ شان پر

جس طرح ہوتا ہے طغرا خوش نما قرآن پر

کہنے کا مرے شعر کا انداز ہے کچھ اور

سحر اور ہے اور رتبۂ اعجاز ہے کچھ اور

---

(۱) کذا

کیا تازہ کوئی غنچہ کھلا آج چمن میں
جو مرغ نواسنج کی آواز ہے کچھ اور

مخمسہ ہے مرا زمزمۂ طائر قدسی ٥ اور نغمۂ مرغان خوش آواز ہے کچھ اور

کوچۂ یار سے آوارہ مری خاک نہ کر
یہ ستم مجھ پہ تو اے گردش افلاک نہ کر

اس کو رہنے دے پڑا یوں ہی غشی میں لیلی
گرد رخسارۂ مجنوں تو ابھی پاک نہ کر

یہ رنگینی نہیں دیکھی رخ گل ہائے بستاں پر
کف پا کا مرے احسان ہے خار مغیلاں پر

مقتل میں تھی نگاہ مری یار کی طرف
دیکھا نہ ہاتھ اور نہ تروار کی طرف

جلتا ہوں سوز رشک سے کیوں چشم آفتاب
تکتی ہے تیرے رخنۂ دیوار کی طرف

اللہ رے ادب کہ دم ذبح رہ گیا
کچھ اٹھ کے ہاتھ دامن خوں خوار کی طرف

نہ اس ادا پہ کرے کیوں کہ گل گریباں چاک
کہ آستیں میں رکھے ہیں نازنیناں چاک

دراز دستی عفو خدا سے کیا ہے بعید
جو ہووے نامۂ اعمال اہل عصیاں چاک

دن بہ دن ہوتا ہے افزوں واں خودآرائی کا رنگ
یاں اڑا جاتا ہے رخسار شکیبائی کا رنگ (ورق ٢٦٦ ب)

سینہ جلتا ہے تپ عشق میں اکثر اپنا
ہاتھ رہتا ہے اسی واسطے دل پر اپنا

وہ جوانی تھی چلی پیچھے گری اوپر برق
منہ پھرایا جو کل اس شوخ نے ہنس کر اپنا

زہس کہ گریہ سے فرصت ہمیں نہیں دن رات
رہی ہے دیدۂ گریاں پہ آستیں دن رات

دیکھ اس رشک پری کی باغ میں آنے کی طرح
گل گریباں پھاڑتا ہے اپنا دیوانے کی طرح

لائی تو یاں تلک مجھے تقدیر کھینچ کر
پھر دیر کیا ہے آئیے شمشیر کھینچ کر

ہماری طرف آپ کم دیکھتے ہیں ٭ وہ آنکھیں نہیں اب جو ہم دیکھتے ہیں

گر اپنا حال غم سے ترے تنگ ہے تو ہو
آنکھوں کا اشک سرخ سے یہ رنگ ہے تو ہو

ہم جی سے خفا بیٹھے ہیں آؤ نہ ادھر دیکھو
تروار لیے ہاتھ میں جاتے ہو کدھر دیکھو

اے مصحفی میں آہ کی سوزن سے شب وصل
کرتا ہوں رفو چاک گریبان سحر کو

آن میں اس کی نکلتی ہیں ادائیں لاکھوں
کیوں نہ دوں اس کو بھلا دل سے دعائیں لاکھوں

کیوں نہ لوں وصل کی شب تیری بلائیں لاکھوں
میں نے اس واسطے مانگی ہیں دعائیں لاکھوں

کوچۂ زلف میں اک رات مرا دل جو گیا
چمٹیاں اس سے وہیں اٹھ کے بلائیں لاکھوں

کشتہ میں اس کی ہوں برہم زدن مژگاں کا
لے کردن چشم میں جس کی ہیں ادائیں لاکھوں

کبھی جو یار کی پلکیں دوچار ہوتی ہیں
تو برچھیاں سی کلیجے کے پار ہوتی ہیں

(۱) کذا

آتا ہے کس انداز سے تم ناز تو دیکھو و انداز خرام بت طناز تو دیکو
(ورق ۲۶۷ الف)

دامن ہے مرے ہاتھ میں اب ہجر کی شب کا
مطلق نہیں مشتاق ہوں میں روز طرب کا
افسوس کہ کرتا نہیں آرام لحد میں
تا روز چرا کہتہ تری جنبش لب کا
اس کشتہ صدقے میں کہ ہنگام تپیدن [؟]
جس نے نہ دیا ہاتھ سے دامان ادب کا

غم اس کا کچھ نہیں گر مجھ سے آشیاں چھوٹا
غم اس کا ہے کہ بہاراں میں گلستاں چھوٹا
شب فراق یہ حالت رہی کہ صبح تلک
. . . . سے زمیں اور نہ آسماں چھوٹا

شب کہ پہلو میں تڑپتا دل شیدائی تھا
کچھ غم ہجر کچھ اندیشۂ رسوائی تھا
میں کہاں اور تو کہاں ایک تصور میں ترے
اتنا جانوں ہوں کہ تاراج شکیبائی تھا
یاں فرشتے نظر آتے ہیں مجھے ہجر کی شب
وہ وہاں آئنے میں محو خود آرائی تھا

ناقے کے پیچھے کل جو وہ اک گرد باد تھا
کہتے ہیں قیس جس کو وہی نامراد تھا

صورت ایسی دیکھ بھولے کیوں نہ بات آئی ہوی
سرو سا قد ، چاند سا منہ ، گات گدرائی ہوی
ایک تو بالی بلا تھی اب ہوا بالا بلا
یہ بلا نازل ہمارے سر پہ بالائی ہوی

میں وہ نہیں ہوں کہ اس بت (سے) دل مرا پھر جائے
پھروں میں اس سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جائے

ہے یہ وہ درد کہ جس درد کا چارہ ہی نہیں
واں لڑی آنکھ یہاں [؟] اپنا گزارا ہی نہیں

ملنے کی کسی طرح سے امید تو ہووے ٭ ہووے گی جو رسوائی جاوید تو ہووے
ہم اس کو سناویں گے شب ہجر کا قصہ ٭ مشرق سے نمایاں کہیں خورشید تو ہووے

ملنے کا تم کو وعدہ ہر صبح و شام کرنا
یعنی اس آرزو میں ہم کو تمام کرنا
آتا ہوں میں ادھر سے کوچے گلی میں ہوکر
تو بھی گزر ادھر سے بالائے بام کرنا

بے لطف نہیں انجم رخشاں کا تماشا ٭ راتوں کو دکھاتے ہیں چراغاں کا تماشا
تنہا نہ قیس دل شدہ دیوانہ س گیا ٭ یہ عشق وہ ہے جس میں سر کوہ کن گیا
گریے کا حال پوچھتے کیا ہو کہ ہم نشیں ٭ میں روتے روتے اشک کا پتلا تو بن گیا

گو ہم نے کیا الفت خوباں سے کنارا
جب عشق کرے اس دل نالاں سے کنارا

سچ ہے کہ وہ محبوس بڑے رنج سے چھوٹے
جو جی سے گزر کر گئے زنداں سے کنارا
شاید نظر آتا ہے اسے دور سے مجنوں
ناقے نے کیا ہے جو مغیلاں سے کنارا
نظارگیاں چمن حسن کو تیرے
گلشن سے ہے پرہیز گلستاں سے کنارا
یوں گلہ کب مجھے ہم دردی ایام سے تھا
عشق جب تک کہ نہ تھا راحت و آرام سے تھا
اپنے ہاتھوں سے گلاب اپنے تو کشتہ پہ چھڑک
یہ بھی آخر تو کبھو زمرۂ خدام سے تھا

مرتے دم بھی نہ گیا اس کی گلی کے صدقے
مجھ کو اتنا ہی گلہ گردش ایام سے تھا

رنگ شگفتگی پہ چمن جلد آگیا ٭ جھونکا نسیم صبح کا آتش لگا گیا
آیا یہ وقت شام وہ ۔ ۔ ۔ نقاب ٭ خجلت سے آفتاب زمیں میں سما گیا
(ورق ۲٦۸ الف)

باز نالے سے نہ آیا دل نالاں میرا
شیشہ خانہ ھی رھا کلبۂ احزاں میرا
جرس قافلہ کب تھا دل نالاں میرا
شور ھے اب تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا
جوں جوں وہ مجھ سے کھنچے ھے میں رکا جاتا ھوں
ھے مگر دست تغافل میں گریباں میرا

عیسی کنے نہیں ترے بیمار کی دوا ٭ کیا سود بخشے پھر اسے بارار کی دوا

میں ھجر میں کب خون حگر پی نہیں رھتا
کیا کیجیے تجھ بن تو مرا جی نہیں رھتا
فریاد کناں آئے ھے مجنوں پس محمل
رفتار سے پر ناقۂ لیلی نہیں رھتا
آھوں کے شراروں سے شب ھجر میں تیری
کب طور جگر وقف تجلی نہیں رھتا
شیشۂ توبہ ھمارا جو کبھو ٹوٹ گیا
وائے حسرت کہ وھیں مے کا سبو ٹوٹ گیا
بس کہ دیوانہ ترا شوریدہ زیر خاک تھا
بعد مردن بھی گریبان کفن صد چاک تھا
کس کے ھونٹوں کی مسی شب دیکھ میں آیا تھا آہ
صبح تک لب پر مرے اک دود حسرت ناک تھا

کاسۂ سر کو مرے ٹھکرا کے کیوں چلتی ہے خلق
اک دن یہ بھی کسی کا زینت فتراک تھا
جس دن ترے کوچے سے گزر اپنا ہوا تھا
اک وادی وحشت میں گزر اپنا ہوا تھا
ہم تو بھی محبت سے نہ باز آئے اگرچہ
سو بار محبت میں ضرر اپنا ہوا تھا
اک دن نہ ہوا زینتِ گوش اس کا و گر نہ
ہر شعر بہ ار سلکِ گہر اپنا ہوا تھا
دور سے جب کہیں صحرا میں غبار اٹھتا ہے
لیلی وہ آئی تھی پھر قیس پکار اٹھتا ہے (ورق ۲٦٨ ب)
کل جو میں نے اس سے اپنا درد تنہائی کہا
اس نے سن سن کر مجھے یک بار سودائی کہا
میں جو ملنے کو گیا مجنوں نے کھول آغوش شوق
بہر تعظیم اٹھ کے مجھ کو آئیے بھائی کہا
شہر لیلی پر جو یوں یک بارگی ۰ ۰ ۰ آگیا
کس نے اس سے قصۂ مجنون صحرائی کہا
جب اشاروں کو نہ سمجھا نرگس لیلی کے قیس
زیر لب ھنس کر اسے کافر نے صحرائی کہا
یوں خاک میں فلک مجھے تونے ملا دیا ٭ گویا کہ مجھ کو خاک کا پتلا بنا دیا
نہ نامہ ، نہ پیام ، نہ قاصد ہے ، آفریں ! ٭ تم نے تو یک قلم ہمیں جی سے بھلا دیا
ہے طرفہ ماجرا مرے قاتل کے سامنے
بسمل اک اور تڑپے ہے بسمل کے سامنے
لیلی سے کہدو یہ کہ ذرا دیکھ تو سہی
توڑے ہے قیس دم ترے محمل کے سامنے

جب سے ہوی ہے اس کو غیروں سے راہ پیدا
بے اختیار جی سے ہوتی ہے آہ پیدا
آنکھوں کے تیری کشتے مدفوں ہوئے ہیں جس جا
ہوتی ہے واں سے نرگس جائے گیاہ پیدا
حالِ دلِ شوریدہ کو دامان پہ لکھا
باقی جو رہا تھا سو گریبان پہ لکھا
زخمی نے ترے تیر کے احوال دل اپنا
خوں سے جگر سے [؟] پر و پیکان پہ لکھا
کیا غیر کا خطرہ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
یہ منہ مجھے میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
مرتا ہے کوئی . پھر کے نظر دیکھتے جاؤ
جاتے تو ہو گھر لیکن ادھر دیکھتے جاؤ
ہنستے ہوے کیا سیر کو گلشن کی چلے ہو
میرا بھی تو یہ داغ جگر دیکھتے جاؤ (ورق ۲۶۹ الف)
کیا حسن سے اس کے ہو خبر اہل زمیں کو
سورج نے بھی دیکھا نہیں جس پردہ نشیں کو
یہ حسن وہ شے ہے کہ اگر سر کو اٹھاوے
پروانہ بنادے پر جبریل امیں کو
چھیڑا ہے کس نے تجھ کو جو چیں بر جبیں ہے تو
کس کشتنی پہ یار تنا خشمگیں ہے تو
گر روزِ حشر ہو تو ترے منہ پہ یوں کہوں
آ محکمے میں کیوں مرا قاتل نہیں ہے تو
کل آسماں تلک نہ قدم رکھ سکا چہ خوش
اے نالہ آج عازمِ عرشِ بریں ہے تو

اے دوزخِ فراق جلا تیرے ہاتھ سے
کس دردمند کا نفسِ آتشیں ہے تو

آنکھیں نہ چرا مجھ سے مری جان ادھر دیکھ
اے میں تری اس چشم کے قرباں ادھر دیکھ
ہم بھی ہیں ترے حسن کے حیران ادھر دیکھ
کیا آئنہ دیکھے ہے مری جان ادھر دیکھ

جس جا کہ نہ ہووے پر و پیکان کا صرفہ
عاشق وہ نہیں پھر جو کرے جان کا صرفہ

کیا کھینچے ہے خود کو دور اللہ ٭ اللہ رے ترا غرور اللہ

ہم نے جانا تھا کریں گے آج جاناں پہ نگاہ
رہ گئی ضعف سے اکثر سر مژگاں پہ نگاہ [؟]

اٹھنے سے ترے شور قیامت بھی گیا بیٹھ ٭ اے فتنۂ برخاستہ از بہر خدا بیٹھ

. . . لب اس صنم کے ہیں جوں بات تحفہ
پھر اس پہ اتنی تلخی یہ بھی ہے بات تحفہ

دم بہ دم لب پہ مرے . . . . . . آہ
سر اٹھانے نہیں دیتا ہے یہ کیا درد ہے آہ

گئے وہ دن کہ کبھی دل کی جگہ تھا پیکاں
جائے دل اب مرے پہلو میں ترا درد ہے آہ (ورق ٢٦٩ ب)

عشق کا درد نہ ہووے کسی دشمن کو نصیب
جان جاتی ہے چلی یہ تو برا درد ہے آہ

صدمۂ ہجر سے شاید کہ ہوا خاک جگر
آج تو کچھ مرے پہلو میں بلا درد ہے آہ

زمانے کا چلن یکساں نہیں کچھ
کہیں کچھ ہے، کہیں کچھ ہے، کہیں کچھ

آخری ہم سے سنو بلبلِ خوش الحاں کے
کہ سدا نغمہ سرا تھے چمن و ستاں کے

دیدۂ شیر سے اگتے ہیں مری آنکھوں میں
ہول ناک ایسے ہی تارے یہ شبِ ہجراں کے

خار صحرائے جنوں دست درازی سے تری
چاک جاتے ہیں گریباں کو مرے داماں کے

حوصلہ دیکھیے میرا کہ بغل میں میری
ایک دل جس پہ ہیں سو زخم ترے پیکاں کے

. . . . . کشتوں کے ترے مدفن سے
پھول اگتے ہیں بہم لالۂ و نافرماں کے

انداز کے صدقے ہیں نہ ہم ناز کے صدقے
پردے سے ہیں اس نرمی آواز کے صدقے

اک ایسے ہی وحشی کو مرا رام کیا ہے
بے طاقتیِ دل نے عجب کام کیا ہے

میں ہوں وہ قدح کش کہ جسے پیرِ مغاں نے
سرِ حلقۂ رندانِ مے آشام کیا ہے

اک حرفِ تمنا تھا مرے دل میں سو میں نے
وہ بھی گروِ نامۂ و پیغام کیا ہے

اس رشک مہ کی یاد دلاتی ہے چاندنی ٭ ہر رات مجھ کو آکے ستاتی ہے چاندنی

کیا عہد کوئی اس بتِ سفاک سے باندھے
سر کاٹ کے عاشق کا جو فتراک سے باندھے

مژگاں نہ کبھی سدِ رہِ اشکِ رواں ہوں
دریا کو نہ کوئی خس و خاشاک سے باندھے (ورق ۲۷۰ الف)

دریائے سرشک اپنا جو طغیاں پر آوے ٭ دامن کو وہیں دامنِ افلاک سے باندھے

جب تک کہ میرے دل میں تری آرزو رہے ۞ یہ آرزو ہے مجھ کو کہ تو خوب رو رہے
میں نے کہا جو اس سے کہ آؤ نہ جانِ من ۞ بولا کہ میرے ساتھ نہ یہ گفتگو رہے
بوسہ لیا ہو جس نے کبھی تیری زلف کا ۞ مرجائے پھر بھی اس کا دھن مشک بو رہے

اس نزاکت پر پھریں ہم کیوں نہ گل کھائے ہوئے
پھرتے ہو شبنم کا جامہ بر میں پھڑکائے ہوئے

عمر گزری ہے ہمیں گریۂ و زاری کرتے
کاش ہم اس بتِ کافر سے نہ یاری کرتے

مصحفی لوگ ہیں اس وقت کے سب مردہ پسند
بد نہ تھا ہم بھی تخلص جو فراری کرتے

نہ کہیں صبح بھی ہوتی ہے نہ خواب آتا ہے
رات کیا آتی ہے اک مجھ پہ عذاب آتا ہے

ہم تو بیٹھے ہی رہے یار کے در کے آگے
کھائیں سو ٹھوکریں پر واں سے نہ سرکے آگے

دجلۂ خشک کے مانند نظر آتا ہے ۞ پاٹ دریا کا مرے دیدۂ تر کے آگے
نہ غمِ عاشقِ رسوا ہے تجھے ۞ نہ خیالِ دلِ شیدا ہے تجھے

آنکھوں سے رواں خونِ دلِ ریش رہے ہے
یاں روز یہی واقعہ در پیش رہے ہے

جب سے اس شوخ نے شمشیر و سپر باندھی ہے
ہم نے بھی خون پہ یاں اپنے کمر باندھی ہے

اول تو یہ دھج اور یہ رفتار غضب ہے
تس پر تری پازیب کی جھنکار غضب ہے (ورق ۲۷۰ ب)

گر اور بھی ہوسِ امتحان باقی ہے ۞ لگاؤ تیغ کہ یاں نیم جان باقی ہے
نہ کرو دیر میرے قتل میں تم آؤ بھی ۞ گر نہیں تیغ تو خنجر ہے میاں لاؤ بھی
تری واں تغافل شعاری میں گزری ۞ مری یاں سدا آہ و زاری میں گزری

سخت نازک ہے میاں موے کمر رشتے سے
اس کے واقف ہو میاں، کیا کوئی سر رشتے سے

پوچھا جو میں نے اس سے صاحب کا نام کیا ہے
کہنے لگا نجھے کیا چل تجھ کو کام کیا ہے

کس طرح شام فراق اپنی سحر ہوتی ہے
دیکھیے آج کی شب کیوں کہ بسر ہوتی ہے

شب ہجراں میں تری شمع نمط عاشق کی
آستیں دیدۂ نم ناک کی تر ہوتی ہے

وہ جس دم ہاتھ اپنا قبضۂ خنجر پہ رکھتا ہے
تکلف بر طرف منت ہمارے سر پہ رکھتا ہے

دل لگا جس کا تری خوبی رخسار میں ہے
دھیان اس کا ہے وہیں گو کہ وہ گلزار میں ہے

ہم ہیں اور گرمی خورشید ہے اور صحرا ہے
وقت خوش اس کا جو اس سایۂ دیوار میں ہے

گل کترے نہ بلبل مری فریاد کے آگے
سر سبز ہو شاگرد کب استاد کے آگے

فراغت میں بتاں کی صورت دل خواہ یاد آوے
پڑے جب کچھ مصیبت تب ہمیں اللہ یاد آوے

ہے ماہ کہ آفتاب کیا ہے ٭ دیکھو تو تہ نقاب کیا ہے

بیٹھ کر وہ جہاں سے اٹھا ہے ٭ ایک فتنہ وہاں سے اٹھا ہے

سینے پہ لٹکتی نہیں زنجیر طلا کی ٭ چاندی کے ورق پر ہے یہ تحریر طلا کی

(ورق ۲۷۱ الف)

افشانِ طلائی سے تمہارا خمِ ابرو
آتا ہے نظر جب، سے [؟] کہ شمشیر طلا کی

رگِ مژگاں سے مری ۰۰۰ خوں جاری ہے
پھر مگر یار تجھے قصدِ دل آزاری ہے
غنچہ فندق سے ہے آلودہ بہ خوں شاخوں پر
لالہ آتش زدۂ چہـرۂ گل ناری ہے
یاد میں سبزۂ خط کی وہ ہوا تھا شاید
سائباں تربتِ عاشق کا جو زنگاری ہے
پہنچ اے برق محبت کہ پئے خرمنِ غم
نفسِ سوختہ خواہـاں مددگاری ہے
درد دل کا نہیں ہوتا ہے مسیحا سے علاج
مصحفی یہ بھی عجب طرح کی بیماری ہے

نقاش اس کا نقشۂ ابرو نکال کے ٭ کرتا تھا شام عید مقابل ہلال کے
جب دور چرخ اہل مصیبت سے باج لے ٭ کیا نامِ عشق پھر کوئی عاشق مزاج لے

کیا جانے کل جیوں نہ جیوں تیرے ہجر میں
لینا ہے دل تو اس کو مری جان آج لے
گلشن کی آرزو، نہ چمن کی ہوا مجھے
میں خاک رہ ہوں، چھیڑ نہ باد صبا مجھے
دل نہ بہلا کسی کا ہو زمزمۂ ہزار سے
بوئے کبابِ سوختہ آتی ہے لالہ زار سے
پھر دامنِ مژگاں ہم گل ریز لگے کرنے
پھر خونِ دل اشکوں میں آمیز لگے کرنے

نسیمِ گل سے مجھے بوئے یار آتی ہے ٭ گلی سے کس کی یہ باد بہار آتی ہے
الٰہی تو مجھے جیتا نہ رکھیو اس دن کو ٭ سنا ہے یہ کہ شبِ انتظار آتی ہے

برق چمکی جو چمن میں ترے رخساروں سے
جا لگے مرغِ چمن باغ کی دیواروں سے (ورق ۲۷۱ ب)

کیا زمیں پر یہ تنِ زار نمایاں هووے ۞ دیدۂ مور کہ جب سایۂ مژگاں هووے
نالے سے قصرِ چرخِ جفا کار توڑیے ۞ یعنی بناے ظلم کی دیوار توڑیے

قاتل کی مرے سر پہ جو شمشیر نہ آئی
جرم اس کا هے کیا رحم پہ تقدیر نہ آئی
جیسے کہ وہ اے دلِ دلگیر نہ آئی [؟]
هرگز مرض‌الموت کی تدبیر نہ آئی
کیا تجھ کو شبِ وصل میں جلدی یہ پڑی تھی
اے صبح ذرا اور بہ تاخیر نہ آئی
بازو مرے قاتل کا لگا درد جو کرنے
کیوں تو هی اجل کھینچ کے شمشیر نہ آئی
پرساں تو مرے حال کا وہ شوخ هوا تھا
کم بخت زباں بر سر تقریر نہ آئی
خوش خوش جو گلستاں میں نسیم سحر آئی
شاید کہ کوئی گل کی کلی رنگ پر آئی
محکوم تھی شب بس کہ وہ تصویرِ خیالی
جب میں نے کہا بیش تر آ، بیش تر آئی
. . . . . . کی کبھی اس کو . . . . . .
اک برق بلا جان پہ عاشق کی پڑی هے
مرتے دم یاد بتانِ سرو قامت لے گئے
هم تو تربت میں بھی ساتھ اپنے قیامت لے گئے
وصل کی شب هی نہ یارب کیوں نہ موت آئی مجھے
تا نظر آتا نہ روئے روز تنہائی مجھے

لپٹی هے وهاں زلفِ گرہ گیر گلے سے ۞ مانوس هے یاں عشق کی زنجیر گلے سے

دنیا میں چار چیز دیکھی بے اصل
پوچھے جو کوئی مجھ سے کروں اس کا بیان

. . . کی نوکری ۔ زن غیر نکاح ٭ ہم سایے کی دوستی ، کرایے کا مکان
(ورق ۲۷۲ الف)

آج کچھ سینے میں دل ھے خود بہ خود بے تاب سا
کر رھا ھے بے قراری پارۂ سیماب سا

فسانہ یک طرف شب ھاے ھجراں کی درازی کا
قیامت ماجرا نالوں کی ھے ھنگامہ سازی کا

رو کے ان آنکھوں نے دریا کردیا ٭ ابر کو پانی سے پتلا کردیا
جب عارض گل رنگ سے خط اس نے نکالا ٭ بلبل نے کہا سلمہ اللہ تعالی

بھرا ھے وہ مری چشم پر آب میں دریا
بہ وقتِ گریہ ھے یاں کس حساب میں دریا

دم رات لبوں پر آ رھا تھا ٭ مرنے میں ھمارے کیا رھا تھا

رباعی

میں نے جو مرض اپنا یہ اظہار کیا ٭ پھر نام دوا کا نہ طبیبوں نے لیا
عیسی کی بھی کرچکا میں کتنی منت ٭ اس نے بھی مجھے جواب شافی نہ دیا

دست قاصد سے خط اس بت نے جو لے کر کھولا
اس نے واں اپنی ھی تقریب کا دفتر کھولا

ھوتے ھی تیغ جفا سے اس کی بسمل رہ گیا
واے وہ بسمل کہ پیشِ پاے قاتل رہ گیا

کرچکا جب ناقہ طے منزل ، یہ لیلی نے کہا
ھاے قیسِ ناتواں دنبالِ محمل رہ گیا

جب یہ کہتا ھوں مرا حال بھی کچھ یار سنا
سن کے اس بات کو جاتا ھے وہ دو چار سنا

وہ قد ھے کہ یارب قیامت کا ٹکڑا ٭ یہ دل ھے کہ صحراے وحشت کا ٹکڑا
چشم آفت و طرز نگہ سرمئی آفت ٭ آفت پہ نظر آتی ھے یاں اک نئی آفت

آفت ھے وہ قد، تس پہ یہ رفتار قیامت ٭ برپا نہ ھو کیوں کر سر بازار قیامت

(ورق ۲۷۲ ب)

جوں ھوویں منقش خط گل زار سے کاغذ
گل ریز ھوا یوں مرے اشعار سے کاغذ

لکھنے کو مرا محضرِ خوں وہ بتِ کافر
رنگین ھی منگوائے ھے بازار سے کاغذ

ھے شک جو غلامی میں مری تم کو تو صاحب
لیجے نہ لکھا اپنے گنہ گار سے کاغذ

جانے کا سراغ اپنے بتاتے ھو کہیں اور ٭ یہ طرز تماشا ھے کہ جاتے ھو کہیں اور
حال دلِ بے قرار ھے اور ٭ شاید کہ خیال یار ھے اور

سان پر رکھوا کے کی ھے اس نے پھر تروار تیز
پھر نظر آتا ھے ھوتا مرگ کا بازار تیز

بیش پا اس کے ھوے از بس کشتی بسمل تمام
خوں سے افشاں ھوگیا ھے دامن قاتل تمام

کیا خط و کتابت اسے تحریر کریں ھم
خود جاویں تو کچھ آپ ھی تقریر کریں ھم

دل مفت میں اسیر بلا ھو تو کیا کروں ٭ نظارہ باز زلف دوتا ھو تو کیا کروں

نہ مانوں یہ کہ میں دیوانہ ویرانے میں رہتا ھوں
خیال روے خوباں سے پری خانے میں رہتا ھوں

یا وہ غارت گرِ جاں آے کہیں ٭ یا مرا دم ھی نکل جاے کہیں

آنکھوں کو پھوڑ ڈالوں یا دل کو توڑ ڈالوں
تا عشق کی پکڑ گردن مروڑ ڈالوں [؟]

کیا دخل ھے دل سے مرض عشق جدا ھو
ممکن نہیں اس درد کی دنیا میں دوا ھو

بہت سے بحر محبت میں ہم نے مارے ھاتھ
لگا نہ ساحل مقصود پر ھمارے ھاتھ

اے آہ دستِ تفتۂ چرخ بلند باندھ ٭ وے نالہ جا گلوے زحل میں کمند باندھ
(ورق۲۷۳الف)

میلانِ طبیعت نہ مرا گل کی طرف ھے
کچھ ھے بھی تو ھاں نالۂ بلبل کی طرف ھے

گر پاس مرا کچھ بھی ھو محبوب کو میرے
پرزے نہ کرے پڑھ کے وہ مکتوب کو میرے

کیا کیا نہیں ھنگامہ ھر اک شعر میں اپنے
ٹک دیکھ تو دیوانِ پر آشوب کو میرے

جو غم زدہ فرقت میں تری جی سے گزر جاے
افسوس عزا پرسی کو تو اس کے (نہ) گھر جاے

جو بام سے وہ پری رو نہ سر بلند کرے
بھلا بہ روزنِ دیوار تو نہ بند کرے

دکھاؤں میں تری تصویر پیر کنعان؟ کو
یہ ڈر ھے پر نہ کہیں اس کو وہ پسند کرے

کبریائی کی ادا تجھ میں ھے ٭ گرچہ تو بت ھے خدا تجھ میں ھے

اس عشق و جنوں میں نہ گریبان کا ڈر ھے
یہ بات وہ ھے جس میں ھمیں جان کا ڈر ھے

فرصت ملے جو تم کو کسی رات دو گھڑی
کر جائیے کسی سے ملاقات دو گھڑی

کیا ستاتی ھے یہ ھجران کی شبِ تار مجھے
کاٹنے دوڑے ھے تجھ بن در و دیوار مجھے

نامہ آتا ھے، نہ قاصد، نہ خبر آتی ھے
بات بگڑی ھوی کچھ مجھ کو نظر آتی ھے

گو نہ صورت کو دکھا او بتِ طناز اپنی
پسِ دیوار سنا جا مجھے آواز اپنی
آ گیا اس کو بھی غش میری طرح آئنے میں
جو ۰ ۰ ۰ ۰ دیکھی نگہ حوصلہ پرداز اپنی

دل بر کی تمنائے سر و دوش میں مر جائے
کیا یوں ھی کوئی حسرتِ آغوش میں مر جائے
قبر اس کی پہ لازم ھے خمِ مے کا چڑھانا
جو مست کہ عشق بت مے نوش میں مر جائے (ورق ۲۷۳ ب)
ھے طرفہ اذیت، کوئی کس طرح خدایا
یاد صنمِ وعدہ فراموش میں مرجائے

رھا نہیں قلقِ دل پر اختیار مجھے
رفیق میرے ملامت کریں ھزار مجھے
لحد میں بھی مری آنکھیں کھلی تھیں کیا جانے
بہ وقتِ نزع رھا کس کا انتظار مجھے

کپڑے بدل کے آئے تھے، آگ مجھے لگا گئے
اپنے لباسِ سرخ کی مجھ کو بھڑک دکھا گئے

گل گونہ مل کے اپنے جو رخ پر نگاہ کی
خود اس پری نے دیکھ کے آئینہ آہ کی

مارا ھوا اس نرگسِ فتاں کا کہاں جائے
بسمل ھو جو یوں خنجرِ مژگاں کا کہاں جائے

اپنے دے دم تو اے نفسِ آتشیں ذرا ٭ رہ دور چشمِ تر سے تو اے آستیں ذرا

سر زیرِ تیغِ ھجر جھکایا نہ جائے گا ٭ ھم سے یہ نازِ عشق اٹھایا نہ جائے گا

کس طرح کریں ضبطِ فغاں ھو نہیں سکتا
ھم سے تو غمِ عشق نہاں ھو نہیں سکتا

کیوں قتل کی خاطر ہے نہ میداں میں اٹھایا
جو بحت زبوں نے مجھے زنداں میں بٹھایا
کم بخت ہو مجنوں ہی تو پھر کیا کرے لیلی
آوــــہ تو کئی بار مغیلاں میں بٹھایا
اس تفرقــــہ پردازی الفت کا برا ہو
عاشق کے بئیں جس نے کہ حرماں میں بٹھایا
یوسف کو دیے ووں قــدمِ آبلہ فرسا
یعقوب کو یوں کلبــــۂ احزاں میں بٹھایا
تجھ بن کہوں کیا میں شب مہتاب کا جلوہ
گویا مجھے تاریک شبستاں میں بٹھایا (ورق۲۷٤ الف)
دل جس کے روے خوب کا خواہاں رہا سدا
وہ ماہ ابرِ شرم میں پنہاں رہا سدا
بوسہ کب اس نے مجھ کو دیا روشِ لطف سے
غصے سے اس کا لب تہ دنداں رہا سدا
حیرت سے تیرے سامنے نکلا نہ ایک دن
یوسف کا ہاتھ زیرِ زنخداں رہا سدا
میں فرط غم . . . رات جو خواہانِ برق تھا
ہر آن آہِ گرم سے مہمانِ برق تھا
لیلی چلی تھی وادی مجنوں کو جس گھڑی
ناقے کی جست و خیز میں عنوانِ برق تھا
اب کیا ہوا جو آہ کی طاقت نہیں رہی
سینہ کبھی تو عرصــــۂ جولانِ برق تھا
تھے نعل رخش کس کے شرر افگنِ زمیں
دامن جو دشت کا تہِ جولانِ برق تھا
اندیشہ میرا شعر میں جس دم دخیل تھا ٥ خامہ مرے بناں میں پر جبرئیل تھا

آیا نہ وہ عیادت بیمار عشق کو ٭ شاید مزاجِ عیسی مریم علیل تھا
دیکھا جمال اس کا تو بیمار ہوگئے ٭ بھر عمر جن کو دعوی صبر جمیل تھا
اس پر بھی اعتنا نہ کیا تیغِ یار نے ٭ خون شہید عشق . . . سبیل تھا
کب اس کے لب سے ہو نفس سرد آشنا ٭ ہو درد دل سے جو کہ نہ ہے درد آشنا
مجنوں غبار ناقۂ لیلی کو دیکھ کر ٭ بولا کہ کچھ نظر سے ہے یہ گرد آشنا
پرویں کو سمجھتا نہیں میں نور کا خوشہ ٭ ہے طارم خضرا پہ نہ انگور کا خوشہ
بالیں سے کوئی اس کی نہ انگور اٹھاؤ ٭ توشہ ہے فقط عاشق رنجور کا خوشہ
(ورق ٢٧٤ ب)

سرمہ کھلا دیا جرس پر فغاں کو کیا
یارانِ رفتہ بھول گئے کارواں کو کیا
شعلہ اٹھا یہ رنگِ شفق کا جو ناگہاں
آہ سحر نے پھونک دیا آسماں کو کیا
اک جست شوق چاہیے بے تاب عشق کو
اس بام پر لگائیے نردباں کو کیا [؟]
منسوخ ہے جو نسخۂ اعجاز عیسوی
کھولا ہے یار نے لب جادو بیاں کو کیا
ساقی (نہ) دکھا مجھ کو شیشہ مے گل گوں کا
احوال زبوں ہے یاں آپی دلِ پر خوں کا
رعنائی کو دیکھ اپنی کیوں اکڑے نہ ہر ساعت
ہے سرو چمن بندہ کس قامت موزوں کا
نوحے کی اس گلی میں صدا تھی بلند رات
کیا نالہ کر رہا تھا کوئی دردمند رات
تا جائے نہ اٹھ کر مرے پہلو سے وہ گھر صبح
یارب تو شبِ وصل کو زنہار نہ کر صبح
موے چینی کرے گو گردشِ ایام سفید
نہ ہو یارب یہ ترا خط سیہ فام سفید

کشتهٔ رنگِ حنا کو ترے اے دشمنِ دیں
نہیں دیتے ہیں کفن صاحبِ اسلام سفید

سرخ کیا بھیجے اسے عاشقِ مسکیں کاغذ
آگ بن جاے ہے وہ دیکھ کے رنگیں کاغذ

وہ جو عاشق ہیں ترے لکھ کے وصیت کا مدام
رات کو سوتے ہیں رکھ کر تہ بالیں کاغذ

جیسے وہ آستاں ہے ہماری جبیں سے دور
یہ چشمِ تر کبھی نہ ہوئی آستیں سے دور

پردہ ہوا ہے کس کے رخِ آتشیں سے دور
جو برقِ جلوہ پہنچے ہے عرشِ بریں سے دور

فتراک سے بندھا جو سر کشتہ کیا ہوا
ہے اب تک اس کا ہاتھ تو دامانِ زیں سے دور (ورق۲۷۵الف)

اس رخ سے کل صبا نے جو پردہ اٹھا دیا
سورج نظر پڑا قد آدم زمیں سے دور

دیتے ہو گالیاں جو کھڑے میرے نام پر
ہے آج کیا یہ لطف و نوازش غلام پر

جس جا کہ تیرے پاے حنائی کا تھا نشاں
کیا کیا نہ کشت و خون ہوے اس مقام پر

لوح مزار میرا بنانا اسے بتاں
یہ بیت کندہ کر کسی سنگِ رخام پر

اس دور میں • • • • نہیں ہے شراب عشق
جمشید کے لکھا تھا یہی دور جام پر

لاکھ داغوں[1] کی ہیں میرے رخت عریانی[2] پہ مہر
متصل جوں ہوں پر طاؤسِ بستانی[3] پہ مہر

---

(۱) مخ ,, داغونکیں ,, (۲ و ۳) مخ ,, پر ,,

نامہ خوش چشموں کو پہنچے یہ اشارہ کس کا تھا
تھی جو بادامی مرے نامے کی پیشانی پہ مہر

چشم کے دنبالے پر تیری ہیں یوں آنکھیں لگیں
ہوویں جوں دنبالۂ تیغ صفاهانی پہ مہر

دل معشوق کو کیا روے نگار آوے نظر
چشم بینا ہو تو البتہ بہار آوے نظر

بے قراری دل مجنوں کی یہی کہتی ہے
دور سے کاش کوئی ناقہ سوار آوے نظر

طرفہ بے نور ہے یہ ہجر کی شب بھی جس میں
سنگ چقماق دے آتش نہ شرار آوے نظر

چل کریں ساقی چراغِ بادہ روشن آب پر
بیٹھ کر کشتی میں ہم تم ہوں قدح زن آب پر

پنجۂ مرجاں ہوا تھا غرق بحر انفعال
تھا جو وہ دست حنائی سایہ افگن آب پر

گر یہی رونا رہا عاشق کا تیرے بعدِ مرگ
تختہ ساں بہتا پھرے گا سنگِ مدفن آب پر

جس نگہ سے کہ ہوئی تھی نہ حیا محرمِ راز
سرمۂ تیرہ دروں کیوں کہ ہوا محرمِ راز (ورق ۲۷۵ ب)

کیوں کر نہ کہوں رنگِ رخِ یار کو آتش
دی جس نے لگا تختۂ گل زار کو آتش

اے شوخ نہ کر میرے دلِ زار سے اعراض
کرتا ہے مسیحا کوئی بیمار سے اعراض

دیکھ کے شب یار کے روے دل آرا کا خط
طاق پہ تہ کر رکھا طرز شفیعا کا خط

دل کب متحمل ہو جدائی کے الم کا
اس حرف کے لکھنے سے جگر شق ھے قلم کا

میں نے صنم حور لقا کو نہیں دیکھا
جس طرح که بندے نے خدا کو نہیں دیکھا

ٹکڑا جہاں گرا جگر چاک چاک کا
یاقوت سا دمکنے لگا رنگ خاک کا

آتا ھے اپنے کشتے کی تربت په جب وہ شوخ
اک نالہ واں سے نکلے ھے روحی فداک کا

کیا تعجب ھے اگر پھر کے [؟] جینا میرا
که مری گور پر آتا ھے مسیحا میرا

عاشق تو ملیں گے کوئی انساں نه ملے گا ٭ مجھ سا تو کوئی بندۂ فرماں نه ملے گا

اس دم سرد سے خطرہ نه اگر کیجیے گا
نالــۂ گرم سے البته حذر کیجیے گا

عیسی سے ہو نه عاشق بیمار کا علاج ٭ مشکل بہت ھے عشق کے آزار کا علاج

کچھ اپنی جو حرمت تجھے منظور ہو اے شیخ
تو ۰۰۰۰ به مے خوار سے ، چل دور ہو اے شیخ

کافر یه جو بکھرے ھیں ترے بال ھوا پر ٭ مارا ھے عجب طرح کا اک جال ھوا پر

میرے سینے میں ھے روشن داغ فرقت کا چراغ
گل نه ہو ھرگز الٰہی یه محبت کا چراغ

صرف مشتاق ھیں اک تیری ملاقات کے ھم
آرزومند نہیں اور کسو بات کے ھم (ورق ۲۷٦الف)

یا تو آوے وہ رشک ماہ کہیں ٭ یا ہو اس شب کا روسیاہ کہیں

خون ناحق ھے ترا نقش و نگار دامن ٭ کہیں کچھ گل نه کھلاوے یه بہار دامن

پیکاں ترا جگر کے اگر متصل نه ہو
اغلب که بعد مرگ بھی تسکین دل نه ہو

پہلو سے مرے یار کا پیکاں نہ نکالو
میں جاں بہ لب آپی ہوں ، مری حاں نہ نکالو

کچھ بھی معلوم نہیں زحمت زنداں مجھ کو
ہے تری یاد میں زنداں[1] بھی گلستاں مجھ کو

شبنم ہوئی پانی ترے دنداں کی طرف دیکھ
گل آگ پہ لوٹا لب خنداں کی طرف دیکھ

اس کشتے پہ ہے جائے ترحم کہ تڑپ کر
رہ جائے ترے خنجر مژگاں کی طرف دیکھ

کس کے مجروح یہ مدفون ہیں تہ خاک ہنوز
گل زمیں سے جو نکلتے ہیں جگر چاک ہنوز

دل کو ہے ربتگی اس ابروئے خم دار کے ساتھ
جس طرح کام سپاہی کو ہو تروار کے ساتھ

آرزو میں تری اے زہرہ جبیں یاروں کی
آنکھیں رہتی ہیں لگی رخنۂ دیوار کے ساتھ

مصحفی ابر بہاری کو ہوا ہے سودا
شرط باندھی ہے مرے دیدۂ خوں بار کے ساتھ

عجب پاکیزہ صورت اس بت کافر ادا کی ہے
غرض میں اور تو کچھ کیا کہوں قدرت خدا کی ہے

میں جو در تک بت کافر کے گیا ٭ یہ سمجھ دیکھوں تو ہوتا کیا ہے
تھے کئی شخص بہم حرف زناں ٭ پوچھا کہ یہ ان سے غوغا کیا ہے (کذا)
سن وہاں سے جو نکل آیا ایک ٭ وہ مجھے دیکھ کے کہتا کیا ہے
(ورق ٢٧٦ ب)
آپ جو دیر سے اس جا ہیں کھڑے ٭ یہ کہیں آپ نے ۰۰۰۰۰ کیا ہے

(١) مح میں ,, زنداں میں بھی ،،

دیکھے جو تری فندق ۰ ۰ ۰ کے ڈورے
بس کھل گئے اپنے تو دل چاک کے ڈورے
نازک بدنی دیکھ کے هنگامِ سواری
خط کھینچتے هیں پاؤں پہ فتراک کے ڈورے
کیفیتِ چشم اس کی رقم کرنے کو هم نے
مسطر میں لگائے هیں رگِ تاک کے ڈورے

دل وہ هے کہ جس سے چاہ نکلے ٭ منہ وہ هے کہ جس سے واہ نکلے

آتی پسند کوچے کی تیرے زمیں مجھے ٭ اے کاش بعد مرگ بھی رکھیں یہیں مجھے

دل کا تو مرے بس وهیں ارمان نکل جائے
سر قدموں پہ رکھ کر ترے گر جان نکل جائے

خط نیا، خال نیا، زلف کی زنجیر نئی ٭ ان دنوں مجھ کو نظر آتی هے تصویر نئی

یوں هے نازاں جی سے مجھ کو وہ ستمگر مار کے
جوں کوئی غازی مسلماں خوش هو کافر مار کے

هر روز کب ملا وہ، مهینے پہ حرف هے
غم عشق کا یہی هے تو جینے پہ حرف هے
انگشتر طلا کا تری گر هے یہ فروغ
تو آفتاب کے بھی نگینے پہ حرف هے
گویا کہ ایک لعل هے دل پر جڑا ہوا
تا کندہ غین داغ کا سینے پہ حرف هے
جراح کر سکے گا رفو زخم سینہ کیا
یاں سوزنِ مسیح کے سینے پہ حرف هے

یہ داغ دل پہ دیکھ کے تعویذ دست کھائے
عقد گہر سے خوشۂ پرویں شکست کھائے
رنگِ حنا سے اس کے شفق روئے دست کھائے
جوشن کے تابگیں سے مہِ نو شکست کھائے (ورق ۲۷۷ الف)

تا دیر و کعبہ دیکھ چکے ، آگے دیکھیے
کیا کیا فریب دیدۂ صورت پرست کھائے
ہے چاہ کا مزا بھی یہی ، کیا مضائقہ
خوباں کی گالیاں جو یہ شاہد پرست کھائے
کب کام یاب [1] بوسہ ہوئے اس کے لب سے ہم
شرمندہ ہی رہے دل مطلب طلب سے ہم
اس کے عارض سے ٹپکتا تھا پسینا دھوپ میں
ہے تعجب کی جگہ مینہ کا برسنا دھوپ میں
اپنی قابل جو ترے رخ کے نہ پائیں آنکھیں
حوریوں نے ترے تلووں سے لگائیں آنکھیں
شب نالہ گو جو اس کی گلی سے میں اٹھ گیا
ہر ہر قدم پہ دیدۂ گریاں سے آب تھا
کہنے لگا کہ سب جسے کہتے ہیں مصحفی
میں جانتا ہوں وہی خانہ خراب تھا [؟]
در تلک جانے کی ہے اس کے مناہی ہم کو
اپنی بس اب نظر آتی ہے تباہی ہم کو
روز حوں توں کے ہوا شام تو پھر بھر عذاب
نظر آئی شبِ ہجراں کی سیاہی ہم کو
ہم تو جانے کا ارادہ نہیں کرتے لیکن
وہ کمر سوئے عدم کرتی ہے راہی ہم کو
کیوں تری (چاہ) زنخداں کا نہ نظارہ کریں
جی سے بھاتا ہے بہت . . . . چاہی ہم کو
دام بردوش ہی مخلوق کیا خالق نے
طاقت اڑنے کی نہ دی جوں پر ماہی ہم کو

(۱) مخ میں ،، کب کامیاب ہوی بوسہ،،

عمر بھر شعر کہے ہم نے ، پہ تونے اے عشق
نہ تو . . . . ھی کیا اور نہ . . . . ہم کو

مصحفی علم لغت سے ھے جسے آگاھی
جانتا ھے وہ اسو نحو فراھی ہم کو
ہم سے مت مے کشی شب کا کر انکار ، سرک
رنگ رخ کا ترے دیتا ھے گواھی ہم کو (ورق ۲۷۷ ب)

یارب یہ کس بلا کے[۱] مقابل کیا مجھے
جس کی نگاہ تیز نے بسمل کیا مجھے
کیوں شعر و شاعری کو برا جانو(ں) مصحفی
جس شاعری نے عارف کامل کیا مجھے

کنعاں سے گر چہ مصر کا عرصہ بعید ھے
پر حسن یوسفی کی اسے . . . . ھے
نامے کے میرے دے کے مجھے پرزے نامہ بر
کہنے لگا یہ خط کی تمہارے رسید ھے
واں روز چلتی ھیں خز و دیبا پہ قینچیاں
یاں جامۂ حیات کی قطع و برید ھے
رکھے ھے وہ جو خنجر و شمشیر سان پر
قربانیان عشق کا سامان عید ھے
مت چشم کم سے مصحفی خستہ جاں کو دیکھ
یہ پیر ایک تازہ جواں کا مرید ھے

بول اٹھا میں جو نظر شام غریباں آئی
جی جلانے کو مرا پھر شب ھجراں آئی
ناقہ لیلی کا گیا دور نکل اے مجنوں
نیند رستے میں تجھے زیر مغیلاں آئی

---

(۱) مخ میں " مقبل "

خط کے آنے سے یہ معلوم ہوا اس لب پر
فوج زنگی طرف ملک بدخشاں آئی
نیرہ بختانِ ازل کا بھی ستارہ چمکا
واں جو مسی سے جلا بر سر دنداں آئی
کشتۂ قد ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ پہنچے مرا لاشہ اس جا
اک قیامت طرفِ گور غریباں آئی
یا الہی مرے نالوں میں اثر پیدا ہو
شبِ ہجراں کی سیاہی سے سحر پیدا ہو

تم تو فرماتے ہو کہ گھر جاویں ٭ ہم سے کہ دو کہ ہم کدھر جاویں

رباعی

باہم جو ولک کاہے بندھا زنجیرا ٭ معلوم نہیں کہ اس میں حکمت ہے کیا
(ورق ۲۷۸ الف)
ہر چند کیے ہم نے بہت عقدے وا ٭ لیکن نہ کھلا ہم سے یہ گورکھ دھندا

دیکھتا کیا ہے عقد پرویں کو ٭ اپنے آویزۂ گہر کو دیکھ
شاہد رہو تو اے شب ہجر ٭ جھپکی نہیں آنکھ مصحفی کی

تھی شبِ وصل کھل گئی جو آنکھ ٭ رنگ فق ہوگیا سحر کو دیکھ
اپنی مژگانِ رخنہ گر کو دیکھ ٭ اور ظالم مرے جگر کو دیکھ

گئے ہیں لوگ اپنے اپنے گھر دالان خالی ہے
اگر اس وقت تم بھی آ ملو میدان خالی ہے
سر شام منہ سے اس نے جو ذرا نقاب الٹا
نہ غروب ہونے پایا وہیں آفتاب الٹا
یوں ہے یہ نقاب اس بت بے پیر کے منہ پر
جیسے ورق سادہ ہو تصویر کے منہ پر

مت چشم ِ حقارت سے مرا زخم ِ جگر دیکھ
بوسے دیے ہیں اس نے تیر کے منہ پر [؟]

ہم کو دینے لگے تم چھیڑ کے گالی کیا خوب
آپ نے ہم سے بھی یہ چھیڑ نکالی کیا خوب

باندھی ہے میں نے از بس حور نے کمر فغاں پر
نالوں سے میرے آفت ہر دم ہے آسماں پر

لگائے ہاتھ کوئی اس بدن کو کیا گستاخ
نہ جس بدن کو لگی ہو کبھی ہوا گستاخ

سنا ہے مصحفی یہ جب سے شعر عرفی کا
ہمیشہ ہاتھ گریباں سے ہے مرا گستاخ

بہ ساعتے کہ کشائی قبا بہ یاد آور
کہ می کشاد کسے بند ایں قبا گستاخ (ورق ۲۷۸ ب)

کل میں جو راہ میں اسے پہچان رہ گیا
کچھ وہ بھی دیکھ کر مجھے حیران رہ گیا

شوخی تو دیکھ تیر کو سینے سے کھینچ کر
کہتا ہے میرے تیر کا پیکان رہ گیا

نظر آتے ہیں پردے تیری آنکھوں کے گلابی سے
کہیں مے پی ہے تونے یا اٹھا ہے نیم خوابی سے

نزاکت پر نظر کیجو کہ کل اس نے شب ِ مہ میں
چھپایا چاند سے مکھڑے کو اپنے آفتابی سے

قدغن ہے کہ در تک کوئی یاں آنے نہ پاوے
اور بے خبر آجاوے تو پھر جانے نہ پاوے

شب کہ دل درد و الم سے سر بہ سر لب ریز تھا
شور محشر کی طرح ہر نالہ شور انگیز تھا

نو بہاراں میں جو کرتے ہم بھی دعوائے جنوں
مثل گل چاک گریباں ہم کو دست آویز تھا

کی ٹک اک آبِ دمِ شمشیر قاتل نے کمی
ورنہ پیمانہ ہماری عمر کا لب ریز تھا

صانع نے جو خم ابروے خم دار میں رکھا
. . . نے بھلا کون سی تلوار میں رکھا

تسخیر میں ہے اپنی پری زاد کا عالم
ہے اسم محبت جو کھدا دل کے نگیں پر

گو کہ مخل ہم دمی چرخ جفا طراز ہے
ہم کو اب تلک وہی بندگی و نیاز ہے

کھڑا نہ سن کے صدا میری ایک یار رہا
میں رہ روان عدم کو بہت پکار رہا

تمہارے ڈر سے نہ دیکھا ادھر بہت شبِ وصل
ستارۂ سحری مجھ کو آنکھ مار رہا

کبھو جو . . . . تو مہربانی ہے
غرض وہ وصل کا وعدہ تو در کنار رہا

فریاد کناں آئے ہے مجنوں پسِ محمل
رفتار سے پر ناقۂ لیلی نہیں رہتا (ورق ۲۷۹ الف)

آہوں کی شرارت سے شب ھجر میں تیری
کب طور جگر وقف تجلی نہیں رہتا

شیشۂ توبہ ہمارا جو کبھو ٹوٹ گیا
وائے حسرت کہ وہیں مے کا سبو ٹوٹ گیا

چھپ چھپ کے وہ گھر غیر کے مہمان گیا تھا
چوری کی نظر میں وہیں پہچان گیا تھا

کیا یار کے دامن کی خبر پوچھو ہو ہم سے
یاں ہاتھ سے اپنا ہی گریبان گیا تھا

مہندی ہے کہ قہر ہے خدا کا ٭ ہوتا ہے یہ رنگ کب حنا کا
تلوار کو کھینچ ہنس پڑے وہ ٭ ہے مصحفی کشتہ اس ادا کا

بھیگے سے ترا رنگِ حنا اور بھی چمکا
پانی میں نگاریں کفِ پا اور بھی چمکا

جوں جوں کہ گریں رخ پہ ترے مینہ کی بوندیں
جوں لالۂ تر حسن ترا اور بھی چمکا

دھویا نہ گیا خون مرا تیغ سے تیری
کم بخت پہ پانی جو پڑا اور بھی چمکا

بیٹھے ہے جو کوئی اس بتِ پرفن کے برابر
اس دوست کو ہم سمجھے ہیں دشمن کے برابر

لے گیا پروانہ دل میں حسرت دیدار شمع
سرد ہو جائے الہی گرمی بازار شمع

دکھلاؤں اگر اس بتِ خود کام کی آنکھیں
کھل جائیں ابھی غنچۂ بادام کی آنکھیں

آ تو بھی تو روزن سے ذرا جھانک کہ کیوں کر
نکلی ہیں ترے عاشق ناکام کی آنکھیں

یار بن زیست کا کچھ لطف جوانی میں نہیں
زندگانی کا مزا عالمِ فانی میں نہیں

پیکاں ترا جگر کے اگر متصل نہ ہو
اغلب کہ بعدِ مرگ بھی تسکینِ دل نہ ہو (ورق ۲۷۹ ب)

پہلو سے مرے یار کا پیکاں نہ نکالو
میں جان بہ لب آپ ہوں مری جاں نہ نکالو

دل ھے پہلو میں کہ اک دشمن جاں کاہ ھے یہ
جس طرف جاؤں میں اٹھ کر مرے ھم راہ ھے یہ
کہے لے جا کے کوئی مجھ کو بتاں کے آگے
اس پہ تم رحم کرو بندۂ اللہ ھے یہ

جب اس نے ھاتھ دھوئے خونِ عاشق سے ذرا مل کر
کیا اس رنگِ اصلی کو غلط رنگِ حنا مل کر
کفک کا رنگ کس کی یاد آیا اس کو گلشن سے
چلی پاؤں تلے پھولوں کو کیوں باد صبا مل کر

خوب رویوں سے دلا جی کا لگانا نہیں خوب
یہ تو ھیں خوب ولیکن یہ زمانہ نہیں خوب

مرا معبود تھا وہ نازنیں رات ٭ رھی تا صبح سجدے میں جبیں رات
پریشانی ھی میں تا صبح گزری ٭ گئی تھی کھل وہ زلفِ عنبریں رات
سحر تک شمع کو روتے ھی گزری ٭ کہیں ائی تھی اس نے آستیں رات
معاذاللہ چمکی تھی ھوا میں ٭ طرح بجلی کی آہ آتشیں رات

سو گیا تھا رات وہ رکھ کر جبیں پر پشتِ دست
دیکھا اسے خورشید نے رکھ دی زمیں پر پشتِ دست
روز و شب مولا کے آگے ھاتھ ھیں حن کے دراز
مارتے ھیں عظمت خاقانِ چیں پر پشتِ دست
با حیا ھے بس کہ اپنے کشتگانِ ناز کو
رکھ کے دیکھے ھے دو چشمِ شرمگیں پر پشتِ دست (ورق ۲۸۰ الف)
سانپ سے .... جو رات لہرانے لگے
کیا جھجک کر اس نے ماری آستیں پر پشتِ دست
جو کہے ھے کچھ بوی میری ، ھو کے کھسیانا وہ شوخ
کوسنے کو اس کے رکھتا ھے زمیں پر پشتِ دست

اور بھی رنگِ حنا میں جاکے سرخی بھر گئی
اس نے جب رکھی عذار آتشیں پر پشتِ دست

یہ کیوں کہ کہوں میں مرے گھر آئیے اک رات
پر مجھ کو تمنا ہے جو مل جائیے اک رات
اے مصحفی خط یار کا ہے اس کو کسی سے
گوشے میں کہیں بیٹھ کے پڑھوائیے اک رات

پاس اپنے نہ ہر اک کو مری جان بٹھاؤ
دروازے پہ تم اپنے نگہبان بٹھاؤ
خط تھوڑا ہی لکھنا مجھے اب باقی ہے یارو
قاصد کو کوئی دم کسی عنوان بٹھاؤ
یہ کس نے کہا تھا مجھے تم قلزمِ خوں میں
اے دیدۂ تر تا بہ گریبان بٹھاؤ
معزول ہوا حاکم نساں تو زمیں پر ٭ تم اپنا عمل دیدۂ گریاں بٹھاؤ
اے قافلے والو یہ ہے مجنوں کی زیارت ٭ یاں ناقۂ لیلی تو کوئی آن بٹھاؤ

کس کو بھیجوں کون لاوے یار جانی کی خبر
خضر ہو تو دے کچھ آب زندگانی کی خبر

جی جائے ہے اپنا تو تری چال کے اوپر
ظالم تو نظر کر مرے احوال کے اوپر
کیا فکر کروں چڑھتی ہی جاتی ہے سیاہی
دن رات مرے نامۂ اعمال کے اوپر
سودائے جنوں ہے جو دوچند اپنی یہ آنکھیں
کیا جانے پڑیں کس کے خط و خال کے اوپر
رکھنے ہیں جو سینے میں سکت زخم ستم کے
وہ تیغ تری روکے ہیں کب ڈھال کے اوپر (ورق ۲۸۰ ب)

کس کس کی اجل آئی ھے اس بزم میں دیکھیں
خوں کتنوں کا ھے اس شفقی شال کے اوپر
لعل کا تکمہ ترا دیکھے تو خورشید کبھی
سر نکالے نہ گریبانِ سحر کے باھر
ژالہ باری نہ سمجھنا تو ھمارے گھر پر
ھم گنہ گار ھیں یہ پڑتے ھیں ھم پر پتھر
مجتمع تھے جو مری خاک پہ تھوڑے پتھر
وہ بھی اس فصل میں لڑکوں نے نہ چھوڑے پتھر
مار ڈالا ھے مجھے سنگ دلی نے اس کی
میری بالیں پہ رکھ دیجیو تھوڑے پتھر
اشکر غم کے تعدی کا کروں کیا مذکور
جی سے سنگین دل صبر کیے توڑے پتھر
کیوں نہ ھو شیشۂ دل چور مرا پہلو میں
میں نے ایام جنوں کھائے ھیں تھوڑے پتھر
تشت میں رنگ حنا اس سے گرے بعد از غسل
سنگ پا کا جو کوئی اس کے نچوڑے پتھر
مجھ پہ احسان ھے یہ عالم بالا سے اگر
آبگینے پہ فلک کے کوئی چھوڑے پتھر
مصحفی عاشق صادق ھے تو مت عشق سے بھاگ
مونہہ کو آتش سوزاں سے نہ موڑے پتھر
سجدہ گہ اپنے کیے راہ کے روڑے پتھر
کعبۂ و دیر کے سب چوم کے چھوڑے پتھر
نہ زیر تیغ کرو اس کی مصحفی کی تلاش
کب ایسے گھاٹ کا ڈوبا ھوا اچھلتا ھے

عیسیٰ کو ان لبوں کی گفتار مار ڈالے ☆ رستم کو ابرووں کی تلوار مار ڈالے

ہونے سے جن کے ہم کو اک زیست کا مزا تھا
سو گردش فلک نے وہ یار مار ڈالے (ورق ۲۸۱ الف)

آنکھوں میں اس کی میں نے جو تصویر کھینچ لی
سرمے نے اس کی چشم کے شمشیر کھینچ لی

زندانیان عشق کو یارب ہوا ہے کیا
پاؤں کی ان کے کس نے یہ زنجیر کھینچ لی

تھی کل گلاب کی جو ترے ہاتھ میں چھڑی
کرتی تھی کار تیغ اشارات میں چھڑی

لخت جگر سے گوندھیے گر اپنی آہ کو
تیار ہوسکے ہے یہ اک رات میں چھڑی

اے مصحفی یہ تجھ سے ڈریں کیوں کہ نیک و بد
حاکم کی ہے قلم غلط یہ ترے ہات میں چھڑی [1]

ٹھوکر تری جب مردۂ صد سالہ جلاوے
جا کر کوئی اس دم مجھے عیسیٰ سے ملاوے

عمر پس ماندہ کچھ ذلیل سی ہے ٭ زندگانی بھی کچھ قلیل سی ہے
چل دلا وہ پتنگ اڑاتا ہے ٭ ابھی آنے میں اس کے ڈھیل سی ہے
کیوں نہ جاوے سر عشاق سے لہرا پانی ٭ گھاٹ کا ہے تری تروار کے گہرا پانی

کون گلشن سے یہ گزرا شفقی شال اوڑھے
عکس سے جس کے ہے نہروں کا سہرا پانی

بندے کی اب ہے ہم کو نے کچھ خدا کی چوری
جب دل دیا تو پھر کیا یار آشنا کی چوری

بالوں کی اس کے نکہت گلشن کو لے چلی ہے
رستے میں پکڑی ہم نے باد صبا کی چوری

---

(۱) کذا

غم کھانے سے ہرگز مری طینت نہیں بھرتی
کیا غم ہے مزے کا کہ طبیعت نہیں بھرتی

عاشق ترا کس دن نہیں مرتا کہ گھر اس کے
رونے کے لئے آن کے خلقت نہیں بھرتی

کس روز مرے دیدۂ خوں بار کے آگے
پانی تری شمشیر سیاست نہیں بھرتی

ہم دیکھے ہیں ہر چند اسے لاکھ طرح سے
پر اپنی طبیعت کسی صورت نہیں بھرتی

ہیں رام تری چشم کے عالم سے رمیدہ
یاں چوکڑی آہو کی بھی وحشت نہیں بھرتی

یا اس نفسِ گرم سے تھی سینے میں جا گرم
یا لب سے نکلتے ہی کیا روئے ہوا گرم

مدفوں ہے جہاں کشتہ تری برق نگہ کا
کہتے ہیں کہ رہتی ہے زمیں واں کی سدا گرم

جب با رخ افروختہ وہ بام پر آیا
خورشید قیامت سر یک نیزہ ہوا گرم

آیا ہے تو جلد آ نہیں ہوجائے گا سرداب
اب تک تو ہیں بیمار ترے کی کف پا گرم

پرسش نہ ہوئی ایک کی ہرچند ہمیشہ
کوچے میں ترے حشر کا ہنگامہ رہا گرم

اس گل نے شرارت میں ز بس پاؤں دیا ہے
کہتا ہے مرے تلووں کو لگتی ہے حنا گرم

آ یار ٹک آرایشِ زندان و قفس کر
ہے سوئے اسیراں خبر باد صبا گرم

عارض نے ترے حسن کی چوری جو لگائی
خورشید نے کھانے کو قسم گولہ کیا گرم

ہے حسن کی گرمی سے عرق چہرے پر اس، کے
اب اس سے سوا اور کوئی ہوئے گا کیا گرم

کیا قیس، خبر محمل لیلیٰ تو نہ ہووے
اس دشت سے آتی ہے کچھ آواز درا گرم

وہ اگر چاہیں تو پھر ہم کو بلا سکتے ہیں
نہ بلا سکتے ہیں ہم اور نہ جا سکتے ہیں

حوصلہ مقتضی اس کا نہیں ورنہ ہم لوگ
سیل خوں چاہیں تو آنکھوں سے بہا سکتے ہیں

ہے اگر عرض تمنا کی زباں لال تو ہو
اس کو ہم حال پریشاں تو دکھا سکتے ہیں (ورق۲۸۲ الف)

خواہش بوسہ پڑی خون ہو دل ہی دل میں
یہ سخن پہ ترے ہم کوئی لا سکتے ہیں (کذا)

فتنے دنیا میں اٹھائے تھے جنہوں نے وہ لوگ
سر بھی اب گور کی بالیں سے اٹھا سکتے ہیں

خانۂ چرخ اگر کہنہ ہوا ہے نہیں ڈر
ہم تو آہوں کے ستوں اس کو لگا سکتے ہیں

نہ تو ہم سوز غم عشق چھپا سکتے ہیں
اور نہ جوں شمع سر اپنا بھی جلا سکتے ہیں

آگے پھر فصل بہار آتی ہے یاروں سے کہو
اب سلا لیویں گریباں جو سلا سکتے ہیں

ہم کو گر رخصتِ گل گشت نہیں عید کے دن
در زنداں پہ تو ہم دھوم مچا سکتے ہیں

مصحفی قصد کریں ہم تو انہیں قافیوں میں
پھر بھی زور آوری طبع دکھا سکتے ہیں

آپ نظروں میں اگر دل کو چرا سکتے ہیں
ہم بھی تاڑ آنکھوں میں چور اپنا بتا سکتے ہیں

رقص بسمل نہیں آتا تو ترے غرق به خوں
شفق شام کا عالم تو دکھا سکتے ہیں

مصحفی کرتے ہیں غیبت جو مری بعض شخص [؟]
منہ پہ جز حرف خوشامد کوئی لا سکتے ہیں

جی میں آتا ہے کہ بوسہ کف پا کا لے لوں
رنگ ہونٹوں پہ تری تازہ حنا کا لے لوں

قتل کرنے میں مرے اتنی شتابی کیا ہے
ٹھہر اے ... میں ذرا نام خدا کا لے لوں

ضعف اتنا ہے کہ پہنچوں نہ میں گل زار تلک
ہاتھ میں ہاتھ نہ تا باد صبا کا لے لوں

بلبل کا آشیانہ جس دن جلا چمن میں
کہتے ہیں آتشی گل اس دن بنا چمن میں (ورق ۲۸۲ ب)

شلوار گل بدن پر غنچوں کی . . . . .
وہ دو قدم چلی تھی دامن اٹھا چمن میں

بالوں کا رات کس کے جوڑا کھلا چمن میں
جو مشک بو ہے اب تک موج ہوا چمن میں

لاکھوں قفس دھرے ہیں لا گلبنوں کے نیچے
صیاد کی بندھی ہے اب تو ہوا چمن میں

سیرابی گلوں سے آتی ہے بوے وحشت
پاؤں کے کس کا (کذا) پھوٹا یہ آبلا چمن میں

کفک کے گرد اس کی یہ جو ہے تحریر مہندی کی
کھنچی ہے خامۂ قدرت سے یہ تصویر مہندی کی

حنا کی دی تھی تہ اس نے ملا گیری دُ پٹے میں
کہ تا عاشق کا جی ٹھنڈا کرے تاثیر مہندی کی

ہوا ٹھوکر سے اس کی سرنگوں جب کاسہ مہندی کا
صدا آئی کہ الٹی ہوگئی تقدیر مہندی کی

جب سارے سرے خوں میں ترے تیر کیے بھرتی
تب زخم سے نیت ترے نخچیر کی بھرتی

جاتا ہے تجارت کے لئے آہ کا تاجر
ساتھ اپنے لیے نالۂ شب گیر کی بھرتی

کرتے نہ ورم پاؤں جو دیوانے کے تیرے
آغوش نہ یوں حلقۂ زنجیر کی بھرتی

جوں . . . ریشم ہوں جس نازک بدن کے رونگٹے
ہوویں واں سر سبز کیا مخمل . . . کے رونگٹے

فرش مخمل پر بھلا کس طرح آوے اس کو خواب
خود رکھیں بے کل جسے اپنے بدن کے رونگٹے

رباعی

نزدیک جو اس کی زلف کے میر نہ گیا
شانے کی عداوت سے تو محفوظ رہا
پرہیز کیا اس سے تو اچھا سمجھا
سچ ہے کہ سمجھنے والے کی دور بلا

دن جوانی کے گئے موسم پیری آیا
انزوا خواب ہے اب وقت حقیری آیا (ورق ۲۸۳ الف

تاب و طاقت رهی کیا خاک که اعضا کے تئیں
حـاکم ضعف سے فرمان تغیری آیا
سبق ناله تو بلبل نے پڑھا مجھ سے ولے
نه اسے قاعـــدۂ تازه صفیری آیا

دیکھ آئنے میں اک مه تاباں هے دوسرا
تجھ سا هی تیری شکل کا حیراں هے دوسرا
اک هاتھ صرفِ سینه زنی جس طرح هوا
ماتم میں دل کے وقفِ گریباں هے دوسرا
جس دشت میں که ناقۂ لیلیٰ کا تها گزر
اے قیس آگے چل وه بیاباں هے دوسرا

هے جو گم دریاے الفت کا کنارا دوسرا
ایک ڈوبے هے تو کرتا هے نظارا دوسرا
ایها الرامی جزاک الله هی نکلی صدا
دل په میرے اس نے جب اک تیر مارا دوسرا
آئنے میں دیکھ کہتـا هے وه اپنے عکس کو
تو نے کیوں کر ٹھیک یه نقشا اتارا دوسرا
مصحفیؔ قاتل کا اپنے کشتـۂ احسان هوں
قتل کو میرے نه دیکھـا استخارا دوسرا

هاتھ اپنے نه کبھی دامنِ دل دار لگا
پھر رهے کیوں که گریباں میں بھلا تار لگا
خاک ره هیں جو ترے رحم کر ان پر ظالم
یوں تو دامن کو نه ٹھوکر دم رفتـار لگا
هاے عارض په ترے جلد نکل آیا خط
بے طرح آئنــۂ حسن کو زنگار لگا

خوں کو تا گوشۂ دامن بھی پہنچنے نہ دیا
بل بے چالاکی الگ ہوگئے تلوار لگا

جس جگہ بیٹھ گیا کھول کے زلفیں وہ صنم
سودے والوں کا دو رستہ وہیں بازار لگا (ورق ۲۸۳ ب)

ابر تر کو ہے اگر رونے پر اپنے دعوی
تو بھی ساوں کی جھڑی دیدۂ خوں بار لگا

مصحفی کیوں نہ غزل بعد غزل ہو تحریر
ہاتھ میرے ہے یہ سررشتۂ گفتار لگا

اک نگہ ہی میں ٹھکانے مرا بیمار لگا
اس پہ اب تیر لگا خواہ تو تلوار لگا

خار صحرائے جنوں کاوش بے جا سے تری
اپنے دامن میں تو ہرگز نہ رہا تار لگا

رنگ اور خوں میں تک اک فرق کرائے مرغ چمن
گل سمجھ کر نہ مرے زخم پہ تلوار لگا

چلتے چلتے جو تری راہ میں آ جاتے ہیں
مہ و خورشید منہ اپنے کو چھپا جاتے ہیں

کیا عجب اس کا اگر صبح کی ہوتی ۰ ۰ ۰
خس و خار غم و اندوہ جلا جاتے ہیں

رسم ہے قافلے والوں کی کہ جنگل کے تئیں
یک بہ یک چلتے ہوئے آگ لگا جاتے ہیں

مصحفی طول کھنچی صحبتِ اشعار اب تو
اک غزل اور بھی یاروں کو سنا جاتے ہیں

جب بتاں زلف کی زنجیر دکھا جاتے ہیں
خون سودائیوں کے جوش پر آ جاتے ہیں

دیکھیے کیوں کہ طرف اس کے کہ نظارہ پرست
طرز نظارہ کو آنکھوں میں اڑا جاتے ہیں

برگ گل اڑتے ہیں یا میرے حگر کے ٹکڑے
ہر طرف دست و گریبان ہوا حاتے ہیں

زور ظالم ہے تری زلف کے دیوانوں کا
جب بہار آئے ہے زنجیر تڑا جاتے ہیں

مصحفی جوش پہ ہے بحر معانی ہم تو (ورق۲۸٤ الف)
اب کے پھر زور طبیعت کو دکھا جاتے ہیں

بیٹھے بیٹھے جو کبھو رونے پہ آ جاتے ہیں
خوں کے نالے ترے کوچے میں بہا جاتے ہیں

ملک ہستی میں جو جاتے ہیں جریدہ ہوکر
راہ میں اپنا سب اسباب لٹا جاتے ہیں

اس زمیں میں غزل اک اور بھی رنگیں کہہ ہم
مصحفی چار چمن اس کو بنا جاتے ہیں

کبھی پردے سے جو وہ آنکھ لڑا جاتے ہیں
جو کہ دیکھا نہیں ہم نے وہ دکھا جاتے ہیں

یہ وہ صحرا ہے جہاں راہوں کے چلنے والے
چلتے چلتے ہی زمیں بیچ سما جاتے ہیں

مل گیا خاک میں جب اشک تو آئی یہ صدا
یعنی جاتے ہیں تو یوں اہل صفا جاتے ہیں

اتنا (اتنے) مشتاق تماشا ہیں کہ کوچے سے ترے
ماہ و خورشید بھی اب رو بہ قفا جاتے ہیں

تو وہ استاد مسلم ہے کہ خوباں جہاں
تجھ کو آ کر سبق تازہ سنا جاتے ہیں

مصحفی موسم گل دن ھیں جنوں کے ناداں
ان دنوں کیجیے گریباں کا سلانا موقوف

شب ھم نے لیے بوسۂ رخسار تمہارے
چاھو سو کرو ھیں تو گنہ گار تمہارے

یوسف نہیں کچھ تم کہ جو بازار میں جاؤ
آ رھتے ھیں گھر بیٹھے خریدار تمہارے

کیا جانے چمن کیسا ھے کیا رنگ ھے گل کا
بھر عمر رھے ھم تو گرفتار تمہارے

تم نے تو چھپایا ھے منھ اپنا یہ بتاؤ
کیا دیکھ جییں طالب دیدار تمہارے (ورق ۲۸٤ ب)

یاں ضعف سے اب گردن زنہار نہیں اٹھتی
واں مارے نزاکت کے تلوار نہیں اٹھتی

بے حس پڑے ھوئے ھیں جو یوں خفتگانِ خاک
ان کو یہ کس کے طرز تغافل نے غش کیا

کس پر ھے یہ تروار بندھی پھر کے تو دیکھو
کس پر ھے یہ ابرو کی کجی پھر کے تو دیکھو

وارفتہ ھو کیا آئنۂ حسن پر اپنے
یاں جان ھی جاتی ھے چلی پھر کے تو دیکھو

دم ھونٹوں پر آیا ھے مرا آپ کی خاطر
تم اس کو سمجھتے ھو ھنسی پھر کے تو دیکھو

کیا پیٹھ دیے بیٹھے ھو بیمار سے اپنے
ھے اس کا ادھر آنکھوں میں جی پھر کے تو دیکھو

منھ مجھ سے پھراتے ھو تو اے جان پھراؤ
پر ساتھ پھرائیں گے کبھی پھر کے تو دیکھو

اک تیغ کے لگتے ہی لگی جان ٹھکانے
اچھا تو ہے لگ جائے گر انسان ٹھکانے

نومید پھرا واں سے تو قاصد نے کہا لو ٭ یہ خط نہیں لگتا کسی عنوان ٹھکانے
یا آے مرا دل کسی عنوان ٹھکانے ٭ یا اس غم فرقت میں لگے جان ٹھکانے
پھر کھینچیو تروار میاں غصے میں آکر ٭ عاشق کو لگاتی ہے یہی آن ٹھکانے
اٹھتے ہی ترے ہوش و حواس اپنے ہوئے گم ٭ تو بیٹھے تو آویں مرے اوسان ٹھکانے
تجھ سے گر وہ دلا نہیں ملتا ٭ زہر بھی مجھ کو کیا نہیں ملتا

جدھر دیکھو ادھر چرچا ہے اب ہنگامہ سازوں کا
چلے فتنے کی یاں کیا، دور ہے دامن درازوں کا

آج کیا جانے مری کون نظر سے گزرا
آہ کا تیر جو یک بار نظر سے گزرا [؟] (ورق۲۸۵الف)

پیچ و تاب کمر و زلف سے گھبرا کے وہ شوخ
اب یہ کہتا ہے میں اس زلف و کمر سے گزرا

بدنام کیا میں نے عبث نام محبت ٭ مجھ سے نہ ہوا کچھ بھی سر انجام محبت
منہ سے برقع کو مری جان اتارا آخر ٭ کام در پردہ کیا تم نے ہمارا آخر
آگیا خط پہ سر مو نہ گیا ناز ہنوز ٭ ہے اسی ڈھب پہ نگاہ غلط انداز ہنوز

کیوں نہ اب زلف پھنسے اس ترے رخسار کے پاس
کہ طرحدار ہے زیبندہ طرحدار کے پاس

آکر ہماری خاک پہ اس نے چڑھائے گل
آخر کو جذب عشق نے یاں تھے کھلائے گل

آنسوؤں سے بس کہ یاں رہتا ہے کار آستیں
سلک گوہر بن گیا ہے تار تار آستیں

یاد فندق میں شب اس دل نے جو بے تابی کی
ہم نے رو رو کے لہو ہر مژہ عنابی کی

ہوئے شعلے جو میری آہ آتش ناک سے پیدا
تو ہوویں گے شرارے گنبد افلاک سے پیدا

یک چند اس طرف جو ہیں جانے سے رہ گیا
رک رک کے وہ بھی کچھ ادھر آنے سے رہ گیا

ہم کو ناکامی طالع نے رکھا کام کے بیچ
عمر آخر ہوئی بس نامہ و پیغام کے بیچ

شب کہ تا صبح ہم آغوش مرا تھا وہ صنم
کشمکش زیر رہی بوسہ و دشنام کے بیچ

سینے سے جلوہ گر ہے ترے ابتدائے صبح
گل کھائے ہے بیاض گلو پر صفائے صبح

آئنے کو ہے ترے حسن کی خدمت شاید
شانہ رکھتا ہے حم زلف سے بیعت شاید

تھا آپ ہی دیوان مرا نامۂ اعمال ٭ کاہے کو فرشتوں نے لکھا نامۂ اعمال

(ورق۲۸۵ ب)

ہے شور جنوں موجب آمرزش مجنوں ٭ یاں ساتھ گریباں کے پھٹا نامۂ اعمال

مجھ کو اس بت سے ملادے تو سر راہ کہیں
سن لے میری بھی شتابی مرے اللہ کہیں

روز کی خارا تراشی سخت مجبوری ہے یہ
عاشقی کاہے کو ہے فرہاد مزدوری ہے یہ

گو ابر گھرا ہوا کھڑا ہے ٭ آنسو بھی ملا ہوا کھڑا ہے

زلف مشکیں ہو جہاں سنبل کی بو کیا چیز ہے
گل کو کہتا ہے ترا عارض کہ تو کیا چیز ہے

پیری میں بھی ہم الفت طفلاں سے نہ چھوٹے
لکھ پڑھ چکے تس پر بھی دبستاں سے نہ چھوٹے

زبس نظروں میں تھے ڈھنگ اس بلائے ناگہانی کے
نہ سوئے تا سحر ہم رات مارے بدگمانی کے

ادائے لغزش پا اس کی جب لکھنے کو بیٹھے ہیں
قلم گر گر پڑے ہیں ہاتھ سے بہزاد و مانی کے

اٹھیں مردے نہ کیوں کر گور سے وقت خرام اس کے
کہ یہ بوٹا سا قد اس کا قیامت کی نشانی ہے

کناری گرد دامن برق سی چمکے ہے ہے ظالم
یہ جوڑا آسمانی بھی بلا ہی آسمانی ہے

قدم آگے اٹھا سکتے نہیں ہم اس کے کوچے سے
کہ پاؤں پر ہمارے سر جھکائے ناتوانی ہے

لیا ہے چلتے چلتے جو اٹھا دامن کو ہاتھوں سے
خدا جانے اسے منظور کیا افت اٹھانی ہے

یہ لوگ میاں جی سے گزر جاتے ہیں کیسے
عاشق جو ترے ہوتے ہیں مرجاتے ہیں کیسے

یہ دل کہ آتش غم پر سپند رہتا ہے ٭ نت اس کی آگ سے شعلہ بلند رہتا ہے
(ورق ۲۸٦ الف)

صبح کی شام ہوئی، شام کی پھر رات ہوئی
یہی وعدے ہیں تو کب اس سے ملاقات ہوئی

گر چشم تر سے ہم نے ٹک آستیں اٹھائی
تو دل نے کھینچ نالہ سر پر زمیں اٹھائی

دور رہنا ہے بھلا ہی ہمیں محبوبوں سے
رفتگی خوب نہیں اپنی خوش اسلوبوں سے

میرزا : میرزا تخلص، حکیم فضل اللہ، متوطن قصبۂ پانی پت از مضافات صوبۂ دارالخلافہ شاہ جہاں آباد۔ شخص عقل مند، ذی فہم، از اولاد حضرت

میرزا عبدالقادر بیدل قدس‌الله سره، که در ماسبق به جاے خود دریں تذکره ذکر اوشاں سمت تحریر یافته۔ میرزاے موصوف در علم عربی و فارسی و فنونِ طبابت بسیار ماهر و شعر فارسی خوب و برجسته می گوید، و به جهت تفنن طبع اشعار ریخته هم می گوید۔ ایں دو رباعی، و چند شعر از کلام اوست۔ منه۔

حسن جا یه غرور دل ربائی دیکھا ٭ واں مظهر کامل خدائی دیکھا
اعجاز میں جو هو یدبیضاسے دو چند ٭ دیکھا تو وه پنجهٔ حنائی دیکھا
اے چرخ تری هزار بازی دیکھی ٭ هر لحظه نئی هی ترک تازی دیکھی
آخر کو کرے تو داغ دل کو ناسور ٭ دیکھی تیری یه چاره سازی دیکھی
اس طرف یار کا گزار نہیں ٭ دل بے تاب کو قرار نہیں

میرزا میرزا تخلص، صادق علی خاں، ساکن دارالخلافه، در فن موسیقی مهارت (ورق ۲۸۶ ب) کلی داشت۔ گاهے شعر هم می گفت۔ ازوست۔

دل هاتھ سے، اشک انکھ سے . . . . چلا جائے
اے واے مصیبت کوئی کس کس کو نبھائے

مسافر مسافر تخلص، میر پائنده نام، شخصے بود ساکنِ دارالخلافه۔ از چندے رخت اقامت به بریلی انداخته، هماں جا درگزشت۔ خدایش بیامرزاد۔ اشعار استادانه می گفت۔

مار دنیا په لات بیٹھے هیں ٭ دھوکے عقبی سے هات بیٹھے هیں

ممنون ممنون تخلص، میر نظام‌الدین، خلف میر قمرالدین منت، اصلش از قصبهٔ سونی پت، مضاف صوبهٔ دارالخلافه شاه‌جهاں‌آباد۔ سید صحیح‌النسب، سحر پردازی او در فن اشعار فارسی و ریخته گوئی بسیار رسا، شور شیرینی کلامش سرور افزا۔ به وسیلهٔ فنِ نکته پردازی، از بار یافتگانِ حضور فیض گنجور حضرت قبلهٔ عالم و عالمیان است، و به خطاب فخرالشعرائی سرافراز، و در چوکی بندی عز امتیاز دارد و دربدیهه گوئی مهارتے تمام۔ رویهٔ شعر

گوئیش بسیار مرغوب۔ مثنوی حسب الحکم حضور پرنور بسیار به آئین شایسته تصنیف ساخته و مقبول بارگاه خلافت شده۔ اشعارش نهایت برجسته و پر مضمون و متین و انشراح بخش خاطر۔ برائے تفریح خواطر صاحانِ این فن۔ انتخابِ کلامِ او قلمی می سازد۔ از کلام اوست۔

شب هم کو کشت و خون رها موج غم کے ساتھ
سو حسرتیں شهید هوئیں اپنے دم کے ساتھ

حاجت هی کیا جو خاک پر اپنی وه لائے گل
هیں اس کے نقش پائے نگاریں بجائے گل

یه چشمِ خون فشاں سے هاتھ شغل اپنے لگا رنگیں
ادهر دهویا گریباں کو ادهر دامن هوا رنگیں

وقت نظاره اِک نگه آرزو نهیں ؛ جس سے که حسرتوں کا ٹپکتا لہو نهیں

تا عدم هے شور اپنی آهِ پر تاثیر کا
هے سویدائے دل عنقا هدف اس تیر کا

کل جو خلوت میں وه بت محوِ خود آرائی تها
آئینه پشت به دیوار تماشائی تها

هاتھ میں جنبشِ محمل کی عناں هے اپنے
ورنه یاں کس کو سر آبله فرسائی تها

تیری قامت نے کیا خوب هی سیدها اس کو
سرو گلشن کو بهت دعوی رعنائی تها

تهی اس حسن مطلق سے هی کب آینه عیاں کا [؟]
دل هر ذره هے خلوت کده خورشید تاباں کا

خوں سے مرے تر هے ترے پیکاں کا لوها
یاں رشک بنا لعل بدخشاں کا لوها

اس رمز کا کشته هوں که وه پوچهے هے مجھ سے
کیسا هے مری تیغ صفاهاں کا لوها

کسے اب معرکے میں شوق کے زھرہ ھے غوغا کا
کہ پھر دنبالہ . . . میری مژگان صف آرا کا
بندہ ھوں حسن صورت و عشق مجاز کا
ھر آئنے میں جلوہ ھے اس جلوہ ساز کا
از خویش رفتگی ھی یہ ھم عش ھیں، یاں نہیں
عزمِ کلیسیا و ارادہ حجـــار کا
اے آہ بے ادب نہ اسے آگ دے کہ ھے
دل جلـــوہ گاہ پردہ نشینانِ راز کا
قدم رکھا یہاں کس نے کہ گل تصویر قالی کا
رکھے ھے رنگ اس پائے حنا بستہ کی لالی کا (ورق ۲۸۷ ب)
دعائیں زیر لب آھستہ آھستہ ھوں دیتا میں
جو یاد آئے ھے لب تک آکے رک جانا وہ گالی کا
لکھا جو شعر تعریف جمال یار میں ممنوں
وہ حسنِ نظم میں ھم سر ھے اشعار جمالی کا
کرنے نـــہ پائے نیم تبسم کہ بس چلے
جوں غنچہ رنگ گلشن ھستی پہ ھنس چلے
. . . ھے دل سے اب تک ھر حرف آرزو کا
ھے زور رنگ تیرے کشتوں کی گفتگو کا
مشہد پہ اس کے لانا ھے شمع سبز لازم
جو بے گنہ ھو کشتہ اس سرو شعلہ خو کا
طوفاں اٹھا رھا ھے اب طفل اشک ممنوں
لڑکا ھے یہ تو اپنی آنکھوں کے رو برو کا
دھویا ھے کس نے منہ کو یہ ھے لطف آب کا
لب ریز[1] رنگ گل ھے ساغر حباب کا

(۱) مخ میں یہ مصرع حاشیہ پر ھے۔ اس کو بعد کی سطر میں صرف یہ مصرع لکھا ھوا ھے " گرداب ھوگیا ھو پیالہ شراب کا "۔ جو بعد والے شعر میں موجود ھے

دھویا ھے چشم مست کو دریا میں کس نے صبح
گرداب ھو گیا ھے پیالـــہ شراب کا

کیا دل ھوا برشتـــہ نف سینہ تاب کا
نکلے ھے دم کے ساتھ دھواں سا کباب کا

رکھے ھے رنگ کچھ ساقی شراب ناب آتش کا
مقطر کیا کیا لے کر گل شاداب آتش کا

ڈراتا ھے عبث دوزخ سے ممنوں کو تو اے واعظ
دکھا دوں داغ دل تو ھووے زھرہ آب آتش کا

کنج تنہائی میں یہ شغل ھے اب ممنوں کو
طرفِ دامان ھے اور دیدۂ تر ھے اس کا

کوئی ھم درد، نہ ھم دم، نہ یگانا اپنا
رو بہ ر(و) کس کے کہیں ھم یہ فسانا اپنا

نہ کسی جیب کے ھیں پھول نہ دامن کے خار
کس لیے تھا چمن دھر میں آنا اپنا (ورق۲۸۸ الف)

فائدہ کیا جو ھوے شیخِ حرم، راھبِ دیر
نـہ ھوا دل میں کسی کے جو ٹھکانا اپنا

ھیں رواں نافے کے دنبال ھزاروں بے تاب
دیکھیو پردۂ محمل نـــہ اٹھانا اپنا

وادی قیس میں جاؤ تو یہ تم سے پیغـام
ھم بھی اے دشت نوردانِ جہاں کہتے ھیں
لے کے مجنوں سے مرا نام یہ کہنا کہ دعا
تم کو وہ قبلۂ وحشت زدگاں کہتے ھیں

وقف دنداں تھا لب حسرت ھر اک غم خوار کا
کنج غم میں شب یہ عالم تھا ترے بیمار کا

گرم رفتار بیابان عـــدم کو چاهیے
کوئی دم آرام کو سایہ تری تلوار کا

کھولا جو پیچ طرۂ عنبر شمیم کا
مشک ختن سے بھر گیا دامن نسیم کا

دیکھا جو قد و زلف و دھن اس کا مٹ گیا
زاھد کے دل سے نقش الف لام میم کا

گر کھول دوں میں سینۂ سوزاں کے چاک کو
دروازہ روے خلق پہ وا ھو جحیم کا

عین راحت ھے جو کچھ ھم پہ ستم کیجیے گا
سر جھکا دیں گے اگر تیغ عام کیجیے گا

دیکھ کر مجھ کو یہ کہتے ھیں بتان خوش خط
ایک دن سر کو ترے تن سے قلم کیجیے گا

تھام اے دست تپش اب یہ ھلانا دل کا
آج منظور ھے ٹک چـاک سلانا دل کا

اللہ رے کثرت درد و غم خوباں کہ یہاں
سینۂ تنگ میں مشکل ھے چھپانا دل کا

آتش داغ سے ٹک بچ کے نکلنا دم سرد
دیکھیو تو یہ چراغ اب نہ بجھانا دل کا

نالہ دنبالہ رو نالہ پس آہ ھے آہ
قافلہ لب سے فلک تک ھے روانا دل کا (ورق ۲۸۸ ب)

شب بستر راحت پہ جز آزار نہ پایا
تروار کے ڈیرے سے کم اک تار نہ پایا

وہ بو قلموں جلوہ ھے ھر آن تماشا ۰ یاں دیدہ سرا سیمہ ھے حیران تماشا

کھا کے کل سو پیچ و تاب اتنا جو دل سے نالہ تھا
جا کے گردوں پر چمکتا شعلۂ جوالہ تھا

بس کہ وقت گریہ پیش چشم وہ مہ پارہ تھا
بہ چلا جو اشک یاں سو اختر سیارہ تھا
اپنی راحت گاہ نت آغوش بے تابی رہی
کب ہمیں طفلی میں میل جنبش گہوارہ تھا

تھا روز کون سا کہ یہاں غم نہیں رہا
پڑھ پڑھ کیے دل کا مرثیہ ماتم نہیں رہا
اب جز خدنگ اور دم تیغ یار بن
پہلو نشیں نہیں کوئی ہم دم نہیں رہا
نت سینہ چاک و زخم جگر پر رہے ولے
کچھ فکر بخیہ و سر مرہم نہیں رہا

یاں ذوق زخم خنجر قاتل نہیں رہا
دل چاہیے تڑپنے کو سو دل نہیں رہا
وا حسرتا کہ قاتل بے رحم بعد ذبح
یک لحظہ پیش دیدۂ بسمل نہیں رہا
کیوں بزم میں جھکی جھکی آنکھیں ہیں کل اگر
چتون میں کوئی بوسے کا سائل نہیں رہا

رات تم بن نہ تک آسودہ یہ مہجور ہوا
رشتۂ بستر راحت دم ساطور ہوا
دل پر شوق کہ تھا . . . . . . پر کاہ
بل بے ہمت کہ حریف شرر طور ہوا
چاندنی مار گئی اس دل زخمی کو رات
پر تو انداز یہ کس کا رخ پر نور ہوا
ہوں شہید خط سبز و نگہہ جادو فن
میں نہ مسموم ہوا اور نہ مسحور ہوا (ورق۲۸۹الف)

رخصت ایک ایک سے کیا عاشق رنجور ہوا
گھر سے جو اس کے بلند آج عجب شور ہوا

ربط داغ دلِ سوزاں سے یہاں شعلہ فروز
شمع کافور صفت مرہم کافور ہوا

گماں نہ کیوں کہ کروں تجھ پہ دل چرانے کا
جھکا کے آنکھ سبب کیا ہے مسکرانے کا

وفور گریہ ترحم ہجوم نالــــہ کرم
کہ ہے ارادہ اسے درد دل سنانے کا

نہ سینہ ہے، یہ جگر ہے، یہ دل ہے بسم اللہ
اگر خیــــال ہو تروار آزمانے کا

کسی کے ہونٹ کے ہاتے ہی بس تمام ہوے
ملا مزا نہ ہمیں گالیاں ہی کھانے کا

بس ہے یہ لطف صبا بہر گرفتار قفس ٭ راہ بوئے گل کرے سوراخ دیوار قفس

کاوش غم نے ستم رات یہ مجھ پر توڑا
کہ ہر اک موے بدن پر سر نشتر توڑا

کس قدر شرح گراں باری غم لکھی تھی
کہ مرے نامے نے بازوے کبوتر توڑا

قصہ کہتا تھا کسی عہد شکن کا میں رات
وہ لگے کہنے یہ طعن آپ نے ہم پر توڑا

کاوشیں ہم سے رہیں ضبط فغاں کو کیا کیا
تا گلو سینے میں نشتر ہی پہ نشتر توڑا

ہے سایہ فگن زلف سیہ فام زمیں پر ٭ یا صبح قیامت کی ہے یہ شام زمیں پر

دور فلک میں کس کو مے کشی کا شوق [؟]
رکھتا ہے ماہ ہاتھ میں ساغر بلور کا

رہے ہے روکش نشتر ہر آبلہ دل کا
یہ حوصلہ ہے کوئی بل بے حوصلہ دل کا
دل میں جو جو ہے نکالیں گے ذرا بول کے خوب
وہ جو ہاتھ آئے تو لڑتے دل کھول کے خوب [؟] (ورق ۲۸۹ ب

مومن مومن تخلص، حافظ محمد مومن، نوجوانے ست ہمت بر تحصیل کتب
عربی مصروف دارد۔ اصلش ار خطۂ کشمیر، مولدش دار الخلافۂ شاہ جہان آباد
اجدادش بہ عزت و بزرگی بسر بردند۔ رویۂ شعر گوئیش بسیار مطبوع
شخص بسیار خلیق است۔ ازوست۔

گر بھول کے یاں آن وہ خود کام نکلتا
دم کاہے کو یوں اے ست خود کام نکلتا
شب ذکر سیہ بختی عشاق جو آتا
کیا صبح کو خورشید نہ تا شام نکلتا
تاکید تھی واں چھوڑتے تھے پوچھ کے شب نام
تھا قہر جو کوئی مرا ہم نام نکلتا
جلتی ہیں سدا سوزش گریہ سے یہ آنکھیں
آتش کا یہاں آب سے ہے کام نکلتا

ہوتی جو نصیبوں میں مرے وصل، تو مومن
. . . . ہی سر فال نہ یوں لام نکلتا
اضطراب دل سے میں جو رات گرم نالہ تھا
ہالۂ ماہ منور شعلۂ جوالہ تھا
پاس اس کے جن دنوں گلزار خوبی تھا گرو
برگ رنگیں صفحہ تھا اور مہر داغ لالہ تھا
سوزش داغ جنوں کل سخت آتش ریز تھا
طوق گردن دل چلوں کو شعلۂ جوالہ تھا

من‌مو عاشق طبیعت نوجوان هی مر گیا ٭ عشق طفل چند ساله دشمن صد ساله تها

.... تخلص ، قاضی نورالحق ، متوطن ضلع مشرق ـ خدمت قضاے سرکار بریلی ، (ورق ۲۹۰ الف) به ذاتِ ایشاں متعلق است ـ شخصِ عالم و فاضل و متشرع و خوش اختلاط ؛ سید صحیح‌النسب ، شرافت و نجابت از سیمایش هویدا ست ـ شاعر فارسی‌گو ، تصانیفش به قدر سه لک بیت است ـ ازاں جمله تفسیر تمام کلام‌الله مع شان نزول به فصاحت موزوں ساخته و ماوراے این قصائد عربی ، فارسی و مثنویات متعدد و سه دیوان غزلیات و دیگر اقسام اشعار مصنوعه و غیر مصنوعه از ذهن صافیش سر انجام پزیرفته ـ علاوهٔ آن در بدیهه گوئی یکه تا و عرصهٔ سخن وری‌ست ـ به سبب بعضے حوائجِ ضروری وارد دارالخلافه گشته بود از حضور والا به عطاے خلعت و به خطاب عمدةالشعرا امتیاز در همسراں حاصل نموده ـ به سبب ملاقات هر روزه در دربار معلی با مولف ربط و اخلاص بسیار بهم رسید ـ طلبِ اشعار ریخته از تصانیف براے درج نمودن دریں مجموعه شده بود ـ انکار بحت نمود که من‌گاهے در مدت‌العمر شعر ریخته نه گفته ام ـ در شاعری دوں مرتبهٔ من است که شعر ریخته بگویم ـ والحق که منصب شاعری ایشاں مقتضی همیں است ـ غرض که بعد جد و کد بسیار به پاس خاطر راقم یک مطلع موزوں نموده ، بنا بر یادگاری قلمی گشته ـ منه ـ

وه نوک مژه جب سے مرے دل میں گڑی هے
ایسی تو کهٹکتی هے که جینے کی پڑی هے

موزوں موزوں تخلص ، میر فرزند علی ، متوطن سامانه ، شاعر زبردست شیریں گفتار ، (ورق ۲۹۰ ب) سید صحیح النسب ، عالی تبار ، شاگرد میر شمس‌الدین فقیر ـ در فن شاعری بسیار ماهر ، صاحب تصانیف است ـ در تاریخ گوئی مهارتے کلی دارد ـ از پنج شش سال به لکهنؤ رفته طرح اقامت انداخت و مولف اوائل حال اصلاح اشعار ازاں غواص دریاے معانی گرفته ـ عجب معنی پرداز بود ـ در سنه یک هزار و دو صد و ست ونه هجری است (کذا) هماں جا به دارالبقا رحلت نمود ـ خدایش بیامرزاد ـ منه

یار ہے چت چڑھا ہوا بیٹھے ہیں اداس سے [؟]
ذکر کر اس کا ہم نشیں اٹھ نہ ہمارے پاس سے

نرگس کا پھول بھیجیے نامے میں یار کو
معلوم تا کرے وہ مرے انتظار کو

یہ حسن گرم اسکے کا شب محلس میں کچھ مذکور تھا
شمع کا جلوہ خنک خجلت سے حوں کافور تھا

ہے محو آئنہ ساں سارا جہان تیرا
مہ دیکھے کیوں نہ ہر اک اے میری جاں تیرا

نالہ ترے سے اے دل چکر میں اسماں ہے
کس شور سے فلک پر پہنچا ہے بان تیرا

صبح لے تیغ و سپر گھر سے جو باھر نکلا
شور اٹھا وو نہیں کہ حورشید منور نکلا

تیر دل دوز نگہ دل سے نہ نکلا ہر گز
پر جو نکلا تو مری جان ہی لے کر نکلا

کیا بلا فتنہ گری میں ہے سر آمد وہ زلف
شانہ ہے ایک مگر اس سے تو برسر نکلا (ورق ۲۹۱الف)

مہرباں جس کو سمجھتے تھے ہم اپنا اے وائے
طرفہ بے داد گرو سخت ستم گر نکلا

دل کی معدن کو کہاں پہنچے ہے یاقوت کی کھان
اشک نکلا جو مری چشم سے گوھر نکلا

سیر کو تو جو سحر جانب گلشن نکلا
گل ترا داغ لیے چاک نہ دامن نکلا

دیکھیو رفع کدورت سے صفائی دل کی
گرد جھاڑے سے یہ کیا آئنہ روشن نکلا

چاہ تیری میں ہوئے معرکہ آرا جب ہم
مرد میـــدان نہ بیژن، نہ تہمتن نکلا

کیا فکر و بیاں کیجیے اس کے قد و قامت کا
چربہ ہے قیامت کا۔ ٹکڑا ہے یہ آفت کا

سر پر مرے سو آفت وہ زلف سیہ لائی
بس حال نہ پوچھو کچھ ایام کی شامت کا

صد خرمن ایماں پر گویا کہ پڑی بجلی
مذکور کہیں نکلا تیری جو شرارت کا

محو آئنـہ دل کا بے وجہ ہوا کب میں
اس گھر میں تو دیکھا ہے جلوہ تری صورت کا

کس پاس میں دل بیچوں، کو جوش خریداری
کیا سرد ہوا یارب بازار محبت کا

پوشاک وہ پہنا کر جس میں کہ پھبن نکلے
معلوم ہو چھب تختی زیبایش تن نکلے

وابستـہ محبت تھی پیماں کی درستی پر
دل ٹوٹ گیا میرا، تم عہد شکن نکلے

موزوں میں حسینی ہوں، دل اپنا اسی کو دوں
مکھڑے کی ادا جس کے بروجہ حسن نکلے

داغ جب آتش غم سے دل مایوس ہوا
رشک گل زار ہوا غیرت طاؤس ہوا

عاشقوں کے تئیں کیا ننگ سے اور نام سے کام
دوست جو اس کا ہوا دشمنِ ناموس ہوا (ورق ۲۹۱ ب)

اس کی دستار ..... شام و سحر جھڑتے ہیں
ہم غبار سر رہ آٹھ پہر جھڑتے ہیں

سینۂ و دل کو کدورت سے میں کرتا ہوں صاف
کس کی آمد ہے الٰہی کہ گہر جھڑتے ہیں

اشک سے آج سراپا ہوں جواہر میں غرق
راہ چلتا ہوں تو دامن سے گہر جھڑتے ہیں

آگ دی دل کو مرے عشق نے موزوں یعنی
شعلے آہوں کے نکلتے ہیں شرر جھڑتے ہیں

دل تو کھنچا نہ اس کا دامن ہزار کھینچا
دست طلب ہی ہم نے پایان کار کھینچا

کیا خاک دل لگاؤں آئینہ طلعتوں سے
حاصل کدورتیں ہیں مٹی کی مورتوں سے

دے کے دل بھر عمر پچھتاتے رہے ٭ ہم نہ سمجھے یار سمجھاتے رہے
گزری نہ ہوگی شب یہ کسی سوگوار پر ٭ تجھ بن کٹی جو رات دل بے قرار پر
اپنا وا بند قبا کیجیے گا ٭ دل کا عقدہ مرے وا کیجیے گا
شمع ہر بزم نہ ہونا ہرگز ٭ دل جلوں کا یہی کہا کیجیے گا [؟]

ابرو کی کروں یا صفِ مژگاں کی میں فریاد
بلوے میں ہوں مارا گیا قاتل نہیں معلوم

جب کبوتر نہ پھرا یار کا نامہ لے کر
اشکِ خونیں کے مری آنکھ سے سرخاب اڑے

کیا دل جو گزک ہووے اس رند شرابی کی
لٹ جائے جہاں دم میں دوکان کبابی کی

دل پھنسا زلف میں جا سخت پریشانی ہے
مختصر یہ کہ بڑا قصۂ طولانی ہے

تیغ کھینچے مرے سر پر وہ ستم گر آیا
آبرو آج سرِ نو سے ہمیں پانی ہے (ورق ۲۹۲ الف)

بس کہ پھوٹا ہے دو سر تیر نگہ تا پیکاں
زخم جو دل کا ہے سو لالۂ پیکانی ہے

ہے پیے آج تجمل سے اڑا جاتا ہوں
اس کیے کوچے کی ہوا تخت سلیمانی ہے

غیرت کانِ یمن تختۂ دامن ہے آج
اشک گل رنگ مرا لعل بدخشانی ہے

پھول جھڑتے ہیں ترے منہ سے مری آنکھوں سے
حسن اور عشق کی کیا خوب گل افشانی ہے

آگے تقدیر کے تدبیر کرے کیا پس و پیش
بات پیشانی کی لکھی ہے سو پیش آنی ہے

دل دیا جب سے ہے اس آئنہ رو کو موزوں
صورت حال مرا عالمِ حیرانی ہے

آنکھوں میں ہے جی اور ہے دیدار کی حسرت
. . . . کہ یہ نکلے ترے بیمار کی حسرت

وعدہ ہو شام کا تو ملے ہے سحر کے وقت
ملنے کے مختلف ہیں مرے حیلہ گر کے وقت

ان کی ادائیں ہیں سبھی پیاریاں ٭ ہائے رے خوباں کی طرح داریاں
ایک مرض ہووے تو کیجے علاج ٭ عشق میں (ہیں) سیکڑوں بیماریاں
شہر میں انگشت نما جوں ہلال ٭ ہیں مرے بانکے کی نموداریاں

عشق کے افرا سیاب دل نے . . . . مانیاں
رستموں کی خاک میں یاں مل گئیں جولانیاں

بہہ کے میری چشم سے جس دم گیا دریائے خوں
چڑھ کے سو نیزے فلک پر تھم گیا دریائے خوں

مجبور ہوں جفا کشی ہجر یار میں ٭ یعنی کہ دل نہیں ہے مرا اختیار میں

بھر خرابہ گردی کیا کیا شناسیاں ہیں
یہ عشق گھر بسے کی خانہ خرابیاں ہیں (ورق ۲۹۲ ب)

یار نے مصلحةً مجھ کو دکھائی گو آنکھ
عین لطف و کرم اس کا ہے یہ امداد نہیں

اس سے کہنے بھی نہ پایا مرا پیغام تمام
کی نگہ ایسی کہ قاصد کا ہوا کام تمام

میں تو خورشید لب بام ہوں بس دیر نہ کر
جلد آ ورنہ مرا کام ہے تا شام تمام

کشتۂ چشم سرمہ سا ہیں ہم ٭ چپ بھلی ہے نہ پوچھ کیا ہیں ہم
اپنے کوچے کو خار بست کیا ٭ یہ نہ جانا برہنہ پا ہیں ہم

ہم پر یہ اعتراض، غیروں پہ وہ کرم ہیں
بس ہم نے زندگی کی، گر یہ ترے ستم ہیں

مشہور ہے ہماری آہوں کی نیزہ بازی
تیرے ستم کشوں کی ہم فوج میں علم ہیں

دل سے بتاں کے اپنے جو دل کو جوڑتے ہیں
وہ لعل بے بہا کو پتھر سے توڑتے ہیں

دیتا ہے عشق برہم دل کے حواس . . .
منصوبہ باز پہلے لشکر کو پھوڑتے ہیں

کھانے سے گل کے تازہ ہوا اپنا باغ دل
یعنی شگفتہ آگ سے ہوتا ہے داغ دل

بیٹھ پہلو میں مرے اے بت غارت گر ہوش
کہ ترے شوق میں یہ دل ہے سراپا آغوش

خط سے کم ہو نہ ترے حسن کی گرمی ہرگز
آگ تو اور بھڑکتی ہے اگر ہو خس پوش

زور ہی لطف تھا مے خانے میں کل اے موزوں
تھی صراحی بہ خروش اور خم بادہ بہ جوش
دختر رز پہ لگی تاک سبھی مستوں کی
زال دنیا پہ اگا بیٹھے ہیں سارے پاپوش
قید سے ننگ کی وارستہ سب اور دشمن نام
نہ نصیحت گر انہوں میں نہ کوئی پند نیوش (ورق ۲۹۳ الف)
ہائے ہو ان کی سے تھا مے کدے میں شور اور غل
تا خم چرخ گیا ان کا وہ جوش اور خروش
دست بیعت کو دیے دست سبو میں تو ادھر
سر تسلیم ادھر بر قدم بادہ فروش
نہ تو غم دین کا کچھ اور نہ دنیا سے کام
جام مے پر جو ہوا کرنے لگے نوشا نوش

ہاں دل آہ سحری کے نئیں تاثیر ہے شرط
جو ہدف پر لگے اے جان وہی تیر ہے شرط
دیکھ کر منہ کو ترے لوں ہوں خدا کا میں نام
یعنی کعبے کے تو احرام میں تکبیر ہے شرط
مت سنا ہم کو ہر اک دم کہ سپاہی ہے رقیب
چھین لیں ہاتھ سے ہم اس کے یہ شمشیر ہے شرط
عشق موزوں اسے کہتے ہیں کہ جوں شمع سدا
اشک گرم و رخ زرد آہ گلو گیر ہے شرط

لخت دل یوں جلوہ گر ہیں دیدۂ گریاں کے بیچ
برگ گل بہتے پھریں جوں بحر بے پایاں کے بیچ
کس سے چاہوں داد تیرے ظلم کی اے مہ جبیں
پوچھتا کوئی نہیں اس شہر نا پرساں کے بیچ

کیا تجھ سے کہوں چرخ کے نیرنگ حوادث
دکھلاے ھے اک آن میں سو رنگ حوادث
راہ سے گھر کی مرے پھر کے نہ جاؤ صاحب
چھوڑو یہ چال کہیں راہ پر آؤ صاحب
گل باد میں آ حسن پر آج اپنے ھنسا حوب
اس ھستی موھوم پہ یہ ناز ھے کیا خوب

منصور سوا جو کہ ھیں سردار محبت ٭ سر دے دیں پہ کہے نہیں اسرار محبت
پابندی سرو آج یہ کہتی تھی چمن میں ٭ آزادی عالم سے (کذا) گرفتار محبت
کل مصلحۃً مجمع اغیار میں موزوں ٭ کرتا تھا میں اس شوخ سے انکار محبت
(ورق ۲۹۳ ب)

پڑھنے یہ لگا مجھ کو سنا مصرع سودا
ظاہر ھیں ترے چہرے سے آثار محبت
مانگو نہ دعا کیوں کہ ھے تاثیر سردست
ھے پاس مرے ایک . . . . تیر سردست
ھاتھ اس کے لگا پاؤں کو لے جاؤں گھر اپنے
سوجھی ھے مجھے آج یہ تدبیر سردست
اس زلف کے ھیں دام مجھے دست گہ عیش
لی ایسے سپاھی سے یہ جاگیر سردست
اس کو مری حیرت زدگی کی نہیں پروا
رھتا ھے لیے اپنی ھی تصویر سردست

مشتاق مشتاق تخلص، حسین بخش نام، قوم قوال، متوطن قصبۂ کول، بالفعل در سردھنہ ملازم بیگم شمرو صاحب است۔ شاگرد عوض علی خاں تنہا۔ حسبِ اتفاق وارد دارالخلافہ گردیدہ بود۔ جوان ذھین بہ نظر در آمد۔ ازوست۔ منہ۔

لوٹتے ہیں ہم تو ہو کر نیم بسمل اب تلک
حس یہ بھی (ر) کھتی ہے کاوش تیغ قاتل اب تلک
مطلب کیا ہے دھر میں ہم کو اپنے اور بے گانے سے
اب تو تیرے عشق میں ظالم کام پڑا ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ سے

مضمون مضمون تخلص، شاعرے بود هم عصر میر و مرزا، مدتے شد که به دار البقا رحلت کرد ـ این دو شعر از تصانیف اوست ـ خدایش بیامرزاد ـ منه ـ

میرے سے اس بن کون ہے خوش، واہ یہ ہو وہ نہ ہو
کس کو خواهش ہے معاذاللہ یہ ہو وہ نہ ہو
یاں بھی بر صنم کو ہم نہ آزردہ کریں
ہم سے تو اے دوستاں واللہ یہ ہو وہ نہ ہو (ورق ۲۹۴الف)

مسرور مسرور تخلص، تخلص شیخ پیر بخش، وطنش قصبهٔ کاکوری من مضافات صوبهٔ اودھ ـ نشو و نما در دارالامارة لکھنؤ یافته ـ از شاگردان رشید غلام همدانی مصحفی است ـ مصلح اشعار بعض اشخاص آن جاست ـ از حسن اتفاق در سنه بیست و سه جلوس قدائه عالم ظل الہی جهان میرزا محمد اکبر شاه غازی اللہ ملکه و سلطانه (کذا) این هم مثل مرزا محمد مخدوم بخش ذکا، هنگام مراجعت مرشد زادهٔ عالمیان، مرندهٔ ملازمی حاصل نموده، وارد دارالخلافه گشت ـ وقت ملاقات خلیق و مؤدب و ذهین و قابل به امتحان آمد و کلام موزونش بال چسپ و سرور افزا ـ دو دیوان اشعار مرتب نموده ـ از شیریں بیانی اوست ـ منه ـ

صحرا کو پھر سبز ہو محمل سوار جائے ٭ مجنوں بھی ساتھ ہوں شتر بے مہار جائے

سونے (کی) ہنسلیوں سے یہ نو شکست کھائے
خورشید آرسی سے تری بشت دست کھائے
ایک کیا پھر اسے پہنائیے زنجیریں دو
اپنے دیوانے کی سن لیجیے تقریریں دو

ڈر ہے یہ مانی و بہزاد میں جھگڑا نہ پڑے
کھینچتے بیٹھے ہیں اک شوخ کی تصویریں دو
قتل ہوویں ہی گے دو چار گلی کوچے میں
آج نکلا ہے وہ بت باندھ کے شمشیریں دو
لائے ہیں آج جو گھر تک مرے اس کو دلال
کہتے ہیں کام یہ ایسا ہے کہ جاگیریں دو
مجھ سیہ بخت کا دل خون کرے ہیں مسرور (ورق ۲۹٤ ب)
لب پر اس کے مسی و پان کی تحریریں دو

کرتے ہیں وہ غرفے سے اشارے کئی دن سے
ہیں پیچھے پڑے دل کے ہمارے کئی دن سے
تھے مجھ سے رکے وہ ابھی کھل کر نہیں بولے
پر چھیڑ سی کچھ ہوتی ہے بارے کئی دن سے
کوئی تو سیہ بخت موا سوگ میں جس کے
گیسو نہیں اس بت نے سنوارے کئی دن سے
بے ساتھ لیے آج تو جاتا نہیں میں بھی
وعدے ہیں مرے اور تمہارے کئی دن سے
افشاں کو چنے آئے ہے وہ ماہ جو ہر رات
چمکے ہوئے ہیں اپنے ستارے کئی دن سے
آئے گا جو در پر مرے میں سمجھوں گا اس سے
کہتے ہیں وہ یہ ہانکے پکارے کئی دن سے
جب شکل کو دیکھے ہے مری پیسے ہے وہ دانت
چلتے مرے سینے[1] پر آرے کئی دن سے
کیا جانے کہ اس شوخ کی کس سے ہے لڑی آنکھ
ہوتے ہیں سر بام نظارے کئی دن سے

(۱) کذا

اے سوز جگر ۔ ۔ ۔ ۔ تری آہ کی گرمی
نکلے ہیں مرے منہ سے شرارے کئی دن سے
ہاں سچ ہے مرے پاس صنم کیوں کہ تم آؤ
پھرتے ہیں تمہیں غیر ابھارے کئی دن سے

جوں جوں چھپایا، ہوا عشق عیاں اور بھی
ضبط کیے سے بڑھا درد نہاں اور بھی
اس کے تصور نے بھی موڑ لیا منہ کو کیا
رات ترقی ۔ ۔ ۔ ۔ شور فغاں اور بھی
تیر کے پیکان تو اس نے نکالے سہی
ہے مرے پہلو میں ایک نوک سناں اور بھی (ورق ۲۹۵ الف)
جتنا کہا قیس نے ایک ذرا ٹھہر جا
ناقۂ لیلی ہوا جلد رواں اور بھی
زور پر آتا چلا جب کہ یہ جوش جنوں
کرنے لگی تب کمی تاب و تواں اور بھی
مشق ستم گر رہی یوں ہی تو پھر اگلے سال
فتنہ اٹھاوے گا وہ آفت جاں اور بھی

ورقت کے جو صدمے دل نالاں سے نہ اٹھے
ہم بیٹھ کے پھر کوچۂ جاناں سے نہ اٹھے
دل سینے میں آتش کا شرارہ ہے یہ ڈر ہے
اک شعلہ بھڑک اپنے گریباں سے نہ اٹھے
کہتی ہے یہ ہر وقت مجھے آبلہ پائی
آگے کو قدم دشت مغیلاں سے نہ اٹھے

عید کا چاند جو تھا مد نظر دیکھ چکا
تیرے ابرو کو میں اے رشک قمر دیکھ چکا

پہلو سے لے گئے دل دل گیر کھینچ کر
اچھا سلوک تم نے کیا تیر کھینچ کر

اس بن جیوں گا اتنا گراں جاں نہیں ھوں میں
ھونے دے شام ابھی شب ھجراں نہیں ھوں میں

اس مہر کو دیکھ اشک ھمارے نکل آئے
کیا قہر ھوا دن کو ستارے نکل آئے

. . . . . . ھیں شکل آفت جاں نکلی ھے
ابر کو چیر کے ابرو کی کماں نکلی ھے

لذت بوسہ نہیں بھولی ھے اب تک اس کو
منہ سے باھر ترے کشتے کے زباں نکلی ھے

مژدہ مستان قدح نوش کو دیجیو یہ صبا
دخت رز شیش محل سے ھو جواں نکلی ھے

برسوں . . . . . . کا گرفتار تو رکھا
اب . . . . آسماں کو مجھے مار تو رکھا

کبھی آسماں کو پھونکا کبھی رخ کیا زمیں کا
شب ھجر تھا یہ عالم مری آہ آتشیں کا (ورق ۲۹۵ ب)

گرمی نہ رخ کو پہنچے کہیں اس کی تاب سے
گلشن . . . . گل آفتاب سے

مظہری مظہری تخلص، اسمش محبوب علی، براد ر برکت اللہ خاں فارسی گو، موطن قصبۂ کوتانہ، ازوست۔

لب جاں بخش کو تیرے عجب دار الشفا دیکھا
کہ جس در پر طبیب مرگ محتاج دوا دیکھا

مجذوب مجذوب تخلص، مرزا غلام حیدر بیگ، متبنی مرزا رفیع السودا۔

اشندۂ لکھنؤ ست۔ روزگار در فرقۂ سپاہ می کند۔ شیریں سخن دریافت
می شود۔ از وست۔

عداوت سے تمہاری کچھ اگر ہووے تو میں جانوں
بھلا تم زہر دے دیکھو اثر ہووے تو میں جانوں

تمہارا ہم سے جو عہد وفا ہو اس کو تم جانو
مرے پیماں میں کچھ نوع دگر ہووے تو میں جانوں

ہے سخت بے مروت وہ بت وفا کرے کیا
پر اب تو لگ گیا دل دیکھیں خدا کرے کیا

۔ میں اپنی اثر ڈھونڈھے ہے اے مجذوب تو
بید مجنوں میں نہ شاخیں ہم نے پھلیاں دیکھیاں

زلفوں کی سیاہی میں کچھ اک دام . . .
قسمت کہ ہوئی رات سے تنخواہ کسو کی

بس اب نیری ناثیر اے آہ دیکھی نہ آیا وہ کافر بہت راہ دیکھی

ایک تو دل مرا پہلے ہی سے سودائی ہے
س پہ کیا دھوم سے پھر اب کے بہار آئی ہے

زلف کیے (کو) چے میں مجذوب کب آتا، لیکن
پاؤں پر پڑا کے یہ زنجیر مجھے لائی ہے

آوے بھی مسیحا مری بالیں پہ تو کیا ہو
بیمار میں ایسا نہیں جو مجھ کو شفا ہو (ورق۲۹۶الف)

وعدے کی وفا اس سے بہت دور پڑی ہے
فہرست شب و روز ہی باہر وہ کھڑی ہے

چاہوں مدد کسی سے نہ اغیار کے لیے
میں بھی تو یار کم نہیں دو چار کے لیے

ہے درد سر ہی بلبل آزاد کی صفیر
موزوں ہے نالہ مرغِ گرفتار کے لیے
طوبیٰ کے نیچے بیٹھ کے روؤں گا زار زار
جنت میں تیرے سایۂ دیوار کے لیے[1]
رکھیے لگاے اس کو گر بس چلے ہمیشہ
دینے پہ دل کے کیجیے آرے، ملے ہمیشہ
چشم دوری تری یار پہ گریاں تھی رات [؟]
تھی شب ہجر مرے سر پہ کہ طوفان تھی رات
ناز اختر کو مرے تھا فلک ہفتم پر
زلف سرکش ہو تری تابعِ فرماں تھی رات

محبت | محبت تخلص، نواب محبت خاں، خلف الرشید حافظ الملک حافظ رحمت خان مرحوم، قوم افغان، ثروت و سرداری ایشان از غایت وضوح محتاج به شرح و بسط نیست۔ از چندے در لکھنؤ اقامت گزیدہ۔ صاحبان انگریز نقدے بہ طریق ماہ واری بہ قدر کفاف ایشان مقرر کردہ دادہ اند۔ ہماں جا معاش بہ عمدگی بسر می برد۔ بسیار صاحب عقل و فراست است۔ شعر فارسی و ریختہ از طبع وقادش بہ طرز خوب سر بر می زند و بہ زیور حلم و حیا و اخلاق حسنہ و مروت محلی۔ (ورق ۲۹٦ ب) در ابتدا مشق سخن از جعفر علی حسرت نمودہ۔ از نتائج طبع اوست۔

جس کو تری آنکھوں سے سروکار رہے گا
بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا
اس کے کوچے کی طرف با چشم تر جو جاے گا
پہلے اپنی جان سے وہ ہاتھ کو دھو جاے گا

(۱) مخ میں ،، تلو ،، ہو

آپ کچھ غیروں کو چھپ چھپ کے رقم کرتے ھیں
یہ جو ھو جھوٹ تو ھم ھاتھ قلم کرتے ھیں

تیرے بغیر تھی یہ مجھ کو بے قراری رات
کہ کل پڑی کسی کروٹ نہ مجھ کو ساری رات

منظور تجھ کو شوق ھے گر لالہ زار کا ٭ تختہ اٹھا کے دیکھ ھمارے مزار کا

شب کہ مجلس میں جو وہ غارت گر ھر خانہ تھا
تھے جو باھم آشنا ایک ایک سے بے گانہ تھا

آپ کے دیکھ چکے سب سے اشارے ھم تو
مر گئے ھائے اسی رشک کے مارے ھم تو

الفت میں جس کو اشک بہانے کی خو نہ ھو
اس کو خدا کرے کہ کہیں آبرو نہ ھو

مجھ سے خفا ھے وہ بت خود کام اب تلک
جھڑکی وھی ھے اور وھی دشنام اب تلک

فتنہ گر تو نے جو ٹک ھم سے چھپائیں آنکھیں
ایسے ھم روے کہ آشوب کر آئیں آنکھیں

الحذر گریے سے اے شوخ محبت خاں کے
وہ جو رویا تو یہ پھر جانیو طوفان اٹھا

. . . . . کا انتظار تو حد سے گزر گیا
منہ کو کہاں تلک ترے دیکھا کرے کوئی

مجھ کو کہتا ھے کہ کرنا ھے تو بد نام صریح
لکھ کے بھیجے ھے جو یوں نامۂ و پیغام صریح

رکھتا ھے حلاوت تو لب یار کا بوسہ
پر ھے نمکیں زور ھی رخسار کا بوسہ (ورق ۲۹۷ الف)
ھے جی میں تمنا کہ لبِ زخم سے لیجے
اس اپنے ستم گار کی تلوار کا بوسہ

ڈرتا جو نہ اس ظالم مظلوم نما سے ٭ لیتا میں تری نرگس بیمار کا بوسہ

مائل مائل تخلص، شاعرے است، ساکن لکھنؤ۔ دیگر از احوالش اطلاع نیست۔

موت آئی نہ سر شام جدائی مجھ کو
سخت جانی نے عجب رات دکھائی مجھ کو
لاکھ درجہ صاف تر ہے روئے یار آئینے سے
ہم نے دیکھا ہے ملا کر لاکھ بار آئینے سے

مشیر مشیر تخلص، ساکن دارالخلافہ، جوانے ست خوش تقریر۔ در مشاعرہ غزلے خواندہ، یک شعرش بہ یاد ماندہ، ثبت نمودہ شد۔ منہ۔

یہ غل ہے کہ وحشی نے ترے پاؤں نکالے
پر دست جنوں سلسلہ جنباں نہ ہوا ہو

منیر منیر تخلص، وجیہ الدین نام، فرزند محمد نصیر، جوانے خلیق و ذہین۔ اصلاح شعر از والد خود گرفتہ۔ اشعار پرمضمون موزوں می کند۔ ازوست۔ منہ

خوں کی دھاریں جو چھٹیں دل سے افگاروں کے [؟]
رونگٹے سن کے کھڑے ہوگئے فواروں کے
منیر اب اس قدر عمر کیوں غفلت میں کھوتا ہے
ہوئی ہے صبح بیدار ہو کس نیند سوتا ہے [؟]
کوئی دم بحر ہستی میں ہے تیرا ناتواں باقی
کہ تن میں جوں حباب اس کے نہیں ہے استخواں باقی

. . . . ٭ . . . .

بعد مردن بھی رہی وا چشم حیراں واہ واہ
واہ واہ اے خواہش دیدار جاناں واہ واہ (ورق ۲۹۷ ب)
نکلے ہے ہر موے تن سے آتش اے سوز جگر
کر دیا تو نے مجھے سرو چراغاں واہ واہ

ہوگیا تن سے جدا سر لگتے ہی شمشیر کے
اے میاں میں تیرے ان ہاتھوں کے قرباں واہ واہ
واہ وا تو بے غزل کیسی پڑھی یہ اے منیر
سن کے کہتے ہیں تجھے سارے سخن داں واہ واہ

صحرا میں تو نہ جا کے شکار غزال کر
پہلو میں دل رکھا ہے یہ کس دن کو پال کر

بانگ سحر سن کر پہلو سے ہائے الگ وہ مہ وش ہو
یارب تاج سر مرغاں پرارہ بن کے کشا کش ہو

منتظر منتظر تخلص، نور الاسلام نام، بزرگانش درویشان صاحب کمال بودند۔ خودش هم به لباس صلاحیت آراسته۔ گونه وآراسته مزاجی هم دارد و تحصیل صرف و نحو هم به خوبی کرده و شعر به پختگی و متانت می گوید۔ باشندۂ لکھنؤ و شاگرد رشید غلام همدانی مصحفی است۔ از کلام اوست۔

طرف چمن نہ جا، نہ سوئے لالہ زار دیکھ
تو آپ باغ حسن ہے اپنی بہار دیکھ

ہے روز حشر دیکھنے کا شوق گر تجھے
اے منتظر تو اپنی شب انتظار دیکھ

سرو زمیں میں گڑ گیا، غنچے نے سر جھکا دیا
خندۂ گل جو یار نے دیکھ کے مسکرا دیا

خلق دیکھے ہے مہ عید تمام آج کی رات
تو بھی اے ماہ جھلک جا لب بام آج کی رات

اک ذرا بے ادبی ہوتی ہے تقصیر معاف
پائنتی گر رہے کہیے تو غلام آج کی رات (ورق۲۹۸ الف)

منتظر ہے یہ شب ہجر کہ اک روز سیاہ
نہ تو شیشہ ہے، نہ ساقی ہے، نہ جام آج کی رات

صدمہ جو شب ہجر کا یاد آئے ہے مجھ کو
اک ووں ہی پھریری سی کچھ آجائے ہے مجھ کو

تم پیار کرو گر نہ صنم اور کسی کو
لو ہم سے قسم چاہیں جو ہم اور کسی کو

میں نے جو کہا گھر مرے چلیے کوئی دم آپ
تو ہنس کے کہا دیجیے یہ دم اور کسی کو

کیوں گردش دوراں کا نہ کیجیے گلہ ہر روز
پڑتا ہے نیا پاؤں میں ایک آبلہ ہر روز

ہرگز نہ ہوا طے یہ بیابان محبت
در پیش رہا مجھ کو نیا مرحلہ ہر روز

ہے جی میں کروں طے سفر ملک عدم کو
یاروں کا ادھر جائے (ہے) اک قافلہ ہر روز

وحشت نے یہ گھیرا ہے کہ دیوانے کے تیرے
پڑتا ہے نیا پاؤں میں اک سلسلہ ہر روز

گہ پردہ فاش نالے نے گہ آہ نے کیا ☆ رسوائے خلق ہم کو تری چاہ نے کیا
یوں لے گئی دل زلف سیہ فام لگا کر ☆ جوں صید کو کھینچے ہے کوئی دام لگا کر

کچھ نہ پایا جب نثار عید قرباں کے لیے
لے چلے تب جاں بہ کف ہم نذر جاناں کے لیے

ہم اسیروں کو رہائی کی توقع کیا . . . .
قفل نو تیار ہوں در ہائے زنداں کے لیے

غصے میں اس جبیں پہ پڑے جب شکن کئی
دریائے قہر ان سے ہوئے موج زن کئی

کیوں سیر لالہ زار کو اس بن گیا میں آہ
جو تازہ ہوگئے مرے زخم کہن کئی

امید ہے کہ مجھ کو خدا آدمی کرے ٭ پر آدمی کرے تو بھلا آدمی کرے
(ورق ۲۹۸ ب)

مارا ہے کوہ کن نے سراپنے پہ تیشہ ہائے ٭ دل کو لگی ہو چوٹ تو کیا آدمی کرے

مسیح | مسیح تخلص، میرزا شیخ اللہ بیگ، متوطن دار الخلافہ۔ جوان شجاعت کیش و مرد تہور اندیش بود۔ اشعار ریختہ می گفت۔ از چندے در گزشت۔ خدایش بیامرزاد۔ ازوست۔

ہم بہ کبھو کاکل دل دار دیکھنا ٭ اس میں نسیم گل ہے گرفتار دیکھنا

مائل | مائل تخلص، میر مہدی، متوطن دارالخلافہ، سید صحیح النسب، با علم و فضل متصف۔ کلامش بسیار مربوط و سخنش نہایت دل چسپ۔ بہ زعم بعضے عزیزاں استاد عصر خود بودہ۔ باشندۂ لکھنؤ دار الخلافہ شاہ جہاں آباد (کذا) مدتے شد کہ رحلت نمود۔ خدایش بیامرزاد ازوست۔ منہ

کیا کہوں میں تجھ سے دل زار کی ہوس[؟]
مشہور ہے جہان میں بیمار کی ہوس

معلوم کچھ نہیں دل بیمار کی خبر ٭ کیا جانیے کہ کیا ہے مرے یار کی خبر

اے اشک مرے موتیوں کا ہار نہ ٹوٹے ٭ یہ اشک مسلسل ہی رہے تار نہ ٹوٹے

جز بے کسی نہیں دل ناشاد کی طرف ٭ جو کوئی ہے سو اس ستم ایجاد کی طرف

نالے میں شب کے فرض کیا کچھ اثر نہیں ٭ اے آہ صبح تو بھی تو کچھ کارگر نہیں

بازاریوں نے گو مجھے کچھ کچھ کہا تو کیا ٭ کیا معتبر ہے کوچۂ و بازار کی خبر

جیا جو ہجر میں سو وصل یار دیکھے گا ٭ جو اس خزاں سے بچے گا بہار دیکھے گا
(ورق ۲۹۹ الف)

قائم رکھے خدا مجھے اور حسن یار کا ٭ محتاج میں نہیں ہوں خزاں و بہار کا

کٹا کے سر کو کس کی جان بے تقصیر ہنستی ہے
مگر اک شمع کو دیکھا تہ گل گیر ہنستی ہے

نہیں چمکے ھیں تارے، خندۂ دنداں نما یہ ھے
کہ شب سن کر ھمارے نالۂ شب گیر ھنستی ھے

کہتا نہ تھا کہ باز آ ھردم کی اس ھنسی سے
آخر گیا نہ ظالم اک بے گناہ حی سے

اتنا میں دل سے آہ ترے دور ھوگیا ۞ اک دن بھی آکے تو نہ سر گور ھوگیا

بتوں سے مل کے گنوانا ھے دین و دل مائل
یہ کافر آہ خدا کا بھی ڈر نہیں کرتے

.... تخلص، تلوک چند نام، قوم کایت، متصدی پیشہ، متوطنِ دارالخلافہ۔ ازوست۔

سفر کے چلنے کا جب دل نے اضطراب کیا
نکل کے چشم میں آ پہلے پا تراب کیا

مشتاق مشتاق تخلص، عبداللہ خاں، قوم افغان، اصلش از ایران است۔ خود تولد دریں جا یافتہ۔ مشارٌ الیہ در سلک شعرائے حضور والا بود۔ بہ خطاب مشتاق علی خاں سرافراز گشتہ۔ در علم جفر و رمل و موسی مہارتے داشت و خط نستعلیق و ثلث و شفیعا خوب می نوشت۔ کلامش بسیار شستہ و رفتہ۔ والحق کہ شعر عاشقانہ و درد آلود می گفت۔ قریب ہفت سال شدہ کہ بہ جوار رحمت حق پیوست۔ خدایش بیامرزاد کہ مرد عاقل و خلیق و شاعر خوب بودہ است۔ منہ۔

آہ لاحق عشق کی کیسی یہ بیماری ھوئی
بارھا نبضیں چھٹیں، اکثر غشی طاری ھوئی (ورق ۲۹۹ ب)

. . . . سنبھل چل دزدی بوسہ شب دیگر یہ رکھ
یار چونکا، پاسبانوں میں خبر دادی ھوئی

تو نہ آیا دیر تک چھاتی میں دم اٹکا رہا
جان عاشق کی رہا تن سے بہ دشواری ھوئی

اب تو ظالم (آ) جنازے پر بہ تقریب نماز
جانب گور غریباں اس کی تیاری ہوئی

ہونٹ کے ہلتے ہی قاصد کا کیا کام تمام
سن تو لیتا ارے ظالم مرا پیغام تمام

. . . . رہا کرتی ہے اکثر تپش دل
جی لے کے ہی جائے گی مقرر تپش دل

طاق سے شیشہ گرا اور اس کے دل سے ہم گرے
اک شکستن کی صدا ہے اس سرے سے اس سرے

ہم نے قشقہ بھی دیا، ترک مسلمانی کی
چین کافر نہ صنم کی گئی پیشانی کی

. . . .
جی لرزتا ہے کہ یہ فوج ہے درانی کی

مٹے ہے دم بہ دم یاں وصل کی تدبیر کا نقشہ
دکھائی دے ہے کچھ بے ڈھب ہمیں تقدیر کا نقشہ

ہم غریبوں کی نہ کی غم خوارگی [؟]
جو رضا تیری پیارے، بندگی بے چارگی

گلی میں تری جستجو تھی کسو کی ٭ ملی خاک میں آرزو تھی کسو کی
دم مرگ لکنت کا مت پوچھ باعث ٭ زباں پر گرہ گفتگو تھی کسو کی
کبھو اشک بھر آئے تو پی گئے ہم ٭ کہ مد نظر آبرو تھی کسو کی

رنگ کیوں سبز ہے مشتاق ترے چہرے کا
کس نے دیکھا ہے تجھے زہر بھری آنکھوں سے

اپنی ہم بندگی پہ پھولے تھے ٭ پھر جو دیکھا تو واں خدائی ہے
(ورق ۳۰۰ الف)

کی اک نگاہ یاس جو مژگان یار پر ٭ سو برچھیاں چلیں دل امیدوار پر

جی بند ہو نکل بھی گیا تو کھلی رہی ٭ اے چشم آفریں ہے ترے انتظار پر

مشتاق تیرا کشتۂ تیغ فراق ہے ٭ تقریب فاتحہ سہی چل اس کے مزار پر

خرد کو روؤں یا اس دل رئیس ناز پرور کو

کیا اک برک نے غارت مرے لشکر کے لشکر کو

مکدر ناقہ لیلیٰ چلا آتا ہے صحرا سے

صبا کس نے ستایا آج قیس خاک بر سر کو

مسی آلودہ وہ دندان تبسم میں تماشا کر

نہ دیکھا ہو چمکتے گر شب یلدا میں اختر کو

تجھ بن بتا تو کس کو خوش آتی ہے چاندنی

ہم دل جلوں کو اور جلاتی ہے چاندنی

محب محب تخلص، شیخ ولی‌الله، اصل آن دارالخلافه است و از هندوستان زایان قدیم۔ شعرش پخته و به میزان متانت سنجیده۔ خودرا در جرگۂ استادان می شمرد۔ مدتے شد که در لکھنؤ رفته، در سرکار مرشد زادۂ آفاق میرزا سلیمان شکوه بهادر به صیغۂ شاعری عز امتیاز داشت۔ شنیده شد که از چندے انتقال نموده۔ خدایش بیامرزاد۔ با جامع این نسخه نیز تعارف داشت۔ مرد مودب و متواضع و خلیق بود۔ از نتائج طبع اوست۔ منه۔

جس طرف تشنۂ دیدار ترے جا نکلے ٭ اودھر آنکھوں سے بہاتے ہوئے دریا نکلے

تجھ کو پروا نہیں اے گل ترے جاں سوختہ ہم

شمع ساں بزم سے کیا جل کے سراپا نکلے (ورق ۳۰۰ ب)

قافلہ پہلی ہی منزل میں دیا ہم نے چھوڑ ٭ سفر ملک عدم کو تن تنہا نکلے

میں معتقد ہوں اپنے اس عشق کی کشش کا

پھیرا مزاج آخر اس میرزا منش کا

تو اور تری چاہ پوچھنا کیا ٭ صدقے ترے واہ پوچھنا کیا

دین و دل سب لوٹ لیتے ھیں کہاں کا اختلاط
ھے خدا کا قہر ان کافر بتاں کا اختلاط

مدفن سے عاشقوں کے وہ گل گوں ہزار حیف
قدرے عناں کشیدہ نہ نکلا ہزار حیف

سوزاں ھیں مرے نالے سے جان و جگر برق
جاتے ھیں مرے آہ کے شعلے سے پر برق

. . . . ابرو ھوا میں خوش نما ھے رنگ گل
. . . . . . مل کر بنا ھے رنگ گل

ابر و باراں کو نہ لوں دیدۂ نم ناک کے مول
صد چمن گل نہ حریدوں دل صد چاک کے مول

خار ھے گلشن اس گل بن ھمیں کل چشم میں [؟]
اس کی فرقت میں جو دیکھوں گل پڑے گل چشم میں

ساقی کو لے بغل میں ھم توبہ توڑتے ھیں
زاھد کے سر سے شیشہ تقوے کا پھوڑتے ھیں

اے بندہ پرور اتنا لازم ھے کیا تکلف ٭ اٹھیے غریب خانے چلیے بلا تکلف
جنوں کے بڑا ھاتھ کار گریباں ٭ سبھی اور کیا ھاتھ تار تار گریباں [؟]

درد اس بے درد کے آگے کہا جاتا نہیں
بن کہے بھی سخت مشکل ھے رھا جاتا نہیں

ھماری چاہ صاحب جانتے ھیں ٭ کہیں کیا آہ صاحب جانتے ھیں

محبت سے، طریق دوستی سے، چاہ سے مانگو
مرے صاحب کسی سے دل جو مانگو راہ سے مانگو (ورق ۳۰۱الف)

بڑھ کچھ لو ایک بوسے پر اے یار اور بھی
ھیں جنس دل کے ورنہ خریدار اور بھی

ترے جو یہی ستم رھیں گے ٭ جیتے کاھے کو ھم رھیں گے

گل اندامون سے مل کر آپ کو رسوا کیا ہم نے
بہت چوکے ہزار افسوس ہے یہ کیا (کیا) ہم نے
ہم رنگ غنچہ خامش و دل گیر و بے صدا
ہوں اس چمن میں بلبل تصویر بے صدا
. . . . . کو دیکھ کر تری تیغ نگاہ کے
صیاد وقت نزع ہے نخچیر بے صدا
دل تو پہلے لے چکے اب کیا ہے مطالب آپ کا
بے تکلف وہ بھی کہہ دیجے کہ ہے سب آپ کا
چشم پر آب میں جلوہ ہے قد دل جوکا
دید کرتا ہوں عجب سرو کنار جو کا
ہاتھ تب عشق کے تھا سنگ گراں پر ڈالا
زور فرہاد کے جب تول لیا بازو کا
روز مرہ عاشقوں سے ہے جواب صاف کا
مٹ گیا ان نو خطوں کے دل سے حرف انصاف کا

خط کی ترے چہرے پر تحریر نظر آئی ٭ یہ سورۂ یوسف کی تفسیر نظر آئی
غلط ہم کو کہتا ہے تو بے مروت ٭ تو ہی بے مروت ہے او بے مروت

یوں ترے حسن سے رنگ رخ [1] مہتاب اڑے
آگ کے شعلے سے جوں قطرۂ سیماب اڑے
وھیں جی اٹھتے ہیں مردے، یہ کیا ٹھوکر سے چھونا ہے
وہ رفتار اور وہ قامت اک قیامت کا نمونا ہے
رکھتی ہے [2] عین وصل سے باہم قریں مجھے
عینک تصور اس کے کی ہے دوربیں مجھے (ورق ۳۰۱ ب)
جائے تشہد اپنی یہ خواہش ہے اے محب
بھولے نہ ذکر دوست دم واپسیں مجھے

(۱) مخ میں ,, سرخ ,, ہو (۲) مخ میں ,, ہیں ,, ہو

حانۂ دل کہ نہ ہو عشق کا آئیں جس میں
ہے وہ قرآں کہ نہ ہو سورۂ یٰسیں جس میں

باغ میں جب وہ گل تازہ بہار آتا ہے
بوے گل پھر تو ہوا ہی پہ دھری رہتی ہے

اس بت نے گلابی جو اٹھا منہ سے لگالی
شیشے میں عجب رنگ سے جھمکے ہوی۰۰۰

ہم جھوٹ کہیں تو نہ ہو دیدار خدا کا
ہے روز قیامت مری اک شب کی جدائی

۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ہمیں عشق کی وہ سب چال
کافر تری رفتار نے پھر یاد دلادی

کی چشم کی سیاہی سفید انتظار نے
تس پر بھی آہ خط نہ لکھا مجھ کو یار نے

کیا ہے جس نے دنیا چھوڑ سطح خاک پر بستر
بچھا اس کا مسیحا کے پرے افلاک پر بستر

جو خواہش دل تھی سو وہ ہیہات نہ نکلی
گالی کے سوا منہ سے ترے بات نہ نکلی

مخلص مخلص تخلص، راے نند رام، قوم کھتری، شاعر فارسی گو، احوالش در تذکرہ ہاے فارسی مثبت است، شاگرد میرزا بیدل علیہ‌الرحمہ، گاہے براے تفنن طبع شعر ریختہ ہم می گفت، بنابر یادگار نوشتہ شد، ازوست۔

آنے کی دھوم کس کے گلشن میں یہ پڑی ہے
ہاتھ ارغجے کا پیالہ نرگس لیے کھڑی ہے

محزوں محزوں تخلص، سید ناصر جان، از اولاد امجاد حضرت خواجہ میر درد صاحب علیہ‌الرحمہ، تحصیل کتب عربی بہ خوبی نمودہ۔ بسیار خلیق و متواضع، بر وضع بزرگان خود مستقیم۔ طبع وقادش (ورق ۳۰۲ الف) بہ

شعر گوئی ریختہ مائل۔ در عین شباب از جوہر ذاتی مجمع فضائل گردیدہ۔
غرض کہ ذہن رسا و فکر بلند دارد۔ از طبع زاد اوست۔ منہ۔
بلا یہ نشۂ دنیائے دوں کی مستی ہے ٭ کہ مردگاں کو بھی باقی خمار ہستی ہے

اپ کے کوچے میں ہم رہ کے وطن بھول گئے
. . . . عہد شکن بھول گئے
شاید اس وقت گیا آپ کا دھیان اور کہیں
بات کرنے میں جو تم ربط سخن بھول گئے

نہ کوئی نامہ، نہ پیغام زبانی آیا ٭ آہ محزوں مجھے یاران وطن بھول گئے

مسکین مسکین تخلص. محمد عبدالواحد خاں، علوی نسب، شخص ذی عزت و بسیار خلیق است۔ مولد و منشائے سید مسطور دارالخلافہ۔ از چندے برائے تلاش معاش . . . . . . اکبرآباد استقامت دارد۔ از کلام او . . . . ازوست۔ منہ۔

کیوں نہ اٹھنا، بیٹھنا مشکل ہو اس رنجور کا
جس کو از خود رفتگی بھی اک سفر ہو دور کا
ضبط آہ محشر آرا سے قیامت ہے بپا
ہر بن مو سے مرے نکلے ہے نفخہ صور کا
نہ وہ شباب، نہ وہ عالم جوانی ہے
ہجوم ضعف ہے، اور زور ناتوانی ہے
رکے ہو کس لیے مجھ سے ہوئی ہے کیا تقصیر
نہ وہ کرم ہے، نہ اگلی سی مہربانی ہے

مظہر | مظہر تخلص، نامش معلوم راقم ایں مسودہ نیست۔ ساکن رام پور۔ ازوست۔

جوہر میں ہے آلودہ جو شمشیر کسو کی
ہے قتل کے محضر میں یہ تحریر کسو کی (ورق ۳۰۲ ب)

منصف منصف تخلص، منسف علی خان، قوم افغان، متوطن عظیم‌آباد ـ مدتے شد که وارد دارالخلافه گشته ـ شخص صاحب کمال، در فارسی عبور بسیار دارد که مثل او دریں وقت کم یاب ست ـ دریں ولا به سبب کساد باراری پیشهٔ معلمی اختیار نموده است ـ شاگرد نظام خاں معجز، در صرف و نحو هم مهارتے دارد و شوق موسی نهایت متمکن خاطر اوست ـ شعر فارسی و ریخته هر دو می گوید ـ از نتائج طبع اوست ـ منه ـ

خیال جاوے ترا کیوں که میرے سینے سے
جدا ہوا ہے کہیں نقش بھی نگینے سے

به رنگ شیشهٔ ساعت وه ایک دن یارو
نه صاف دل ہوا ظالم ہمارے کینے سے

بتوں سے دل کو ہے امید دوستی بے جا ٭ ہوا ہے ربط کہیں سنگ و آبگینے سے

گر عشق ترا دست به دامان رہے گا
دامـــان تلک چاک گریبان رہے گا

یعقوب تنک حوصله مت جانیو مجھ کو
تا حشر مرے اشک کا طوفاں رہے گا

ہے عید کا دن اب تو گلے چاؤ سے لگ جا
کب تک تو خفا مجھ سے مری جان رہے گا

گر عشق ترا یه ہے تو پھر دست جنوں سے
داماں رہے گا نـــه گریباں رہے گا

جی دھڑکتا ہے ہاے قاصد نے ٭ نامه جب اس کے تئیں دیا ہوگا
پڑھ کے احوال زار منصف کا ٭ در جواب اس کا [؟] کیا کہا ہوگا

غلطاں ہیں میرے دیدهٔ گریاں کے موتی ٭ لے جاے جسے چاہیے پہچان کے موتی
(ورق ۳۰۳ الف)

چہره ترا خورشید ہے اور ابر سیه زلف ٭ ہیں اختر تابنده ترے کان کے موتی

یک بار تو دل کھول کے آ بار بغل میں
کافر ہو جو لے بھاگے تجھے یار بغل میں
قسمت میں خدا جانے رھے کس کی شہادت
پھرتا ھے وہ کافر لیے تلوار بغل میں

بتوں کو دل جو اپنا پوجتا ھے ٭ مگر کعبے سے یہ کافر پھرا ھے
اگر پاؤں پڑوں بولے جھڑک کر ٭ پرے ہو، دور ہو، کیوں سر چڑھا ھے
اکیلا پا کے اس ھندو صنم کو ٭ کہا میں نے کہ مجھ پر کیوں خفا ھے
اگا کہنے مجھے دیتے ھیں طعنــــہ ٭ مسلمانوں سے کافر آشنا ھے

ممتاز | ممتاز تخلص، مولوی نور احمد، ساکن دارالخلافه، تحصیل علم کتب عربی به خوبی کرده۔ در ریاضت و مجاهدت بسر می برد و موزوں می کرد [؟] از طبع زاد اوست۔

ھر چند پھرے دیکھتے بازار محبت ٭ لیکن نہ ملا کوئی خریدار محبت
یوں ھی ھر دم جو اشک باری ہوگی ٭ بس پر دل کی یہ بے قراری ہوگی
توھی بے رحم کر ٹک اس کا انصاف ٭ کس طور سے زندگی ھماری ہوگی

مکند | مکنــد تخلص، مکند سنگھ، ساکن دار الخلافه، جوانے ست برھمن۔ گاھے شعر ریختہ می گوید ازوست۔

مجنوں کے عشق میں لیلی منشوں کے [؟]
رسوائے سر کوچـــہ و بازار ہوئے ھم (ورق ۳۰۳ ب)

منیر | منیر تخلص، میر آفتاب علی، شخصے است از خاندان کرام۔ شاگرد شاہ حاتم۔ به پیشۂ صیقل گری اوقات می کند۔ ازوست۔

چاھیے اول کفن اے شمع سر سے باندھنا
رشتۂ الفت نہیں آساں جگر سے باندھنا

شب فراق میں ھے کون یار عاشق کا ٭ نہیں ھے غم کے سوا غم گسار عاشق کا

رباعی

دنیا داری ہمیشہ دل ریشی ہے ٭ پابند عیال و مال اور خویشی ہے
آزادہ و وارستہ و فرد و فارغ ٭ دیکھا تو یہاں عالم درویشی ہے

مہر مہر تخلص، لالہ مہرچند، قوم کھتری، متوطن مہدی آباد متعلقۂ صوبۂ گجرات۔ مرد قابل و خوش گو۔ دیوان اشعار ریختہ ترتیب دادہ۔ از افکار اوست۔ منہ۔

رقیبوں پر کرم اشفاق و لطف و مہربانی ہے
ہمارے نام سے اس سنگ دل کو سر گرانی ہے
تری صورت کو یوسف سے جو دیں تشبیہ کیا نسبت
وہ اول نقش تھا نقاش کا یہ نقش ثانی ہے

معین معین تخلص، معین الدین خاں، شاعر قدیم، از باشندہ ہائے الہ آباد، شاگرد میرزا رفیع السودا، سحار شیریں کلام، از طبع زاد اوست۔ منہ

یہ جان تاب و تب عشق سے چلی افسوس
کسی نے آن کر اک دم خبر نہ لی افسوس
اے باد صبا باغ میں مت جائیو تڑکے
سوتا ہے وہ گل برگ مبادا کہیں کھڑکے
. . . . . تختی اگر اس راحت جاں کو
سینے سے لگا رکھیے تو دل کاہے کو دھڑکے (ورق ۳۰٤ الف)
آتے ہی نہیں گر کے سوئے چشم ہیں آنسو
اس گھر سے کہیں روٹھ کے نکلے ہیں یہ لڑکے
اے ابر بہاری شب ہجراں ہے خبردار
دامن ترا اس آہ کے شعلے سے نہ بھڑکے
قمری ہے فدا باغ میں شمشاد کی دھج پر
ہم صدقے ہیں اے سرو رواں تیری اکڑ کے

قصہ ہی کرو مختصر اب جانے دو یارو
کیا لیا ہے تم کو مرے قاتل سے جھگڑ کے
سر رشتہ رہ عشق کا ہرگز نہ کروں گم
سو ٹکڑے اگر سبحہ نمط ہوں مرے دھڑ کے
ہوں میں وہ دوانہ کہ بہار آنے سے پہلے
زنجیروں میں رکھتے ہیں . . . . . جکڑ کے

مظہر مظہر تخلص، منجھو خاں نام، برادر زادۂ حکیم بو علی خاں، گاہے به فکر ریختہ می پردازد۔ ازوست۔

اس لب لعل سے اب لاگ لگی ہے دل کو
چشمۂ خضر سے یہ آگ لگی ہے دل کو

معقول معقول تخلص، از نام و نشانش آگہی نیست۔ یک مطلع ازو به سمع رسیده۔ نگاشته شد۔

رقیبوں پر غضب ڈر ہم گیے ہیں ٭ موا زخمی کوئی، مر ہم گئے ہیں

ملول ملول تخلص، ایشری پرشاد نام، متوطن لکھنؤ، قوم کایت، شعر فارسی و هندی هر دو می گوید۔ خود را از شاگردان قتیل می شمارد۔ مرد سیاح و وارستہ مزاج است۔ ازوست۔

سرو سا قد، گل سا چہرہ، جب دکھایا آپ نے
قمری و بلبل کو آپس میں لڑایا آپ نے
لخت دل چشم میں کلفت کے مارے رہ گئے [؟]
یہ مسافر رات دریا کے کنارے رہ گئے (ورق ٣٠٤ ب)
جاں بر نہیں غمزے سے کوئی روے زمیں پر
ہے مجھ کو مسیحا کا خطر روے زمیں پر

میرزا میرزا تخلص، مرزا مدت اللہ [؟] قوم مغل۔ در عهد فردوس آرام گاه

شخصے بود از هندوستان زابان قدیم۔ بسیار خلیق و خوش طبع وضع [؟] در علم موسیقی در ان عهد مانند او کسے نه بود۔ اکثر تصانیف او دریں فن مرغوب طبائع۔ سکنۂ دار الخلافه است۔ شعر ریخته به فصاحت می گفت۔ در سنه یک هزار و یک صد و دو در گزشت۔ خدایش بیامرزاد۔

دل هاتھ سے ، اشک آنکھ سے ، جی تن سے چلا جاے
اے واے مصیبت کوئی کس کس کو سنبھالے

منیر | منیر تخلص. خواجه آفتاب خاں ، شاگرد سعادت یار خاں رنگیں ، خوش فکر معلوم می شود۔ و لیکن از احوالش اطلاعے نیست۔ ازوست ، منه۔

هے همارے یار کو اوروں سے اکثر اختلاط
ایک هم سے هی نهیں رکھتا ستم گر اختلاط

جی چاهتا هے زلف کا تیری بیاں کریں ٭ شانے کے دانت توڑکے اپنی زباں کریں

مکتب میں تجھے دیکھ کسے شوقِ سبق هے
هر طفل کے یاں اشک سے آلوده ورق هے

معروف | معروف تخلص ، مولوی احسان الله ، قوم شیخ ، متوطن قصبۂ اونام ، من مضافات صوبۂ بنگاله ، در موزوں نمودن اشعار فارسی دست گاه خوب دارد۔ ایں قطعه بندے از تصانیفش نوشته شد۔

بے جا هے بهت جو تجھ کو ممتاز ٭ اندیشۂ صحت بدن هو
(ورق ۳۰۵ الف)
مرغان اسیر کی خوشی هے ٭ پنجره جو شکسته هو کهن هو

محمد | محمد تخلص ، محمد واصل نام ، متوطن بداؤں ، شعرے به نامش مسموع گشته ، نگاشته شد۔

لبوں پر آئی مری جان تیرے جانے سے ٭ کبھو تو کیجے عیادت کسی بهانے سے

معروف | معروف تخلص ، الهی بخش خاں ، خلف رشید عارف خاں مرحوم ، برادر شرف الدوله قاسم خاں مغفور ، از امراے مغلیۂ عهد ذو الفقار الدوله

مرحوم، شخص بسیار خوش اختلاط و خوش فکر۔ در فن سپاه گری بسیار ماهر۔ با مواف از قدیم تعارف دارد۔ از کلام اوست۔

باؤں زلف لیلی سے اگر زنجیر مجنوں کی
سواد چشم آھو سے لکھوں تصویر مجنوں کی

ثنا خواں ہوں ہر اک شیریں دھاں کا ٭ قیامت ہوں میں بھی . . . زباں کا

غضب ہے جس کی خاطر ہم ہوئے بدنام سو سو کوس
ہمارے نام سے بھاگے ہے وہ خودکام سو سو کوس

کہاں ہم محو یاد ابروئے خم دار سوتے ہیں
سپاہی ہیں ز بس باندھے ہوئے تلوار سوتے ہیں

ان کے گھر ہم خوف سے غیروں کے جاسکتے نہیں
جی تو چلتا ہے بہت، پر دل جلا سکتے نہیں

ہم پر اک رشک چمن نے گل جو کھایا ہے تو پھر
مارے خوش وقتی کے ہم پھولے سما سکتے نہیں

جو اٹھاتا قتل کو تھا عاشق بے دل کے ھاتھ
رنگ ہے مجھ کو حنا باندھے ہیں اس قاتل کے ھاتھ

جواب خط تجھے کب وہ دل بے تاب لکھتا ہے
عزیز القدر من یوسف کو جو القاب لکھتا ہے (ورق ۳۰۵ ب)

جام بھر بھر کے جو ساقی تو پلاتا ہے مجھے
گردش چشم بتاں یاد دلاتا ہے مجھے

ساقیا دیکھے ہے کیا تار رگ ابر سیہ ٭ ہر مژہ کرتی ہے یاں کار رگ ابر سیہ

ہر گھڑی پاؤں سے تو ہم کو نہ ٹھکرا، بس جا
خیر ہم دیکھ چکے فندق یار اچھی ہے

واں کوئی نہیں جاتا، ہم سب کے پڑے پاؤں
آ توھی یہاں ہو جا اک دم کو کھڑے پاؤں

عزیزو گھر تو گھر باہر بھی میرا دل نہیں لگتا
لگا ھے دل کچھ ایسی جا ، کسی جا دل نہیں لگتا

ہم ہیں دشمن رقیب ھیں پیارے ٭ اپنے اپنے نصیب ھیں پیارے
ملاپ اس سے گر کسی طور ٹھہرے ٭ یہ لکھ دوں جو پھر واں کوئی اور ٹھہرے

کیا چھٹے اس کی تمامی کی وہ انگیا ھاتھ سے
ھاتھ ملتا ھوں گئی سونے کی چڑیا ھاتھ سے

کہنے کو یوں تو ھم بھی ہزاروں کے یار ھیں
پر دوستوں کے دوست ھیں ، یاروں کے یار ھیں

یہی صیاد اگر پیشۂ صیادی ھے ٭ تو ھمیں کنج قفس بیضۂ فولادی ھے

مے کے پینے سے تو ھاں ھم نے نباھی توبہ
پر فغاں سے یہ خجل ھیں کہ الٰہی توبہ

یہ غم فرقت سے آہ پر اثر میں درد ھے
جو مرے پہلو میں ھے ، اس کے جگر میں درد ھے

یاں تلک آ کے پھر الٹا تمہیں جانا کیا تھا
کیا زمیں ناپنے آئے تھے یہ آنا کیا تھا

معروف یہ ھے شب جدائی سو رہ ٭ جانے دے طبع آزمائی سو رہ
خاموش ھو بس ایک رباعی کہہ کر ٭ لاچار بچھا کے چارپائی سو رہ

(ورق ۳۰٦ الف)

ھر طور سے میں یار طلب گار ھوں تیرا
تو بیچ بھی ڈالے تو خریدار ھوں تیرا

جوں نقش قدم وا نہ رھے کیوں کہ مری چشم
حیرت زدۂ حلقۂ رفتار ھوں تیرا

آرام مجھے سایۂ طوبی میں ھو کیوں کر
خو یافتۂ سایۂ دیوار ھوں تیرا

عزیزو غیر سے چاہو کہ دل پھٹ جائے جاناں کا
. . . . مرے تار گریباں کا

جائے حیرت ہے جو رہوے دل دل گیر کھلا
ہم نے دیکھا ہی نہیں غنچۂ تصویر کھلا

جب سے محو حسن اپنا وہ ستم گر ہوگیا
مجھ میں اس میں آئنہ سد سکندر ہوگیا
کیا ہوا گر بادشاہ ہفت کشور ہوگیا
عاشقوں کے حق میں ہر قاتل سکندر ہوگیا

سیکڑوں داد خواہ ایک طرف ٭ اور وہ غفلت پناہ ایک طرف
بوسہ اس رخ کا زلف لینے دے ٭ سرک اے روسیاہ ایک طرف
اک طرف بخشش اس کی اے معروف ٭ میرے سارے گناہ ایک طرف

جب سنا اس نے یہ مجھ کو کہ وہ در پر آیا
تیغ اندر ہی سے کھینچے ہوے باہر آیا
کس سے کہتے ہو دل اپنا نہی ہے تجھ پر آیا
خیر صاحب نے کہا اور مجھے باور آیا
تھا شب وعدہ یہ احوال کہ ہر کھٹکے پر
چونک پڑتا تھا کہ اب کے تو مقرر آیا
دیکھ اس پردہ نشیں کو ہوی طاری یہ غشی
لائے ڈولی میں مجھے ڈال کے سب گھر آیا
حشر میں بھی نہ گیا اس رخ و قامت کا خیال
جب کہ خورشید سوا نیزے کے اوپر آیا (ورق ٣٠٦ ب)

ہے جہاں خوف واں گھر میرا [؟] ٭ دیکھیے گا دل و جگر میرا
اس کف پا پہ جب سے سر رکھا ٭ تب سے پایہ ہے عرش پر میرا
اهل دل کے بغیر اب کیوں کر ٭ درد سمجھے ہر اک بشر میرا
قطرۂ اشک، نالۂ نے ہوں ٭ لطف کیا جانے کور و کر میرا

جو پیمانہ نہ اس مقتول بے مقدار کا بھرتا
تو کیوں کر کھیت خوں سے آپ کی تروار کا بھرتا

کل بزم میں جو آ کر وہ کج کلاہ بیٹھا
ہر ایک مانگتا تھا اس سے پناہ بیٹھا

گو عرش پر میسر ہووے نماز کرنا
بندہ کبھی نہ چھوڑے عجز و نیاز کرنا

. . . . وصل اس سے یارب ہوا ہے اپنا
محشر کے روز سے بھی بہ شب دراز کرنا

باعث نہ پوچھو اس کے ٹھوکر سے مارنے کا
کچھ پائے مال کرنا کچھ سرفراز کرنا

کیوں کر نہ سد رہ ہوں میں اس کج کلاہ کا
مشتاق ہوں جراحت تیر نگاہ کا

دستار اپنی پیر رکھوں کیوں نہ دوستو
ہوں مدتوں سے محو میں اس کج کلاہ کا

چل دیکھ اس کی قبر میں بھی رہ گیا ہے کج
مارا ہوا تھا جو تری ترچھی نگاہ کا

مہ ہے کہ رخ تمہارا میں کچھ نہیں سمجھتا
ہے خال یا کہ تارا میں کچھ نہیں سمجھتا

ہر کام میں ہے تجھ کو اللہ پر توکل
فال اور استخارا میں کچھ نہیں سمجھتا (ورق ۳۰۷ الف)

سمجھا رہے ہو ناصح تم دیر سے جو مجھ کو
مقصد ہے کیا تمہارا میں کچھ نہیں سمجھتا

حالت غش[1] میں پڑا ہے جو ترا بیمار چپ
سر بہ زانو گرد بستر اس کے ہیں غم خوار چپ

(۱) مخ میں ,,عشق،، ہو

سوئے جو منہ پہ لے کے وہ آنچل تمام رات
مہتاب ہر گھڑی ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ تمام رات

بھر آہ نہ بے جا کہ الف ہیچ نہ دارد
ہو اس میں اثر کیا کہ الف ہیچ نہ دارد

ملتا ہے دلا تو عبث ان سرو قدوں سے
کچھ پھل نہ ملے گا کہ الف ہیچ نہ دارد

دیکھ کر گلشن میں اس کو تو سن چالاک پر
اوٹتی ہے رشک سے باد بہاری خاک پر

عشق میں تیرے یہ ہم نے کھائے ہیں گل ہاتھ پر
ان بیٹھے جان کر گل دستہ ململ ہاتھ پر

دیکھ کر گلشن میں وضع غنچۂ و گل ساقیا
گردن مینا جھکا، رکھ ساغر مل ہاتھ پر

ان دنوں معروف نے سرکار پر کھائے تھے گل
جن دنوں صاحب لیے پھرتے تھے ململ ہاتھ پر

اڑی نگاہ جو فرقت کی رات وصلی پر ٭ تمام رات لکھی مفردات وصلی پر

مجھ سے کہتا ہے وہ کہتے رہے ہر بار کہ بس
میں نے بوسوں کا بہ کل باندھ دیا تار کہ بس

یوں سوز دل سے خاک لگی اب جگر کو آگ
پاس اک گھر کے جیسے لگے اور گھر کو آگ

کیوں کہ ہم ہو مہر و مہ پوچھیں ہو مت بتا کہ یوں
جب شب مہ ہو مہروش منہ سے نقاب اٹھا کہ یوں

میں رنج محبت کبھی راحت سے نہ بدلوں
عیش دو جہاں اس کی مصیبت سے نہ بدلوں

تجھ سے اگر یوسف کو اگر بدلے زلیخا
زنداں میں مروں پر کسی صورت سے نہ بدلوں (ورق ۳۰۷ ب)

جب اپنے ھاتھ سے کھانا اسے کھلاتا ھوں
قسم تب اپنے نصیبوں کی میں بھی کھاتا ھوں

اس شکل سے جو حیراں آئینہ وار ھوں میں
وہ کون ھے الہی جس سے دوچار ھوں میں

. . . دیا مجھے اس چشم تر کو کیا کوسوں
جلا دیا مجھے سوز جگر کو کیا کوسوں

سنتے ھی اضطراب دل درد مند کو ٭ بے اختیار لگ گئیں مرچیں سپند کو

شہید ناز کی قبر اپنے مت گلاب سے دھو
لہو سے دھو نہ ملے گر کہو . . . . دھو

جو واقعی میں یہ چاھے کہ داد کو پہنچے
وہ نا مراد نہ یارب مراد کو پہنچے

گھر میں نہ بلایا مجھے مہمان کسی نے
دل کا نہ نکالا مرا ارمان کسی نے

جب تلک سر سے نہ ھاتھ اپنے اٹھاوے کوئی
دسترس پاؤں تلک اِس کے نہ پاوے کوئی

کہتا تھا میری نعش پہ قاتل کا آدمی
تھا یہ بھی کوئی شخص بڑے دل کا آدمی

عشق میں گو کہ دل زار کے سر سہرا ھے
اب تو اس چشم گہر بار کے سر سہرا ھے

دسترس جب تک ھو وہ زلفیں سنوارے جائیے
خواہ اس میں قید ھوجے خواہ مارے جائیے

ھوا تحقیق آخر جی نے ھم کو مار ڈالا ھے
نگہ برچھی ھے اس کافر کی اور مژگاں بھالا ھے

جو نہ کرنا تھا سو کرتا کوئی ٭ لے کے دل پر نہ مکرتا کوئی
ہم تو جھولے ہیں محبت میں مگر ٭ امتحــــاں بھی نہیں کرتا کوئی

اب تاب گفتگو کسے اے مہ جبین ہے
یہ حال اب تو ایک ترا نکتہ چین ہے (ورق۳۰۸الف)
تیرا تصور اور خیــال اب نہ جاے گا
عین‌الیقین ہے مجھــــے حق‌الیقین ہے
کس واسطے کہ عشق کی دولت سے میرے پاس
آنکھیں ہزار بین ہیں، دل دور بین ہے
نازاں نہ ہو تو دیکھ کے منعم کو [کہ ؟] یہ مرا
دالان کیا بنا ہے عجب شہ نشین ہے
حاصل نہیں ہے خاک بھی اس سے نگیں کی طرح
تو . . . . . مکانوں میں غافل نگین ہے
شاید کہ قصـد آمد دادار گـرم ہے
قاصد کی اس طرف کو جو رفتار گرم ہے
کس برق وش کی تیغ نگہ نے کیا شہید
ہم سرد ہوگئے دل افکار گـرم ہے
ڈر سے چھٹے ہیں برق کے منہ پر ہوائیاں
یاں تک ہے آتی آہ شرر بار گرم ہے
کرتی ہے سب سے پردۂ مینا میں تاک جھانک
یہ دختِ رز بھی ایک ہی مردار گرم ہے
کس تفتہ دل کے سینے سے گزرا ترا خدنگ
پیکاں سے لے کے تا اب سوفار گرم ہے

ایک دم کو بھی گر آتا کوئی ٭ جان سے کیوں بھلا جاتا کوئی
رحم ہم پر نہیں کھاتا کوئی ٭ یاں تک اس کو نہیں لاتا کوئی

کاش میں بام فلک سے گرتا ٭ دل سے لیکن نہ گراتا کوئی

روتے نے تم تلک بھی نہ آنے دیا مجھے
موج سرشک ہوگئی زنجیر پا مجھے
اک اس کے دیکھنے سے یہ صورت بنی کہ روز
آتے ہیں دیکھنے کو ہزار آشنا مجھے
دیکھیں تو جلوہ گر ہو کدھر سے کہ ہر طرف
دوڑا رہی ہے یار کی آواز پا مجھے (ورق ۳۰۸ ب)
گرچہ میں بیٹھا ہوں یاں دھیان کہیں اور ہے
جسم ہے بس دیکھتا جان کہیں اور ہے
بسمل تیغ نگہ کیوں نہ تیرا وجد کرے
چشم قاتل تری وہ ہے کہ قضا وجد کرے
جوش طغیانی باراں ہے فضا اچھی ہے
مے پرستی کے لیے اب یہ ہوا اچھی ہے
ڈرتا ہوں بس کہ میں غم فرقت کے نام سے
سو کوس بھاگتا ہوں محبت کے نام سے
کبھی سو ٹکڑے اگر کاسۂ سر کے ہوتے
. . . . سر کے ہوتے
گل رخوں سے نہیں ہم دل کو لگانے والے
کہ یہ بے درد ہیں ہنس ہنس کے رلانے والے
یارو مروں میں یاد میں جو زلف یار کے
سنبل سرھانے تم مرے لانا مزار کے
دل بنایا ہے غم عشق کے کھانے کے لیے
چشم رونے کیے لیے، اشک بہانے کے لیے
اس رشک حور کو کوئی کیوں کر بلا سکے
یہ قید ہو جہاں کہ فرشتہ نہ آ سکے

دل مرا جس پر اب آیا ہے وہ ہرجائی ہے
کچھ نہ پوچھو کوئی رسوائی سی رسوائی ہے

یاس و درد و الم و رنج ہیں یاں سب حاضر
یار بن واہ عجب انجمن آرائی ہے

کیوں کہ واں جاؤں دلا تو مجھے بتلا تو سہی
جو کہے دور ہی سے دیکھ کے یاں آ تو سہی

کہہ دو قاصد سے کہ واں خط کو چھپا کر لے جائے
بلکہ ہے یوں کہ مرا نام مٹا کر لے جائے

خط میں کیا خاک لکھوں سوز جگر کو لیکن
لیک کاغذ میں کوئی آگ لگا کر لے جائے

ضعف سے ہلنے کی طاقت نہیں اے دیدۂ تر
جب میں جانوں جو وہاں مجھ کو بہا کر لے جائے (ورق۳۰۹الف)

روٹھنے کو تو چلے روٹھ کے ہم واں سے ولے
مڑ کے تکتے تھے کہ اب کوئی منا کر لے جائے

ہوں وہ وحشی کہ جو شاید مری تصویر اڑے
ساتھ لے موج ہوا حلقۂ زنجیر اڑے

وہ مہروش اپنی زلف کھولے ٭ کوٹھے پہ چڑھا ہوا کھڑا ہے
ساقی یہ دن ہے مے کشی کا ٭ کیا ابر گھرا ہوا کھڑا ہے

کہو ہو تم جو ناصح سبزہ رنگوں سے ملو تھوڑا
یہی مرضی اگر ٹھہری تو ہم کو زہر دو تھوڑا

جس کو نہ خالِ رخ کا تیرے خیال ہوگا
ایسا بھی کوئی . . . اب خال خال ہوگا

اک بات میں کہتا ہوں ذرا کان میں رکھنا
وہ بات یہ ہے مجھ کو ذرا دھیان میں رکھنا

دیکھنا شوخی کہ مجھ کو مار کر اک پیش قبض
مانگتا ہے خوں بہا کے وہ بت بدکیش قبض
ڈبو چھوڑیں گے مجھ کو دیدۂ نم ناک پانی میں
نظر آتا ہے لکھی ہے ہماری خاک پانی میں
خیال چشم بتاں میں جو تجھ کو چین نہیں
خدا کو مان دلا کچھ یہ فرض عین نہیں
کیسی بے رحمی خدانے اس کے جی میں ڈال دی
بات سن کر میرے رونے کی ہنسی میں ڈال دی
مجرد ہو نہ جب تک کوئی کب وہ رہ نما ہووے
رکھے حو شاخ برگ و بر نہیں ممکن . . . ہووے
گو دل میں حسرتوں کا یہاں ازدحام ہے ٭ پر یک نگاہ ناز میں قصہ تمام ہے

تسمیح زمرد ایضاً معروف

قسم ہے حق نے حب یہ گنبد اخضر بنایا تھا
تو عشق سبز رنگوں کا مرا دل گھر بنایا تھا (ورق ۳۰۹ ب)
تھا سبز حو . . . . . . رسول کا
باعث ہے سبزہ رنگ کے یہ بھی قبول کا
شب خیال سبزہ رنگوں میں جو میں بے تاب تھا
زخم دل پر توتیاے سبز کا تیزاب تھا
بازی میں گنجفے کی ورق دیکھ چنگ کا
آتا ہے یاد رنگ کسی سبزہ رنگ کا
کسے تھا سبزہ رنگ اک دم بھروسا اپنے جینے کا
نشانی گر تری ہوتی نہ چھلا سبز مینے کا
سبزہ رنگوں کی جو میں الفت میں آزاری ہوا
خلط صفرا یاں تلک بگڑا کہ زنگاری ہوا
بس کہ سبزہ رنگ ہے قاتل مرا ٭ نت ہرا رہتا ہے زخم دل مرا

نہ پوچھو دوستو باعث ہمارے سبز بانے کا
ملا ہے سبز رنگوں سے یہ ثمرہ دل لگانے کا
کوئی دل سبز رنگوں پر اگر آ جاے گا [؟]
مفت اک دن . . . . مارا جاے گا

مرے دل سے پوچھے شوق ہر رخ سبزہ رنگ کی دید کا [؟]
کبھی سبز جامہ جو دیکھے ہے کوئی چاند دیکھ کے عید کا

ہوئے مرقد سبزہ رنگوں کے جہاں مانوس کا
مونچھل اک ہے مناسب واں پر طاؤس کا
زہر سبزہ رنگوں کا جو شہرہ ہوگیا [؟]
زہر خلقت کی نظر میں زہر مہرہ ہوگیا

عنایت سبزہ رنگ اس اپنے کشتہ . . . .
کہ بعد از دفن مدفن پر کوئی ٹہنی ہری رکھنا
یہ لے کر کون پستہ میرے آگے نامراد آیا
کہ پھر مجھ کو دھان . . . سبزہ رنگ یاد آیا
کون یہ اے کے ہاتھ میں سبز کمان آ گیا
ابروے سبزہ رنگ کا پھر مجھے دھیان آ گیا (ورق ۳۱۰ الف)
بجا معروف عشق ان سبزہ رنگوں کا بتاتا تھا
کہ قبر اس کی جو دیکھی کیا ہی سبزہ لہلہاتا تھا

ہے شوخ سبز رنگ کا رونا دلا فریب ٭ یہ آب زیر کاہ ہے جا کر نہ کھا فریب

حرف تلخ اب ترے منہ سے ہے نکلتا بے ڈھب
سبزہ رنگ آج ہے تو زہر اگلتا بے ڈھب

روئے سبزہ رنگ پہ وہ گیسو کا نہ کیوں کہلائے سانپ
جائے کہاں دیکھے سے زمرد اندھا جب بن جاے سانپ

سبزہ رنگ آکے . . توجو مرے ساتھ . . رات
اڑ گئے کیا کہوں طوطے سے . . . رات

بتاؤں سبز رنگوں سے مجھے الفت ہے کیا باعث
حبیب حق کا رنگ سبز تھا محبوب اس باعث
سبزہ رنگوں پر دلا کیوں جی گنواتا ہے عبث
ان کو پرواہی نہیں تو زہر کھاتا ہے عبث

اس سبز رنگ کو جو یہاں لائیں یار آج ٭ واللہ بخش دوں میں انہیں سبز وار آج

قتل کی کچھ میرے سبزہ رنگ کر تدبیر آج
جی مرا چاہے ہے سیر سبزۂ شمشیر آج
سبزہ رنگوں کے فریبوں میں دل آیا بے طرح
عشق نے پھر باغ سبز اس کو دکھایا بے طرح
سبزہ رنگوں کا سمجھ کر مجھے زخمی جراح
زخم پر باندھ گیا زہر کی پتی جراح
ہے چشم سبزہ رنگ نشے میں مدام سرخ
یا سرخ مے سے ہے یہ زمرد کا جام سرخ
سبز رنگوں کا نظارہ ہر بشر کو ہے مفید
دیکھنا سبزے کا کہتے ہیں نظر کو ہے مفید
یار سبزہ رنگ بن اپنی تو اڑ جاتی ہے نیند
سبزۂ ریحاں سے یارو کس طرح آتی ہے نیند
موا ہوں دیکھ کے اک سبز رنگ کا تعویذ
مرے مزار پہ ہو سبز رنگ کا تعویذ (ورق ۳۱۰ ب)
جب کہ طفلی میں اماموں کا بنایا تھا فقیر
تھا اسی دن سے دعا گو سبزہ رنگوں کا فقیر
دلا مت دوڑ تو ان سبزہ رنگوں کی صفائی پر
پھسل جاتا ہے اکثر آدمی کا پاؤں کائی پر
موا ہوں آہ میں اک سبزہ رنگ سرو قامت پر
چڑھانا . . . . تربت پر

سبزہ رنگوں میں جو کیجے کسی کو تسخیر
جانئی ہم نے کیا سبز پری کو تسخیر [؟]

اس سبزہ رنگ کی جسے رنگت خوش آے سبز
اس کی نظر میں خاک ہو قدر طلاے سبز

سبزہ رنگوں کی صفائی پر ہیں یوں رخسار سبز
دل میں جوں صوفی صافی دل کے ہوں انوار سبز

مرتے دم تک سبزہ رنگوں سے جو مجھ کو ہے نیاز
سبز پھل پر دہوے ہیے جو دیوے ہے میری نیاز

. . . دو تم مجھے آگے خدا شافی ہے بس
دل جلوں کو سبزہ رنگوں کے یہی کافی ہے بس

دل میں کیا ہے خط سبزہ رنگ کی سبزی کا عکس
ہے صدا اس آئنے میں جلوہ گر طوطی کا عکس

سبزہ رنگوں سے نہیں دل کے نکلنے کی ہوس
ہے انہیں چھاتی پہ میری مونگ دلنے کی ہوس

سبز رنگوں کے مجھے . . . نروار کے ریش
ہیں سزاوار مرے مرہم زنگار کے ریش

سبزہ رنگوں پر کروں کیوں کر نہ میں دیوانہ رقص
چرخ بھی کرتا ہے دیکھو ان پہ طاؤسانہ رقص

ہے سرو سبزہ رنگ سے اپنی سدا غرص
ساقی ہمیں ہے سبزۂ مینا سے کیا غرض

روے سبزہ رنگ پر شاید نکل آیا ہے خط
لکھ کے خط سبز سے . . . جو بھجوایا ہے خط

روے سبزہ رنگ پر خال اک بلا ہے الحفیظ
اس مگس میں زہر کیا آفت بھرا ہے الحفیظ (ورق ۳۱۱ الف)

سبزہ رنگوں سے نہ ہو در پردہ گر مانوس شمع
سبز شیشے کا رکھے کیوں جامۂ فانوس شمع
سبزہ رنگ کس کے بہ قتل کو بنائی تیغ
وسمے سے جو ابرو کے زہر میں بجھائی تیغ
سبزہ رنگوں کی میں کیوں موت پہ کرتا نہ دریغ
گئے اس باغ سے جوں سبزۂ بے گانہ دریغ

تری سبزہ رنگ ایسی صورت ہے صاف ✫ زمرد کی گویا کہ صورت ہے صاف
. . . ہوں یوں سبزہ رنگ کے غرق ✫ جوں نشے میں ہو کوئی بھنگ کے غرق

دکھلائے سبز رنگ ہمیں یارب آج ایک
ہے سیر سبزہ بھی خفقاں کا علاج ایک
بیٹھے بیٹھے سبزہ رنگوں کا جو یاد آتا ہے رنگ
دن میں سو سو بار اپنا سبز ہوجاتا ہے رنگ
سبزہ رنگوں پہ نہ اپنا ہو کہیں جی مائل
اس برس رنگ ہے نو روز کا سبزی مائل
اے سبز رنگ تو جو ہوا ہم پہ آج گرم
. . . . . اب تلک نہ سنا تھا مزاج گرم
اس سبز رنگ سے جب کہویں گے راز کچھ ہم
اس دن . . . . نماز کچھ ہم

سبزہ رنگوں کا جو کرتا ہے نظارا عالم ✫ ہے . . . . مست ہے سارا عالم

کیوں غش نہ سبزہ رنگ پہ دل سے مدام ہوں
میں حضرت امام حسن کا غلام ہوں
کریں جامہ دری جو سبزہ رنگوں کی محبت میں
ملیں ان کو موے پر حلہ ہائے سبز جنت میں
. . . . . . جو سبزہ رنگ بھاتا ہے ہمیں
صرف پناہی جواہر میں خوش آتا ہے ہمیں

کیوں نہ خوش ہوں سبزہ رنگ آتا ہے اکثر خواب میں
سبز شے کا دیکھنا ہوتا ہے بہتر خواب میں (ورق ۳۱۱ ب)
یہ سبزہ رنگ گوروں سے نہایت ... بہتر ہیں
یہی پر عیب دیکھا ان میں طوطا چشم اکثر ہیں
تپ عشق سبزہ رنگ میں جو لگ گئی ہمیں ٭ گرمی کرے ہے اور . . . ہمیں
آج یہاں کل وہاں گزرے یوں ہی جگ ہمیں
کھوے ہے ہر سبزہ رنگ اس سے ہری چگ ہمیں
جو سبز رنگ کی کشتوں کی قبر پاتے ہیں
تو لوگ اس پہ ہری چوڑیاں چڑھاتے ہیں
. . . .
... دل سے سوجھی ہے ورنہ کم بختی ہمیں
جو سبزہ رنگوں سے دل کو یہاں لگاتے ہیں
وہ سبز . . . . اڑاتے ہیں
سبزہ رنگوں سے نہ مل کہتا ہوں میں سنتا نہیں
بھنگ پی ہے تونے کیا معروف ... سنتا نہیں
اے سبزہ رنگ ہاتھ سے لے میرے پان تو
یہ برگ سبز تحفۂ درویش جان تو
فکر میں سبزہ رنگوں کی گر اپنا رواں اب خامہ ہو
پھر تو ہر یک مطلع اپنا گویا طوطی نامہ ہو
یاد آیا خواب سبزہ رنگ اس غم دیدہ کو
کل جو دیکھا اتفاقاً سبزۂ خوابیدہ کو
یارب اس دل بر کی کڑوی . . . عمر ہو
بلکہ سبزہ رنگ ہے وہ اس کی خضری عمر ہو
دید سے ہے سبز رویوں کی نظر کو فائدہ
بیش تر ہے سبز عینک سے بصر کو فائدہ

وہ سبز رنگ شاید معروف پھر ملا ھے
آگے سے ان دنوں کچھ تیرا بدن ھرا ھے
اس سبزہ رنگ بن کہیں کیا عقل و ھوش کی
اب ھم ھیں اور دکان ھے سبزی فروش کی (ورق۳۱۲الف)
سبزہ رنگ اس پان کی ڈیا ... ھے ٭ سبزی میں اک . . . . . . ھے
سبزہ رنگوں کے جہاں ھیں دفن کشتے آن کے
اس زمیں کھیت بھی دیکھے تو اکثر دھان کے [؟]
اس سبزہ رنگ سے جو طبیعت... گئی ٭ آگے سے ... کائی سی پھٹ گئی
بہ حالت غم میں ھے ان سبزہ رنگوں کے مرے جی کی
چمن میں زہر لگتی ھے مجھے آواز طوطی کی
کیوں خوں نہ روؤں عشق میں اس سبزہ رنگ کے
لازم ھے آنکھیں لال نشے میں ھوں بھنگ کے
سبزہ رنگوں سے جو صحبت ھے مجھے دن رات کی
چاھتا ھوں ھر جگہ سرسبزی اپنی . . . کی
عشق میں سبزہ رنگوں کے جو یاروں نے گل کھایا ھے
کہتے ھیں سب اپنے کیسا ھاتھ پہ طوطا پالا ھے
تنگ تھے سبزہ رنگ کی یاد ذقن میں شام سے
سبز کنوؤں میں صبح کو کود پڑے دھڑام سے
کوئی ھاتھوں سے کشتہ سبز رنگوں کے اگر ھووے
کفن لازم ھے اس کا . . . طوطی کا پر ھووے
اس سبزہ رنگ کی سے اس میں . . . .
کہتے ھیں مانگو سب یہ . . . . . .
یہ عشق سبزہ رنگوں میں جو گدڑی اپنے تن پر ھے
فقیروں کا مرقع پوش ھونا . . . . . ھے

جب . . کپڑے کی . . . کوی لے کر آئے ھے
یاد سبزہ رنگ میں صبر و قرار اڑ جائے ھے

سبز رنگ اس تیرے خط رکھے سے نادانی کھلی
پستئ جامے پہ کب سنجاف یہ دھانی کھلی

وہ . . . سبز رنگوں میں نارک میاں ھے
کمر کیا ھے اس کی برگ پان ھے [؟] (ورق ۳۱۲ ب)

وہ روے سبز رنگ جو دیکھے ھے دنگ ھے
کیسا یہ مہ ھے اس کا عطارد کا رنگ ھے

یارب سبزہ رنگوں کا اب دل میں غم بھر آیا ھے
کیجو خیر اس بستی کی یہ سبز قدم پھر آیا ھے

یہ حالت ھاتھ سے ان سبزہ رنگوں کے دگرگوں ھے
کہ چہرہ سبز ھے مثل حنا اپنا جگر خوں ھے

ھیں بس کہ سبزہ رنگ مجھے ھم سفر ملے
کیا خوش ھوں اپنے جی میں کہ گویا خضر ملے

عجب کیا کان کے ھوویں یہ سبزہ رنگ . . . کچے
کہ جب تک سبز موتی ھیں تو ھوتے ھیں ثمر کچے

وہ سبز رنگ ھم سے گو دل کا سخت ھووے
اپنی یہی دعا ھے وہ سبز بخت ھووے

رکھ . . . . نہ سرھانے پلنگ کے
ھم دم کب آئے قید میں اس سبزہ رنگ کے

زور طراوت آنکھوں میں ھے ، دائم چھاتی ٹھنڈی ھے
یاد میں سبزہ رنگوں کی دل کیا ھے سبزی منڈی ھے

سبزہ رنگ آنکھ مندے پر بھی سدا سوجھے ھے
سچ یہ ھے اندھے کو ساون کے ھرا سوجھے ھے

اس بڑھاپے میں کم ہوئیں گے . . . ہم سے
سبزہ رنگوں کی چھنا کرتی ہے گھری ہم سے

جنوں ان سبزہ رنگوں کا یہ آفت مجھ پہ لایا ہے
کہ اب طوطیے نے سر پر گھونسلا آ کر بنایا ہے

طبیعت سبزہ رنگوں پر نہ گر معروف اب آتی
تو پھر اپنی یہ تسبیح زمرد ہاتھ کب آتی

دل ہر کسی ہرجائی سے مالوف تھا ٭ تو نامہ مرا شہر میں معروف تھا [؟]

مریض جسم کو نیرے سحر سے شام تک بولا [؟]
ضعیف اتنا تھا جب تولا تو دو بادام سے تولا (ورق ۳۱۲الف)

ہاتھ قاتل نے دھرا جب کہ . . . . . پر
بل بے میں بل ہی پڑا میری پیشانی پر [؟]

. . . جب وہ . . . . جو موے ہیں یاد قامت میں
نہ پوچھو اک قیامت ہوے گی برپا قیامت میں

بتاں اگر ہمیں مارا دغا سے چاہے ہیں
یہ موت ہم کو کہاں ہم خدا سے چاہے ہیں

تمنا غم میں اس پردہ نشیں کے اب یہ ہے جی کی
ملے تو نوکری کیجے کہیں خصیہ نویسی کی

بنا کر منہ جو بوسہ آپ ہم کو رات دیتے تھے
دیا تھا دل عوض میں کیا ہمیں خیرات دیتے تھے

دوپٹہ لے کے ان کا میں نے جو پوچھا نمازی ہے
تو بولے آپ ہنس کر کیا خدا کی بے نیازی ہے

سیم و زر دوں جو نہ اے یار وہ دم میں آئے
جس قدر مانگے اسے کہہ دو کہ ہم میں آئے

گئی چولی مسک اٹھنے میں جو اس سرو قامت کی
کیا مجھ کو یہ خوبی ھے تمہارے خرق عادت کی

بولا وہ میری قبر پہ ناصبور ھے [؟]
واللہ ان بتوں کو بھی کشف قبور ھے

برق نیرے بے قراروں کے جو آگے آگئی
یا تو یہ ھنستی تھی خندی یا وھیں گھبرا گئی

تھا دم گریہ خیال اس نرگسِ مخمور کا
جو گرا اشک آنکھ سے دانہ بنا انگور کا

دیکھ حال ضعف اپنی چشم کے رنجور کا
ھے عصا بھاری اسے مژگان چشم مور کا

بل بے شوق ذبح کیا کیا خوں یہاں مارے ھے جوش
نام جب لیتا ھے قاتل دشنۂ و ساطور کا

بے خبر وہ لگ گیا میرے گلے سے راہ میں
یہ سراسر مجھ پہ احساں ھے شب دیجور کا (ورق ۳۱۳ ب)

داغ ھی دیتا فلک مجھ کو جو دولت مانگتا
بجتے رسوائی کے نقارے جو نوبت مانگتا

پھر تو میں زنجیر فیل اک وقت خلوت مانگتا
گر شہ وحشت سے میں دیواں کی خدمت مانگتا

. . . . . . کان ملاحت حسن کی . . . . . . ھوے
دیکھتا تجھ کو تو پھر تیری سی صورت مانگتا

روتے روتے گر نہ مرتا یہ گنہ گار اس برس
سو برس دہقان پھر باران رحمت مانگتا

چشم بیمار بتاں میں مردم آزاری جو ھے
اس لیے کوئی نہ دیکھا اس کی صحبت مانگتا

. . . . ھے تاواں نہیں یوں دل گنوادو تم مرا
جھانکنے لگتے ابھی بغلیں جو قیمت مانگتا
قاصد اس پردہ نشیں تک خط جو لے جاتا تو میں
گنج مخفی اس کو دیتا گر وہ اجرت مانگتا
گر خدا کہتا مجھے معروف جو چاھے سو مانگ
نام سے اس مانگنے کے بندہ نفرت مانگتا
شب خیال مژہ یار نے سونے نہ دیا
ایک پل بھی خلش خار نے سونے نہ دیا
زخم دل پر مرے تاروں سے نمک پاشی کی
مجھ کو فرقت کی شب[1] یار نے سونے نہ دیا
آب پاشی کی رھے فکر میں ہم سایے سب
شب مری آہ شرربار نے سونے نہ دیا
چشم دیدار طلب وا رھی جوں حلقۂ در
تیرے آنے کی شب اقرار نے سونے نہ دیا
جھوٹ کہتے ھیں کہ سولی پہ بھی آتی ھے نیند
ہم کو یاد قد دل دار نے سونے نہ دیا
اس نے گھر سے جو نکلا [نکالا ؟] تو مجھے در پر بھی
اس کے دربان جفاکار نے سونے نہ دیا (ورق ۳۱٤الف)
دن کو وہ پاے حنائی جو نظر آئے تھے
رات بھر دیدۂ خوں بار نے سونے نہ دیا
مرگیا تیرا مریض غم اگر اچھا ھوا
یہ کبھو اچھا نہ ھوتا عمر بھر اچھا ھوا
وصل کی شب ھوے صد شکر شادی مرگ ہم
مٹ گیا روز غم ھجراں کا ڈر اچھا ھوا

---

(۱) کذا

کیوں جی یہ ستم کیا ہے مرا خط یو نہیں ملفوف
یا طاق میں یا پردۂ ایوان میں رکھنا
اور غیر کا مکتوب جو آجائے تو پڑھ کر
عنوان محبت سے قلم داں میں رکھنا

ہوگیا حد سے زیادہ دل ویراں آباد ٭ بس غم و یاس و الم خانہ احساں آباد

باغ ہستی میں کھلا گل یہ نیا میرے بعد
غیر سے پھولوں میں میرے وہ ملا میرے بعد
میں تو قاتل کی ہوں اس رحم دلی پر قرباں
مغفرت کی مری مانگی ہے دعا میرے بعد
یاس و غم ، درد و الم ، حسرت و حرماں ، افسوس
یہ کہاں جائیں گے میرے رفقا میرے بعد

ادھر تو دیکھ ناصح انکھ رکھ کر زخم سینے پر
کہ ہنستا ہے دل صد چاک چاکِ جیب سینے پر

سیکڑوں داد خواہ ایک طرف ٭ اور وہ غفلت پناہ ایک طرف

یار بن یہ مے اندوہ سے بے ہوش ہوں میں
اپنے بھی گوشۂ خاطر سے فراموش ہوں میں

آئی پھر توبہ شکن باد بہاری ان دنوں
لاؤ مے بس ہوچکی پرہیزگاری ان دنوں

شمع کی مانند جب تک ۰ ۰ ۰ ۰ جاں ہوتا نہیں
تب تلک اہل سخن آتش زباں ہوتا نہیں (ورق ۳۱۴ ب)

شرمگیں اس کی ہمیں یاد جو آئیں آنکھیں
جب تلک بزم میں نہ اٹھا نہ اٹھائیں آنکھیں [؟]
چشم تر آئنہ خانے میں گیا جو تجھ بن
چشم[1] پر دیکھ مجھے سب کی بھر آئیں آنکھیں

---

(۱) کذا

ان دنوں تیرے مریض چشم کا یہ حال ہے
آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی اب اسے اشکال ہے

جس جگہ ہے عاشق بے تاب کا تیرے مزار
اس زمیں کے گرد سو سو کوس تک بھونچال ہے

رگڑوں ہوں سر جو پائے بت مہ جبیں سے میں
اللہ آسمان پہ پہنچا زمیں سے میں

کیا جی میں ہوں خجل دل اندوہ گیں سے میں
بکتی نہیں خوشی جو دلادوں کہیں سے میں

بحر حیات سے ہے غرض کیا کہ جوں حباب
رکھتا ہوں کام اب تو دم واپسیں سے میں

اس سر و قد کی سنتے ہی آمد اچھل پڑا
مارے خوشی کے تا قد آدم زمیں سے میں

امواج بحر ہر شکن آستیں بنے
پوچھوں گر اشک دیدۂ تر آستیں سے میں

سارے جہاں میں تجھ کو چنا اس نگاہ کی
تحسین چاہتا ہوں جہاں آفریں سے میں

موج خطر سے بحر میں اتنا نہیں خطر
ڈرتا ہوں جس قدر تری چین جبیں سے میں

اللہ رے انتظار کہ کوٹھے (پہ) چڑھ کے روز
قاصد کو دیکھتا ہوں کھڑا دوربیں سے میں

گو نہ بیٹھے ، ہو ہی جاوے وہ ادھر ، اتنا تو ہو
ہاں کبھو اے جذبۂ الفت اثر اتنا تو ہو

نہ جا یہ وقت صبوحی ہے لا شراب تو دے
ٹھہر نکلنے ذرا ساقی آفتاب تو دے

ہزار بوسے مرے تجھ پہ ہیں حساب کی رو
جو سب کے سب نہیں دیتا علی الحساب تو دے (ورق ۳۱۵ الف)

الٰہی اور ہمیں دے نہ دے خوشی تیری
پر ایک سوز دل و دیدۂ پر آب تو دے

اس کا وہ چھاتی سے لگنا جب کہ یاد آجائے ہے
پھٹنے لگتا ہے کلیجہ سینہ نرما جائے ہے

اس خیال زلف کو بھی یاد ہے کیسی لپٹ
جوں جوں اس سے بھاگتا ہوں اور لپٹتا جائے ہے

صدقے اس تاثیر کے اے جذب الفت واہ واہ
اس کا دل اب اور الٹا ہم سے کھنچتا جائے ہے

زلف پر کس کی موا ہوں قبر پر جو روز عرس
شامیانے کی جگہ کالی گھٹا چھا جائے ہے

بدگماں اتنا ہوں سایے کو کہوں ہوں اس کے میں
دیکھنا ساتھ اس کے یہ کون اجنبی سا جائے ہے

تڑپ کر اتفاقاً جب کوئی بسمل اچھلتا ہے
تو کیا کیا شاد ہوکر دل میں وہ قاتل اچھلتا ہے

وہ بد خو جب بگڑتا ہے، تو کچھ ایسا بگڑتا ہے
کہ نقشہ اس کا گر بنواو تو نقشا بگڑتا ہے

کوئی سودا زدۂ زلف نہ مجھ سا ہووے ٭ کہ معالج ہو جو میرا اسے سودا ہووے
عہد نامہ ہے ترا خط شکستہ سے رقم ٭ اعتبار ایسے نوشتے کا بھلا کیا ہووے
اس صنم کو کبھی دیکھے توخدا شاہد ہے ٭ واعظ مدرسہ رہبان کلیسا ہووے

کب شب فرقت کی بھولی ہے مصیبت یاد ہے
تیری بے مہری مجھے اے ماہ طلعت یاد ہے

جو سوز غم کی لکھوں اتنی داستاں ساری
تو پنج شاخـــہ بنے جل کے انگلیاں ساری

منشی منشی تخلص، میر محمد حسین، خلف میرزا ابو الحسن عرف میر کلن خوش نویس۔ سید صحیح النسب، از سادات رضویہ۔ اصلش از زمین ایران است۔ از دو سہ (ورق ۳۱۵ ب) پشت در شاہ جہان آباد توطن اختیار کردہ۔ حط نستعلیق و ثلث و شکستہ بسیار درست می نویسد۔ و در فن انشا پردازی ہم مہارتے دارد۔ بسیار سلیم الطبع، با راقم ربط تمام دارد۔ مدتے منقضی گشتہ کہ بہ دیار لکھنؤ در سرکار مرشد زادۂ عالم و عالمیاں میرزا سلیمان شکوہ بہادر بہ صیغۂ منشی گری امتیاز دارد۔ در ایامے کہ مجلس مشاعرہ بحضور صاحب عالم موصوف منعقد می گردید، بہ تحریک ارشاد عالی غزل طرحی موزوں می کرد۔ و ہم موافق حضور تخلص منشی گزاشت [؟]۔ شعرش خالی از کیفیت نیست۔ از کلام اوست۔ منہ۔

مالوف طبع اس کی ہے جور و ستم کے ساتھ
پھر ہم کو ربط کیوں نہ ہو اندوہ و غم کے ساتھ

صبح شب وصـــال ذرا ٹھہر کر نکل
ورنہ یہ جی ہوا ہے مرا تیرے دم کے ساتھ

منشی رقم کروں ہوں جب اپنـا میں سوز دل
نکلے ہے دود آہ صریر قلم کے ساتھ

نہ پوچھو اس پری کے حسن کا عالم کہ آفت ہے
بلا شوخی، غضب رفتار، قامت اک قیامت ہے

دیا آئینہ میرے ہاتھ میں جو اس پری رو نے
تو کیا معنی کہ یعنی صاف اب دل کی کدورت ہے

جو پوچھا ان سے لوگوں نے کہ منشی کون ہے بولے
مجھے کچھ یوں ہی اس سے دور کی صاحب سلامت ہے

نہ رکھیے دیر سے مطلب نہ اب طوف حرم کیجے
بہ تنگ آیا ہے جی ہستی سے ٹک سیر عدم کیجے

قطعہ

اگر خط بھیجیے اس کو تو پھر حضرت سلیماں کا
یہ مصرع کر کے تضمیں ایک شعر اب یوں رقم کیجے (ورق ۳۱۶ الف)
سوا احوال دل اپنے کے منشی نے اگر تم کو
لکھا ہو حرف شکوے کا تو ہاتھ اس کا قلم کیجے

گھر سے جو نکلے ہو اجی آج تم اس تراش سے
آپ کو کچھ خبر بھی ہے دل کی مرے خراش سے

مقتول مقتول تخلص، میرزا ابراہیم بیگ، اصلش از صفاہان، خودش در دارالخلافہ تولد یافتہ۔ در انشا پردازی مہارتے تمام دارد و سلیقۂ شعر فہمی بہ درجۂ اتم۔ شاگرد غلام ہمدانی مصحفی۔ کلامش شیرین و سخنش نمکین است۔ ازوست۔

مطلب رہا نہ کچھ ہمیں دیر و حرم کے ساتھ
اٹکا ہے دل اک ایسے ہی کافر صنم کے ساتھ

کل گھر سے جو وہ سادی پوشاک پہن نکلے
سو طرح کے اس میں بھی بے ساختہ پن نکلے

رنگ شفق کی خاک میں مل جائے سب بہار
جس دم وہ کھولے اپنے حنا بستہ ہاتھ کو

بتاں جب کہ زلف دوتا باندھتے ہیں
گرہ میں دل مبتلا باندھتے ہیں

میں یاں خون روتا ہوں ہاتھوں سے ان کے
جو پاؤں پہ تیرے حنا باندھتے ہیں

میاں حال مقتول دیکھا نہیں کیا
کمر آپ کس پر بھلا باندھتے ھیں

مستمند مستمند تخلص، یار علی خاں، شاگرد میرزا بھجو فدوی از ساکنین عظیم آباد است۔ زیادہ از احوالش اطلاع نیست۔

مرع تک وصل کی ھے یار امید نہ ھے مثل ایک دم، ھزار امید

مضطر مضطر تخلص، خسرو شکوہ بہادر عرف میرزا آغا جان۔ فرزند رشید مرشد زادۂ (ورق ۳۱۶ ب) عالمیان میرزا سلیمان شکوہ بہادر دام اجلالہ۔ توصیف و تعریف اشعار طبع زاد آں والا گہر حد قلم مقطوع اللسان نیست کہ تحریر نماید۔ زیراکہ متانت کلام با نظامش مطبوع مدققان است و ذات حجستہ صفاتش بسیار عالی فہم و نکتہ دان و قدردانِ ماھران این فن۔ اکثر اشعار برجستہ از ذھن وقادش موزوں شدہ۔ ازآں جملہ است۔

مبارک ھو دلا پہلے ھی کھانا تیر فرقت کا
پھر اب روتا ھے کیوں خوش ھو ملا پھل نخل الفت کا

بھیج تو یا کہ جواب اے بت خود کام نہ بھیج
پر نہ کہہ مجھ کو کہ مضطر مجھے پیغام نہ بھیج

ھم ان گلیوں میں گھبرائے نہ دانائی سے پھرتے ھیں
تمہاری زلف کے سودے میں سودائی سے پھرتے ھیں

داغوں سے اگر خوب ھے رنگ پر طاؤس
میں آپ سراپا ھوں بہ رنگ پر طاؤس

کیا قابل قتل اپنے گنہ گار کو دیکھا
جو میری طرف دیکھ کے تروار کو دیکھا

محفوظ محفوظ تخلص، سید محفوظ علی خاں، متوطن خیر آباد۔ شخص خلیق و با مروت و یار باش۔ در عالم دوستی و آشنائی یکتا۔ خدمت دیوانی صوبۂ شاہ جہان آباد از طرف کرنیل نصیر الدولہ وفادار خاں بہادر بہ ذات ایشاں

تعلق داشت۔ بہ سبب موزونی طبع گاہ گاہے بنا بر تفنن طبع شعر ریختہ موزوں می کند۔ ازآں جملہ دو شعر بہ سمع رسیدہ، ثبت می گردد۔

بے اگی تربت سے میری دل نے پیدا راہ کی
رہ گئی تھی اس کو شاید اگ تمنا آہ کی (ورق۳۱۷الف)

جہاں تو دیکھیے ترا نقش پا ھے یار بنا ٭ مروں تو دیجیو میری وھیں مزار بنا

مضطر | مضطر تخلص، کنور سین، قوم کایتھ۔ اسلافش عمدہ معاش بودند۔ اصلش از دارالخلافۂ شاہ جہان آباد است۔ خود در لکھنؤ تولد یافتہ۔ سلیقۂ شعر گوئی درست دارد۔ شاگرد میاں غلام ہمدانی مصحفی است۔ ازوست۔ منہ۔

جو س کے خفا ھو نام میرا ٭ کس طرح وہ لے سلام میرا
مکھڑا مہ چاردہ سا دکھلا ٭ کام اس نے کیا تمام میرا

سیکھ کر باغ میں قد سے ترے رعنائی کو
کام فرمانے لگا سرو بھی مررائی کو
خال پر ابرو کے مجھے آوے ھے رشک [؟]
لیے بیٹھا ھے وہ کیا گوشۂ تنہائی کو
جب سے اس شوخ کا عاشق میں ھوا ھوں مضطر
ھر کوئی دیکھ ھنسے ھے مری رسوائی کو

مبتلا | مبتلا تخلص، از دورۂ سابقین است۔ ازوست۔

خاک سر پر ڈال کر جاتا ھے صحرا کی طرف
اے پری ٹک دیکھ آکر اپنے دیوانے کو آج

محو | محو تخلص، حسین علی خاں، متوطن اکبرآباد، شخص بسیار خلیق۔ علاقۂ منشی گری سرکار انگریز بہادر دارد۔ در شعر گوئی طبیعتش آشنا۔ از کلام اوست۔

سنگ پھینکے ھے مری قبر پہ گل کے بدلے
گالیاں دے ھے پس مرگ وہ قل کے بدلے

مفتون مفتون تخلص، شیخ عبد الرحیم، اصلش از عرب است۔ خود در لکھنؤ تولد یافتہ۔ شاگردِ (ورق ۳۱۷ ب) میر نظام الدین ممنون۔ یک شعر از تصانیفش بہم رسیدہ، ثبت می گردد۔

اس درد سے آگاہ ہوں . . . بلبل ٭ لے کر نہ کوئی پھول مری خاک پر آوے

مضطرب مضطرب تخلص، درگا پرشاد، قوم کایتھ، باشندۂ لکھنؤ، می‌گویند بسیار خلیق است۔ شاگرد محمد عیسی تنہا تخلص۔ ازوست۔

بہت بے اختیاری کرچکے ہم ٭ بہت سی آہ و زاری کرچکے ہم
ترے وعدے پہ اب ھے دم شماری ٭ بس اب اختر شماری کرچکے ہم
نہ آیا مضطرب وہ رشک گل ھائے ٭ لہو آنکھوں سے جاری کرچکے ہم

مضطر مضطر تخلص، شیخ حسن علی، از سکنۂ لکھنؤ است۔ این هم شاگرد میر نظام الدین ممنون است۔ ازوست۔ منہ۔

یار اغیار کا بنا ھے وہ ٭ کیا گلہ کیجے یار کا یارو

ماہر ماہر تخلص، فخرالدین خاں، خلف الرشید اشرف علی خاں فغاں، بزرگانش عمدہ معاش بودند۔ از سکنائے لکھنؤست۔ شاگرد میرزا رفیع‌السودا۔ پختہ گو معلوم می شود۔ من کلامہ۔ منہ۔ (ورق ۳۱۸ الف)

جو اس کے در پہ بیٹھے ھیں سمجھتے ھیں وہ ڈر کس کا
ھوئے جو اس کے آوارے سو کہتے ھیں کہ گھر کس کا

مجنوں مجنوں تخلص، شخصے بود در عظیم‌آباد از شاگردان میر ضیاء الدین کہ سبقاً ذکر ایشان گزشت۔ کلامش عاشقانہ است۔ ازوست۔

دن میں سو سو بار اس کے روبہ رو جانا مجھے
اس میں سودائی کہے یا کوئی دیوانا مجھے

کرتا ہوا میں ایک زمیں آسماں رہوں
مانند ریگ شیشۂ ساعت جہاں رہوں

مرہون | مرہون تخلص، میرزا علی رضا، اصلش از مشہد مقدس است۔ خود در دارالخلافۂ شاہ جہاں‌آباد تولد یافتہ ۔ کلامش برجستہ و سخنش دلچسپ است و شاگرد رشید میر نظام‌الدین ممنون، طرز شعر گوئیش بسیار مانا بہ کلام استاد خود است۔ از چندے در حیدرآباد رفتہ، بہ صیغۂ شاعری در سرکار نواب نظام‌الملک بہ در ماہۂ دو صد روپیہ ملازم گشتہ۔ از طبع زاد اوست۔

کیا سود اپنے بر میں اب دل کی جستجو کا
یاں آتش دروں سے وہ جل چکا کبھو کا

ہر آرزوے دل کو حرماں نے خوں کیا ہے
گردن پہ یاس کی ہے خوں اپنی آرزو کا

جز یک نگاہ خشم ادھر اس کی خو نہیں
قسمت تو دیکھو سو بھی کبھو ہے کبھو نہیں

جہاں رکھتا ہو حکم نیشتر ہر خار صحرا کا
وہاں کیا کیا مزے دے آبلہ میرے تہ پا کا

عرق اس لطف سے ہے زیر زلف اس روے تاباں پر
شب مہتاب میں ہو جلوہ جوں عقد ثریا کا (ورق ۳۱۸ ب)

سراپا ہوگیا آئینہ ساں جو محو حیرانی
دل مرہوں ہوا ہے محو کس کے روے تاباں کا

پڑا ہے شور جب سے دل میں اس کان ملاحت کا
یہاں ہر زخم روکش ہے نمک دان قیامت کا

برہنہ پائی لے چل مجھ کو اس خار مغیلاں تک
جہاں ہر خار کو دعوی ہے نشتر کی نیابت کا

نہیں ہے ملتفت مدت سے یاں وہ دشنۂ مژگاں
لب ہر زخم دل سے خوں ٹپکتا ہے شکایت کا
یہاں گو حوصلہ طاقت کا برگ کاہ سے کم ہے
ولیے روکش سدا رہتا ہوں میں صد کوہ محنت کا
شہید لطف ہوں قاتل کہ بعد از قتل کا اس نے [؟]
کیا محرم لب افسوس انگشت ندامت کا

ممتاز | ممتاز تخلص، شخصے بود شاگرد میرزا رفیع‌السودا. از نامش اطلاعے نیست ـ باشندۂ فیض‌آباد ـ کلامش مربوط است ـ منه ـ

ہمارے رونے سے دل کا غبار اٹھتا ہے
کہ جیسے پانی کے چھڑکے غبار اٹھتا ہے

مشتاق | مشتاق تخلص، میر عنایت‌اللہ، از پیر زادہ ہائے سرہندی است ـ از اولاد امجاد حضرت سید جلال بخاری قدس‌اللہ سرہ‌العزیز ـ مولدش شاہ جہاں‌آباد ـ قریب بست سال شدہ، کہ طرف رام‌پور رفتہ بود ـ حالا معلوم نیست کہ کجاست ـ دو شعرش از جائے بہ دست افتادہ، ثبت می گردد ـ منہ ـ

اے باغ باں نہ جائیو بلبل کے متصل
بیٹھی ہے کس خوشی سے وہ ٹک گل کے متصل (ورق ۳۱۹ الف)
مشتاق وہ جو شان محمد ہے اور علی
ٹھہرے ہے کون ان کے تجمل کے متصل
بیٹھ اپنے ایک بار تو گھائل کے متصل
کھایا ہے اس نے زخم جگر دل کے متصل

منیر | منیر تخلص، میر نظام‌الدین، احوال او معلوم راقم نیست کہ اصلش از کدام سر زمین است ـ و مولد و منشا کجاست و شاگرد کیست ـ لیکن فکرش رسا معلوم می گردد ـ ازوست ـ منہ ـ

تجھ بن شب فراق مری یوں بسر ہوئی
روتے ہی روتے شام سے آخر سحر ہوئی
آیا سمند ناز پہ جس دم وہ شہ سوار
کاوش ہمارے دل کو بہ نوع دگر ہوئی
دم کر شتاب سورۂ جن پڑھ کے اے میر
تجھ کو کسی پری کی ہی شاید نظر ہوئی

تنہا یہ کٹے گی کیوں کہ منزل ٭ اب پاؤں میں پڑگئے ہیں چھالے
کہہ دیجو سلام رفتگاں سے ٭ اے ملک عدم کے جانے والے

محنت محنت تخلص، میرزا حسین علی، شاگرد قلندر بخش جرأت، موادش مغل پورہ کہ محلہ ایست بیرونِ شہر دارالخلافہ شاہ جہاں آباد، طرف مغرب، از خرد سال بہ لکھنؤ رفتہ ہماں جانشو و نما یافتہ۔ می گویند کہ جوان سلیم الطبع است۔ ازوست۔ مہ۔

ہو رقیبوں سے ملاقات اس بت گم راہ کی
اور ترستے ہم رہیں قدرت ہے یہ اللہ کی
قبر پر اس کی چڑھا اپنے بھی تو ہار پھول [؟]
آج اے رشک پری ہیں ترے بیمار کے پھول (ورق ۳۱۹ ب)
الفت ہوئی ہے اس بت مغرور سے مجھے
پھیرے ہے منہ جو دیکھ کے وہ دور سے مجھے
رحم آئے نہ کچھ اس بت خوں خوار کے دل میں
جب تک کہ اٹھے درد نہ دوچار کے دل میں

محسن محسن تخلص، میر محسن، برادر زادۂ میر محمد تقی میر، زیادہ حوالش معلوم راقم نیست۔ ازوست۔

ٹک آکے دیکھ نہیں کچھ بھی حال آنکھوں میں
پھرے ہے تس پہ بھی تیرا خیال آنکھوں میں

حب میں ہے تیرے کوچے سے عزم سفر کیا
ہر اک قدم پہ راہ میں پتھر جگر کیا

حرف تیرے عقیق لب کا شوخ ٭ زندہ کرتا ھے نام عیسی کا

مرا رنگ رو اس قدر زرد ھے ٭ کہ یاں زعفران زار بھی گرد ھے

اگر شیخ گرمی ھے دوزخ میں زور ٭ مرے پاس بھی اک دم سرد ھے

یوسف مصر بیچتا ھے کوئی ٭ تجھ سے دل بر عزیز دل ھا کو

تعزیت دار حسرت دل ھے ٭ یہ جو گریے کا جامہ آبی ھے

مختار | مختار تخلص غلام نبی خاں ، استاد زادۂ نواب عماد الملک غازی الدین خاں مرحوم۔ شعر فارسی و ھندی ھر دو موزوں می کند۔ ازوست۔

میں اپنے دل کے صدقے اور اپنی جان کے صدقے
ملایا جس نے تجھ سا یار اس اللہ کے صدقے

مرید | مرید تخلص ، مرید حسین خاں ، پسر انعام اللہ خاں یقین۔ معاش بہ فرقۂ سپاہ بسر می برد۔ ازوست۔ (ورق ۳۲۰ الف)

درد اور غم میں مبتلا ھیں ھم ٭ درد مندوں کے مقتدا ھیں ھم

مفتون | مفتون تخلص ، از نام و نسبش آگہی نیست۔ شاعر عہد عرش منزل بود ۔ ازوست۔

یوں ھی گر یے وعدوں سے اگر دل شکنی ھے
تو جان مری جان ھی پر آن بنی ھے
زندگی بے یار کیا ھے ، آہ یہ ھو وہ نہ ھو
لطف کیا جینے کا اس میں واہ یہ ھو وہ نہ ھو

مرزا | مرزا تخلص ، میرزا محمد بیگ الہ آبادی۔ مولدش شاہ جہان آباد۔ از چندے در بلدۂ مسطور اقامت اختیار نمودہ۔ ازوست۔ منہ۔

ہے رنگ ترا سب گل و گل زار میں یاں کے
اک نوک نکلتی ہے ہر اک خار میں یاں کے

مائل : مائل تخلص ، میرزا محمد یار بیگ ، شاگرد قلندر بخش جرأت ، خلیق و متواضع ، فکرش رساست ۔ ازوست ۔

پیتا ہوں جام مے کے عوض کاسہ بنگ کا
مائل ہوا ہوں جب سے میں اک سبزہ رنگ کا
آنکھوں کے سامنے نہ ہو وہ گل عذار حیف
اور اس بعید میں ہوں جیتا ہزار حیف
اختر سے ہیں گر موتی اس کان کے بالے کے
اک چاند بھی جھمکے ہے جھرمٹ میں دو شالے کے

متقی متقی تخلص ، میر متقی ، خلف الرشید میر جواد علی خاں ہادی تخلص ، کہ شاعر قدیمی ریختہ گو است ۔ در حرف الہا انشاء اللہ تعالی ذکر ایشان خواہد گزشت ۔ جوانے بہ صلاح و تقوی و ورع متصف و وارستہ مزاج ، مرید شاہ غلام علی ، کہ یکے از مشائخ کبار دارالخلافہ و خلیفۂ حضرت میرزا جان جاناں مظہر مرقوم است ۔ (ورق ۳۲۰ ب) از چندے لباس دنیا داری را ترک نمودہ ، و ملتبس بہ لباس فقر گشتہ ۔ مسائل صوفیہ و دیگر کتب عربی و فارسی بہ قدر ضرورت از شاہ غلام علی موصوف خواندہ ۔ بہ سبب موزونی طبع گاہ گاہے طرف ریختہ گوئی مائل می شود ۔ سخنش درد آلود و عاشقانہ است و در تیر اندازی ہم مہارتے دارد ۔ بسیار یار باش و خلیق و متواضع و مودب است ۔ از کلام اوست ۔ منہ ۔

کیوں نہ جوں زلف رہے حال پریشاں میرا
دل ہے سودا میں ترے بے سرو ساماں میرا
کس طرح اس کو کرے گا تو رفو اے ناصح
چاک پر چاک ہوا اب تو گریباں میرا

متفی خوبی شمشاد ابھی ہو پامال
آن نکلے جو کبھو سرو خراما ن میرا

نعش ہماری[1] پہ تو ۔ مجمع یاراں ہوا ٭ پر دل پر درد کا کوئی نہ درملی ہوا

مجنون مجنون تخلص، مشہور بہ درویش سر برہنہ، بزرگانش نو مسلم و عمدہ معاش بودند ۔ شاگرد میر محمد تقی میر است ۔ ناپایہ داری دنیا دیدہ، ۔ بوت فقر اختیار نمودہ ۔ مشاق قدیم است و فکرش بلند ۔ از وست ۔ منہ کلام ۔

جتنے دل چاہو ملو تم نہ کسی سے پوچھو
مجھ سے کیا پوچھتے ہو اپنے ہی جی سے پوچھو

بیٹھا تھا مجھ کو دیکھ بہانے سے اٹھ گیا
حسن سلوک آہ زمانے سے اٹھ گیا

سر کٹا دیں گے ہم اپنا اس تری شمشیر سے
لڑ گئی تدبیر اپنی گر کہیں تقدیر سے (ورق۳۲۱الف)

پیا نہیں قدح بادہ بھی کبھو تجھ بن ٭ رہا مدام مرے جام میں لہو تجھ بن

سجدوں نے میرے قدرت اپنی دکھائی اب تو
پوجے ہے تجھ کو اے بت ساری خدائی اب تو

چڑھا کر ساغر لب ریز جس دم تو نکلتا ہے
ترا انداز ہنسنے کا گلوں کے مونہ ملتا ہے

پھیر اب یہ جو چلا ہے کل وہ قرار ٹھہرا
کہتا ہے مجھ سے چل بے، تو کب کا یار ٹھہرا

ممنون ممنون تخلص، میر امانت علی، از باشندہ ہاے عظیم آباد ۔ براے تحصیل علم عربی وارد دارالخلافہ گشتہ بود ۔ چوں دریں ولا مجلس مشاعرہ بہ خانۂ مہدی علی خاں عاشق منعقد می گشت، ایں ہم بہ سبب تحریک بعضے یاراں غزل طرحی گفتہ آورد ۔ و اصلاح شعر از میر فرزند علی موزوں می گرفت ۔ حالا

(۱) مخ میں "پرتوا" ہو

معلوم نیست که کجا رفت ـ یک شعر زمین طرحی بہ خاطر ماندہ است ـ ثبت می نماید ـ منہ ـ

اے واے کہ تیرے لیے اس خاک نشیں کو
جوں باد لیے پھرتی ھے گھر گھر تپش دل

مضمون مضمون تخلص ، شرف الدین ، از قدماست ـ نوکری پیشه ، اصلش از قصبۂ جاجیو که متصل اکبر آباد است ـ بسیار ظریف مزاج بود ـ در دارالخلافه قریب زینت المساجد سکونت داشت ـ نہایت خوش فکر ار اولاد حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس الله سرہ العزیز ـ نہایت گرم اختلاط ـ مدتے شد که در گزشته ـ خدایش بیامرزاد ـ ازوست ـ منه ـ (ورق ۳۲۱ ب)

نہ یہی خوب و قد قامت ھے [؟] ٭ ھنس کے پھر دیکھنا قیامت ھے

ھمارا اشک قاصد کی طرح یک دم نہیں تھمتا
دل بے تاب کا شاید لیے مکتوب جاتا ھے

کروں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید ٭ کہ دادا ھمارا ھے بابا فرید

ھم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

مے کدے میں کہ سراسر فعل نا معقول ھے
مدرسہ دیکھا تو واں بھی فاعل و مفعول ھے

کرے ھے دار بھی کامل کو سرتاج ٭ ھوا منصور سے نکتہ یہ حل آج
نہیں ھیں ھونٹ تیرے پان سے سرخ ٭ ھوا ھے خون میرا آ کے لب ریز

خط آگیا ھے اس کے ، مری ھوئی سفید ریش
کرتا ھے اب تلک بھی وہ ملنے میں شام صبح

مشتاق مشتاق تخلص ، حافظ تاج الدین ، متوطن قصبۂ میرٹھ ، قوم بنی اسرائیل بہ سبب مرض آبلہ در طفلی از حلیۂ بصارت عاطل ـــ چوں کہ طبع موزوں داشت ، شعر ریختہ می گوید ـ ازوست ـ

کوہ‌کن و پرویز کو قصے اپنے اپسے سنانے دو
ھے یہ وھی افسانۂ شیریں ایک پری دیوانے دو

شب فراق کی وحشت سے خواب بھاگے ھے
پلنگ پلنگ ھے، اور بان بان لاگے ھے

مکارم مکارم تحلص، المعروف به میرزا مکارم، شخصے بود ساکن ا الخلافه، طبع موزوں داشت۔ اشعارش ماںا به کلام پیشیمان است۔ یک شعر از مصںفاتش که فی الجملہ ربطے (ورق ۳۲۲ الف) به زبان حال دارد مرقوم نموده شد۔ منه۔

ادا بھائی ھمیں یہ اک نری ساری اداؤں میں
جھجک کر، مسکرا کر۔ دیکھ کر مجھ کو لپٹ جانا

محرم محرم تخلص، میر فتح علی، سیدے بود سپاھی پیشه، مدتے شد که از دارالخلافه به تلاش کیمیا به اطراف برآمده رفت۔ فکرش معلوم می شود [؟] از کلام اوست۔ منه۔

ھر ںری ورقت میں کیا حالت ھماری دیکھیے
کیا دکھاتی ھے یہ دل کی بےقراری دیکھیے

اپنی خواھش پوچھتے ھو تو یہی خواھش ھے دل
چپکے بیٹھے سامنے صورت تمہاری دیکھیے

مہر مہر تخلص، رجب بیگ، برادر محمود بیگ زور که ذکرش سبقاً در حرف الرا گزشت۔ جوانے ست سپاھی وضع۔ در مشاعره غزل خوانده بود، مطلع آں نگاشته شد۔ ازوست۔

میں جاں بہ لب ھوں رونے دے اے نکتہ چیں مجھے
آیا ھے یاد خـــال لب نازنیں مجھے

محزوں محزوں، تخلص، غلام شاه، از پیرزاده ھاے قصبۂ امروھـہ۔ درآں

ضلع علم شاعری بر افراشته بود۔ مدتیے شد کہ هماں جا در گزشت۔ خدایش بیامرزاد۔ ازوست۔

اهل دنیا تو نہیں دیتے هیں محزوں غم کی داد
کوہکن کو خواب شیریں سے جگا دوں تو سہی

اسیر مرتے هیں حسرت میں قتل کی سچ کہہ
خدا کے واسطے کس دن عتاب هووے گا

بے محابا چاک کرتا هے گریباں کے تئیں
کس کے آپے سے چمن میں گل کو سودا هوگیا (ورق ۳۲۲ ب)

روٹھ کر عاشق مجروح سے اے یار نہ جا
اے مسیحا ادھر آ چھوڑ کے بیمار نہ جا

مدهوش مدهوش تخلص، شاگرد میر سوز مرحوم، از نام و نشانش واقفیت نیست۔ یک شعر ازو بہم رسیدہ، ثبت می گردد۔

مرا جس ناز سے تونے لیا دل ٭ خدا جانے هے اس کو یا مرا دل

موزوں موزوں تخلص، چھتر سنگھ، متوطن دهلی، قوم کایت، دیوان سرکار نواب معتمدالدولہ یعقوب علی خاں مرحوم۔ زبانی مشارٌ الیہ دریافت شدہ کہ نبیرۂ مادھو رام منشی است کہ طفلاں در مکتب انشاے او می خوانند۔ شعر فارسی و ریختہ هر دو می گوید۔ در علم بھاکا مہارتے تمام دارد۔ از کلام وست۔ منہ۔

بلبل چمن میں آج جو باد سحر گئی
کچھ کان گل کے تیرے هی شکوے سے بھر گئی

بیت ابرو کو تری دیکھ کے اے مطلع حسن
جو ترے کوچے سے نکلا سو غزل خواں نکلا

دوستی سادہ رو کی آئنہ وار ٭ آبرو خــــاک میں ملاتی هے

جس نے دیکھا ہے تری زلف گرہ گیر کا خم
کب خوش آتا ہے اسے حلقۂ زنجیر کا خم

نقش دیوار ہوں موزوں بہ مقام حیرت
کیوں کہ نکلے کبھو شاخ گل تصویر کا خم

مست | مست تخلص، میر فضل علی خاں، شاگرد میر امانی اسد تخلص۔ یک شعر ازو بہم رسیدہ، برائے یادگار نوشتہ شد۔ ازوست۔ منہ۔

یار سے کہیو یہ قاصد کہ جو آنا ہے تو آ
ہم نہ جائیں چلے دنیا سے یہ ارماں لیے (ورق۳۲۳الف)

مدحت مدحت تخلص، شخصے است در لکھنؤ۔ معلوم نیست کہ کیست۔ شاگرد جعفر علی حسرت، ازوست۔

لے گیا ہجر ترا گور میں یار آخر کار
روز فرقت نے دکھائی شب تار آخر کار

خاک ساری کی یہاں تک کہ گلی میں اس کی
خاک ہو اڑنے لگا اپنا غبار آخر کار

مائل مائل تخلص، سید کاظم علی، متوطن قصبۂ خیرآباد۔ مرد قابل و خوش نویس بود۔ در عین جوانی ازیں سرائے فانی بہ جہان جاودانی انتقال نمود۔ خدایش بیامرزاد۔

شب ہجراں کی آہ ایک طرف ٭ لاکھ ابر سیاہ ایک طرف

ملال | ملال تخلص، میرزا محمد زماں نام، شخصے ذی تشخص و شیریں کلام است۔ از نتائج طبع اوست۔

سحر شام ہجراں نہ کرجائینگے ہم ٭ اگر غم یہی ہے تو مرجائینگے ہم

بعد مرجانے کے بھی دل مرا مضطر نہ کرے
جب کہ مرجاؤں یہ کہہ دو کہ مژہ تر نہ کرے

مضطرب مضطرب تخلص، محمد حاجی نام، خلف قاضی القضاة دارالخلافه جوانے مودب و متواضع، اوائل اصلاح از میر نظام الدین ممنون گرفته۔ ازوست ۔ منه ۔

کیا کیا ترے فراق میں کاوش یہاں نہیں
اک دم نہیں کہ سینے میں مثل سناں نہیں
گر آتش دروں یہ بھڑکتی رہی یو نہیں
جوں شمع تا به صبح کوئی استخواں نہیں
دیکھ روے زرد پہ یہ اشک لاله رنگ
دیکھا جو زعفراں سے اگا ارغواں نہیں
کٹتی کسی طرح سے نہیں یه شب فراق
شاید که گردش آج مجھے آسماں نہیں (ورق۳۲۳ب)

محزون محزون تخلص، نام و نسبش معلوم راقم نه گشته ۔ جوانےست نو مشق، در مشاعره غزل طرحی خوانده بود، مقطعے به یاد مانده، ثبت نموده شد ۔ ازوست ۔ منه ۔

اس قدر کیوں هرزه پھرتا هے اب اے محزوں بتا
کس طرف تیرا قدم گم کرده منزل اٹھ گیا

مقصود مقصود تخلص، سقائےست در لکھنؤ ۔ شاعر بازاری ۔ اکثر اطفال اجلاف به حلقۂ شاگردی او در آمده ۔ ازوست ۔ منه کلام ۔

عشق کیا جانوں کدھر تھا مجھے معلوم نه تھا
عشق کا دل هی میں گھر تھا مجھے معلوم نه تھا
بوسه لینے سے خفا هوتے هو کیوں مشفق من
بوسه وه شے هے که دونوں کو مزا دیتا هے

مفتوں مفتوں تخلص، میرزا کریم بخش، از زمرۂ سلاطیاں است ۔ طبع

مضمون یاب و معنی پردازش بسیار رسا۔ مقطع غزلش به سمع رسیده، مرقوم نمود۔ منه۔

مفتوں خمار بادۂ شب ہے تو پھر پیو
یک جام جا کے ساقی پیماں شکن کے پاس

محبت محبت تخلص، میر بہادر علی، سید زادہ است شاگرد ثناءالله خاں فراق۔ طبعے خوش دارد۔ ازوست۔ منه۔

خال رخ جب که پسینے میں تمہارا ڈوبا
ماہ رو دھوم پڑی اس کی که تارا ڈوبا
سادہ رو صاف بھی اب ہم سے ملاقات نہیں
ناز و انداز و ادا، غمزہ اشارا ڈوبا
چشم نرگس، زلف سنبل، غنچه لب، رخسار گل
گلشن حسن بتاں میں ہیں نمایاں چار گل (ورق۳۲۴الف)
اگر حنا ترے ہاتھوں سے خوں بہاوے گا
تو لونگا دشت نگاریں سے خوں بہاوے گا [کذا]
گرے جو چند آنسو یاد مه رویاں میں جیحوں پر
حباب آسا نظر آویں ستارے پھر تو گردوں پر
صبح جب باغ میں وہ رشک قمر پھرتا ہے
آفتابی لیے خورشید سحر پھرتا ہے
گر ترے ابرو کی تیغ اصفہانی دیکھیے
جنگ جو ہرگز نه پھر شمشیر خوانی دیکھیے
ترے مکھڑے په خال رخ به ایں صورت چمکتا ہے
سحر کے وقت جیسے صبح کا تارا چمکتا ہے
متصل رہنے نہیں دیتا جو ہم سایه مجھے
کس پری پیکر کا یارب ہوگیا سایه مجھے

ہو خبر دل کو نہ اس کی آہ یوں ہی چاہیے
واہ واہ اے نالۂ جاں کاہ یوں ہی چاہیے

صبح ہجراں جو نمودار ہوئی رات سے چھوٹ
دامن وصل گیا ووں ہی مرے ہاتھ سے چھوٹ

دار مژہ پر اشک کو منصور کی سوجھی
حق یوں ہے کہ اس کو بھی بہت دور کی سوجھی

دل کا آئینہ نہ ایں شکل پری خانہ ہوا
دیکھ حیراں جسے عکس رخ جانانہ ہوا

مشتاق مشتاق تخلص ، قرباں علی بیگ ، جوانے ست سپاہی وضع ۔ شاگرد میرزا رستم بیگ شاکر ۔ ازوست ۔ منہ ۔

جان من شوق سے تو اپنے ہر اک یار سے مل
پر کبھی اپنے بھی اس طالب دیدار سے مل
ایک دن جان تری جائے گی . . . . مشتاق
آ کہا مان نہ اب ایسے ستم گار سے مل

مسرت مسرت تخلص ، وزیر شیخ علی شیخ زادہ ایست شاگرد میر عزت‌اللہ عشق ، در مشاعرہ (ورق ۳۲۴ ب) اکثر غزل طرحی خود گفتہ می خواند ۔ ایں چند شعر ازوست ۔

دل میں کہتا ہوں نہ اس شوخ ستم گار سے مل
بے خبر مل تو کسی یار وفادار سے مل
اس کو جب بادہ خوری رہتی ہے اغیار سے مل
زہر کے گھونٹ میں پیتا ہوں دل زار سے مل

کیا گرم وہ بولا مجھے کل تیر لگاکر ٭ یہ سرد ہوا کیا کروں شمشیر لگاکر
جو کرنا صاف ہے دوچار پر ہاتھ ٭ تو رکھ ظالم سپر تروار پر ہاتھ

مبارز مبارز تخلص ، از نامش اطلاعے نیست ۔ جوانے ست باشندۂ دارالخلافہ ،

دو سہ مرتبہ در مجلس مشاعرہ دیدہ شد۔ معلوم نہ گردید کہ شاگرد کیست۔ ازوست۔

وہ گل رخ سیمیں تن گر سوے چمن نکلے
گل کھلنے سے رہ جائے، گلشن سے۔۔۔نکلے

میرزا میرزا تخلص، میرزا محمد، اصلش از توران است۔ بزرگانش از دوسہ پشت در دکن توطن اختیار کردہ اند۔ قصیدہ کہ در توصیف نواب نظام‌الملک گفتہ۔ دو بیت ازاں می نگارد۔

عجب ہے تجھ پہ اگر ہوں نہ جن و انس فدا
کہ نام نامی ہے تیرا تو اعظم‌الامرا
سوار ہووے تو جب پالکی میں اے نواب
نگاہ رو بہ رو اقبال بولے آگے آ

ماہ ماہ تخلص، میر محمد علی خاں، این ہم از باشندہ ہاے حیدرآباد است۔ ازوست۔ منہ۔

نو روز ہے اور عید ہے اے آصف جاہ
ہوں تجھ کو مبارک یہ بہ حسبِ دل خواہ (ورق۳۲۵الف)
ہو حکم ترا ماہ سے اب ماہی تک
نواب طفیل نبی و فضل الـلـہ

مفتوں مفتوں تخلص، شخصےست باشندۂ الہ آباد۔ از نام و نشانش واقفیت نیست۔ چند رباعی از تصنیف او بہ دست آمدہ، مرقوم می نماید۔

گزرا دن اور اضطرابی آئی ٭ مفتوں کیا شام غم شتابی آئی
جوں توں یہ پہاڑسا توکاٹا تھا دن ٭ پھر رات ہوئی بڑی خرابی آئی

رباعی

ارکان زمانہ مختلف سب ہیں دلا ٭ ان کی ترکیب سے عبث ہے یہ گلا
سارے عالم کی خاک چھانی یوں ہی ٭ ایک اپنا زمانے میں موافق نہ ملا

رباعی

جوں آئنہ چشم دل سے کرتا ہوں جو غور
بے وجہ ھے ان پری وشوں کا کچھ طور
کیا خاک ملیں ہم ایسے بے دردوں سے
منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ اور

مضطر | مضطر تخلص، کنور سین نام، قوم کایتھ، شاگرد غلام ہمدانی مصحفی. سکنۂ سرکار مراد آباد۔ اشعار دل کش موروں می کند۔ ازوست۔ منه۔

اس شمع رو کے دل میں حب تک ہو راہ پیدا
ہونے لگا جگر سے یاں دود آہ پیدا
تاریکی شب غم حی روندہی ہے میرا
ہوتا نہیں نشان روز سیاہ پیدا
رستہ ھی میرے گھر کا بھولے جو آپ صاحب
فرمائیے کہ کس سے کی تازہ راہ پیدا
کھینچی شبیہ کس نے صورت جو اس حزیں کی
تھا اس کے ھی لبوں سے انداز آہ پیدا (ورق ۳۲۵ ب)
جلوہ فرما ہے وہ مہ رو مرے گھر آج کی رات
اے فلک کیا ہو بڑھادے تو اگر آج کی رات
دشنہ کاری نہیں کرتے جو کسی کے مژگاں
منہ کو آتا ھے چلا کیوں یہ جگر آج کی رات
جس دم سے جان من تو مرا ہم نشیں نہیں
ھے جو نفس بجز نفس واپسیں نہیں
پوچھی جو ان سے خال کی تعریف تو کہا
بندہ تو کچھ تمہاری طرح نکتہ چیں نہیں

ساکن دیر بنے، دین سے بےدین ہوئے ٭ پر یہ بت رام نہ اپنے کسی آئین ہوئے

خوبہ انداز وفا کوں سے غماز ہوئے ٭ کہ جواب خط مضطر قلم انداز ہوئے

انکار . . . گرچہ اسے لاکھ . . . ہے
اپنا پر ان لبوں پہ کئی دن سے دات ہے
جو پڑا سینے پہ میرے گھاؤ سو کاری پڑا
دوش پر ان کے دوپٹا دیکھ زنگاری پڑا

مسرور | مسرور تحلص، میرز سنگی بیگ، نوجوانے ست باشندۂ دارالخلافہ، شاگرد حافظ میر عزت اللہ عشق، ازوست۔ مہ۔

صراحی کی ہوس، بے خواہش پیمانہ رکھتے ہیں
سدا اس چشم مے گوں سے یہ دل مستانہ رکھتے ہیں

محقق محقق تخلص، نام و نشانش معلوم نیست۔ یک شعر بہ نام او شخصے خواندہ بود، نگاشتہ شد۔ ازوست۔

تم ہر کسی سے وعدۂ دیدار مت کرو ٭ اپنی زباں سے جھوٹ کا اقرار مت کرو

مشتاق | مشتاق تخلص، شیخ ثناء اللہ۔ ساکن قصبۂ شیخ پور من مضافات مستقرالخلافۂ اکبرآباد، اشعار ریختہ خوب می‌گوید۔ ازوست۔ مہ (ورق۳۲٦ الف)

اس چاند سے مکھڑے پر ابرو بھی ہلالی ہے
مہ رو کی مرے یارو سج دھج ہی نرالی ہے
دل کو . . . لگے آزار یوں ہی چاہیے
واہ واہ شاباش اے دل دار یوں ہی چاہیے
اس کی زلف و رخ کی گو تصویر کھینچا چاہیے
گرد مہ کے حلقۂ زنجیر کھینچا چاہیے

مغموم | مغموم تخلص، مرزا اسحاق بیگ، متوطن دارالخلافہ، داخل خواصان حضور اقدس۔ ازوست۔

آگے ہی یہ گریباں ہے تار تار اپنا ٭ کیا حال اب بناوے دیکھوں بہار اپنا
ذکر ملیح آپ کا جس جگہ اے یار ہو ٭ شاہد مصری کی سرد گرمی بازار ہو

منعم منعم تخلص، سید راحت علی نام، شخصے ست ساکن فرخ آباد۔ ازوست۔

هم ترے کوچے سے جاسکتے نہیں اے سنگ دل
وہ مثل هے آ گیا هے هاتھ پتھر کے تلے

مجرم مجرم تخلص، سیدیست، اشعار ریختہ می گوید، ازوست۔ منہ۔

وہ گل آئے جو نظر آہ کل آئی مجھ کو
کل سے بے کل هوں، کسی کل نہ کل آئی مجھ کو
جو کچھ کہ تمہیں کہیے صنم نام خدا هو
آفت هو، قیامت هو، بھبوکا هو، بلا هو

مهجور مهجور تخلص، مولوی صدر الدین، شخصے است طالب علم، اصلش از خطۂ کشمیر جنت نظیر، آبا و اجدادش آن جا ست۔ در خاندانش قابلیت موروثی است۔ جد مشارٌ الیہ کہ مولوی حضور اللہ نام داشت، از رفقاے عموی صاحب و قبلہ نواب مجد الدولہ مغفور۔ مردے ذی تشخص و محرم راز و معتمد جناب عموی مبرور بود (ورق ۳۲۶ ب) و خدمت دارالانشا بہ ذاتش مفوض۔ مهجور موصوف اشعار ریختہ خوب می گوید۔ و شاگرد فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون است۔ از طبع زاد اوست۔

لگی هے متصل هچکی، لبوں پر جان رکھتے هیں
پر اب بھی تیرے هی آنے کا هم ارمان رکھتے هیں
خراشیدہ رخ و ژولیدہ مو، تن گرد آلودہ
بیاباں گرد وحشت بھی عجب کچھ شان رکھتے هیں

منعم منعم تخلص، قاضی منعم خاں، ساکن قصبۂ تهانہ، کہ از مضافات سرکار سہارن پور است۔ شخصے عالم و قابل و فهیم بود۔ دراں سر زمین مثل او دیگرے نہ بود۔ خدمت قضاے آں جا نیز بہ ذاتش تعلق داشت۔ همیشہ بہ حرمت بسر بردہ۔ طبع موزوں داشت، چناں چہ دو دیوان غزلیات یکے فارسی

و دوبیتی ریختہ مرتب نمودہ۔ از چندے بہ دارالبقا رحلت نمود۔ خدایش بیامرزاد۔ منہ۔

جور تیرے ہی سے اے چرخ کیا یار جدا
ورنہ ہوتا تھا کہاں ہم سے وہ دل دار جدا
تجھ سے ہرگز نہ سنی جائے اسیروں کی فغاں
کیجیو مجھ کو اے صیاد گرفتار جدا

مہلت مہلت تخلص، میرزا علی، باشندۂ لکھنؤ، شاگرد قلندر بخش جرأت، خوش فکر معلوم می شود، در خانہ جنگی کشتہ شد۔ ازوست۔ منہ۔

گر یاد گل رخوں کی تہ خاک کیجیے ✲ تو قبر میں بھی تن بہ کفن چاک کیجیے
مرنے کے بعد بھی نہ گئی دل کی یہ تپش ✲ آرام زیر خاک بھی اب خاک کیجیے

موج موج تخلص، خدا بخش نام، متوطن مستقرالخلافۂ اکبر آباد، از چندے وارد دارالخلافۂ (ورق ۳۲۷ الف) شاہ جہاں آباد است۔ شخصے بسیار ذہین و تیز ہوش۔ چناں چہ در علم موسیقی . . . مہارت کلی دارد۔ دریں فن تصنیف بسیارے کردہ است۔ مرید حضرت شاہ محمدی بیدار علیہ الرحمہ، کہ ذکر ایشاں در حرف الرا مسطور است۔ چوں کہ ذکی الطبع است۔ اشعار ریختہ ہم موزوں می کند۔ مرثیہ، سلام خوب خوب می گوید۔ ایں چند شعر از نتائج فکر اوست۔ منہ۔

گرچہ اب اس شعلہ رو کے پاس جانا منع ہے
آگ کو کیا دور سے بھی دیکھ آنا منع ہے
پاس آنے سے ہمارے وہ اگر بند ہوئے
کوچے میں جانے سے ہم ان کے نہ پر بند ہوئے
تم نہ رخساروں کو زلفوں میں چھپاؤ پیارے
پردۂ ابر میں کب شمس و قمر بند[1] ہوئے

---

(۱) مخ میں اس کی بعد "میرزا علی مہلت" کا حال درج ہو۔ مہلت کا ذکر اوپر آچکا ہو۔ یہ محض تکرار عبارت ہو۔ اس لیی اس کو یہاں درج نہیں کیا۔

مزمل | مزمل تخلص، شاہ مزمل، درویشے از شاعران پیشین است ـ شعر هم به زبان همان وقت می گفت ـ ازوست ـ منه ـ

میں نہ کہتا تھا مزمل دے نہ دل ٥ نقد ایسا ، انگاں کھونا نہ تھا

(ورق ۳۲۷ ب)

می هرن میرا مزمل رم گیـــا ٥ دشمنوں کے من کی چیتی هوگئی

ممتاز | ممتاز تخلص، حافظ غلام نبی خاں، استاد زادۂ نواب عمادالملک مرحوم، از کلام اوست ـ

میں اپنے دل کے صدقے اور اپنی چاہ کے صدقے
ملایا جس نے تجھ سا یار اس الله کے صدقے

مفتون | مفتون تخلص، بدرالدین نام. به پیشهٔ بزازی معاش سر می برد ـ شوق کیمیا گری نہایت در خاطرش جا گرفته ـ شاگرد میر فرزند علی موزوں گاہ گاھے غزل ریخته می گوید ـ ازوست

خورشید جو نکلا ھے اس وقت یه لرزاں ھو
کوٹھے په کھڑا شاید وہ ماہ لقـا ھوگا

مسیح | مسیح تخلص، میاں براتی، اصلش از کشمیر جنت نظیر است ـ جوانے ست مودب، تجارت پیشه ـ ازوست ـ

شاید که موے زلف کا شانه تھا دست غیر
بے ڈھب رھا تھا جی کو مرے پیچ و تاب رات
یه آخر دل ھے انساں کا نه ساغر ھے نه شیشه ھے
کہاں پاؤگے پھر کیوں خاک میں اس کو ملاتے ھو

منور | منور تخلص، میر منور علی، احوال او معلوم مولف ایں نسخه نیست ـ ازوست ـ

بس که عالم ھے ناتوانی کا ٥ عیش جاتا رھا جوانی کا

ملول | ملالؔ تخلص، شاه شرف الدین، درویشے ست صاحب معرفت، سخنش ممکین است۔

جدائی نے تری یاں تک ہمیں ملول کیا ٭ کہ زندگی کے عوض مرگ کو قبول کیا

محشر | محشر تخلص، میرزا علی نقی۔ بزرگانش اہل خطه بودند، خود در لکھنؤ تولد یافته۔ شعر فارسی و ریخته هر دو می گفت۔ شاگرد خواجه میر درد صاحب مرحوم۔ زبانے و بیانے خوبے داشت۔ کسے را کشته بود۔ عوض آں به قصاص رساندند۔ منه۔

جاں منتظر ہے آنکھوں میں وقت رحیل ہے
جلدی پہنچ کہ تیرے ہی آنے کی ڈھیل ہے
دور میں اس چشم کے گردوں کو آسایش نہیں
کس گھڑی کس دھوم نی فتنے کی فرمایش نہیں [؟]
گفتگو[۱] اردو زباں کی ہم سے کوئی جائے سیکھ
کیا ہوا دھلی میں محشر اپنی پیدایش نہیں

منور | منور تخلص، از متقدمین است۔ نام و نشانش معلوم نیست۔ از کلام اوست۔

اے میاں دل مرا زنہار نہ بیزار کرو ٭ غم کا مارا ہوں محبت سے ذرا پیار کرو

مظفر | مظفر تخلص، میر حسن علی، معلوم نیست که کیست۔ یک شعر ازو بهم رسیده، نگاشته می شود۔ ازوست۔

جاں کاه ہے اے جان سراسر تپش دل
کیا کیجیے ہو رفع یہ کیوں کر تپش دل

موزوں | موزوں تخلص، نواب رحیم علی خاں بہادر، ناظم برہان پور،

---

(۱) مخ میں ،،اڑدو،، ہر

از امراے ہفت ہزاری بہــــادر شاہ بادشاہ غازی بود ـ اشعار ریختہ موزوں می کرد ـ از طبع زاد اوست ـ

موزوں نے راہ عشق میں اب پھر قدم دھرا
اے مصلحت سے دور نہ جانیے کہ کیا کرے

مخلص | مخلص تخلص، میرزا محمد حسین، باشندۂ دھلی، ایں شعر اروست ـ

سرخ دستار ھے اس شوخ کے سر پر یارو
باندھنو باندھ کے کچھ اور نہ بہتاں کے کرو (ورق۳۲۸ ب)

مخلص مخلص تحلص، سید اکبرآبادی، میر باقر نام، شاعر عہد فردوس آرام گاہ، شاگرد مصطفیے خاں یکرنگ، ازوست ـ منہ .

میں تو بندہ ھوں ترے جور و جفا کا لیکن
سخت دھڑکا ھے مجھے اس دل سودائی کا

مجبور مجبور تخلص، میاں حق رسا، شاگرد میاں نصیر، باشندۂ دارالخلافہ ـ ازوست ـ

شب خوشی سے پاؤں پھیلا گھر میں سویا کیے (کذا)
ہم پس دیوار بیٹھے صبح تک رویا کیے
ھے غنچہ دھن جن کو سدا یاد تمہــــاری
کس منہ سے کرے آہ وہ فریاد تمہــــاری
بے قراری میں خجالت جس سے ھے سیماب کو
تاب دے یارب کہیں تو اس دل بے تاب کو
شرم سے جاکر چھپے یاقوت جس کی کان میں
ان لبوں سے دوں بھلا تشبیہ دوں میں عناب کو
..... خاک ساری قطع کی ھے جامہ وار
مارتے ھیں پشم پر وہ مخمل و کمخاب کو
اس ذقن کی یاد میں مجبور ھے یہ حال دل
ھے سدا جس طرح گردش آب میں گرداب میں

محشر | محشر تخلص، نامش اکرام‌الله، شخصے بود از قصبهٔ بداؤں. که از حالات پورب است۔ از ذات و صفاتش اطلاع نیست۔ ازوست۔

تھمے ھے نالے سے گر یک نفس زباں میری
بہہ ھے پھوٹ کے یہ چشم خوں فشاں میری
جدھر کو لے اڑے دل کی تپش کروں پرواز
بنی ھے برق صفت ھاتھ میں عنــاں میری
بیاں میں زلف کے از بس کیا کیا محشر (کذا)
قلم کی طرح سیہ ھوگئی زباں میری (ورق۳۲۹الف)

منتظر منتظر تخلص، شیخ امام‌الدین، ساکن مستقرالخلافه اکبرآباد، معاش به ساختن روشنائی می برد۔ شوق شعر گفتن دامن گیر حالش گشته، کلامش دل چسپ است۔ ازوست۔ منه۔

جس گھڑی یار گلستاں کی طرف جاتا ھے
ھاتھ ھر گل کا گریباں کی طرف جاتا ھے
اس دیدۂ خوں بار سے اب ھجر میں تیرے
کچھ گل سے کھلے گوشۂ داماں سے تیرے

محترم محترم تخلص، خواجه محترم علی خاں، عمده زاده بود۔ در عظیم‌آباد بود۔ شاگرد گھسیٹا عشق، که سبقاً ذکر ایشاں در گزشت۔ کلامش دل چسپ است۔ از کلام اوست۔

ھاے ھم سیر کو کہاں جائیں ٭ یار بن سونی ھیں سبھی جائیں
خانــهٔ چشم میں نہیں رهتے ٭ طفل اشکوں کو کیوں که بہلائیں
مشفقوں نے مرے کہا اس سے ٭ محترم کو کہو تو یاں لائیں
لگے کہنے که شرط کر لو تم ٭ ھم جو مجلس میں اپنی ملوائیں
رو نه دیوے که جس کے رونے سے ٭ ساری مجلس کے چھچھے جاویں

قطعہ

اے محترم اتنی اشک باری ۵ کھل جاے ہے ابر بھی برس کر
رونا ہے ترا یہ کیا کہ جس سے ۵ بدنام ہوا میں اب تو بس کر

سو بار گر لبوں پر آ میری جان پہنچے
تو بھی نہ دیکھنے کو وہ بدگمان پہنچے

پیغام اب جنوں کے آنے لگے ہیں مجھ تک
شاید بہار کے دن نزدیک آن پہنچے (ورق ۳۲۹ ب)

جو دل سے گرے اہل دلوں کے وہ کدھر کا
دنیا کا نہ دیں کا نہ ادھر کا نہ ادھر کا

مرزا مرزا تخلص، جوانے ست، مودب ہمشیر زادۂ میرزا محمد خاں، ذوق شعر گوئی در دلش متمکن۔ شاگرد ترسم بیگ شاکر۔ ازوست۔ منہ۔

اگر زلف دراز یار میں ہیں صد گرہ مرزا
دل صد چاک ہم بھی یاں بسان شانہ رکھتے ہیں

... ... تخلص، حکیم میر ماشاء اللہ خاں، والد میر انشاء اللہ خاں، کمالات طبی وغیرہ اش مشہور آفاق۔ محتاج شرح و بسط نیست۔ در بدیہہ گوئی ید طولی داشت۔ از چندے بہ رحمت حق پیوستہ۔ خدایش بیامرزاد۔ ازوست۔ منہ۔

خدا کرے کہ مرا مجھ سا مہرباں نہ پھرے
پھرے جہاں تو پھرے پر وہ جان جاں نہ پھرے

کافر ہو سوا تیرے کرے چاہ کسو کی ۵ صورت نہ دکھاوے مجھے اللہ کسو کی

مقبول مقبول تخلص، میاں مقبول نبی، متوطن دارالخلافۂ شاہ جہاں آباد۔ پسر انعام اللہ خان یقین، شاگرد ثناء اللہ خاں فراق است۔ ازوست۔

جلوہ ہمیں سو بار دکھاوے شب مہتاب
بن یار کب آنکھوں میں خوش آوے شب مہتاب

دل گرفتاری کو اس زلف کی کب چاھے تھا
عشق نے ڈالی ھے یہ پاؤں میں زنجیر بہ زور
اس نے تو قتل ھی کا حکم کیا تھا مقبول
عفو کروائی ھے ھم نے تری تقصیر بہ زور

. . . . . . تخلص، صغر علی (کذا) ولد حکیم کبیر علی سبھلی، قوم شیخ انصاری باشندۂ لکھنؤ، (ورق ۲۳۰ الف) شاگرد قلندر بخش جرأت، جوان قابل و عقل مند۔ تحصیل علم طب وغیرہ از والد خود نمودہ۔ بہ سبب موزونی طبع شعر ریختہ موزوں می کند۔ در شعر گوئی تتبع میرزا رفیع السودا مرکوز است۔ اکثر غزلیات طولانی گفتہ۔ مثنوی در جواب میر حسن مرحوم تصنیف ساختہ۔ چناں چہ بہ نظر مولف نیز رسیدہ۔ اگرچہ رنگین و دل چسپ موزوں نمودہ، لیکن د(ر) مثنوی میر موصوف و ایں مثنوی فرق بسیار است۔ از نتائج طبع اوست۔ منہ۔

کیوں تو نے وا کیا تھا بند قبا چمن میں
اڑتی پھرے ھے بلبل گل سے خفا چمن میں
کیا صدف ھوں میں جو رکھوں ھر گھڑی گوھر بہ دست
جوھر شمشیر ھوں رھتا ھوں نت خنجر بہ دست
اپنی صیادی پہ وہ صیاد کیا نازاں ھے واہ
آ گیا ھے اک جو مجھ سا طائر بے پر بہ دست
گو مثل گرد باد ھو گردش نصیب میں
پر ھے دماغ عرش پہ اس خاک سار کا
حسن چشم آہ یہ کس گل کا مجھے بھاتا ھے
خواب میں تختۂ نرگس ھی نظر آتا ھے
تحفۂ لخت جگر اشک مرا اے ھم دم
دم بہ دم گوشۂ دامن کو لیے جاتا ھے

مہروش یہ نرے گیسو سیہ کے نیچے
خال مشکیں مجھے اس طرح نظر آتا ہے
جس طرح وقت سحر موسم سرما میں غزال
شاخ سنبل کے تلے دھوپ کھڑا کھاتا ہے

مجید مجید تخلص، مجید الدین خاں، فرزند رشید معین الدین خاں، که خدمت (ورق ۳۳۰ ب) مفتی گری دارالخلافه به ذات ایشاں تعلق دارد۔ جوانے مودب و ذی‌ہوش و موزوں طبع است۔ اصلش از خطهٔ کشمیر جنت نظیر، خود توند شاه جہاں آباد شده۔ اشعارش دل چسپ است۔ ازوست۔ منه۔

واله اس کی تھی کہیں بلبل، کہیں پروانه تھا
کیا چمن، کیا انجمن، جلوه کہاں اس کا نه تھا
چھوڑ عیش و غم مجید اب یار آگے چل دیے
یه جہاں عشرت کده تھا یا که ماتم خانه تھا

منور منور تخلص، نامش معلوم نیست۔ از شاعرانِ قدیم است۔ ازوست۔ منه۔

اے میاں دل مرا بیزار نه زنہار کرو ☆ غم کا مارا ہوں محبت سے ذرا پیار کرو

ممتاز ممتاز تخلص، شاعرے بود از دورهٔ سابقین۔ نامش مفہوم نه گشته۔ ایں فرد ازوست۔

گریه تر رکھیو میری آنکھوں کو ☆ یار کا آب دار خانه ہے

... ... تخلص، شخصے بود باشندهٔ دارالخلافه، اسمش معلوم نه گردید۔ اشعار خوب می گوید۔ ازوست۔

رات کیا گزرے گی ساقی جو مئے خوش بو نہیں
نیند کب آوے مجھے جب تک بغل میں تو نہیں

مبین مبین تخلص، شاعر قدیمی بود۔ ازوست۔ منه۔

عرس کا مجنوں کے لیلی نے کیا سامان ہے
وحشیو تم بھی چلو زیارت کرو بیٹھے ہو کیا

مشرقی مشرقی تخلص، سیل چند نام۔ ساکن قصبۂ ڈاسنہ، اشعار فارسی هر دو می گوید (کذا) ازوست۔

لہرائے جب کہ رخ پہ لگی زلف یار کی
دونوں طرف سے ای صدا مارا مار کی (ورق۳۳۱الف)

مرحوم مرحوم تخلص، حکیم میر علی، از سادات ضلع سہارن پور است۔ اشعار ریختہ می گفت۔ ازوست۔

گل اگر ذرا دیکھے میرے چاک داماں کو
ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اپنے وہ گریباں کو

مشہور مشہور تخلص، از نام و نشانش به مولف اطلاع نیست۔ چند شعر به دست آمد۔ ثبت می گردد۔ ازوست۔

ترے گورے سے منہ پر داغ چیچک یوں چمکتے ہیں
کہ جیسے چاندنی میں مہ جبیں تارے چمکتے ہیں

خوشی سے کیوں نہ اے مشہور اب بغلیں بجائیں ہم
ملے گا یار ہم سے آج پھر بازو پھڑکتے ہیں

مخلص مخلص تخلص، مخلص علی خاں، از عمدہ زادہ ہاے مرشد آباد۔ مدتے شد کہ ازیں جہان فانی رحلت کردہ، خدایش بیامرزاد۔ ازوست۔

بہت اپنوں پہ تو کرتا ہے جفا کہتے ہیں
بے وفا لوگ تجھے دیکھ یہ کیا کہتے ہیں

دل مست ہے ناصح، تری تدبیر ہے نازک
دیوانہ زبردست ہے، زنجیر ہے نازک

کیوں عبث میں علاج داغ کروں ٭ خانۂ دل کو بے چراغ کروں

روتے روتے جو کبھی ہوش میں آ جاتا ہوں
شرم سے اپنے میں جینے کی موا جاتا ہوں

مہدی مہدی تخلص، نامش معلوم نیست۔ ساکن سرکار مراد آباد، از وست۔

جو کوئی که بار غم ہجران اٹھائے
کیوں مرگ کا وہ جان پہ احسان اٹھائے
ہو دور سیہ بختی عشاق وہ کافر
چہرے سے اگر زلف پریشان اٹھائے
بیٹھی ہیں مرے جی میں زبس چاہ کی باتیں
سب ناز تمہارے بہ دل و جان اٹھائیے (ورق ۳۳۱ ب)
پھر خندۂ بے جا نہ کرے رو بہ رو اس کے
گلشن میں اگر گل کے صبا کان اٹھائے

مہاراج مہاراج تخلص، راجه ہلاس رائے نام، قوم کایتھ. از عمده معاشان سرکار بریلی۔ دیوان حافظ الملک مرحوم حافظ رحمت خاں، شخصے صاحب سلوک و دیوان ریختہ از طبع زاد مرتب نموده، از تصانیف اوست، منه۔

آرام کا ہے کون سا اسباب فلک پر
عیسیٰ کو بھی آئی نہ کبھو خواب فلک پر
مکھڑے کو جو دیکھا ہے کبھو رات کو تیرے
رہتا ہے کھلا دیدۂ مہتاب فلک پر

محب محب تخلص، میر محمد علی نام. سیدے ست ار چند سال به طرف دکن رفته۔ اکثر مرثیه می گوید۔ گاهے شعر هم موزوں می کند۔ ازوست۔

اس کے عارض یوں عرق سے تھے سحر بھیگے ہوئے
جس طرح شبنم سے ہوں گل برگ تر بھیگے ہوئے
ہے مژہ نم اشک سے پہنچے گی کب تجھ تک نگاہ
مانع پرواز ہیں طائر کے پر بھیگے ہوئے

ملال ملال تخلص، درویشے بود در قصبۂ پلول، شاگرد مرزا جان جاناں مظہر علیہ الرحمہ۔ از تصانیف اوست۔

موسم گل میں عبث مت قید اے صیاد کر
ذبح کرنا ہے تو کر ورنہ کہیں آزاد کر

موزوں موزوں تخلص، سید است ساکن دارالخلافہ، شاعر قدیمی است۔ اشعار ریختہ موافق روز مرۂ زبان سابق موزوں می کرد۔ ازوست۔ (ورق ۳۳۲ الف)

اگرچہ خوش کمر موروں بہت ہیں ٭ فدا ہے جی مرا اس مومیاں پر

منشی منشی تخلص، مول چند، قوم کایتھ، شاگرد رشید میاں نصیر۔ جوانے مودب و با حیا و طرز شعر گوئیش بسیار دل چسپ است۔ ازوست۔ منہ۔

آینہ میں یہ ترا عکس رخ گل نار ہے
یا لگی پانی میں آگ اے غیرت گل زار ہے

بے طرح اپنے مقابل ابر دریا بار ہے
ہم کو چشم مردمی اب تجھ سے چشم زار ہے

دعوی تخت سلیمانی کریں کیوں کر نہ ہم
آج تو اپنی بغل میں وہ پری رخسار ہے

غیر سے ابرو کے ہوتے ہیں اشارے بے طرح
کوئی دم میں سوجھتی چلتی یہاں تلوار ہے

تو ہے شاہ کشور خوبی و حسن دل بری
ماہ تابندہ ترا داغی غلام اے یار ہے

پڑھ نماز آکر جو کچھ ڈر ہے خدائے پاک کا
ہے جنازہ تیرے ہی یہ عاشق غم ناک کا

وہ صنم آج کل آتا ہے یہاں کہتے ہیں
یا خدا سچ ہو جو پیغام براں کہتے ہیں

ماہ روکش ترے اے طفل فرنگی کیا ہو
اس سے گورا ہے تو سب پیرو جواں کہتے ہیں
مرض عشق سے ہم کو نہیں آزار کچھ اور
سب غلط ہے جو اطبـــاے زماں کہتے ہیں
اگر وہ خواہش جان و دل دیوانہ رکھتے ہیں
تو کہہ دو ان سے ہم بھی ہمت مردانہ رکھتے ہیں
یہ عجب دور ہے یک جام ہوا جن کے نصیب
آج وہ آپ کو جمشید زماں کہتے ہیں
آہ قمری کو جو ہے سرو ستایا تونے (ورق ۳۳۲ ب)
راستی یوں ہے کہ کچھ پھل بھی نہ پایا تونے
درج معنی دھن ہمارا ہے ٥ سلک گوہر سخن ہمارا ہے
وقت رخصت کیا بیاں کیجیے جو کچھ حالت ہوئی
تم ادھر رخصت ہوئے اور جاں ادھر رخصت ہوئی
دل تجھ کو دیجیے زلف گرہ گیر کس لیے
ہاتھ اپنے کیجیے پاؤں میں زنجیر کس لیے
روک مژگاں سے نہ دل دیدۂ تر کا پانی
پینا نقصان رکھے شام و سحر کا پانی
جام جمشید کہاں کاسۂ فغفور کہـــاں
مے کشاں جانیے کل دور یہاں کس کا ہے
خواہش نہیں کہ ہاتھ مرے سیم و زر لگے
یہ آرزو ہے سینے سے وہ سیم بر لگے
دریا میں داغ اس دل سوزاں کا دھوؤں جب
تو کیا عجب کہ آب میں آتش اگر لگے
اس خال لب سے دیکھ نہ ہو بے ادب دلا
ایسا نہ ہو کہ خالصی تیرا یہ گھر لگے

سنتا نہیں ھزز کی جو ایک بات ھے
پھونکا ھے کچھ صبا نے مگر گل کے کان میں

اس سیم تن کے رخ کی جو دیکھے بہار حسن
لا لا کے زر کے خواں کرے گل نثار حسن

ھم بھی تو شہریار ھیں اولیم عشق کے
محسنی اگر وہ یار ھے شاہ دیار حسن

دوپٹے کی نظر اس سگ دل نے جب کہ گوٹ آئی
تو در پردہ دل نازک پر اپنے ایک چوٹ آئی

محسنی محسنی تخلص، حکیم محمد بخش، ساکن اطراف صوبۂ سہارن پور، کہ از مضافات دارالخلافہ طرف شمال واقع است۔ در فن طبابت بسیار ماھر۔ به شعر گوئی نیز سرے دارد۔ یک مطلع (ورق ۳۳۳ الف) از تصانیفش به سمع رسیده، مرقوم می گردد. ازوست۔

محسنی تیز پری محمل جاناں میں نه کر
جسم بے جاں کو اڑاتے نہیں تصویر کے پر

محو محو تخلص، میرحسین علی. متوطن مستقر الخلافۂ اکبرآباد۔ خدمت قضاے شهر مذکور ارثا به ذات ایشان است۔ شعر برجسته می گوید۔ یک مطلع از تصانیفش بهم رسیده، ثبت می شود۔ منه۔

دل مرا یوں صف مژگاں کی طرف جاتا ھے
جس طرح شیر نیستاں کی طرف جاتا ھے

مسرت مسرت تخلص، قوم کایتھ، (از) شاگردان میاں نصیر است۔ ازوست۔

کھلی واں زلف کیا چھرے په یارو بھر نظر دیکھو
که رات آئی ھے پابوسی کو مه کی دوڑ کر دیکھو

ھوا ھے پاٹ دریا کا مرا ھر تختۂ دامن
عجب صورت سے طوفاں خیز ھے یه چشم تر دیکھو

عرق کے هیں نہیں قطرے نمایاں اس کے کاکل میں
چمکتے هیں شب یلدا میں اختر سربہ سر دیکھو

مفتون مفتون تخلص، نامش موتی رام پنڈت، نوجوانے ست از هنودان کشمیر۔ اشعار فارسی و ریختہ هر دو می گوید۔ شاگرد میر قمرالدین منت و از میر ممنون نیز استفادہ کردہ۔ سایقۂ شعر گوئی بسیار مرعوب دارد۔ اتفاقات تخلل کلی در سامعۂ او بہم رسیدہ ۔ کہ هر دو گوشش قوت شنوائی مطلق نہ دارد۔ در غزل فارسی تخلص دیگر قرار دادہ۔ این چند بیت از تصانیف اوست۔ منہ۔ (ورق ۳۳۳ ب)

ازل کے دن جو صانع نے طلسم آسماں باندھا
غزل خوانی کو سدرہ پر همارا آشیاں باندھا
نہ میں سمجھا تھا یہ آشفتگی هووے گی آخر کو
جو اس دل کو تمہاری زلف میں اے گل رخاں باندھا
ارادہ هے مگر تاراج ملک جان ویراں کا
کہ رخش ناز پرزیں تم نے اے غارت گراں باندھا
وہ یار بے وفا آوے گا یا میری تسلی کو
دروغ مصلحت آمیز تم نے قاصداں باندھا
اگر نقاش بزم ساقیان ماہ رو کھینچے
کہو اس تشنہ لب مخمور کو بھی دو بہ دو کھینچے
نہیں وہ زخم دل اور چاک پہلو هم غریبوں کا
جو بار مرهم کافور اور ناز رفو کھینچے
الٰہی یخ بستہ هو خورشید کا یہ چشمۂ آتش
جو زاهد ایک ایسی ٹھنڈی اور هو کھینچے

مجرم مجرم تخلص، شیخ رحمت اللہ، از سکنۂ اکبرآباد ست۔ بہ حرفۂ . . . . روزگار بسر می برد۔ مزاح دوست، و مطایبہ پسند و شوخ طبع۔

کلامش رنگین ست۔ دریں ولا ترک روزگار نمودہ، بہ حلقۂ درویشاں درآمدہ
مرید میر محمدی بیدار است۔ ازوست۔

مجھ سے مقابلہ ہو تو شرماوے آفتاب
تو ہووے رو بہ رو تو سرک جاوے آفتاب

مشغول ہو تو گنجفہ بازی میں جس گھڑی
سر اپنا پہلے نذر تری لاوے آفتاب

رات کرتے تھے ترے کوچے میں فریاد کئی
کشتۂ نار کئی زخمی بیداد کئی

سن کیے بیاں بزم میں اس مہ دل نواز کا
رشک سے جل اٹھا جگر شمع زباں دراز کا

تیرا ہی نام ساقی عاشق مخمور کی تسبیح
یہ پڑھتا ہے پر اگر دانۂ انگور کی سبیح [؟] (ورق ۳۳٤ الف)

دل افگار دیا دیدۂ خوں بار دیا ٭ چرخ ناساز نے کیا کیا مجھے آزار دیا

بھول کر زاہد نہ ہرگز قصد بیت اللہ کر
ہوسکے تو اس بت کافر کے دل میں راہ کر

قاصد بتا کہ اس مہ تاباں نے کیا کہا ٭ ... حق میں مہر درخشاں نے کیا کہا

جو مانگوں مے دے تو جام خالی سوال دیگر جواب دیگر
نری ہے ساقی ادا نرالی سوال دیگر جواب دیگر

کیوں کہ مایوس نہ ہو یہ دل بیمار اپنا ٭ نہ گیا ہاتھ مسیحا سے یہ آزار اپنا

اشک ژالے کی نمط دیدۂ تر سے برسے
آہ کی برق جو چمکی تو شرر سے برسے

مزرع دل کو نہیں کچھ تری پروا اے ابر
کہ نہ برسے تو نہ برسے جو تو برسے برسے

غنچے کو نے حواس تھے نے گل کو ہوش تھا
کل یار باغ میں جو تبسم فروش تھا

دیکھا جہاں کو خوب کہ رنگیں چمن ہے ایک
سب گل رخوں میں پر وہ مرا گل بدن ہے ایک
ہے تصور یار کا پھر دل کے کاشانے میں آج
صورت بستی نظر آتی ہے ویرانے میں آج
لخت دل اشک میں بے باک چلے آتے ہیں
جس طرح بحر میں پیراک چلے آتے ہیں
میں ہوں وہ مجروح شمشیر نگاہ آتشیں
جائے خوں نکلے ہے زخم دل سے آہ آتشیں
میں کہاں اور عشق کی منزل کا طے کرنا کہاں
پائے چوبیں قطع کرسکتا ہے راہ آتشیں
سر زمین عشق یارب معدن گوگرد ہے
ہر قدم میں جس کے پوشیدہ ہے چاہ آتشیں (ورق ۳۳٤ ب)
غرض اپنی کے آشنا ہو تم ٭ مطلب اے جان بے وفا ہو تم

مغموم مغموم تخلص، میر مشیت علی، شاگرد حافظ میر عزت اللہ عشق، ازوست۔

خیال چشم مے گوں میں قدم مستانہ رکھتے ہیں
دوا نے ہیں ہمارا نام جو دیوانہ رکھتے ہیں

. . . . . . تخلص، موہن لال جوانے شاگرد میاں نصیر۔ ازوست۔

چمن میں کس کی یہ آنکھوں نے جال مارا ہے
ہر ایک دستۂ نرگس . . . . ہے
غرق کیا چاہ ذقن میں یہ دل بے تاب ہے
زلف ہے اس کی رسن دل صورت دولاب ہے
یہی ہے کام آنکھوں کا پھڑکنا اور رو لینا
غضب ہے ناچتے بھی جانا اور موتی پرو لینا

گریہ میری خبر آبلہ پائی اڑتی
مہ پہ ہر خار بیاباں کے ہوائی اڑتی
ہو کے . . . . اڑا رات یہ دل آہ کے ساتھ
. . . . . اک رہ ے ہوا پر نظر آئی اڑتی

مست ار تو ہے واں عم ہے . . . . یاں
واں ہے بادۂ گل رنگ اشک ارغوانی یاں
سلطنت حوں کی یہ جب سے ہاتھ آئی ہے
گرد باد صحرا ہے چتر حسر وانی یاں
واں اشارۂ ابرو مطلع ہلالی ہے
ہے نہ آہ کا مصرع مقطع معانی یاں

کہیں آیا ہے دلا آج قد یار نظر
کچھ قیامت کے سے آتے ہیں جو آثار نظر

جب کہ گلشن میں وہ گل کرکے نظر پھرتا ہے
چشم بلبل پہ حراں کا سا اثر پھرتا ہے

شوق پیک یار نے سب سے کیا تنہا مجھے
ہو گیا بال کبوتر اب پر عنقا مجھے (ورق۳۳۵الف)

مسیح مسیح تخلص، مسیح اللہ خاں، از احوالش اطلاع نیست۔ یک مطلع ارو بہم رسیدہ، ثبت می نماید۔ ازوست۔ منہ۔

خالی ظہور اس کے سے کوئی مکاں نہیں ٭ وہ یار سب جگہ ہے بتاؤ کہاں نہیں

کیجے تو کیجیے کسی کامل سے اختلاط
ہے ورنہ خوب اپنے سے ہر دل سے اختلاط

مسکین مسکین تخلص، کلو بیگ نام، قوم مغل، در فن سپاہ گری ماہر، از سکنائے دارالخلافہ است۔ مدتے شد کہ ترک تعلقات کردہ، بہ گوشۂ قناعت می گزراند۔ ازوست۔

اشک کہتے ہیں ... سے دور ہو آئے ہیں ہم
دار پر مژگاں کی چڑھ منصور ہو آئے ہیں ہم

مظفر مظفر تخلص، سید مظفر علی خاں، فرزند سید قلندر علی خاں بہادر، شاگرد میر نظام الدین ممنون۔ جوانیست سیار حایق و مودب و یار باش و پرهنر و عقل مند۔ از طبع زاد اوست۔

کب سوے چشم اپنے دل سے لہو نہ آیا
پروا نہیں جو مے کا جام و سبو نہ آیا
گردن میں کس کی خم ہے وہ سیم فام ساعد
یاں طوق آہنی سے باہر گلو نہ آیا
اے قدسیو بجا ہے کب تک یہ لاف تقوی
جب تک وہ دشمن دیں تک رو بہ رو نہ آیا
تجھ کو ہی پوچھتا تھا کل نزع میں جو مضطر
آیا بہت ہی رونا ہم کو جو تو نہ آیا

میرن میرن تخلص، میر عسکر علی، شاگرد ثناءالله خاں فراق، متوطن دهلی است۔ با راقم هم آشنائی دارد۔ ازوست۔ منه۔ (ورق ۳۳۵ ب)

نہ آیا نظر جو پیارا ہمیں ٭ ستانے لگا دل ہمارا ہمیں

ردیف حرف النون

نظام | نظام تخلص، نواب عمادالملک غازی‌الدیں خاں مرحوم۔ امارت خانداش و ثروت و منصب وراثتش از غایت ایضاح محتاج به طول کلام نیست۔ در قابلیت و سخن وری و نکته دانی و شاعری یکتاے عصر بود۔ قدرت تکلم به هر زبان داشت۔ چناں چه اکثر اشعار در زبان عربی و فارسی و ترکی و هندی وغیره به فصاحت گفته است۔ سخن داں سخن آفریں گفتنش بجاست، تعریف تصانیفش نمودن سزاست۔ و قدردان اهل ایں فن بود۔ از کلام با انتظام اوست۔ منه۔

بس اب اس سے مت زیادہ ہمیں داد خواہ کیجو
تمہیں اپنی ہی قسم ہے ٹک ادھر نگاہ کیجو

بے چین جو رکھتی ہے تمہیں چاہ کسو کی ٥ شاید کہ ہوئی کارگر اب آہ کسو کی
زلف کا کھولنا بہانا تھا ٥ مدعا ہم سے منہ چھپانا تھا

دل گرمی نگاہ سے بے تاب ہو گیا
جب تک اسے میں تھاموں جگر آب ہو گیا

منقل سینہ میں اب آگ نکلتی ہے دیکھ
تپش دل سے مری جان نکلتی ہے دیکھ

وہ نگاہ گرم و چشم نیم خواب نرگسی
دل کو بت رکھتی ہے ہم چشم کباب نرگسی

گر شمع صفت آہ کرے مشتعل آتش
جوں پھلجھڑی اشکوں میں گرے ہو کے دل آتش (ورق ۳۳۶الف)

پھر چمن میں کون اس خوبی سے مست ناز ہے
جلوۂ گل جس کے آگے فرش پا انداز ہے

اللہ ری تیری گرمی طینت کہ دل سر شک
پہلی تپش میں رو کش سیماب ہو گیا

سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی
ہمارے جامۂ کہنہ سے مے کی بو نہ گئی

پونچھیں نہ کبھی اشک یہ مغرور کسی کے
ہو جائیں اگر چشم میں ناسور کسی کے

آیا نہ کبھی خواب میں بھی وصل میسر
کیا جانیے کس ساعت یہ آنکھ لگی تھی

نظر کا اپنی سر رہ گزار باندھ دیا
ترے تو رونے نے اے دیدہ تار باندھ دیا

کمر تو ایک سر مو نہیں جو آتی نظر
سخن وروں نے یہ مضموں ہزار باندھ دیا
ہوا ہے اے ستم گر اس قدر تو مجھ سے رو گرداں
کہ ہو کر سامنے میرے مری تصویر پھر جاوے
بے مہر سے چاہ پوچھنا کیا ۞ گم راہ سے راہ پوچھنا کیا
نگہ اس شوخ کی گر سحر میں ہو شست انداز
حلق ماہی میں یقیں ہے کہ خوں ریز ہو آب
میں نے بدلا نہیں دل شرط وفا سے ہرگز
نگہِ یار تو کیوں رنگ بدلتی ہے دیکھ

نعمت نعمت تخلص، نعمت اللہ، متوطن سکندر آباد۔ جوان خوش گو بود۔ در عین شباب ازیں سرائے ناپائے دار رحلت کرد۔ خدایش بیامرزاد۔ ازوست۔ منہ۔

آنا عدم سے ہم کو تو ہرگز نہ زیب تھا
اے ہستی خراب یہ تیرا فریب تھا
غیروں کے ساتھ وہ کچھ تعظیم اور مدارا
اور ہم سے یہ رکھائی، یہ عار، یہ کنارا (ورق ۲۳۶ ب)

نسیم نسیم تخلص، راجہ کدار ناتھ، نبیرۂ راجہ رام ناتھ، جوان خلیق و مودب و با حیا و مروت۔ علاقۂ خدمت پیش کاری نظارت حضور والا ارثاً متعلق بہ ذات اوست۔ آباو اجداد ایشاں بہ سبب تقرب بادشاہی بہ عمدگی بسر می بردند۔ از خوش فکری اوست۔

وہ جو بازار محبت میں دکاں رکھتے ہیں
دل میں کب وسوسۂ سود و زیاں رکھتے ہیں
برق لے کیوں کہ نہ تعلیم اشارت ہر دم
گرمی حسن غضب شعلہ رخاں رکھتے ہیں

شب اپنی بزم میں وہ مختلط غیروں سے تھے ....
یکایک مجھ کو واں بیٹھا جو دیکھا وہیں گھبرائے
کہا میں نے کہ بس صاحب کیے بھی قول و قسم دیکھے
یہ سن کر چپ ہوئے اور سوچ کر کچھ دل میں شرمائے

قتل ہاتھوں سے ترے عاشق رنجور ہوا
درد سر روز کا تھا خوب ہوا دور ہوا

نثار نثار تخلص، میر عبدالرسول۔ شاعرے بود ہم عصر میر و مرزا۔ اصلش از اکبرآباد۔ شعر دل چسپ و شیریں می گفت۔ مدتے شد کہ ازیں سپنجی سرائے رحلت کرد۔ خدایش بیامرزاد۔

ہاتھ سے ان جامہ زیبوں کے نکل جائیں گے ہم
یہ گریباں دامن صحرا کو دکھلائیں گے ہم

ماہ رز کی جو مہربانی ہے ٭ یہ مدت ہم پر آسمانی ہے
اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں ٭ عارضی میری زندگانی ہے

اس بلبل اسیر کو کیا گل سے راہ و رسم ٭ جو زیر دام منت صیاد ہے ترے

ٹک دیکھ تو چمن کا کیسا ہے ڈھنگ تجھ بن
منہ سے اڑا ہے گل کے گلشن میں رنگ تجھ بن (ورق ۳۲۷ الف)
ہر سمت صد تمنا پڑیں ہیں خاک و خوں میں (کذا)
ہے صحن خانہ میرا میدانِ جنگ تجھ بن

ہے جی کی تو یہ خواہش یک دم نہ جدا رکھیے
اے جان تجھے اپنی چھاتی سے لگا رکھیے

نرگس کی مگر تجھ سے کہیں آنکھ لڑی تھی
گلشن میں جو دیکھا تو وہ بیمار کھڑی تھی

پھر بزم میں بتاں میں وہ آتا نظر آتا ہے (کذا)
دل ہاتھ سے پھر اپنے جاتا نظر آتا ہے

جب حرف محبت کے باہم سے گئے گزرے
ہم تم سے گئے گزرے تم ہم سے گئے گزرے

تم انجمن میں رات عجب آن سے گئے ٭ بسمل کئی پڑے ہیں کئی جان سے گئے

لب سے ملائے اب ترے کیا جی کسی کو ہے
ساغر کہے ہے جان یہ قدرت مجھی کو ہے

دل پر خیال زلف ستمگار کی شکست
یوں ہے کہ جیسے گنج پہ ہو مار کی شکست

آج اس قد رعنا کی ادھر آمدنی ہے ٭ اے سرو قیامت ترے سر آن بنی ہے

کیا بلا زلف گرہ گیر ہے سبحان اللہ
ہائے کسی وحشی کی زنجیر سبحان اللہ [؟]

رات بہکی جو زباں یار کی مے نوشی میں
جو نہ کہنا تھا کہا عالم بے ہوشی میں

چھوڑ کے تنہا مجھے جب کہ وہ گھر جائے گا
جان ادھر جائے گی یار ادھر جائے گا

جس انجمن میں تو ہو تروار کیوں نہ نکلے
دو چار لاش واں سے اے یار کیوں نہ نکلے

پھسلا صفائی دیکھ کے دل اس کا کان پر
اٹکا جو آکے جی تو کہاں لے کے خال پر (کذا)

دعوی نہ گل کا پیش گیا آگیے یار کے
آخر گلے کا ہار ہوا ہار ہار کے (ورق ۳۳۷ ب)

نثار | نثار تخلص، محمد امان، پسر سعادت اللہ معمار، بزرگانش در علم ریاضی و ہندسہ ممتاز بودند۔ بلکہ می گویند کہ بنائے مسجد جامع دارالخلافۂ شاہ جہاں آباد انداختۂ یکے از بزرگان اوست۔ خودش ہم راہ پدر خود در سرکار عمو صاحب و قبلہ نواب مجدالدولہ بہرام جنگ مغفور امتیاز داشت۔

بعد ازاں چندے در سرکار نواب ضابطه خاں بر کار معماری ملازم بود۔ پس
ازاں از چہارده سالگی به لکھنؤ رفته، به سرکار راجه ٹکیت راے که دیوان
مختار سرکار نواب وزیر الممالک اصف الدوله مرحوم بود به فن خود به حرمت
و اعزاز بسر می برد و ہنوز ہماں جا ست۔ استفادۂ شعر از شاه حاتم نموده
و به زبان اردو اشعار ریخته به فصاحت و بلاغت می گوید۔ از کلام اوست۔
ـــــه ـ

اس ائنه طلعت کی اب مجھ سے یه صورت هے
ظاهر میں صفائی هے باطن میں کدورت هے

گزرتا هی نہیں اس کے مزاج لا ابالی میں
که بیٹھوں اپنے عاشق کی کبھی آغوش خالی میں

اس ابر میں وه ساقی گل فام نه آیا ٭ کیا یار جو یاروں کے کبھو کام نه آیا

بوسے سے لعل لب کے مجرم هی رها دل (کذا)
گل قنـــد آعابی بیمار تک نه پہنچا

اس کے پاؤں سے لگی رهتی هے دن رات حنا
خوب دنیا میں بسر کرتی هے اوقات حنا

گزرا مرے غبـار سے دامن سنبھالتا ٭ کیا خاک اپنے دل کی میں حسرت نکالتا
دل دے کے تجھے عشق کا آزار خریدا ٭ غنچے کے عوض هم نے عجب خار خریدا
(ورق ۳۳۸ الف)

هم آگے هی سمجھے تھے تم گھر کو سدھاروگے
جس وقت گجر باجا ماتھا مرا ٹھنکا تھا

وه رشک ماه جوں هی چلا دل کو لوٹ کر
آنکھوں سے اشک گر پڑے تارے سے ٹوٹ کر

اے محتسب نظر کی تونے اگر سبو پر ٭ سنتا هے مر مٹیں گے هم اپنی آبرو پر

هاتھ پھیرا جونہیں اس شوخ کے رخساروں پر
دیکھ کر غیر لگا لوٹنے انگاروں پر

یاں گریۂ خونیں سے ھے یہ رنگ مژہ پر
ھر اشک ھے گویا گل اورنگ مژہ پر
خوبی میں ترے حسن کی کچھ حرف تو کب ھے
لیکن یہ ذرا خط ھے نہ اصلاح طلب ھے
اسے خدا نے بنایا ھے ناز کرنے کو ٭ ھمیں دیا ھے دل اس کے نیاز کرنے کو
زخمی کو محبت کے ھر طرح سے راحت ھے
گر لون تو چھڑکیے تو سنگ جراحت ھے (کذا)
رنگ دکھایا جو زرد عاشق رنجور نے ٭ خوف سے تنکا لیا دانتوں میں کافور نے
مجھ میں اور ان میں سبب کیا کہ لڑائی ھوگی
یہ ادائی کسی دشمن نے اڑائی ھوگی
دنبالـــہ دار سرمۂ چشم بتاں مجھے
کھینچے ھے ھند سے طرف اصفہاں مجھے
خنجر نہ کمر میں نہ وہ تلوار رکھے ھے
آنکھوں ھی میں چاھے ھے جسے مار رکھے ھے
دستار گلابی پہ نہیں طرۂ زر تار ٭ خورشید شفق میں وہ نمودار رکھے ھے
اس رشک سے ھم کیوں کہ نہ سر سنگ سے ماریں
آئینہ ترے حسن کی لوٹے ھے بہاریں
شبخی کو آفتاب کی زرہ گھٹائیے ٭ برقع اٹھا کے یار کا مکھڑا دکھائیے
(ورق ۳۳۸ ب)
ھم سے زر و سیم کی تدبیر سو کیا خاک (کذا)
دنیا میں بڑی چیز ھے اکسیر سو کیا خاک
نامے کو مرے پڑھ کے پٹک دے ھے زمیں پر
دیکھی رقم شوق کی تاثیر سو کیا خاک
تم تو اک دم بیٹھ مجلس میں سے گھر آتے رھے
گھر ھزاروں بیٹھ گئے لاکھوں کے جی جاتے رھے

آنسے ہے دی جو ان کو خط کیے آنے کی خبر
اپنی زلفوں کی طرح کیا دل میں بل کھاتے رھے
خط کے آنے سے نہ کچھ چل سکی تدبیر اپنی
بوسہ بازی کی لگی خالصہ جاگیر اپنی
اپنے گھر میں نہیں یہ رخنۂ دیوار نثار
اپنی غفلت بہ ھمسا کرتی ھے تعمیر اپنی
گردش کا اس نگاہ کی اب طور اور ھے
اے ساکنان مے کدہ یہ دور اور ھے
صورت موافقت کی کوئی سوجھتی نہیں
صاحب کی وضع اور، مرا طور اور ھے
بندہ ھوں جاں نثار ھوں میں اس کا اے نثار
آخر جو میں ھوں، اور نہیں، اور اور ھے

نصیر نصیر تخلص، میاں کلو، اصلش از دھلی، سجادہ نشین یکے از خلفاے میر جہاں صاحب علیہ الرحمہ۔ کہ یکے از درویشان . . . دارالخلافۂ شاہ جہاں آباد بودند۔ شاعر شیریں کلام و بسیار نازک خیال و معنی بند است۔ طبعش بہ خیال بندی راغب۔ اظہار شاگردی میر محمدی مائل می‌کند و شاگردان بسیار بہم رسانیدہ۔ اکثر غزلیات سنگ لاخ بہ طور خود خوب گفتہ۔ الحق کہ در شاعری او ھیچ شک و شبہ نیست۔ خوبی کلامش از سخنانش ھویدا ست۔ منہ۔ (ورق ۳۳۹ الف)

خوف زلف یار . . . . رات نے
کہکشاں سے لے لیا دانتوں میں تنکا رات نے
چرائی چادر مہتاب شب مے کش نے جیحوں پر
کٹورا صبح دوڑانے لگا خورشید گردوں پر
سب سے ھلاؤ ابرو، ھم سے نفاق رکھو ٭ اس دوستی کو اپنی بالاے طاق رکھو

دل کا کیا مول بھلا زلف چلیپا ٹھہرے
تیری کچھ گانٹھ گرہ میں ہو تو سودا ٹھہرے

جنبش لب یہ قیامت ہے کہ جی اٹھے ہم
قامت اس کا جو قیامت کا نمونا ٹھہرے

اس مہروش سے کہہ دو تیغا سنبھال باندھے
خورشید آفتابی نکلا ہے ڈھال باندھے

کہہ کے اس شوخ نے یہ کھول دیے ہات شتاب
طائر رنگ حنا اڑ گیا ہیہات شتاب

شبدیز ناز پر جو چڑھا وہ کمند بند ٭ تار نظر سے ہم نے بنائی شکار بند

دیجیے دل میں جگہ کیوں آہ بے تاثیر کو
جس میں پیکاں بھی نہ ہو رکھنا ہے کیا اس تیر کو

گل کو ترے چہرے کے برابر جو نہ پایا
غنچے نے بھی ہنس کر اسے چٹکی میں اڑایا

دن رات دم جوارہ صفت آے جاے ہے
چیتو کہ عمر نخل کو یہ کھاے جاے ہے

پہلو میں رکھ اس تیر کو پیکان کا لوہا
اے دل وہ نگہ باں ہے تری جان کا لوہا

جنگ جو رکھا نہ کر تو تیر سیدھے ہاتھ میں
دست چپ میں رکھ سپر، شمشیر سیدھے ہاتھ میں

قدم نہ رکھ مری چشم پر آب کے گھر میں
بھرا ہے نوح کا طوفاں حباب کے گھر میں

کہے ہے دیکھ کے وہ عکس رخ بہ ساغر مے
نزول ماہ ہوا آفتاب کے گھر میں (ورق ۳۳۹ ب)

مدام رند کریں کیوں نہ آستاں بوسی
. . . . . شیخ مشیخت مآب کے گھر میں

نصیر دیکھ تو کیا جلوۂ خدائی ھے
ھمارے اس بت خانہ خراب کے گھر میں

سحر جو تو لیے جام شراب ھوتا ھے ٭ غریق بحر شفق آفتاب ھوتا ھے

پھریں گے گردش کے دن جو دل بر ادھر ھمارے ادھر تمہارے
لگا ھی منہ سے رھے گا ساغر ادھر ھمارے ادھر تمہارے

برقع میں جو شوخ کے ھے جالی ٭ او دیدۂ غور سے تو جھانکو

کھینچے ھے وہ شوخ جنتری میں ٭ تار رگ عاشقان جاں کو

ھم کو جمل عشق پہ جب طور کی سوجھی ٭ عیسی نے کہا واہ بہت دور کی سوجھی

نزع میں بوسۂ لب دے نہ گلا داب کے گھونٹ
دم آخر تو پلا شربت عناب کے گھونٹ

رتھ کا اس کی کلس سہرا دیکھ ٭ شب کہا کہکشاں (سے) پروین نے

بہر پرواز اب نکالی ھے ٭ چونچ بیضے سے مرغ زریں نے

نہیں بے وجہ کچھ ھم اور نرگس زرد ھیں دونوں
ترے مارے ھوے آنکھوں کے یہ ھم درد ھیں دونوں

یہ عالم اس کے خط سبز نے دکھایا ھے
کہ حسن کو دیکھ کے عالم نے زھر کھایا ھے

دل جن دنوں کہ درپئے سامان نالہ تھا
دیوانہ وار سلسلہ جنبان نالہ تھا

خط مجھ کو جن دنوں وہ نہ لکھتا تھا قاصدا
دل کا مرے کچھ اور ھی عنوان نالہ تھا (ورق ۳٤۰ الف)

یوں تصور ھے ترا دیدۂ پرآب میں بند
جوں شناور ھو کوئی حلقۂ گرداب میں بند

خود بہ خود طاق سے شیشہ جو گرا اے ساقی
روح کس کی ھے یہ مینائے مئے ناب میں بند

بند کاغذ کا لیا تھا کہ لکھوں خط اس کو
ہو گئی آہ زبان قلم القاب میں بند

مے سے اے ساقی کم ظرف بھر اب جام بلور
منہ کو شیشے کے نہ کر تو شب مہتاب میں بند

کبھو نہ اس رخ روشن پہ جھائیاں دیکھیں
گٹھائیں چاند پہ سو بار چھائیاں دیکھیں

شوق نظارہ ترا کھینچ کے لایا تھا اسے
گرچہ تھی قیس کے پاؤں میں سلاسل بھاری

دیکھ لیتی جو اٹھا کر برے کیا ٹوٹتے ھاتھ
لیلی ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری

دن رات جن کو خانہ نشینی سے کام ھے
روشن جہاں میں مثل نگیں ان کا نام ھے

مدام یار کے جو لب سے کام رکھتے ھیں
نگین لعل پہ وہ شخص نام رکھتے ھیں

میرے دل میں گر خیال زلف دل بر آئے گا
شیشۂ نازک ھے بال اس میں سراسر آئے گا

اب تلک ھیہات سیدھی مانگ واں نکلی نہیں
رات آدھی جا چکی وہ یار کیوں کر آئے گا

عاشق کی زندگی کا سبب ھجر یار ھے
پروانہ وصل شمع سے جاں بر نہ ھو سکا

قد ترا نے شمع، نے شمشاد ھے
مصرع برجستۂ استاد ھے

تمنا کاش اس دل کی خدا اے جان بر لائے
کف پا تیرا دکھلا کر کسی کا منہ نہ دکھلائے

تیغ ابرو کو تری دیکھ یہ مطلع سوجھا
کٹ گیا پڑھ کے ہلالی جسے یک بار شتاب (ورق ۳۴۰ ب)

پھر بندھا مجھ سے جو مضمون بیاض گردن
سنتے ہی لوٹ گیا قاسم انوار شتاب

فلک پہ دیکھ مرے دود آہ کا ٹکڑا
گٹھا ہے شرم سے ابر سیاہ کا ٹکڑا

میں کشتہ اس کے خط سبز کا ہوں کہہ دینا
مرے مزار پہ اک برگ سبز کا ٹکڑا [؟]

اس قدر بو قلموں ہیں یہ ترے تیر کے پر
کیجے قربان ہر اک مرغ ہوا گیر کے پر

بے وجہ یہ دل زلف گرہ گیر میں الجھا
دیوانۂ شامت زدہ نخچیر میں الجھا

ڈھونڈھتا[1] پھرتا ہے جو اس مہر عالم تاب کو
ہو گیا شاید رتوندا دیدۂ مہتاب کو

ہوا ہے تیرے ہاتھوں سے جنوں فاش اس قدر پردہ
نہ دامن میں ہے کچھ باقی نہ آتا ہے نظر پردہ

کہاں سے خو یہ الجھنے کی نازنیں پکڑی
خطا ہوئی جو تری زلف عنبریں پکڑی

دل جلوہ گاہ صورت جانانہ ہو گیا
شیشہ یہ ایک دم میں پری خانہ ہو گیا

شیشے دھرے ہیں واں مرے دل بر کے آس پاس
یاں آبلے ہیں اس دل مضطر کے آس پاس

طوفان ہے اس دیدۂ پر آب کی گردش
پانی[2] بھرے ہے دیکھ کے گرداب کی گردش

---

(۱) کذا (۲) نسخ میں ،، پانی بھریں ہیں دیکھ کی گرداب کی گردش ،،

پشت لب پر ھے ترے یہ خط ریحاں ایسا
منہہ تو دیکھو لکھے یاقوت رقم خاں ایسا

گرمی بازار آہ دیکھ دلا اور ھے ٭ کل کی ھوا اور تھی آج ھوا اور ھے

صبا دیکھی ھے پھلکاری کی شب کس ماہ پارے کی
فلک جو کاڑھنی سیکھا ھے بوٹی چاند تارے کی

رخ کو اس نے جو دکھایا نہ دوبارا اپنا
چندے اک اور ھے گردش میں ستارا اپنا (ورق ۳٤۱ الف)

دھن کو دیکھ ترے ھے یہ رنگ غنچے کا
کہ قافیہ ھے گلستاں میں تنگ غنچے کا

قیامت آپ کا قد اس کے دل پذیر ھوا
چھڑی لے سرو چمن بے نوا فقیر ھوا

لگا کیا عکس ابرو دیکھے دل دار پانی میں
بہم ھر موج سے چلنے لگی تلوار پانی میں

مدام دستۂ نرگس سر مزار رھا
کہ بعد مرگ بھی تیرا ھی انتظار رھا

رات اس بت کا ھوا بوسۂ رخسار نصیب
جھوٹ بولوں تو خدا کا نہ ھو دیدار نصیب

آ چکا خط منہہ یہ کہہ دو ان سے اب آویں نہیں
ھم سیہ بختوں کو باغ سبز دکھلاویں نہیں

دل میں ھے کیا جانیے کس کا خیال نقش پا
لگ گئیں آنکھیں زمیں سے جو مثال نقش پا

میں نے پاس اس کو جو بٹھلا کے کھلایا بیڑا
قتل پر میرے رقیبوں نے اٹھایا بیڑا

یوں دل صد چاک کو مت دیدۂ تر سینچنا
یہ گل پژمردہ ھے اس کو چھڑک کر سینچنا

سر اپنا خاک سے محشر کو جب بلبل نکالے گی
بجائے نامۂ اعمال برگ گل نکالے گی

ٹک دیکھنا مرے دل حسرت پناہ کو
کیا سلطنت کے کام میں اے یار گرم ہے

ہے آہ مہر آتش و نالہ ہے چوبدار
سلطان ملک عشق کا دربار گرم ہے

آبلہ اور داغ ہے سینے میں فانوس و چراغ
جلوہ گر ہے دل کے آئینے میں فانوس و چراغ

نہیں اودی تری وسمے کی رضائی سر پر
مہ جبیں رات یہ تاروں بھری آئی سر پر

کروں جوڑی کا تصور کہ خیال گردن
زندگی ہو گئی اے جان وبال گردن (ورق ۳٤۱ ب)

ہلے ہے زلف، رخ پرداغ چیچک کے چمکتے ہیں
کبھو بدلی گھر آتی ہے کبھو تارے چمکتے ہیں

نصیر ان جامہ زیبوں کے گریباں گیر ہم ہوں گے
سر لوح مزار عاشقاں دامن جھٹکتے ہیں

یہ یاد خال بتاں اشک کیا نکلتے ہیں
مسافر آج یہ تاروں کی چھاؤں چلتے ہیں

ٹھہر جانا مژہ پر اس دل سوزاں کا آفت ہے
کہ خورشید ایک نیزے پر جب آیا پھر قیامت ہے

کب اس میں طفل اشک کو رہنا قبول ہے
گھر چشم کا جو ہے سو مکان نزول ہے

کس کی نگہہ نے جلوۂ برق اب دکھا دیا
آنکھیں جو اپنی ہو گئیں بے اختیار بند

تیرے آنے کی خبر کر گل شاداب اڑی ٭ بیضۂ غنچہ سے یک بلبل بے تاب اڑی
کر کے آزاد ہر اک شہ پر بلبل کترا ٭ آج صیاد نے اک اور نیا گل کترا

کہے ہے سایۂ مژگاں کو دیکھ قاصد اشک
کہ چھپ گیا مجھے دریا ہی کے کنارے دن

تربت دل خستگاں پر شمع کب درکار ہے
یک قلم سرو چراغاں آہ آتش بار ہے

جلوہ گر ہے خط سبز اس کے رخ گل نار پر
سبزہ ہے آتش پہ یہ اعجاز حسن یار ہے

مرقد فرہاد پر کیا چاہیے ہے قبر پوش
حشر تک کافی اسے یہ دامن کہسار ہے

قامت موزوں کا تیری سرو گلشن ہے غلام
تجھ سے ہم چشمی کرے نرگس سو کیا مردار ہے

تیر مژگاں نے نہ چھوڑا ایک بھی آفاق میں
روز و شب ترکش ہی باندھے ترک چشم یار ہے

مردماں کیا دیکھتے ہو یہ نہیں لخت جگر
کچھ مرے ہم راہ اشک دیدۂ نم ناک سرخ (ورق۳۴۲الف)

دل نے فوج عشق سے اس کی جو پائی ہے شکست
لے چلے ہیں ... اب ہرکارہ ہائے ڈاک سرخ

کوئی نہیں کہتا ہے نے قلیاں کو
فریاد و فغاں میں دیکھ سرگرم نہ ہو

دم عشق کی کیا بھرے ہے اے سوختہ جاں
آتی ہے ابھی منہ سے ترے دود کی بو

فرصت ایک دم کی ہے جوں حباب پانی میں
خاک سیر ہو کیجیے سیر زندگانی یاں

اب تو منہ دکھا اپنا کاش کرے کہیں پیری
مل گئی تری خاطر خاک میں جوانی یاں

گھیر تو بے جامے کا ہر طرح بڑھایا ھے
اب زمیں نہ پائے گا دور آسمانی یاں
آگے اس کی قامت کے ایک دن جو اکڑا تھا
خوب سا بنا سیدھا سرو بوستانی یاں
یار کی گلی میں تو جا کے بیٹھ مت رہنا
حال پر مرے دیکھنا چشم مہربانی یاں
قاصد سرشک اپنی تجھ سے عرض ھے اتنی
کہائے گر وھاں دانہ پیجو آ کے پانی یاں
وقط مژگاں نہیں ھے دیدۂ تر آب کی لکڑی
کہ ھے یہ آہ بھی ھم دم دل بے تاب کی لکڑی
راکٹ رکھتی ھے سنگیں دلوں کے طاق ابرو سے
سرے دروازۂ چوبی کی یہ محراب کی لکڑی
سدا رھتی ھے آغشتہ بہ خوں قاتل تری چوکھٹ
لگی ھے اس میں شاید تختۂ قصاب کی لکڑی
خطر مژگاں کو کیا لخت دل سوراں کی اخگر سے
جلے کیوں کر کہ یہ بھیگی ہوئی ھے آب کی لکڑی
بندھا ھے تیرے لب کا اب تصور عہد پیری میں
بجا ھے مجھ کو رکھنا ہاتھ میں عناب کی لکڑی

مضموں سے بہ فیض یاب معنی تو ھے ٭ ھر نقطے کا اک کتاب معنی تو ھے
(ورق ۳٤۲ ب)

کہتے ھیں جسے صحیفۂ عشق نصیر ٭ وہ نسخــــۂ انتخاب معنی تو ھے
نہ اس وجہ آئینہ ھر آں دیکھو ٭ یہ ڈر ھے نہ ھو جاو حیران دیکھو
بلا لاؤ سر پر نہ شامت ردوں کے ٭ دکھاؤ نہ زلف پریشان دیکھو
تو جو قینچی پہ چڑھاتا ھے یہ لے کر کاغذ ٭ کس گنہ گار کے نامے کا ھے دل بر کاغذ

کسی دیوانے کی ہے محو تماشا زنجیر
صورت چشم بنی ہے جو سراپا زنجیر

تجھ سے وابستگی دل جو نہ ہوتی تو کبھو
میں ترے حلقہ بہ گوشوں میں نہ ہوتا زنجیر

تیری آنکھوں کو ہے کیا سرمے کی تحریر سے کام
پاؤں میں رکھتے ہیں آہو صحرا زنجیر

پاؤں کیوں کر ترے کوچے سے اٹھاؤں اپنا
ہاتھ سے ضعف کے ہے ہر رگ اعضا زنجیر

میں تو دیوانہ ہوں دو پاؤں عبث پڑتی ہے
سر نہ چڑھ اپنے ہوا ہے تجھے سودا زنجیر

کیا کہیے ناصحا دل وحشت گزیدہ کو
لایا ہے گھیر مجھ سے یہ دامن کشیدہ کو

نخل مژہ کی چھاؤں میں لوٹے تھا طفل اشک
یا دیکھتا ہوں خاک میں اس نور دیدہ کو

وا شد نہیں ہے غنچۂ تصویر کی طرح
کیا جانیں کیا ہوا دل آفت رسیدہ کو

اس گل نے جام مے جو دیا مجھ کو باغ میں
سمجھا ہلال عید میں شاخ خمیدہ کو

اگر ملے وہ کبھو مہرباں دریا پر ٭ خضر چڑھائیں گے ہم پھول پان دریا پر
جو مد آہ دل عاشقاں ہو پیدا ٭ عصائے پری نہ آسمان ہو پیدا (کذا)
(ورق۳۴۳الف)
کتاب دل کا بندھے عاشقوں کی شیرازہ ٭ جو رشتۂ کمر دل ستان ہو پیدا

آبلے پڑ گئے کیا عشق میں سارے دل پر
خیمۂ لشکر غم ہیں یہ ہمارے دل پر

سر پہ احساں نہ لیا ہم نے توانائی کا
ہاتھ دھر بیٹھ گئے ضعف کے مارے دل پر

قطعہ در طلب تنخواہ

جائے امید ہے دنیا یہ سن اے فرخ فال
کوی کہتا ہے کہ مجھ کو حشم و جاہ ملے
خواہش وصل کوئی دل میں رکھے ہے اپنے
کہ مرا مجھ سے الٰہی بت گم راہ ملے
ساکن گوشۂ وحدت جو ہیں سو ان کو بھی
آرزو ہے کہ کسی شکل سے اللہ ملے
اور مجھ سے جو کوئی پوچھے کہ تم اپنی کہو
میں یہ کہتا ہوں کہ جلدی کہیں تنخواہ ملے

بھبی یہ شیشے میں موج شراب کانپے ہے
پری بھی تجھ سے تو خانہ خراب کانپے ہے
تری گلابی ان آنکھوں کی قہر ہے گردش
کہ دست موج پہ جام حباب کانپے ہے
نصیر شور سخن سے ہے زلزلہ تیرے
ظہیر بھی طرف فاریاب کانپے ہے
تک ابرو پر اشک کی اے دیدہ دیکھنا (کذا)
ہوگا یہ طفل ایک جہاں دیدہ دیکھنا
رکھ آئنہ نہ میرے رخ زرد کے حضور
بن جائے گا یہ برگ خزاں دیدہ دیکھنا
چاہے جو دل ترا کبھو دریا کی سیر کو
چشم پر آب عاشق غم دیدہ دیکھنا

گو اس کے انتظار میں مرجاؤں گا نصیر
نرگس مرے مزار پہ روئیدہ دیکھنا (ورق ۳۴۳ ب)

غنچوں کی کھولے ناخن موج صبا گرہ
هیہات میرے دل کو نہ ہو تجھ سے وا گرہ

کب چھوڑتا ہوں وعدہ فراموش یوں تجھے
جب تک کہ تو نہ دے سر بند قبا گرہ

ہے اس سے چشم عقدہ کشائی عجب کہ اب
چرخ کبود سر سے ہے لے تا بہ پا گرہ

رکھیے نہیں ہیں بحر جہاں میں حباب وار
دل میں کسی کے ساتھ یہ اهل فنا گرہ

جوڑا وبال گردن عشاق ہے ترا
لائی ہے سر پہ از سر نو ہر بلا گرہ

حیراں بہ رنگ غنچۂ تصویر ہوں نصیر
کھولیں گے میری حضرت مشکل کشا گرہ

چند[1] اس زلف سے قطرے جو جھڑے پانی کے
پڑگئے سنبل پیچاں پہ گھڑے پانی کے

کون دریا میں ترے چاہنے والوں کے سوا
ہو ترے سامنے چھینٹوں سے لڑے پانی کے

برق چشمک جو کبھو جانب گلشن مارے
اخگر گل پہ صبا گوشۂ دامن مارے

ناز بو گل کی جگہ اس کے اگے مرقد پر
خنجر ناز سے تیرا جسے جوبن مارے

(۱) مخ میں اس شعر سے پہلے یہ شعر اور اس کے بعد کا شعر اس طرح درج ہیں
"چند اس زلف سے قطرے جو جھڑے پانی کے ٭ لجۂ عشق سے دشوار ہے جان بر ہونا"
"کہیں ڈوبے ہوئے اچھلے ہیں بڑے پانی کے ٭ باغ میں کس کو شہیدوں کی یہ ہو نذر سبیل"

طفل دھقاں کی محبت سے یہی حاصل ھے
کاشکے دور سے وہ سنگ فلاخن مارے (ورق ۳٤٤ الف)

رہ گیا پہلو میں کیا قاتل کا خنجر ٹوٹ کر
طائر دل کا مرے نکلا ھے شہ پر ٹوٹ کر

ایک دم کی زندگی پر سرکشی مت کر حباب
مل گئے ھیں خاک میں یاں کاسۂ سر ٹوٹ کر

بلبلا سا ایک دن بہتا پھرے گا آسماں
ابر آسا مت برس اے دیدۂ تر ٹوٹ کر

اشک کے چلنے پر اے دل تو نہ ھردم آہ کر
طفل ابتر گر پڑے گا دیکھ بسم اللہ کر

تیری جانب سے صبا نے بھر دیے ھیں گل کے کان
بلبل شیدا ھزار اب نالۂ جاں کاہ کر

اس کماں ابرو کی ھم اس بات پر قربان ھیں
ھے لگاتا ناوک مژگاں کو وہ اللہ کر

ھم نہیں کہتے ھیں تجھ کو آپ تو مختار ھے
جو تری خاطر میں آوے سو دل آگاہ کر

محو چشم یار ہو یا یا گل رخسار ہو
مے کدے جے لگا یا طوف بیت اللہ کو (کذا)

ذکر زلف یار بس اب مت دل آگاہ کر
رات آخر ھوچکی قصــــہ کہیں کوتاہ کر

آہ کا تو ان دنوں عرش بریں پر ھے دماغ
حل مشکل تو ھی اب اے نالۂ جاں کاہ کر

یہ تری پہلو نشینی خوش نہیں آتی مجھے
ناوک مژگان قاتل پہلے دل میں راہ کر

درپئے مشق قیامت جس جگہ خط ہے ترا
بیٹھ جاتا ہوں وہاں ہر ہر قدم پر آہ کر
جلوۂ قامت نہ دکھلا یار کا اے چشم تر
عالم بالا پہ دل کی دیکھ مت تنخواہ کر
اٹھ کہیں بیدار ہو کس نیند سوتا ہے نصیر
ہے سفر در پیش غافل فکر زاد راہ کر

قامت موزوں پہ دیکھ اس گل بدن کے رونگٹے
ہو گئے یک سر کھڑے سرو چمن کے رونگٹے (ورق ۳۴۴ ب)
فی الحقیقت جسم پر ہوتے نہیں ۰ ۰ ۰ بال
اس لیے تن پر نہیں شمع لگن کے رونگٹے
اس غزل میں مو شگافی تونے یہ کی ہے نصیر
کیوں نہ ہوں سن کر کھڑے اہل سخن کے رونگٹے

آہ مت ناکام رکھ تو اے بت ترسا مجھے
بوسۂ لب کا پڑا ہے بے طرح اپکا مجھے
اس کے کوچے کی زمیں یک دست وحشت خیز ہے
حلقۂ زنجیر ہے ہر چشم نقش پا مجھے
جام گریاں تک نہ آیا کیا گلہ ساقی سے دل
قسمت برگشتہ سے اپنی یہ ہے شکوا مجھے
پست لگتے ہیں ترے اس جلوۂ قد کے حضور
سرو باغ حسن سیر عالم بالا مجھے
خاک میں یک دست اپنی مل گئی یہ آبرو
لے گئی تشنہ لبی تو کیوں لب دریا مجھے
رکھوں نہ سر کو کیوں کہ میں زیر قدم تراش
ظالم نے رفتہ رفتہ نکالی ستم تراش

کیا وجہ ہے جو آنے سے اب رہ گئے ہیں اشک
ہیرے کے دانے دل سے پھر چشم نم تراش
کہتی ہے خلق دیکھ جواہر رقم تجھے
حط پشت لعل لب سے تو مت یک قلم تراش
چرخ بخیل دے ہے کسے قاش ماہ نو
پھرتا ہے کہکشاں کی دکھاتا قلم تراش
برپا خراش سینۂ دریا ہو موج سے
ناخن کی ہیرے گر اسے دکھلائیں ہم تراش
گردش چشم اپنی تجھ کو وہ اگر دکھلائے جام
آبرو یک دست تیری خاک میں مل جائے جام
کشور دل پر گزارا لشکر غم کا ہے آج
کہہ دے کار جام داری ساقیا دکھلائے جام
خواہش ساغر کشی ہو کر تجھے اے رشک مہ
چرخ مینا فام بھی خورشید کا بھر لائے جام (ورق۳۴۵الف)
کاسۂ سر کو دھمک مستوں کے پہنچے ہے دلا
محتسب سے کوئی کہہ دو یوں نہ اب ٹھکرائے جام
عشق میں یک پاؤں رکھنے سے زوال شمع ہے
کٹ کے سر پھر تن سے نکلے ہے کمال شمع ہے
محفل آرائے طرب تھے آہ کل جو گل رخاں
آج بالین قرار ان کی نہال شمع ہے
لگ رہی ہے لو تری یاں تک کہ آہ آتشیں
خانۂ دل میں مرے روشن مثال شمع ہے
ہے تجھے یاقوت لب گر اپنے دکھلانے کا شوق
رشک سے مرجاں رکھے ہے دل میں مرجانے کا شوق

چاک میں گرداب کے پھرتا نہیں ہے یہ حباب
ساقیا دریا کو بھی ہے جام بنوانے کا شوق

خاک ہے اس دور میں کیفیت ساغر کشی
تجھ بن اے پیماں شکن کس کو ہے پیمانے کا شوق

مو بہ مو دیکھے جو زلف بت مغرور دراز
رشتۂ عمر ہو تیرا دل رنجور دراز

ناوک آہ دل گوشہ نشیناں سے بھی دور
کھینچ مانند کماں آپ کو مت دور دراز

کس روش تاک لگا کر نہ کریں اے ساقی
ہاتھ ہم سوے خم بادۂ انگور دراز

واں تو دامن ہے ترا اے بت مغرور دراز
یاں ہے دست ہوس عاشق مہجور دراز

دل نہیں گوشۂ ابرو میں ترا اینڈے ہے
تاک کی چھاؤں میں ہے یہ کوئی مخمور دراز

اے مسیحاے زماں آ سر بالیں کہ ترا
پاؤں رنجور کرے ہے طرف گور دراز

یہی آتی ہے صدا کاسۂ چینی سے سدا
حیف کیا کہیے کہ ہے قصۂ فغفور دراز

شب ہجراں میں تری اشک مسلسل اپنا
تابہ دامن یہ نہیں اے بت مغرور دراز (ورق ۳٤۵ ب)

چشم مشتاق ترے آنے کی دیکھے ہے فال
دست مژگاں میں لیے سبحۂ کافور دراز

ہم نے جوں نقش قدم وادی الفت میں نصیر
بیٹھے بیٹھے ہے کیا طے سفر دور و دراز

بلا ہے ناوکِ مژگان نازنین کا سانپ
کہ سہمتا ہے نیستان کی زمین کا سانپ
غضب ہے اس تری انگیا پہ ۰۰۰۰ کی لہر
کہ پھر گیا مری چھاتی پہ یاسمین کا سانپ

نیاز | نیاز تخلص، شاہ نیاز علی دهلوی۔ درویشے ست ساکن محلۂ کھاری باولی۔ در خوش نویسی دستے دارد۔ در هر ماه به تاریخ دوازدهم مجلسِ مشائخاں در خانۂ خود منعقد می کند۔ شخصِ دل به درد رسیده معلوم می شود۔ گاهے به سبب موزونی طبع شعرِ ریختہ می گوید۔ از آں جمله است۔

عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو
عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو
عقل کے مدرسے سے اٹھ، عشق کے مے کدے میں آ
جام فنا و بے خودی اب تو پیا جو ہو سو ہو

نامی | نامی تخلص، میرزا رجب علی بیگ، برادر زادۂ امیر الدوله حیدر بیگ خاں مرحوم، باشندۂ لکھنؤ، سخنش نمکین است۔ ازوست۔

بس کہ مدت سے ہے راہ انتظار یار پر
چھا گئی آخر سفیدی دیدۂ حوں بار پر

ناجی | ناجی تخلص، محمد شاکر، متوطن شاه جهاں آباد شاعر عهد فردوس آرام گاه بود۔ روزگار در فرقۂ سپاهیاں می کرد۔ در ایهام گوئی ید طولیٰ داشت۔ ازوست۔

کفن ہے سبز ترے گیسوؤں کے ماروں کا
مکاں غم ہے ترے در کے بے قراروں کا (ورق ۳٤٦الف)

سخن سن اس بت کافر ادا کا ٭ جیا ہوگا کوئی بندہ خدا کا
محبت سے علی کی دیکھ ناجی ٭ ہوا ہے دل مرا اب حیدر آباد

غم نہیں گر دل بری سے دل کو لے جاتا ھے وہ
پاس میرے ۰۰۰ تو آتا ھے ۰۰۰ دل پاتا ھے وہ

کیا کل کا جو وعدہ سرو قد نے
قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ھے

مت کر اتنا جور اس پر جان آخر دل ھے یہ
ٹک پھڑک لے نے دے اس کو چھیڑ مت بسمل ھے یہ

عرض غصے میں کبھو اھل وفا کی نہ سنے
ھٹ پر آجاے وہ کافر تو خدا کی نہ سنے

اس رخ روشن کی جو کوئی یاد میں مشغول ھے
مہر اس کے رو بہ رو سورج مکھی کا پھول ھے

ماہ رو جب سفید پوش ھوا ٭ ھر طرف چاندنی کا جوش ھوا

دیکھ ھم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشم کرم
لب صدف کے تر نہیں ھر چند ھے گوھر میں آب

گر سلیماں کا تخت دیں مت لے ٭ کہ سب آخر کو جائے گا برباد

نہ ٹوکو یار کے خط کو کہ رکھتا یا منڈاتا ھے
مرے نشے کی خاطر لطف سے سبزی بناتا ھے

تری نگاہ کی کثرت سے اے کماں ابرو
ھمارے سینے میں تودا ھوا ھے تیروں کا

جہاں دل بند ھو ناجی وھاں آوے خلل کرنے
رقیب لا ولد ناصح گویا لڑکوں کا باوا ھے

ترے رخسار کے پرتو سے اے شوخ ٭ پری خانہ ھوا گھر آرسی کا

دیکھ دل بر تری کمر کی طرف ٭ پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
(ورق ۳۴٦ ب)

نیاز | نیاز تخلص، شخصے از قاضی زادہھاے بلند شہر، کہ از مضافات دارالخلافہ است ۔ ازوست ۔

مانگ اس کی ایک سیدھی راہ ھے ظلمات کی
ھے شب تاریک اے دل خضر کو آگاہ کر

نعیم | نعیم تخلص، نعیم اللہ خاں، متوطن شاہ جہاں آباد، شاگرد کہنہ مشق شاہ حاتم مدتے شد کہ درگزشت ۔ ازوست ۔ خدایش بیا مرزاد ۔

آفت کی نشانی ھی رھے ھم تو زمیں پر
جو سنگ بلا چرخ سے آیا سو ھمیں پر

یار تو کل ھم سے ملا تھا نعیم ٭ لیک حجاب آہ دغا کر گیا
کچھ تو ادھر شرم سے بولا نیاز کچھ میں ادھر آپ حیا کر گیا

نامی نامی تخلص، میاں نثار احمد، اصل سرامند [کذا] صوفی مشرب، مولدش دارالخلافہ ۔ مسکنش سرکار بریلی، تحصیل علوم متعارفہ بہ خوبی نمودہ ۔ اشعار فارسی و ریختہ ھر دو می گوید ۔ از طبع زاد اوست ۔

ھمیں اپنا جلوہ دکھانے کوجو نقاب منہ سے اٹھادیا
وہ جو نقش وہیں محو حیرت و بیخودی مجھےساں بنادیا (کذا)

وہ جو نقش پاکی طرح رھی تھی نمود اپنے وجود کی
سو کشش نے دامن یار کی اسے بھی زمیں سے مٹادیا

افسانہ مرے درد کا اس یار سے کہہ دو
فرقت کی مصیبت کو دل آزار سے کہہ دو (ورق ۳۴۷ الف)

نوازش نوازش تخلص، مرزا خانی، ساکن لکھنؤ ۔ شاگرد میر سوز است ۔

آگے چشموں کیے مرے سوزش دریا کیا ھے
وحشت دل ھو جہاں وحشت صحرا کیا ھے

نحیف | نحیف تخلص، لکھپت رائے نام، فرزند منشی مول چند، کہ ذکرش

در حرف المیم گزشت ـ اصلاح از والد خود می گیرد ـ ازوست ـ

مت کہو اے راحت جاں تو کہ میں گھر جاؤں گا
تیرا کیا جائے گا میں مفت میں مرجاؤں گا

نامی : نامی تخلص ، مبارزالدولہ میرزا حسام الدین حیدر خاں بہادر ـ از اقربائے نواب وزیرالممالک شجاع الدولہ مغفور ـ جوان قابل و مودب و وجیہ و عاقل و درست آشنا ، در عالم اخلاص و دوستی بسیار گرم اختلاط ـ غرض کہ ذات مودب آیاتش مملو از اوصاف حمیدہ است ـ ہر قدر کہ جامع وقائع از خوبی ہایش مرقوم سازد ، گنجایش دارد ـ شعر برجستہ از طبع وقادش سر برمی زند ـ و حلاوت بخش سامعاں می گردد ـ و اصلاح شعر از میر مستحسن خلیق تخلص کہ خلف میر حسن مصنف مثنوی بے نظیر است ، گرفتہ ـ از چندے بہ فیض آباد وارد بود ـ باز معاودت بہ دارالخلافہ نمودہ ـ از طبع زاد اوست ـ

دم شماری میں مجھے چھوڑ کے جانا کیا تھا
جان جانے کو بھی عاشق کے نہ جانا کیا تھا

دل سے لڑتا ہے غم عشق کا لشکر ساقی
دارو شیشے کی ٹک اس وقت مدد کر ساقی (ورق ۳٤۷ ب)

چشم بد مست بتاں کا بہ خدا ہوں مخمور
ٹک چھلکتا ہوا دینا مجھے ساغر ساقی

نشۂ عشق میں اس کے دل پر دیدۂ نم
شیشۂ و جام سے ہم سمجھے ہیں بہتر ساقی

دل رکے کیوں نہ مرا دیکھ کے ہی سبزہ و ابر
دم خفا کرتی ہے یاد مئے احمر ساقی

دور بے طور ہے اس کارگہ مینا کا
سنگ و شیشے میں بہم ربط ہوا ڈر ساقی

مجھ گنہ گار کی نامی یہ دعا ہے ہر شب
روز محشر ہو مرا ساقی کوثر ساقی

اٹھتے ہی ترے بہ دل بے تاب نہ ٹھہرا
میں گرچہ بغل میں بھی رہا داب نہ ٹھہرا

. . . . ٭ جو آئینۂ خاطر احباب نہ ٹھہرا
میرا دل صد پارہ ہے اور آتش فرقت ٭ کہتے ہیں غلط آگ پہ سیماب نہ ٹھہرا

کام اس کو نہیں کچھ رخ نیکو سے کسو کے
وابستہ جو ہے حلقۂ گیسو سے کسو کے

دیوار سے یا سنگ سے پٹکوں تو بجا ہے
اس سر کو کبھو ربط تھا زانو سے کسو کے

کب اتنی معطر تھی صبا آج تو شاید
لگ آئی ہے گیسوئے سمن بو سے کسو کے

ہیں دل پہ گھاو زخم ہوں جیسے کٹار کے
یہ پھل ملا خیال میں مژگاں یار کے

سا کرتے ہو جیسے شور اے مردم سمندر کا
بعینہ ہے وہی عالم ہمارے دیدۂ تر کا

نہ میں ہی بے برگ و بے نوا کچھ غریب اپنے وطن سے گزرا
گلا تماشا نہ جیب و دامن نسیم کوں اس چمن سے گزرا

(ورق ۳٤۸ الف)

ربط محبت جو باہم تھا ہم میں اس میں چھوٹ گیا
دونو (ں) طرف سے رہے جو کشیدہ رشتۂ الفت ٹوٹ گیا

. . . . . قیمت عالم کو آنکتے ہیں ٭ بازار حسن والے کیا آگ پھانکتے ہیں
جنبش باد سے شاخ گل تر لچکے ہے ٭ یا دم سرد سے میرے وہ کمر لچکے ہے

بعینہ ہر گھڑی ہر وقت جوں یعقوب روئے ہم
غرض اے رشک یوسف غم میں تیرے خوب روئے ہم
وعدے کے دن بھی ہاتھ سے چھوڑا نہ آئنہ
ہم محو انتظــار رہے اور وہ آے نہ
زبس عشق کی گرمی سے دل جوں اخگر آتش [؟]
بنا ہے سینۂ صد چاک رشک مجمر آتش
کثرت داغ عشق بدن پر اپنے ہیں . . . .
ان پھولوں کی . . . میں ہم سے ہوے ہیں . . .
مرید دیر مغاں بہر خانقــاہ کیے ؟ یہ بے طریق کئی ہم نے رو بہ راہ کیے
خفا ہوتا ہے وہ جو کوئی لب لیتا ہے نام اپنا
بگاڑا خواہش دل نے ہزار افسوس کام اپنا
چھپا بیٹھا نہیں ہے مہر وہ بالوں سے مکھڑے کو
تہ ابر آگیا ہے ہم نشیں ماہ تمام اپنا
بہت رویا کیے مجلس میں اہل درد سن سن کر
پڑھا تھا کچھ حسام الدین حیدر نے کلام اپنا
ملک خصال و پری وش فرشتہ جو کہتا
محــال تھی کہ سگ یار کو میں تو کہتـا
کیا دیکھیں مرغ دل کا ہو انجام زیر دام
بچھتا ہے زلف و خط سے وہاں دام زیر دام
مت خزاں میں پوچھ بلبل سے چمن کی سر گزشت
کیا کہے پروانہ شمع انجمن کی سر گزشت (ورق ۳٤۸ ب)
بے ستوں میں آکے شیریں دیکھ ہر یک سنگ پر
خوں سے تیشے نے لکھی ہے کوہ کن کی سرگزشت
قتل کے دم بھی نہ کچھ نالے نے قاتل سے کہا
کیا بیاں تم سے کروں اس کم سخن کی سرگزشت

کس کے سینے کی صباحت میں ہے اندازۂ صبح
لگے جھانکنے جو خورشید بہ دروازۂ صبح [؟]
وہ سیہ بخت تو ہیں ہم کہ کبھو دوراں نے
چہرۂ شب کو ہمارے نہ ملا غازۂ صبح
تاش حور سے وہ کس طرح نہ کملا جاوے
عارض نز ہے ہم رنگ گل تازۂ صبح
تھک گئے ہم تو شب ھجر میں نالے کرتے
کیوں سناتا نہیں مرغ سحر آوازۂ صبح
تو نہ شب کیسی تھی جو آج تو گھر سے نامی
سوئے مے خانہ چلا دیکھ کے خمیازۂ صبح

نصیر نصیر تخلص، سید نصیر الدین، ساکن قصبۂ جلیسر، از اولاد حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز۔ بہ سجادۂ شیخی متمکن، سکنۂ آنجا دست بیع آن بزرگ وارانند۔ گاھے اشعار ریختہ موزوں می فرماید۔ ازوست۔

کس تجمل سے مرے گھر آج آئی ہے بسنت
حضرت گل کے مجھے پیغام لائی ہے بسنت
ماہ رو پھولوں کی چھڑیوں سے کرے ہیں اہتمام
حاکم فصل بہار اب ہو کے آئی ہے بسنت

. . . . . . تخلص، احوالش معلوم مولف نیست۔ ازوست۔ منہ۔
— جہاں تو ہے وہاں یہ نالاں لے چلا
مجھے دل ستاتا ہے . . . .

نالاں نالاں تخلص، عبدالقادر نام فتح آبادی از اولاد حضرت شیخ عبدالحق قدس اللہ سرہ العزیز۔ (ورق ۳۴۹ الف) العزیز۔ اشعار فارسی و ریختہ ھر دو می گوید۔ ازوست۔

نالاں ھے دل ھمارا اکثر اسی ھوس میں
دیکھوں کسی طرح میں دلبر کو اپنے بس میں

نادر نادر تخلص، اسمش معلوم نیست ۔ از شعرائے قدیم ست ۔ ازوست ۔

دلبر کہیں ہو چشم سے میری نہیں ہے دور
دل مل رہے ہیں چشم کا ملنا نہیں ضرور

نالاں نالاں تخلص، اسمش معلوم نیست از شعرائے قدیم است ۔ ازوست ۔

نہ مروت نہ وفا اور نہ محبت نہ سلوک
چشم بد دور عجب آنکھ پھرا بیٹھا ہے

نعمت نعمت تخلص، نامش مرزا محمد حفیظ ۔ مشق سخن بہ زبان فارسی می کرد ۔ کلام خود از نظر میر قمر الدین منت می گزرانید ۔ چوں اتفاق سفر دکن افتاد، در حیدر آباد رسیدہ، مشق ریختہ گوئی می نمود ۔ شریک دورۂ میر و مرزاست ۔ یک مطلع از تصانیفش ثبت کردہ شد ۔ ازوست ۔ منہ ۔

رہتا مدام غیر سے وہ ہم کنار ہے
ہم سے تو اب تلک وہی دارومدار ہے

۔۔۔ ۔۔۔۔ تخلص، نام و نشانش معلوم نیست ۔ ازوست ۔

ہوا آھنگ برپا جس گھڑی مجھ سے خوش الحاں کا
چھپا پردے میں جاکر زمزمہ ہر یک غزل خواں کا

یہ خط سبز کو نشو و نما ہے لعل خوباں پر
لب جو پر ہو جیسے جلوہ گر سبزہ گلستاں کا

کیا کس بادہ کش نے جلوہ گلشن میں کہ دیکھوں ہوں
گل و غنچہ کو جوں مینا و ساغر مے پرستاں کا (ورق ۳۴۹ ب)

لب یاقوت جیسے اس مسیحا کے ہویدا ہیں
نہ پاوے جاکے چھانے کوئی گر معدن بدخشاں کا

نشاط نشاط تخلص، مولوی الٰہی بخش نام، ساکن قصبۂ کاندھلہ ۔ مرد فاضل و بہ کمالات ظاہری و باطنی کامل ۔ ازوست ۔

تیغ ابرو کو اگر کچھ بھی اشارا ہو جاے
آپ کا نام ہو اور کام ہمارا ہو جاے

نیاز نیاز تخلص، میر محمد سعید، سیدے ست در مستقرالخلافۂ اکبر آباد ۔ معلم پیشہ ۔ از کلام اوست ۔

نوک نشتر رگ ابر پہ نار دامن [؟]
اشک گل رنگ جو ہو جوش بہار دامن

خیال اس قد موزوں کا جب دو چار ہوا
سرشک . . . . سرو جویبار ہوا

کہاں ہے دست رس اتنی جو پہنچے تیرے داماں تک
نہ پہنچے ناتوانی سے یہ ہاتھ اپنے گریباں تک

زلفوں میں منہ چھپا نہ تو اے بت خدا سے ڈر
کیا اعتبار گردش لیل و نہار کا

شاد اس کے آنے سے دل ناشاد ہوگیا
ویراں یہ گھر پڑا تھا سو آباد ہوگیا

جب اس طرف سے وہ ستم ایجاد ہوگیا
عالم تمام محشر فریاد ہوگیا

نالاں نالاں تخلص، میرزا عسکری، قوم مغل، شاگرد غلام مصطفے خاں یکرنگ . . . شاہ جہاں آباد ۔ از چندے معلوم نیست کہ کجا رفتہ ۔ کلامش بسیار مرغوب است ۔ ازوست ۔

کانوں میں جب رکھتا ہے گل اک اس طرف اک اس طرف
شمس و قمر رہتے ہیں تل اک اس طرف اک اس طرف

نظیر نظیر تخلص، میاں ولی محمد، قوم شیخ از شعرائے مشاہیر مستقرالخلافۂ

اکبر آباد (ورق ۳۵۰ الف) به معلم گری اقامت بسر می برد ـ و مشاقِ قدیم است ـ و مثلش درآں شهر بالفعل کم ست ـ خط نستعلیق خوب می نویسد ـ بسیار خلیق و متواضع و خوش مزاج و سلیم الطبع است ـ ازوست ـ منه ـ

هزاروں پھرتے هیں یاں غنچه لب نه ایک نه دو
رکھے هے هر کوی تیری سی چھب نه ایک نه دو
کہا جو ایک لے بوسه میں دوں گا . . . .
تو هنس کے کہنے لگے چل بے اب نه ایک نه دو
میں اس پر مبتلا ، وه غیر مذهب ، شوخ ابتر سا
قیامت هے مسلماں عاشق اور معشوق هے تر سا
دیتے هوں جاں حور و ملک جس کی آن پر
کیوں کر نه هو پھر اس کا دماغ آسمان پر
اس کے بن دیکھے جو مرجاؤں میں آنکویں پھیر کر
ڈر خدا سے اے فلک اتنا تو مت اندھیر کر
داغ مرنے کا وهی محروم جاے جس کو آه
موت آ پہنچے شتاب اور یار آیا دیر کر
قہر چتون کی چمک تس په غضب . . . هے
اب کوئی آں میں سب خلق تہ و بالا هے
جس دم چمن میں جا کر وه گل عذار هنس دے
غنچه بھی کھل کھلا کر بے اختیار هنس دے
اے چشم زار اس دم رونا سنبھل سنبھل کر
ایسا نه هو که تجھ پر ابر بہار هنس دے
سر چشمهٔ بقا سے هرگز نه آب لاؤ
حضرت خضر کہیں سے جا کر شراب لاؤ
دل غش میں آ گیا هے دیکھ حسن اس پری کا
کیا دیکھتے هو اس کو دوڑو گلاب لاؤ

عشق زور آور نے جب سینے میں اپنا گھر کیا
جو قدیمی رہنے والے تھے انہیں باہر کیا (ورق ۳۵۰ ب)

گرچہ پہلے عشق نے یوسف کا پھاڑا پیرہن
آخرش لیکن زلیخا کو بھی بے چادر کیا

سبھوں کو مے، ہمیں خون ناب دل پلانا تھا
فلک ہمیں یہ تجھے کیا یہ زہر کھانا تھا

ساقی ظہور صبح و ترشح ہے نور کا ٭ لا بھی تو مے کہ وقت ہے نور و ظہور کا

وہ رشک مہر صبح کو جو بے نقاب تھا
دیکھ اس کے رخ کو رو بہ زمیں آفتاب تھا

دام زلف اور جہاں خال کا دانا ہوگا
پھنس ہی جاوے گا غرض کیسا ہی دانا ہوگا

عشق پھر رنگ وہ لایا ہے کہ جی جانے ہے
دل کا یہ رنگ بنایا ہے کہ جی جانے ہے

میں دست و گریباں ہوں دم باز پسیں سے
ہم دم اسے لانا ہے تو لا جلد کہیں سے

کچھ نہ دیکھا ہم نے جز بے داد تیرے ہاتھ سے
اے مرے بیداد گر فریاد تیرے ہاتھ سے

رکھی ہرگز نہ ترے رخ نے رخ بدر کی قدر
کھوی کاکل نے بھی آخر کو شب قدر کی قدر

قتل پر باندھ چکا وہ بت گم راہ میاں
دیکھیں اب کیا کریں حق میں مرے اللہ میاں

زلفیں یہ وا نہیں رخ دل بر کے آس پاس
ابر سیہ ہے مہر منور کے آس پاس

عشق میں یک لحظہ ہم آرام سے واقف نہیں
دل دیا اس کو کہ جس کے نام سے واقف نہیں

نصیر | نصیر تخلص، میر نصیر الدین، از بزرگ زاده هاے دار الخلافه است۔ از طبع راد اوست۔

رنــدگی تلخ و ناگوار هوئی ٭ آنکھ سے انکھ جب دو چار هوئی
تیرہے ن جب تک که اپنا دم رها ٭ اه اور نالے سے بس هم دم رها
(ورق ۳۵۱ الف)

نالاں | نالاں تخلص، اسمش معلوم نیست، ساکن لکھنؤ، ازوست۔

سحر کے هونے کا از بس خیال رهتا هے
شب وصال بھی دل کو ملال رهتا هے
وہ بدگماں هوں که اس بت کے سایه پر بھی مجھے
رقیب هی کا سدا احتمال رهتا هے

ندیم | ندیم تخلص، مرزا علی قلی، اصلش شاه جهاں آباد۔ از معاصرین میر و مرزا است۔ فکرش رساست۔ اروست۔ منه۔

جدائی میں تری هم کیا کہیں کس طرح جلتے هیں
بجائے مو بدن سے آگ کے شعلے نکلتے هیں

نکہت | نکہت تخلص، نیاز علی بیگ، نوجوانے ست شاگرد میاں نصیر، شوق ریخته گوئی در خاطرش متمکں دو سه مرتبه در مشاعره دیده شد۔ ازوست، منــــه۔

زلف اشفته سے اس کی کیوں تو الجھا جاے هے
نازک اپنی انگلیاں اے شانه کیوں تڑواے هے

قیدی جهاں کھڑا ترے کاکل کے بال کا ٭ سایه فگں وهاں هے شجر اک جال کا

ادائے شکر سے کب بے دلی هائے جراحت هیں
یه قاتل کے نمک پروردهٔ سوز محبت هیں

هو جو سواے بوسه هوس اور چیز کی ٭ مجھ کو قسم هے آپ کے اس سرعزیز کی

موت کوئے زلف میں تیری دل دل گیر ہے
شکل قبضے کی ہے جوڑا مانگ جوں شمشیر ہے

دل نہ جا شب گرد زلف یار کے ٭ صبح ہو جاوے گی مارے یار کے
وہ سند حسن کو چمکائیں گے ٭ خوب رو سب تاپتے رہ جائیں گے

(ورق ۳۵۱ ب)

آج اک پردہ نشیں کو جو مرے گھر انا ٭ آئیو اے ملک الموت تو کہہ کر انا

نزہت | نزہت تخلص، میرزا ارحمند، کہ خدمت منشی گری نواب عماد الملک مرحوم داشت۔ کلامش عاشقانہ است۔ ازوست۔

چاک کر پھینک دیا ہاتھ کا الجھاو گیا ٭ ایک قصہ تھا گریبان کے سلوانے کا

جب سے دیکھی ہے جھلک پانی میں ٭ ڈوبی رہتی ہے پلک پانی میں

نالاں | نالاں تخلص، شخصے بود از ساکنان عظیم آباد، از نامش اطلاعے نیست۔ ازوست۔

اپنے تئیں جہاں میں بدنام ہم کو کرنا
جس میں خوشی ہو تیری وہ کام ہم کو کرنا

تو آوے یا نہ آوے پر تیری آرزو میں
گھر کا چراغ روشن ہر شام ہم کو کرنا

کچھ ان دنوں میں تم نے یہ زور خو نکالی
ملنا کسو سے جا کر بدنام ہم کو کرنا

نظر | نظر تخلص، اسمش معلوم راقم نیست۔ شخصے ست باشندۂ لکھنؤ۔ اشعار ریختہ می گوید۔ ازاں جملہ آشنائے رباعی و یک مطلع از طبع زادش خواندہ بود، مرقوم نمودہ شد۔ ازوست۔

کیا خوب ہے مل کے پھر جدائی کیجے ٭ دل لیجیے، لے کے بے وفائی کیجے
اے جان نباہ گر نہ ہووے منظور ٭ کیا فائدہ اس سے آشنائی کیجے

سخت ناداں ہیں جو معشوق کا کرتے ہیں گلا
جب وہ معشوق ہی ٹھہرا تو ملایا نہ ملا

نگراں | نگراں تخلص، میر بندہ علی، سیدے ست از خانوادۂ حضرت خواجہ شمس الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔ (ورق ۳۵۲ الف) ساکن قصبۂ اجزاڑہ، از مضافات دار الخلافۂ شاہ جہاں آباد۔ از شعرش جودت طبع مفہوم می شود۔ ازوست۔

جو بات کو نبا ہے اسے کیوں نہ چاہیے
وہ چاہے گر نہ چاہے اسے کیوں نہ چاہیے

نجف | نجف تخلص، شاہ محمد علی الہ ابادی، خلف شاہ علیم اللہ بے تاب تخلص، ازوست۔

اس طرح ربط نہ ہو زلف سے دیوانوں کو
انس ہوتا ہے پریشاں سے پریشانوں کو

مجھ کو بتلا دے صبا باغ میں تونے آ کر
کس لیے ٹکڑے کیا گل کے گریبانوں کو

دل کو کہتا ہوں شاید اب سمجھے ۰ پھر یہ خانہ خراب کب سمجھے

نشاط | نشاط تخلص، ایسری سنگھ، عرف سمت سنگھ، قوم کایتھ پسر لالہ سندر داس منشی خالصۂ شریفہ، جوانے ست خوش خلق و خوش فکر۔ شعر را بہ متانت و صفائی می کند (کذا) اکثر غزل طرحی گفتہ در مشاعرہ می آورد۔ ازوست۔

ترے کوچے میں آکر ہاتھ اپنے دل سے دھو بیٹھے
رفیق اپنا جو رکھتے تھے سو اپنے ہاتھ کھو بیٹھے

چاک کرتا ہے قبائے صبر کو دست جنوں
آستیں وحشت چڑھاتی ہے کہ دامن گیر ہوں

جو خدنگ مژہ کو تیرے سناں کہتے ہیں
ناک . . . . . . ابرو کو کماں کہتے ہیں

نتھ کے حلقے کا دیکھ کر عالم ٭ ناک میں اپنی آ رہا ہے دم

خو کردۂ وصال بتاں ہوں نشاط میں
تا زیست ان سے حق نہ کرے اب جدا مجھے (ورق ۳۵۲ ب)

یار کے اٹھتے ہی کچھ دل پر اداسی آ گئی
بے خودی سی چھا گئی اور بے حواسی آ گئی

جسے چاہے دل اپنا نہایت خوبصورت ہے [؟]
پری ہے، حور ہے، تصویر ہے، محبوب صورت ہے

ہو اجازت تو لیجیے دم سایے میں [؟]
تیری دیوار کے آ پہنچے ہیں ہم سایے میں

زلف رسا تو دیکھو، کافر ادا (تو) دیکھو
یہ دست و پاؤں دیکھو کاور حنا تو دیکھو

کوئی تڑپے ہے مارا چشم کا اور کوی قامت کا
ترے کوچے میں ہے گرم آج ہنگامہ قیامت کا

یاد دنداں میں نہ تیری دل ہی شور انگیز ہے
دیدۂ تر بھی ہمارا بے بہا در ریز ہے

جی چاہے ہے حس کو اب تک اس کی ٭ کچھ وصل کی بن نہ آئی تدبیر
بے کل ہے بہت نشاط یہ دل ٭ اب دیکھیے کیا دکھائے تقدیر

دل بے ایسی جگہ پھسایا ہے ٭ جس سے میں ہو الگ نہیں سکتا
پاؤں تک دسترس کہاں ہے نشاط ٭ ہاتھ سے ہاتھ اگ نہیں سکتا

ناسخ | ناسخ تخلص، شیخ امام بخش، شخصے ست باشندۂ لکھنؤ۔ سلیقۂ شعر گوئی بہ طرز خوب بہ دستش افتادہ۔ لہذا اشعارش دل کش سامعان ست۔ ازوست۔

یہ آدمی ہے کہ جس کا جمال رہتا ہے ☆ وگرنہ چاند کا اک شب کمال رہتا ہے

کوئی مضموں اگر لکھتا تری زلفِ پریشاں کا
کبھی بندھتا نہ شیرازہ مرے اجزاے دیواں کا

خنجرِ ناز سے ناسخ جو تو بسمل ہوگا
ہاتھ میں حشر کے دن دامن قاتل ہوگا (ورق ۳۵۳ الف)

یہ دہن، یہ مژہ، یہ آنکھ، یہ ابرو ہیں کہاں
چاند کس منہ سے ترے رخ[1] کے مقابل ہوگا

انس تجھ کو ہے عبث لالہ رخوں سے ناسخ
داغ حسرت کے سوا خاک نہ حاصل ہوگا

دوست جو تھا میرے جی کا دشمن جاں ہوگیا
یاں دمِ عیسیٰ دمِ شمشیر براں ہوگیا

اس قدر مضموں ترے دستِ حنائی کے لکھے
جو قلم داں میں قلم تھا شاخ مرجاں ہوگیا

بعد مردن بھی ہے ناسخ مجھ سے خوش چشموں کو ضد
سبزۂ تربت چراگاہ غزالاں ہوگیا

صبح کے گم راہ کرنے کو شب فرقت میں آہ
ہر ستارہ دیدۂ غول بیاباں ہوگیا

کیا اثر میری سیہ بختی کے آگے نور کا ☆ ماہ ہے اک خال رخسار شب دیجور کا
مر گیا ہوں دیکھ کر جلوہ رخ پر نور کا ☆ میری لوح قبر کو زیبا ہے پتھر طور کا

شانہ اے خورشید محشر بن کہ الجھا ہے کمال
تار جیب صبح میں گیسو شب دیجور کا

لب ریز اس کے ہاتھ میں ساغر شراب کا
بنتا ہے عکس رخ سے کٹورا گلاب کا

---

(۱) مخ میں ,, رشکی ،، ہو

مرے رونے کے آگے قازم اک قطرہ ہے شبنم کا
شرر سے کم ہے پیش سوز دل رتبہ جہنم کا

میں ایسا پاک دامن ہوں یقیں ہے بعد مردن بھی
بجائے سبزہ تربت پر اگے گا پنجہ مریم کا

جواب اس نے نہ بھیجا اور میں نے خط لکھے یاں تک
کہ مہریں کرتے کرتے مٹ گیا نقش اپنے خاتم کا

باد کی مانند ساقی لے اڑا پانی مجھے
کشتی مے ہوگئی تخت سلیمانی مجھے

اس نے شہ باز نظر کو جو ادھر چھوڑ دیا
ہم نے بھی طائر دل توڑ کے پر چھوڑ دیا (ورق ۳۵۳ ب)

کون وہ دل ہے جو محو رخ جاناں نہ ہوا
کون آئینہ ہے جو دیدۂ حیراں نہ ہوا

آہ یہ اس نے . . . . شب دیجور فراق
جس کے چہرے کے مقابل مہ تاباں نہ ہوا

جلوہ گر از بس کہ ہے دل میں خیال اک ماہ کا
طور کا شعلہ دھواں ہے میری شمع آہ کا

قامت موزوں نظر آیا مجھے حرف الف
تھا شروع عاشقی دن میری بسم اللہ کا

سیر میدان عدم کو جو مرا دل دوڑا
باد ن کر میں پس تو سن قاتل دوڑا

میں جو پیغام لگا لکھنے تو اللہ رے شوق
ساتھ قاصد کے . . . . تو اللہ رے شوق

معطر اس کے نہانے سے بس کہ آب ہوا
حباب بحر ہر اک شیشۂ گلاب ہوا

انتظار اے یار ابھی باقی ہے گو میں مر گیا
روح گھر میں رہ گئی لاشہ اگر باہر گیا

وحشت دل ہوں میں دیوانہ تیری تاثیر کا
چشم آہو بن گیا حلقہ ہر اک زنجیر کا

سایہ گلبن پر گرے گر عاشق دل گیر کا
ہووے ہر غنچے میں عالم غنچۂ تصویر کا

اس خرابے میں بنایا جس نے گھر دیوانہ ہے
دیکھ ہر دروازے پر ناسخ نشاں زنجیر کا

میں اگر زینت فتراک کے قابل ہوتا
حلق میرا بھی تہ خنجر قاتل ہوتا

ماجرا ہر بحر میں ہے چشم دریا بار کا
کیا عجب ڈوبے سفینہ گر مرے اشعار کا

عاملوں نے اس پر آسیب پری ثابت کیا
پڑ گیا جس شخص پر سایہ تری دیوار کا

درباں نے نہیں کوچۂ جاناں سے نکالا
اے نالۂ دل تو نے مجھے واں سے نکالا (ورق ۳۵٤الف)

ضعف ہے راہ طلب میں کس کی دامن گیر پا
آتی ہیں رگ ہائے پا مجھ کو نظر زنجیر پا

ہو کس طرح نہ دیکھ کے قاتل کو اضطراب
ہے بے طرح مرے دل بسمل کو اضطراب

دشمن جاں ہے ہمارا پاسبان کوئے دوست
ہو چکے اب آشنائے ساکنان کوئے دوست

وصف جنت جب کہ کی واعظ نے منبر پر شروع
صاف میں سمجھا کہ کرتا ہے بیان کوئے دوست

ھے نازکی سے قامت جاناں سمن کی شاخ
سوز دروں سے میں ھوں چنار کہن کی شاخ

ظالم کو بعد مرگ بھی ھے ظالموں سے ربط
خنجر کا دستہ کیوں نہ بنے کرگدن کی شاخ

دکھلائے اپنے فنــدق پاکی اگر بہار
پابوس کو چمن میں جھکے ناروں کی شاخ

مرتا ھوں میں کسی کی نزاکت پہ دوستو
بہر جریـدتین ھو نازک بـدن کی شاخ

معنی ثمر، حروف ورق، صنعتیں ھیں گل
ناسخ ھے کلک فکر نہال سخن کی شاخ

ضبط سے آہ ھوئی ھے دل نےتاب میں بند
برق کو میں نے کیا معدن سیماب میں بند

نامہ ھو کیوں نہ مرا بال کبوتر کو و بال
حرف ھو جاتے ھیں کتنے فقط القاب میں بند

اس نے بالوں میں جو باندھا ھے سنہرا تعویذ
شب مہتاب کا دکھلاتا ھے جلوا تعویذ

میر (ی) آنکھوں سے یہ بارش ھے کہ دیواروں پر
شیخ معروف کا ھر اک نے لگایا تعویذ

اس نے جس سنگ پہ کھو دی تھی شبیہ شیریں
قبر فرھاد پہ لازم تھا اسی کا تعویذ

رکھیو سواد خط رخ رشک قمر سے دور
رھتی ھے شام جیسے الہی سحر سے دور

اپنے صنم کو لے کے شب وصل باغ میں
بھاگا میں آشیانۂ مرغ سحر سے دور (ورق ۳۵٤ ب)

تسکیں کو حشر تک یہ نشانی ہے آپ کی
پیکاں کیجیے نہ ہمارے جگر سے دور

گردود آہ پہنچے مرا آسمان پر
سیارے ہوں تمام سیاہ آسمان پر

خط دکھا دے غیر کو میرا وہ قاتل کھول کر
روؤں میں اپنے لکھے کو خوب سا دل کھول کر

تابہ کے تیغ زنی اے نگہ جاناں بس
چھن گیا میرا جگر اے خلش مژگاں بس

ہو گئی ساری زمیں غرق تھم اے ابر مژہ
آسماں جل گئے اے برق دم سوزاں بس

بہ رنگ گل مجھے کیا چاہیے گریباں چاک
کہ مثل غنچہ ہزاروں ہیں دل میں پنہاں چاک

تصور اس دل صد چاک میں ہے اس مہ کا
ہوا ہے جس کے اشارے سے ماہ تاباں چاک

دل سنگ وضعوں سے اپنا آشنا ہوتا نہیں
سنگ مقناطیس ہرگز کہربا ہوتا نہیں

ہے عجب رنگ کی وحشت ترے دیوانے میں
جی نہ آبادی میں لگتا ہے نہ ویرانے میں

ہوں وہ مے کش کہ نہ مستی میں کہوں بھید کبھی
لاکھ قلقل کہے مینا مجھے مے خانے میں

اس صفائی سے مرے جسم پہ تو وار لگا
کہ جہاں ہاتھ پڑے واں نہ رہے تار لگا

سحر قاصر ، فتنہ عاجز ، شعبدہ بے کار ہے
مژدہ اے آفات تم کو دور چشم یار ہے

جس کے گھر لے کے میں یہ دیدۂ تر بیٹھ گیا
اٹھتے اٹھتے مرے آخر کو وہ گھر بیٹھ گیا

اس پاس [پاے ؟] حنائی پر رکھتا ہوں جو میں سر کو
کس ناز سے وہ ہنس کر کہتا ہے کہ بس سر کو

پاس سے اغیار کے گر پاس آسکتے نہیں
دور سے بھی کیا مجھے صورت دکھا سکتے نہیں (ورق۳۵۵الف)

سر رگڑوں آستان بت نازنیں سے میں
ہے دل میں داغ سجدہ مٹا دوں جبیں سے میں
کہتا ہے چین گیسوے ابرو میں دل مرا [؟]
کچھ مرتبے میں کم نہیں خاقان چیں سے میں

ناسخ نہ ہو جیو مگس خوان اغنیا
سنتا ہوں یہ سخن لب نان جویں سے میں

ناسخ رنگیں بیاں گر ہو غزل خواں باغ میں
لال ہوجاویں زبان عندلیباں باغ میں

بیش تر نشۂ ایجاد سے بے ہوش ہوں میں
خم گردوں بھی نہ تھا جب سے کہ مے نوش ہوں میں
حسرت وصل میں دریا کی طرح بہتے ہیں اشک
مثل ساحل ہمہ تن روز و شب آغوش ہوں میں
نہیں ممکن خم گردوں میں ٹھہرنا میرا
مستی عشق سے وہ بادۂ سر جوش ہوں میں
ہمہ وصف سراپاے صنم میں ہوں زبان [؟]
ایک وصف دہن تنگ میں خاموش ہوں میں
یار آتا ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے
تیری خاطر سے بھی اے موت فراموش ہوں میں

اپنی آواز سے یہ انس ہے ناسخ مجھ کو
مثل دف بزم جہاں میں ہمہ تن گوش ہوں میں

اے جنوں یاں کوئی جز ضعف گلو گیر نہیں
طوق گردن میں نہیں پاؤں میں زنجیر نہیں
فکر ہے غور طلسمات جہاں میں حیراں
غیر نسیاں کوئی اس خواب کی تعبیر نہیں
واں بہ ہر حال شفاعت میں نہیں ہے جو قصور
یاں گناہوں میں کسی وجہ سے تقصیر نہیں
خوں نہ حب تک ہو جگر ، اور نہ دل ہو پر درد
اشک میں رنگ نہیں آہ میں تاثیر نہیں

سر بہ کف پھرتا ہوں میں لیکن کوئی قاتل نہیں
گردن خم گشتہ شاید تیغ کے قابل نہیں (ورق ۳۵۵ ب)
زندگانی خلق کی ہے دست قاتل سے محال
کشتۂ حسرت ہے جو اس تیغ کا بسمل نہیں

اس ابر میں یار سے جدا ہوں ۔ بجلی کی طرح تڑپ رہا ہوں

دل اس کو دیا ہم نے تقصیر اسے کہتے ہیں
مارا غم فرقت نے تقدیر اسے کہتے ہیں
شکل اس کی تصور نے کھینچی ورق دل پر
نقاش اسے کہتے ہیں تصویر اسے کہتے ہیں

یہ نور ہے روے مہ جبیں کا کہ ہو خجل چاند چودھویں کا
جو حلقہ (ہے) زلف عنبریں کا ، وہ ایک نافہ ہے مشک چیں کا
وہ چشم فتاں ہے غیرت مل ، وہ زلف پیچاں ہے رشک سنبل
عذار میں ہے شباہت گل ، بدن میں عالم ہے یاسمیں کا
یہ ساعدوں کا ہے اس کی عالم ، کہ جس نے دیکھا ہوا وہ بے دم
نیام تیغ قضاے مبرم ، لقب ہے قاتل کی آستیں کا

آگیا تھا رات کیا وہ ماہ کامل خواب میں
چاندنی کا ھے اثر زخم دل بے تاب میں
تجھ بن آنکھیں شب یہ لائیں جوش پر سیماب کو
کردیا بالکل شفق گوں چادر مہتاب کو
دو شب تار سے تشبیہ ھمارے دن کو
تیرگی سے نظر آتے ھیں ستارے دن کو
گیا میں عالم وحشت میں جب سیر بیاباں کو
لتاڑا شیر قالی کی طرح شیر نیستاں کو (ورق۳۵٦الف)
ھزاروں صدمۂ جاں کاہ ھیں پر میں نہیں مرتا
کیوں اب اب حیواں طلب شب ھائے ھجراں کو [؟]
دکھا کر وہ سہی قامت حنائی ھاتھ کہتا ھے
کیا شمشاد سے پیدا خدا نے شاخ مرجاں کو
ھیں اشک مری چشم میں قلزم سے زیادہ
ھیں داغ مرے سینے پر انجم سے زیادہ
.... کرتا ھے اشاروں میں وہ باتیں
ھے لطف خموشی میں تکلم سے زیادہ
تھا اس گل خنداں کا چمن میں جو ھمیں دھیان
غم گیں ھوئے غنچوں کے تبسم سے زیادہ
کعبے کا ارادہ نہ کلیسا کا ارادہ ٭ یاں ھے وہ ارادہ جو ھو مولیٰ کا ارادہ
یوسف کو اٹھا لائے ھے آغوش پدر سے ٭ اللہ رے تاثیر زلیخا کا ارادہ
اک دم نظر آیا نہ مجھے گر قد جاناں ٭ آھوں نے کیا عالم بالا کا ارادہ
پھر بہار آئی کف ہر شاخ پر پیمانہ ھے
ھر روش میں جلوۂ باد صبا مستانہ ھے
بس کہ ھے مجھ کو تصور گیسوئے شب رنگ کا
پنجۂ خورشید بھی اک آبنوسی شانہ ھے

کاوش آزار فرقت سے مرا یہ حال ہے
حلقہ بن کر چشم پائے مور میں خلخال ہے

قیامت پائے مال جلوۂ رفتار دل بر ہے
جو اس کا نقش پا ہے پنجۂ خورشید انور ہے

قیامت کیوں نہ ہو جس دم چڑھاوے آستیں قاتل
صفائے ساعد سیمیں بیاض صبح محشر ہے

نہ راحت زندگانی میں نہ بعد از مرگ آسایش
حیات و موت بیمار محبت کو برابر ہے

فراق یار میں ہیں حر و تن بھی دشمن جانی
مرے اعضا میں ہر ہر استخواں مانند خنجر ہے (ورق ۳۵٦ ب)

کیا ہے ناتواں ایسا ہمیں آزار فرقت نے
جسیم اپنے بدن کے سامنے ہر تار بستر ہے

نشاں اس کے قدم کے پڑ گئے جب میری تربت پر
یہ سمجھا میں کہ میری خاک پر پھولوں کی چادر ہے

ہم صفیر اس باغ کی کیسی ہوا ناساز ہے
طائر رنگ حنا تک مائل پرواز ہے

کچھ رقیبوں کی عداوت کا نہیں خطرہ کہ یاں
نالہ برق انداز ہے اور آہ تیر انداز ہے

فــــراق یار میں دن رات ناسخ تار بستر ہے
وفور ناتوانی سے بدن اک تار بستر ہے

دل کو تو اضطراب ہے ، آنکھوں میں خوں ناب ہے
رخصت صبر و تاب ہے ، رحلت خور و خواب ہے

جلوہ گاہ اس کا ازل سے یہ دل بے تاب ہے
جس کے آگے آفتاب اک کرمک شب تاب ہے

یاد آیا جب کسی رخسار پر بالا مجھے
خود بہ خود آیا نظر اک چاند اور ھالا مجھے

دل ھمارا زخمی تیغ فراق یار ھے
وصل ھونا زخم کا بے وصل کے دشوار ھے

مژدہ بادا اے سر شوریدہ تیرے شوق میں
دامن ہر طفل مثل دامن کہسار ھے

کہہ دیا تجھ سے خبردار اے ھما جل جاے گا
استخواں میرا غذائے مرغ آتش خوار ھے

دل مرا مرگ شب فرقت میں ایسا شاد ھے
شیون یاراں مجھے شور مبارک باد ھے

فکر سے میں نہیں خالی غم جاناں میں کبھی
کبھی زانو پہ مرا سر ھے گریباں میں کبھی

عالم آھوں کے شراروں کا یہ ھے رونے میں
جس طرح اڑتے ھیں جگنو شب بارانی میں

عاشق کی سعادت ھے جو سر اس کا جھکا ھے
قاتل تری تلوار نہیں بال ھما ھے (ورق۳۵۷الف)

جو دن ھے سو ھے دیو سفید اپنی نظر میں
جو رات ترے ھجر میں ھے کالی بلا ھے

دھر میں غرق مرا کون گنہ ثانی ھے
موج مے تجھ کو بجا ھے خط پیشانی ھے [؟]

قبر زنجیر سے ڈھانکو عوض چادر گل
تھا میں دیوانہ مری روح بھی دیوانی ھے

کم شب مہ سے شب تار نہیں ھے ناسخ
یاں تصور میں جو وہ چہرۂ نورانی ھے

زار انتظار خط نے کیا اس قدر مجھے
پہچانتا نہیں ہے مرا نامہ بر مجھے
ہوں وہ غمیں کہ لب نہ ھنسی سے ہو آشنا
دیوار قہقہہ بھی گر آوے نظر مجھے
اک عمر سے ہوں بادیہ پیمائے بے خودی
مدت ہوئی کہ کچھ نہیں اپنی خبر مجھے
میرے لاشے کے وہ ہم راہ لحد تک ہووے
اے اجل تیرا قدم مجھ کو مبارک ہووے
دوست گر جنس محبت کا خریدار نہیں
کوئی دشمن ہی مری جان کا گاھک ہووے
فریب غیر نے مجھ کو نکالا کوے جاناں سے
کیا ابلیس نے آدم کو باھر باغ رضواں سے
کر گیا ہے مری آغوش کو جاناں خالی ٭ اس مہینے کو بجا کہتے ہیں انساں خالی
جو مے فروش نے دل لے کے دی شراب مجھے
عوض میں ذروں کے بخشا ہے آفتاب مجھے
مجھ کو فرقت کی اسیری سے رہائی ہوتی
وہ نہ آتا تو مری موت ہی آئی ہوتی
غیر سے کرتے ہو ابرو کے اشارے ہردم
لطف تب تھا کہ صفائی میں صفائی ہوتی
خط کے آغاز میں تو صاف ہوا مجھ سے تو کیا
کبھی تروار تو مجھ پر بھی لگائی ہوتی (ورق ۳۵۷ ب)
بے کل کلائی جس کی ہو سمرن کے بوجھ سے
ہار اس کو گل کا کم نہیں سو من کے بوجھ سے
کبھو صدمہ بگولے کا، کبھی صرصر کی زحمت ہے
ہماری خاک یوں برباد ہو اے ابر رحمت ہے

نشاط | نشاط تخلص، الہی بخش نام، متوطن قصبۂ کاندھلہ۔ شعر خوب می گوید، دیگر صفاتش معلوم راقم نیست۔ ازوست۔

سینہ صافوں کو نہ ہو قید تعلق مانع ٭ بحر اڑتا ہے لگا موج کی زنجیر کیے پر

ندا | ندا تخلص، نامش معلوم راقم نیست، از شعرائے دکن است۔ دو شعر از قصیدہ اش می نگارد۔ ازوست۔

صبح ہاتف آج میرے دل کے کانوں میں پکار
یوں کہا دیوانے کیا سوتا ہے اٹھ ہو ہوشیار
وا شد دل مدعا ہے گر، تو کر سیر چمن
دیکھ آنکھیں کھول کیسی دھوم ڈالے ہے بہار

نیاز | نیاز تخلص، نام و نشانش دریافت نہ گشتہ۔ رباعی در مبارک باد صحت دست شکستۂ کسے گفتہ، بسیار خوب گفتہ نگارد۔ ازوست۔

حق سے مانگوں ہوں ہمیشہ یہی اے بالا دست
عافیت سے ہی رہے ذات تری دست بہ دست
دست بستہ رہے حاضر تری خدمت میں عیش
فضل حق سے ہو مبارک یہ تجھے صحت دست

نصیر | نصیر تخلص، شخصے است بہ اطرافِ دکن۔ از نامش آگاہی نیست۔ ازوست۔

دے اگلے سال گر مجھے سیر بہار دست
بے جام ایک دن نہ رکھوں لالہ وار دست
جوں غنچہ آنکھ ڈھانپ، قناعت پہ رکھ نگاہ
آگے ہر ایک گل کے فقط مت پسار دست

ندیم | ندیم تخلص، نامش محمد قاسم، از شاگردانِ حکیم ثناء اللہ خان فراق بود۔ اشعار (ورق ۳۵۸ الف) پاکیزہ می گفت۔ ازوست۔

عکس اس فندق پا کا پڑے گر پانی میں ٭ جھاڑ گل مہدی کا آجائے نظر پانی میں

نظیر | نظیر تخلص، شخصے در بلدۂ بنارس است و خود را شاگرد میرزا رفیع السودا اقرار می دهد۔ از نامش اطلاع نیست۔ ازوست۔

جب ترے کوچے سے ہم اٹھ کیے جلے جاتے ہیں
شعلۂ آہ کی گرمی سے جلے جاتے ہیں

ہوں تیرے تصور میں مری جان ہمہ تن چشم
دل ہے مرا جوں نامۂ حیراں ہمہ تن چشم

تا ایک نظر دیکھے تجھے اے مہ تاباں
رہتا ہے سدا مہر درخشاں ہمہ تن چشم

نامی | نامی تخلص، منہن لال، قوم کایت، در مشاعرۂ مہدی علی خاں عاشق می آمد، و غزل طرحی سرانجام کردہ می آورد۔ معلوم نیست کہ از مدت کجا رفتہ۔ ازوست۔

دامن سے اس نے جھاڑی جو پی کر شراب گرد
پھیلی یہ بو کہ ہوگئی بوئے گلاب گرد

ہوگئی لال زباں، حرف نہ نکلا منہ سے
کیا دیا پڑھ کے فسوں تونے مجھے پان کے بیچ

نادر | نادر تخلص، شیخ غلام رسول، از روسائے بلدۂ گوالیار، شخص قابل و متواضع ست۔ از نتائج فکر اوست۔ منه

صیاد نے جالے کا کیا کام قفس پر ٭ پیچیدہ کیا یا کہ دلا دام قفس پر

نیاز | نیاز تخلص، میر عبداللہ، شاگرد محمد تقی میر، معلوم نیست کہ کیست و کجا ست و کہ بود۔ ازوست (ورق ۳۵۸ ب)

کیا ہوا ہم ہی جو دنیا میں یہ ناشاد رہے
تو سلامت رہے اور تیرا یہ بیداد رہے

نوا | نوا تخلص، شیخ محمد ظہور اللہ خاں، طالب علم، باشندۂ لکھنؤ،

متوطن قصبۂ بداؤں۔ شاگرد بقاء اللہ خان ، از حضور مرشد زادۂ آفاق میرزا جہاں دار شاہ مرحوم خطاب خوش فکر خاں یافتہ۔ واقعی کہ بسیار خوش فکر است و اکثر قصائد بسیار بہ متانت و پختگی گفتہ۔ در غزلیات ہم داد شاعری دادہ از نتائج طبع زاد اوست۔

اب اشک تو کہاں ہیں جو چاھوں ٹپک پڑے
آنکھوں سے وقتِ گریہ مگر خوں ٹپک پڑے

طغیانی سر شک یہاں تک ھے چشم سے
اک قطرہ آب چاھوں تو جیحوں ٹپک پڑے

ڈوبا ھے بحر شعر میں ایسا نوا کہ اب
دے طبع کو فشار تو مضموں ٹپک پڑے

نہ گہے زخم کسی نے ترے نخچیر کے پر
دشت میں لاکھوں ھی دیکھے شفقی تیر کے پر

ھے دل یار تجلی کـــدۂ برق غضب
بس بس اے نالہ یہاں جلتے ھیں تاثیر کے پر

ان دنوں اپنے ھیں انفاس مسیحا مہلک
کترے تقدیر نے ایسے مری تدبیر کے پر

ھمارا نامہ لے کر دے ھے وہ دشنام قاصد کو
جز اس کے کچھ نہیں ملتا ھے واں انعام قاصد کو

ھم شکل میرے سر کے جو داغ جنوں سے ھے
خورشید پھینکتا ھے کلاہ آسمان پر

اس اوج تک تو سیل سرشک اپنا جا پڑا
جس میں کہ ابر حوں کف دریا بہا پڑا

• • • • منزلوں کا یا پیام یاس لاتا ھے
الہی خیر کیجو نامہ بر کچھ • • • • آتا ھے (ورق۳۵۹الف)

اٹھانے کو کسی نے پھر نہ میری آستیں پکڑی
بہ رنگ نقش پا اس در پہ جب میں نے زمیں پکڑی

الہی ۰۰۰۰ لگیو گور میں اس تیرہ باطن کے
کہ جس نے بے تکلف اس کی زلف عنبریں پکڑی

خط آنا اک طرف اب جاے ہے پیغام بر ثانی
کہ جاکر دے مری جانب سے یہ پیغام قاصد کو

تو لے کے خط کو یاں آیا تھا یا صورت پرستی کو
چل اپنے کام لگ اس کام سے کیا کام قاصد کو

نوا قاصد کو اپنے پر وہ مفتوں اب کرتے ہیں
وہ آپی خوب ہیں کیا دیجیے الزام قاصد کو

ندرت | ندرت تخلص، میرزا مغل، از شعراے متقدمین است ۔ اروست ۔

عضب ہے عشق کسی سے کسی کو پیار نہ ہو
کسی کے لطف کا کوئی امیدوار نہ ہو

مجھے تو پاے تحت عیش ہے نقش قدم اس کا
بڑی دولت ہے ندرت گر میسر ہوے پابوسی

نادر | نادر تخلص، لالہ گنگا رام، شاگرد میر حسن، سکنۂ لکھنؤ، از شیریں کلامی اوست ۔

قاصد تو اس فریب سے اس پاس جائیو
کس کا یہ خط ہے اس کو مجھے پڑھ سنائیو

نیاز | نیاز تخلص، میر محمد علی، سید یست متوطن دارالخلافہ، از چندے طرف دکن رفتہ ۔ ازوست ۔

اس کے عارض یوں عرق سے تھے سحر بھیگے ہوئے
جس طرح شبنم سے ہوں گل برگ تر بھیگے ہوئے

ہے مژہ نم اشک سے پہنچے ہے کب تجھ تک نگاہ
مانع پرواز ہیں طائر کے پر بھیگے ہوئے

نظیر نظیر تخلص، گنپت رائے، قوم کایتھ، متوطن دھلی، شاگرد میاں نصیر، ازوست۔

کیا زرد ہوئیں عشق کے آزار سے آنکھیں
ہم چشم ہیں اب نرگسِ بیمار سے آنکھیں
ہے جو غنچے کہ تصور دھنِ جانی کا
دل میں ہے عزم مگر چاک گریبانی کا

نجات نجات تخلص، میر زین العابدین۔ وطنش قصبۂ سہارن پور است۔ شاگرد ولایت زائے ست۔ شاعر فارسی گو۔ گاہے تفنناً طبع شعر ریختہ ہم می گوید۔ بامولف آشناست اکثر قصائد فارسی بہ قوت و فصاحت تمام سرانجام نمودہ و غزلیات ہم نمکین گفتہ است۔ از کلام اوست۔

یاں تلک سر کو پٹک ھجر میں توڑے پتھر
کہ نہیں دامن کہسار میں چھوڑے پتھر
آنکھیں پتھرا گئیں تس پر ھیں ٹپکتے آنسو
ہلے ھجراں تری قدرت کہ نچوڑے پتھر

نصرت نصرت تخلص، گوبند رام، قوم کایتھ، جوانے ست مربوط، شاگرد میاں نصیر، ازوست۔

قتل کو میرے یہ کافی ابروے خم دار ھے
کھینچنا تلوار کا خوں خوار کیا درکار ھے
کیا عجب ھے ھاتھ میں گر یہ عصا لے آہ کا
دل تمہاری نرگس مخمور کا بیمار ھے
عاشقوں میں کوہ کن سا بھی نہ ہوگا سرفروش
وصف جس کا یاں زبان تیشہ پر ھر بار ھے

نادر | نادر تخلص، میر محمد علی، عرف میر جاکن، بزرگانش اهل خطه امامیه مذهب۔ شعر خوب می گوید۔ ازوست۔

ناخن مشکل کشا بن کیوں کہ ہو یہ واگرہ
دل نہیں پہلو میں میرے غم کی ہے گویا گرہ
سو طرح سے بات اگر کہیے تو کھلتا ھی نہیں
مجھ میں اور تجھ میں نہ جانوں پڑگئی ہے کیا گرہ

نامی | نامی تخلص، احوالش معلوم نیست و نہ نامش مفہوم گشتہ۔ شاید از سکنائے لکھنؤ ست۔ ازوست۔

سرو گر جان ترا یہ قد رعنا دیکھے
سر اٹھا پھر نہ کبھو عالم بالا دیکھے (ورق۳٦۰ الف)
پھر کبھو چشم سے چشم اس کی نہ ہووے گی دو چار
چشم تیری کو اگر نرگس شہلا دیکھے
آتش عشق سے نامی کا جگر جلتا ھے
آپ ھنس ھنس کے یہ کہتے ھیں کوئی آ دیکھے
واہ کیا خوب مثل ٹھیک بندھی ھے اس دم
گھر کسی کا جلے اور کوئی تماشا دیکھے
ٹکڑے دامن کے کیے چاک گریبان کیا
تیری وحشت نے کچھ اب اور ھی سامان کیا
ایک نامی نہیں کچھ تجھ پہ یہ غش کرتا ھے
دیکھتا جو کوئی تجھ کو ھے عشش کرتا ھے
لڑیاں ھیں کان میں یہ اے جان موتیوں کی
یا کان میں ھے تیرے یہ کہان موتیوں کی

مجنوں کے جنوں کا بزم میں کل ٭ ہوتا تھا کل اس کے آگے اذکار
وحشت کا مری جو ذکر نکلا ٭ تو سن کے لگا وہ کہنے دل دار

نامی کا فریب میں ہی سمجھوں ٭ مجذوب ، نہ مست، اور نہ ہے ہشیار
یہ اس کی مثل ہے جو سنی ہو ٭ دیوانہ به کار خویش ہشیار

کی قتل کو عاشق کے تدبیر بہت خاصی
لے ہاتھ میں جو نکلے شمشیر بہت خاصی
طبیب اس کو کس امید پر دوا دیوے
ترے مریض کو پیارے خدا شفا دیوے

نجم | نجم تخلص ، قاضی نجم الدین کاکوری ، که قصبه ایست از مضافات پورب ۔ شخص عالم و فاضل و ذهین ۔ به سبب کمالات خدمت قضاے کلکته صاحبان انگریز به نام او مقرر کرده‌اند ۔ شریک جلسهٔ کونسل باصاحبان آں‌جا می باشد ۔ (ورق ۳٦۰ ب) یک رباعی از تصانیفش به سمع رسیده ، ثبت می نماید ۔ بسیار کلامش پاکیزه است ۔

مت پوچھ که رات کیوں که بارے گزری
میں کیا کہوں جس طرح که پیارے گزری
اے صبح امید آرزو میں تیری
گنتے ہی تمام رات تارے گزری

ردیف حرف الواو

وجیه | وجیه تخلص ، نواب وجیه الدوله ، وجیه الدین خاں بهادر . . . جنگ ، برادر کوچک نواب حسام الدوله حسام الدین خاں بهادر مبارک جنگ ، که خدمت مختاری سلطنت و کار پردازی خلافت حضرت خدیو زماں داشته ـ وکیل مطلق از طرف برادر خود به حضور انور بود ـ و قرب و منزلت تمام داشت ـ در عهد اقتدار خویش . . . بشر منت و احسان داشته ـ و کار خلائق به خوش بیق و خوش طینتی سرانجام کرده میداد ـ با وصف . . . . ثروت با هرکس به لطف و مدارا پیش می‌آمد و اوصاف حمیده اش ازاں بیش ست که قلم عجائب نگار

رقم سازد۔ به سبب موزونی طبع شعر فارسی نهایت برجسته و پخته و سنجیده از زبانِ ندرت بیانش می زاد۔ و اصلاح شعر از میرزا محمد فاخر مکین که از استادانِ این عصر است، و در لکھنؤ قیام دارد، گرفته۔ مثنوی به زبانِ هندی بسیار به خوبی موزون نموده و مضامینِ عالی دران مندرج ساخته (ورق ۳۶۱ الف) در علم عروض و قوافی مهارتے کلی دارد۔ گاه گاهے به جهت تفنن طبع که اشعار ریخته گفته است ازاں جمله چند شعر مرقوم می سازد۔ من کلامه۔

هے عکسِ حقیقت رخ نیکوے محبت
محراب طریقت خم ابروے محبت
گو قتل سے میرے ترے کچھ هاتھ نه آیا
سرخ اگے وہاں کے تو هوا روے محبت
ا دیکھ بہار چمن و دیدۂ و دل کو
کیا هی یه کھلے هیں گل خود روے محبت
مسیح دم مری بالیں په کون آتا هے
که مجھ سے مردے کو پھر گور سے جلاتا هے

گرمی غیر جو هم ٹک بھی گوارا کرتے ٭ سرد آهوں سے نه اوقات گزاری کرتے
سر بالیں جو دم نزع وه آیا میری ٭ کیا دکھائی بتِ کافر نے خدائی مجھ کو
ادب سے اس کا قدم بوس کیجیو قاصد ٭ جو ڈھب بنے تو ملانیں بھی لیجیو قاصد

تسکین درد دل کو نه آح هو نه کل هو
بے یار بے کلی هے وه هی ملے تو کل هو
خم دل بس که رها آن کے جم چشموں میں [؟]
پانی پانی هوا خجلت سے میں هم چشموں میں

ولی | ولی تخلص، که معروف و مشهور است، باشندۂ دکن، بزعم بعض عزیزاں موجد شعر ریخته است، زبان و بیانش موافق محاورۂ و گفتگوے آں عهد است۔ و اشعارش برزبان خلق جاری۔ اکثرمضمونِ کلامش بسیار دل چسپ، لیکن بندش و روز مرۂ سخنش بالفعل رائج نیست۔ ازوست۔ (ورق ۳۶۱ ب)

نشہ بخش عاشقاں وہ ساقی گل فام ہے
جس کی آنکھوں کا تصور بے خودی کا جام ہے
گل رخاں کیوں نہ کہیں تجھ کو سکندر طالع
جلوہ گر بر میں ترے جامۂ دارائی ہے
سن ولی رہنے کو دنیا میں مقام عاشق
کوچـــۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے
آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے اس کو
کرتی ہے نگہ جس قد نازک پہ گرانی
بدخشاں میں گیا ہے شور تیرے لعل رنگیں کا
ہوا ہے چین میں شہرہ تری اس زلف پرچیں کا
پھر میری خبر لینے وہ صیاد نہ آیا ٭ شاید کہ مرا حال اسے یاد نہ آیا
شغل بہتر ہے عشق بازی کا ٭ کیا حقیقی و کیا مجازی کا
صحنِ گلشن میں جب خرام کیا ٭ سرو آزاد کو غلام کیا
ہم کو شفیع محشر وہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری عذر گناہ بس ہے
درکار کیا ہے مسجد سجدے کو عاشقوں کے
محراب ابرو کی اے قبلہ گاہ بس ہے
بجا ہے گر شہید سرو قد کا ٭ بناویں چوب سے طوبی کی تابوت
بہ رنگ ساقی دل کیوں نہ ہو صفائے قدح
کہ دست آئنہ رو ہے مدام جائے قدح
خمـــار حشر سے مے پرستوں کو [؟]
لکھیں جو قبر کے تعویز پر دعائے قدح
صنم کے لعل پر وقت تکلم ٭ رگ یاقوت ہے موجِ تبسم
جاگیر سے نہ کچھ دلِ وحشی کو کام ہے
اس زلف کا سیاہا اسے لاکھ دام ہے (ورق ۳۶۲ الف)

خوبی اعجاز حسن یار گر انشا کروں ٭ بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں
آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے ولی ٭ سرو قد کو دیکھ سیر عالم بالا کروں
مجھ کو تجھ بن کسی سے کام نہیں ٭ فکر ناموس و ننگ نام نہیں
فدائے شاھد رنگیں ادا ھوں ٭ شہید شاھد گل گوں قبا ھوں
گریاں ھیں ابر چشم مری اشک بار دیکھ
ھے بے قرار برق مجھے بے قرار دیکھ

اس لب و زلف کے تماشے کو ٭ چاہے آئے ھیں مصری و شامی
گر تجھ کو ھے عزم سیر گلشن ٭ دروازۂ آئینہ کھلا ھے
ھے بجا عشاق کی خاطر اگر ناشاد ھے ٭ غمزۂ خوں خوار ظالم بر سر بیداد ھے
دشمن دیں کا دین دشمن ھے ٭ راہ زن کا چراغ رہ زن ھے
عجب کچھ لطف رکھتا ھے شب خلوت میں دلبر سے
سوال آھستہ آھستہ جواب اھستہ اھستہ
کہاں ھے آب ناب جلوۂ مستانۂ ساقی
کہ دل سے تاب، جی سے صبر، دل سے ہوش آجاوے (کذا)

واقف واقف تخلص، شخص درویشے بود، از نامش اطلاعے نیست، سکنۂ فیض آباد۔ شعر خوب و پاکیزہ می گفت۔ ازوست۔ منہ کلام۔
سرد ھے بازار خوباں گرم بازاری نہیں
کتنے یوسف دیکھتا ھوں کچھ خریداری نہیں
خوب رو ھوکے با وفا ھووے ٭ میں نہ مانوں اگر خدا ھووے
(ورق ۳٦۲ ب)
سیکھا ھے مجھ سے یارو ابر بہار رونا ٭ دامن کو اپنے منہ پر رکھ زار زار رونا
ھوا ھے عشق سے آکر مقابلہ دل کا
بھڑا پہاڑ سے جا بل بے حوصلہ دل کا
سرشک و آہ ھے، شور جنوں ھے، وحشت ھے
عجب شکوہ سے جاتا ھے قافلہ دل کا

کہاں ھے شیشہ مے، محتسب خدا سے تو ڈر
مری بغل میں جھلکتا ھے آبلہ دل کا

جب کہ پردے سے یار نکلے ھے ٭ آہ بے اختیار نکلے ھے

از رقیبوں سے گئے گزرے ھیں کیا اے یار ہم
وہ شریک بزم ھو ویں، اور نہ پاویں بار ہم

عشق میں کیا وضل و ھنر چاھیے ٭ آہ میں تھوڑا سا اثر چاھیے

ایک ھووے داغ اس دل کا تو کوئی دھو سکے
روز و شب کی شست و شوائے چشم کس سے ھوسکے

رہ نورد بے خودی گر کچھ نہ ھو ھم سا تو ھو
گر سراغ اس کا نہ پاوے آپ کو تو کھوسکے

خیال وعدہ سے از بس کہ تو نظر میں رھا
تمام رات مرا جی صدائے در میں رھا

اے وائے ھم رھوں بے رہ اپنی ھاں کی
ھم رہ گئے بھٹکتے جوں گرد کارواں کی

واقف شراب معلوم اس دور آخری میں ٭ ناچار کیا کریں ھم افیون گھولتے ھیں
یارانِ ھم نشیں و رفیقاں دوست دار ٭ سب آشنا ھیں زندگی مستعار کے

جب بند ھوئی یہ آنکھ تو اے دوست بعد مرگ
پھٹکے ھے کون پاس کسی بے قرار کے

وجہ | وجہ تخلص، درویشے حلیم‌الطبع، اکثر مضامینِ اشعارش صوفیانہ است۔ از نتائجِ فکر اوست۔ (ورق ۳۶۳ الف)

عشق میں راحت ھو یا آزار ھونا ھو سو ھو
کیا کریں اب ھم بھی ھیں ناچار ھونا ھو سو ھو

کر گریباں چاک . . . . چل بیاباں کی طرف
دیکھ لیں یہ بھی مزہ یک بار ھونا ھو سو ھو

واله | واله تخلص، از قوم هنود، شخص تازه وارد دارالخلافه گشته، متوطن فیض‌آباد۔ در مشاعره دوسه مرتبه غزل هاے طرحی خوانده۔ این چند اشعار ازاں جمله است۔

کیا زلفِ صنم عنبر سارا سے نہیں کم
بلکہ خطِ رخ بھی خط آغا سے نہیں کم
اعجاز لب اس کا دم عیسی سے نہیں کم
وہ پنجہ . . . . ید بیضا سے نہیں کم
بازو پہ جو ہے نورتن اس ماہ حسیں کے
میزانِ نظر میں وہ ثریا سے نہیں کم
معدوم کو کیوں . . . . . . ثابت کرے واله
مضموں کمر یار کا عنقا سے نہیں کم

واصف | واصف تخلص، حسن بخش خان، از ابناے اعمام مولف این نسخه است، جوانے‌ست مودب، همت خودرا بر تحصیل کتب عربی مصروف می دارد۔ درین روزها ذوق شعر گوئی دامن گیر حالش گشته۔ اشعار ریخته خوب می گوید و از راقم اصلاح می گیرد۔ از طبع زاد اوست۔ منه۔

وصال جاناں ہو جس میں حاصل وہ ساقی دیا شراب اب تو
کہ آتش ہجر میں مرا دل ہوا ہے جل کر کباب اب تو

وداع ہوکے مرے گھر سے کل جو یار چلا
تو ساتھ اس کے وہیں صبر و اختیار چلا (ورق ۳٦۳ ب)

فصل گل آئی کہو دیوانو کیا تدبیر ہے
سبز ہے صحرا، جنوں ہر آن دامن گیر ہے
آتا ہے دل میں چاک گریبان کیجیے
صحرا کے آج چلنے کا سامان کیجیے

بات نہیں کرتے ہو مجھ سے جو تم رات سے
کہیے خفا میری جان ہوگئے کس بات سے

وحشت وحشت تخلص، میر ابوالحسن نام، معلوم نیست کہ کجائیست۔ اشعارش دلچسپ۔ ازوست۔

جو مہر نیر حسن کا گر نام ہوچکا ٭ میرا بھی عشق وحشت اب نام ہوچکا
مینا ہے شروع نزع میں کی تھی تجھے خبر ٭ پہنچا تو اس گھڑی کہ مرا کام ہوچکا
گہ گریۂ شب، گاہ میں آہ سحری ہوں ٭ جو کہیے سو ہوں گرد ... تری دوں

والہ والہ تخلص، سخصے بود در عہد فردوس آرام گاہ، کلامش بہ طور پیشینیانست۔ ازوست۔

منہ تمہارا درمیاں ہے گا وگر نہ مجھ سے اب
آرسی کیا جان رکھتی ہے جو ہم چشمی کرے

والہ والہ تخلص، مرحمت خانِ مرحوم، اصلش از خطۂ کشمیر جنت نظیر، از آبا و اجداد عمدہ معاش ماندہ۔ از طرفِ صاحبانِ انگریز بہادر داروغۂ اخبار دارالخلافہ مقرر بود۔ مرد سلیم‌الطبع و خوش اخلاق و دانا و تجربہ کار و عاقل وقت خود بود و خط ثلث خوب می نوشت۔ شعر فارسی و ریختہ ہر دو بہ آئیں شایستہ می گفت۔ در غـــزل فارسی ثاقب تخلص می کرد، با جامع ایں نسخہ تعارف تمام داشت۔ از چندے رحلت نمود۔ مرد خوب بود۔ خدایش بیامرزاد۔ از کلام اوست۔ (ورق ۳٦٤ الف)

ہے کس متاع کی یارب دکاں زمیں کے تلے
چلا ہے جس لیے یہ کارواں زمیں کے تلے

تو ایسی ادا سے جدھر جائے گا ٭ خدا جانے کیا قہر کرجائے گا

گنے جو بندوں میں اپنے تو ایک بار مجھے
تو خلق میں ہو خدائی کا اعتبار مجھے

دم مارے ہے غم دل سے مرے ہم نفسی کا
اے ہم نفساں وقت ہے فریاد رسی کا

گلشن میں مرے دل کے کوئی آن بسا ہے
اس جائے کی کچھ اور ہی اب آب و ہوا ہے

وہ کوئی تجھ سے آشنا ہوگا ٭ پہلے جو آپ سے جدا ہوگا

کیا کہوں اس خوش ادا نے کام کچھ ایسا کیا
لے گیا دل ہنستے ہنستے اور میں دیکھا کیا

میرا یہ دل ہے آئنہ دار اس جمال کا
پر تو کو جس کے خوف نہیں کچھ زوال کا

نہیں ہے اس کی جو مرضی ادھر کے آنے کی
ہر ایک دم میں نئی بات ہے بہانے کی

میں نے پنہاں تو کیا تھا پاس نام و ننگ سے
حال دل ظاہر ہوا لیکن شکستِ رنگ سے

ہے عیاں جلوہ ترا انسان کی تصویر سے
صورت معنی ہے ظاہر لفظ کی تحریر سے

چشم سے کچھ جو مدعا ہے مجھے ٭ محض تیرا ہی دیکھنا ہے مجھے

طور اس شوخ کا بے طور نظر آتا ہے
آگے کچھ اور تھا اب اور نظر آتا ہے

ولی ولی، میرزا محمد ولی، اصلش دارالخلافہ، ساکن مرشدآباد، ازوست۔

زندگی کی اس نے لذت کچھ ولی جانی نہیں
جس کے دل میں درد عشق دل بر جانی نہیں (ورق ۳٦٤ ب)

چاہیے کیوں کر نہ جی تن سے نکل جانے کو [؟]
یہ نہ آیا جو گیا اس کی خبر لانے کو

عیاں گر کروں سوز نہاں کو [؟] ٭ لگے آگ جوں شمع میری زباں کو

سد قبا چمن میں جو وہ یار وا کرے
لے برگ گل کو ہاتھ میں پنکھا صبا کرے

ولایت | ولایت تخلص، شاہ ولایت، درویشےست، سابق ازیں در دھلی قیام داشت۔ حالا در فرخ‌آباد تکیۂ درویشانہ بنا کردہ بسر می برد۔ ازوست۔ منہ۔

نہ تنہا یہ تن بلکہ جاں بیچتا ہوں ٭ میں ھستی کی ساری دکاں بیچتا ہوں
زمیں آسماں تک ھے سب جنس ارزاں ٭ مگر ایک دل کو گراں بیچتا ہوں

داور | داور تخلص، مرزا داور بیگ۔ نہ میدانم کہ کیست و باشندۂ کجاست شعر بنامش مسموع گشتہ بود۔ ثبت نمودہ شد۔ ازوست۔ منہ۔

زلف دل بر سے مجھ کو سودا ھے ٭ لوگ کہتے ھیں تجھ کو سودا ھے

ولی | ولی تخلص، حکیم شیخ ولی محمد، ساکن موضع ناوتہ، از مضافات صوبۂ سہارن پور۔ شخص قابل است۔ از بس کہ طبع موزوں دارد، اشعار ریختہ می گوید۔ ازاں جملہ است۔

شمشیر اس ابرو کی ایسا ھی جو خم رکھے
طاقت ھے کسے آگے جرأت سے قدم رکھے

وھم | وھم تخلص، میر محمد علی نبیرۂ میر محمد تقی خیال، باشندۂ لکھنؤ، در سرکار نواب عالی جناب وزیر الممالک مرحوم عز امتیاز دارد۔ ازوست۔ (ورق ۳٦۵ الف)

گو فکر تیرے دل کے تئیں سو لگی رھے ٭ پر وھم شرط یہ ھے ادھر لو لگی رھے

وصال | وصال تخلص، نصر اللہ خاں، خلف ثناء اللہ خان فراق، چوں شعر گفتنش موزونی ست [؟] شعر ریختہ می گوید و اصلاح از پدر بزرگوار خود می گیرد۔ جوان قابل است، ازوست، منہ۔

اٹھ گھورنے کو سب سے برالا نکلا ۰ منہ تو دیکھو یہ بڑا چاھنے والا نکلا

وحشت وحشت تخلص، باشندۂ لکھنؤ، شاگرد جعفر علی حسرت، از نام و نشانش، اطلاع نیست۔

آہ آگے تو نکلتی تھی جگر سے باھر
اب جگر نکلے ھے خود دیدۂ تر سے باھر
کیوں کہ تم گھر سے نہ نکلوگے میاں دیکھیں گے
ہم نکالیں گے نہیں لاکھ ھنر سے باھر

مرے سامنے گر وہ اک آن ٹھہرے ۰ تو انکھوں میں آکر مری جان ٹھہرے

وحدت وحدت تخلص، جمعیت رائے نام، قوم کایت، ساکن قصبۂ میرٹھ، جوانے ذھین و خوش کلام است، در زمرۂ محرران عدالت ضلع منصوب، ازوست۔ مہ۔

ھردم ھے عندلیب کو اب عزم یا لگی ۰ فصل بہار آتے ھی اس کو ھوا لگی

ولا ولا تخلص، مظہر علی خاں، عرف مرزا لطف علی، پسر سلیمان علی خاں وداد شاعر فارسی گو، مرد حریف و ظریف و مزاح دوست، بہ سبب قرب و جوار بہ ایں احقر دوستی و اخلاص محکم داشت۔ از چندے برائے تلاش معاش بہ طرف لکھنؤ رفتہ، حالا شنیدہ می شود کہ بہ صیغۂ شاعری نوکر صاحبان انگریز شدہ بہ کلکتہ رفتہ، اوراست۔ مہ کلام۔ (ورق ۳۶۵ ب)

یونہیں گر کرتے رھے ہم اشک سے تر آستیں
آپ بھی روئیں گے اک دن منہ پہ دھر کر آستیں

بے غنچے کا عاشق بے ھوں گل چمن کا [؟]
دل دادہ ھوں کسی کے رخسار اور دھن کا

کیسے پہاڑ اس نے اندوہ کے اٹھائے
پتھر کی سل تھی یارب یا سینہ کوہ کن کا

کروں کیا وصف میں اس خوب رو کا ۰ نہیں یارا مجھے کچھ گفتگو کا

طعنہ مت دے تو مجھے بادیہ پیمائی کا
پوچھ مجنوں سے مزا آبلہ فرسائی کا
ترک غمزہ کو بھلا کس پہ ہے قصد یغما
ہوچکا کام یہاں صبر و شکیبائی کا
دیا ہے ناز کو رتبہ یہ نمائی کا [؟]
ہر ایک بت کو یہاں لاف ہے خدائی کا
ہاتھ اس کے ہو یہ نسخہ بہ از اکسیر لگا
خاکساران یہاں کرنے جو تسخیر لگا
مرغ دل تڑپے ہے جوں طائر ناوک خوردہ
کس کے مژگاں کا مرے سینے میں ہے تیر لگا

مسکن اپنا نہ کبھی یہ دل ناشاد کیا ٭ تم نے اس خانۂ ویراں کو نہ آباد کیا
یوسف کا جو نقشہ در و دیوار پہ کھینچا ٭ کیوں تونے زلیخا نہ دل زار پہ کھینچا

سینے سے مرے جب ترے پیکاں کو نکالا
پیکاں کو نہیں بلکہ مری جاں کو نکالا

فوج اشک و لشکر داغ و الم ہے آہ کا ٭ دھوم سے آنا ہوا ہے عشق عالی جاہ کا

ایک سے ایک جہاں میں ہے صنم خوب سے خوب
نظر آیا کوئی لیک اپنے نہ محبوب سے خوب
قطرۂ اشک رہے یوں سر مژگاں سے لپٹ
جس طرح اوس رہے خار مغیلاں سے لپٹ (ورق۳٦٦ الف)
یاد میں اس قد موزوں کی گلستاں میں ولا
روتا پھرتا ہوں ہر اک سرو گلستاں سے لپٹ

وفا وفا تخلص، نول رائے، قوم کایت، متوطن مرادآباد، ہمیشہ بہ خوش معاشی گزرانیدہ۔ شاگرد محمد قائم، ازوست۔

عارض پہ تمہارے یہ پسینہ ٭ ہیرے پہ ہے لعل کا نگینہ

نہ هوں گی بعد مردن بند اس ناکام کی آنکھیں
کہ اک مدت تلک دیکھی هیں ... کی آنکھیں

وزیر وزیر تخلص، نواب وزیر علی خاں بهادر منسابے نواب وزیر الممالک آصف جاہ آصف الدولہ بہادر هزبر جنگ مرحوم، بہ سبب انقلاب دورۂ فلکی در هنگامے کہ محبوس صاحبان انگریز شدہ بود این مطلع موزون ساختند، مطلع ـ

اٹھ گئے محفل سے سارے یار اور هلچل پڑی
اے خلل انداز گردوں اب تو تجھ کو کل پڑی

وزیر وزیر تخلص، خواجہ وزیر نام، شاعرے ست ساکن لکھنؤ، او راست ـ

هے چشم نیم از عجب خواب ناز هے ... و سو رها هے در فتنہ بار هے
ایک عالم ... جبہ سائی کے ... آئے هو تم ... خدائی کے

بعد رنجش کے مرا ملنے سے کچھ حاصل نہیں
کہ تمہیں الفت نہیں اپنا بھی اب وہ دل نہیں

وفا وفا تخلص، مولوی عبد العلی خوش نویس، اصلش از خطۂ کشمیر بے نظیر، مرد بسیار حاذق و خوش فکر، خط نسخ و نستعلیق خوب می نویسد، از شاگردان مبارک نصیر با راقم هم آشنا اروست ـ ه‍ ه‍ ـ (ورق ۳٦٦ ب)

وا دهن زخم جگر هے عاشق دل گیر کا
جس میں خوں انگشت حسرت هے یہ پیکاں تیر کا
آپ ریجھا هے بنا کر تجھ کو نقاش ازل
یک قلم نقشہ کھنچے کس سے تری تصویر کا
وقت رخصت اس قدر هے نالہ و زاری هوئی
اشک کے نالے بہے اور جوے خوں جاری هوئی
شکر هے صد شکر هے صد شکر هے صد شکر هے
عشق خوباں میں وفا تجھ سے وفاداری هوئی

واصل | واصل تخلص، واصل ... سرکرده دربانان حضور والا، شوق شعر گوئی در دل دارد۔ یک بیت ازو مسموع شده بود، می نگارد۔ مطلع۔

سرگرم بازکیوں نہ ہو وہ رشکِ آفتاب
عالم میں اس کے حسن کا بازار گرم ہے

وارث | وارث تخلص، شاہ وارث الدین، درویشے قابل و خوش نویس ہفت قلم، مخاطب بہ زمرد رقم، واز اولاد حضرت شیخ فرید الدین شکرگنج قدس سرہ است۔ ساکن کھاری باوری، من محلات شاہ جہاں آباد۔ در ہر ماہ بہ تاریخ چہارم بہ تقریب فاتحہ حضرت موصوف مجلس بہ خانۂ خود منعقد می کند۔ شعر فارسی و ریختہ ہر دو می گوید۔ ازوست۔ مطلع

خورشید روکا میرے جلوہ جہاں تہاں ہے
ہر ذرے میں جو دیکھو اس کی جھلک وہاں ہے

رباعی

وارث نہ کیا بہت پریکھا ہم نے
اس موت حیات کا ہی لیکھا ہم نے
آئینہ دل کا تھا کدورت آلود
جب صاف ہوا خدا کو دیکھا ہم نے (ورق ۳۶۷ الف)

الفت خدا سے رکھنا تسخیر ہے تو یہ ہے
اور دل سے سب بھلانا اکسیر ہے تو یہ ہے

تقدیر پر نظر رکھ اور لاغرض ہو سب سے
واللہ عاشقوں کی تدبیر ہے تو یہ ہے

تجھ زلف عنبریں بن کب قید ہوسکے ہے
دیوانہ دل مرے کی زنجیر ہے تو یہ ہے

اک آن یاد حق سے غافل نہ ہو تو وارث
قرآن میں جو دیکھا تفسیر ہے نو یہ ہے
گہ ذرے میں گہ مہر درخشاں میں دیکھا
گہ گل میں گہے لبل بستان میں دیکھا
تجھ صانع بے رنگ کو وارث ہے پیارے
سو صورت اور شان سے امکان میں دیکھا

وسعت وسعت تخلص، نامش مستقیم خاں، قوم افغان، متوطنِ رام پور شخصے ست۔ ازشاگردانِ مولوی قدرت اللہ شوق۔ ازوست۔ ولہ

تب غم سے ترے بے بال و پر اے یار اڑتا ہوں
بسانِ طائر رنگ رخ بیمار اڑتا ہوں
یہ نور ترے حسن کا ہرجا ہے نمودار
پروانے میں، گہ شمع شبستان میں دیکھا

ردیف حرف الہا

ہدایت ہدایت تخلص، ہدایت اللہ خاں، قوم افغاں۔ عموے ثناء اللہ خاں فراق۔ متوطنِ دارالخلافۂ شاہ جہاں آباد۔ مشاق قدیم و شاعر زبردست، شریک دورۂ میر و مرزا، مرید خواجہ میر درد صاحب قدس سرہٗ۔ مرد متواضع و متورع و خلیق۔ در فن ریختہ گوئی نہایت ماہر۔ کلامش مرغوب دل ہا، شاعرِ مسلم‌الثبوت (ورق ۳۶۷ ب) خواندنش بجا ست و استاد وقت خود بود۔ درسنہ یک ہزار و دو صدو نوزدہ از این دار فانی بہ عالم جاودانی انتقال نمودہ خدایش بیامرزاد۔ تصانیف بسیار مثل مثنوی و دیوانِ غزلیات و مراثی و سلام وغیرہ و قصائد موزوں نمودہ۔ اکثر اہل ایں فن دم از شاگردیِ او می زنند. غرض کہ دریں وقت نہایت مغتنم بود۔ از شیریں کلامی اوست۔

اتنا نہ ستم کسو پہ کریے ٭ کچھ بھی تو بتاں خدا سے ڈریے

یثرب میں شمع کشتہ ہوں یا اب چراغ مردہ ہوں
حیران ہوں اس بزم میں کس کا دل افسردہ ہوں

صدقے ترے گل عذار جی سے ٭ جی سے کیسا، ہزار جی سے

مرے احوال کا ساقی کے گھر موں ذکر ہوتا تھا
کہ شیشہ تک پیالے کے گلے لگ لگ کے روتا تھا

یہ تیر عشق دل کے مرے پار ہوچکا
ہونا جو کچھ کہ تھا سو مرے یار ہوچکا

باعث اس دل کی پریشانی کا بخت شوم تھا
زلف کے یوں پینچ میں پھنسنا کسے معلوم تھا

انتہا ہی نہیں کچھ طرز جفا کاری کا
یہ بھی شیوہ ہے بھلا کوئی دل آزاری کا

شعلۂ آتش دل آہ بجھایا نہ گیا
راز دل گو کہ چھپایا پہ چھپایا نہ گیا

نہ بولو اس سے کوئی گر لہو پیوے تو پینے دو
خدا کے واسطے یارو کوئی دم ہم کو جینے دو

جس دم زباں پہ یار ترا ذکر آ گیا
کچھ دل کو چین جاں کو آرام آ گیا (ورق۳٦۸ الف)

اس بت کافر نے بھی کیا کیا مجھے حیراں کیا
غارت دل، غارت جاں، غارت ایماں کیا

درد دل کہنا تو تجھ سے یار جانی ہے عبث
جو نہ سمجھے اس کے آگے شعر خوانی ہے عبث

سینے کے تیرے کھول گئے اے میری جان بند
آئینہ ساز کر گئے اپنی دکان بند

گرمی نہیں، خونِ دل پیا کر ٭ بے کار مباش کچھ کیا کر

چشمک زدن میں ہوگئی آخر بہار حیف
نہ گل رہا چمن میں نہ بلبل ہزار حیف

درد دل اپنا جو کل اس کو سنایا ہم نے
آپ بھی روئے اور اس کو بھی رلایا ہم نے

کیا ستم ہے یہ کہ با ایں درد و غم جیتے رہیں
اے دل مرحوم تو مر جائیے ہم جیتے رہیں

گالیاں کیا بلکہ ماریں کھائیاں ٭ عشق میں کیا کیا سہیں رسوائیاں
عزیزو مرا کوئی ماتم نہ کیجو ٭ خوشی میری کرتے ہو تو غم نہ کیجو

وابستگی ہے دل کو مرے درد و غم کے ساتھ
یہ ہی دو رفیق ہیں ایک اپنے دم کے ساتھ [؟]

ابرو و چشم بتاں کو بھی ہدایت عشق ہے
جس جگہ مسجد بنی پاس اس کے مے خانہ بنا

دیکھیے کیوں کر رہے گی آبروئے ائنہ
دیکھتا ہے شوخ کچھ بے وجہ سوئے آئنہ

کسو کے عیب پہ کوئی اگر نگاہ کرے
تو پہلے مثل فلک اپنا رو سیاہ کرے

ابرو اس قاتل کی گر شمشیر خوں آشام ہے
ہم بھی حاضر ہیں کہ مرجانا ہمارا کام ہے

ساقی اب ہم کو کہاں فرصت بے نوشی ہے
بادۂ چشم بتاں داروے بے ہوشی ہے (ورق ۳٦٨ ب)

چمن میں تم متبسم جو میری جان ہوئے
کلی کی کھل گئیں گلوں کے کان ہوئے [؟]

خدا جانے صنم اوے نہ اوے
بھروسا کیا ہے دم آوے نہ آوے

اس شعلہ رو سے جب سے اک لاگ لگ رہی ہے
جوں شمع میرے دل میں کیا آگ لگ رہی ہے

کیا دن تھے وہ بھی آہ ہدایت کہ جن دنوں
راتوں کو اپنے پاس وہ گل فام رہ گیا

مدت ہوئی کہ اب تو ملاقات بھی نہیں
آنے سے بلکہ نامۂ و پیغام رہ گیا

یہ ظلم اگر ہے اور جفا ہے ٭ بندے کا اے بتاں خدا ہے
یہ اول برا مجھ سے گو سر بہ سر ہے ٭ نہیں خیر آخر یہ اپنا جگر ہے

کعبے تو گیا میں اٹھ بتاں کے در سے
پر کھا گئی تب غم کی جگر اندر سے

تھی کس کو ہدایت آس جینے کی مرے
اے یار پھرا ہوں میں خدا کے گھر سے

کیا حـــاشیہ میر و شرح ملا پڑھیے
جس میں شہود حق ایسا پڑھیے [؟]
کہتے ہیں کہ ہے علم حجـــاب الاکبر
پڑھیے بھی تو نام حق کریمـــا پڑھیے

نے جم رہا زمانے میں نہ جام رہ گیا
مردوں کا اک جہاں میں مگر نام رہ گیا

رہا مرتے مرتے مجھے غم اسی کا ٭ نہیں بعد میرے کوئی بے کسی کا
ہدایت کہا ریختہ جب سے ہم نے ٭ رواج اٹھ گیا ہند سے فارسی کا

ٹھہر چکی تھی جی میں یہ جاؤں نہ کوئے یار میں
آہ پر اس کو کیا کروں دل نہیں اختیار میں (ورق۳٦۹الف)

نامے کا میرے لے کر اس سے جواب پھریو
پر واسطے خدا کے قاصد شتاب پھریو

کیا کہوں تجھسے ہدایت کہ مرے شام و سحر
یاد میں زلف و رخ یار کی کیوں کر گزری
دن جو گزرا مجھے تو روز قیامت [؟]
رات گزری تو شب حشر سے بد تر گزری

گاہ جیتے ہیں گاہ مرتے ہیں ۞ ہم بھی دنیا میں زیست کرتے ہیں

آنکھوں کی سیاھی پہ سفیدی . . . نظر کی
رو رو کے ترے ھجر میں یوں شام سحر کی
سمجھیو بیہودہ مت اشک گریۂ شب کو
کہ عاقبت ھے اثر کچھ نہ کچھ کواکب کو

آئینہ ساں ھے منھ ترا روشن ۞ چشم بد دور و چشم ما روشن
نخچیر تری چشم کا آھوئے ختن ھے ۞ مارا ھوا چھب کا تری طاؤس چمن ھے
خاک اپنا منزلِ دنیا میں کاشانہ بنا ۞ عاقبت خانہ ھی اپنا عاقبت خانہ بنا

تجھ بن اے خوں خواریاں ھر دم شمشیر ھے
سانس جب لیتے ھیں گویا . . . . . . ھے
دشت قیس گیا کوہ سے فرھاد گیا [؟]
کارخانہ ھی وہ سب عشق کا برباد گیا
شب جو اھل بزم سوز دل مرا سننے لگے
شمع بھی رونے لگی شعلے بھی سر دھننے لگے
کیا ھے خون جو مستوں نے آبگینے کا
ھوا ھے بزم میں کیا خوب کام مینے کا
بتاں سے فائدہ کیــــا یارو دل لگانے کا
خدا سے کوئی کسی کو نہیں مــــلانے کا
کارواں بیچ ھدایت جو مجھے احیــــاناً
دیر بھی ھوگئی ھے بـــــار کے کستے کستے (ورق ۳۶۹ ب)

شاہ راہ عدم ایسا نہیں کچھ ۔۔۔۔۔ چھپا
پوچھتا کیا ہے چلا جا سر رستے رستے
اسیر دام گیسو ہے شہید تیغ ابرو ہے
ہدایت کو جو دیکھا زور ہی ۔۔۔۔ شکستہ ہے
بھلا بتاؤ مری جان کچھ ہدایت نے
تمہارے جور سے شکوہ کبھو کیا ہوگا
مگر یہی نہ کہ بے اختیار ہوکے کبھو
کچھ اور بس نہ چلا ہوگا رو دیا ہوگا

ہمرنگ ہمرنگ تخلص، میر عزیزالدین، متوطن اورنگ‌آباد، سیدیست طالب علم۔ اشعار فارسی و ہندی ہر دو می گوید۔ از طبع زاد اوست۔

دل میں رہتی ہے ترے چہرۂ گل نار کی یاد
رات دیتی ہے تری زلف سیہ تار کی یاد
دنیا میں آکے میں تو گرفتار ہوگیا ٭ اس واحشہ کا ہائے گرفتار ہوگیا
مرجائے جو عاشق تو جلاتا ہے سخن میں
ہے حضر یہاں آب بقا اس کے دہن میں

ہاشم ہاشم تخلص، ہاشم علی، منشا و مولدش معلوم مولف نیست۔ ازوست۔

داغ کے داغ ہیں سینے پہ مرے ۔۔۔۔۔ مدام
کشور عشق میں چلتے ہیں غرض ۔۔۔۔۔ دام
میرے اک طائر دل کے لیے کیوں اے صیاد
لیے پھرتا ہے تو یوں زلف سیہ فام کے دام

ہوش ہوش تخلص، شخصیست ساکن دارالخلافہ۔ شاگرد نصیرالدین نصیر۔ از اسمش اطلاع نیست۔ ازوست۔

جان گر مجھ سے جدا ہو تو جدا ہو لیکن
جان منظور نہیں تجھ سے جدائی مجھ کو

..... | ....تخلص، میر جواد علی خان ، سید صحیح‌النسب است۔ در سرکار نواب عمادالملک (ورق ۳۷۰ الف) ملازم بوده۔ بعد آں توکل اختیار کردہ خانه نشین گشت۔ هم عصر میر و مرزا ست ، کہنه مشق ، کلامش عاشقانه ، در علم عروض و قوافی رسالهٔ منظومه در زبان ریخته موزوں نموده و سواے ایں تصنیف بسیار دارد۔ مرد خوش اختلاط و خوش گو و مودب‌است۔ با راقم نیز آشنائی داشت۔ در سنه یک هزار و دوصد و پانزده ایں جہان فانی را وداع نمود۔ خدایش بیامرزاد۔ از نتائج طبع اوست۔

بس که شب دل کے مقابل پیچ و تاب ناله تھا
جو نفس گزرا لبوں سے شعلهٔ جواله تھا
اس نگاه گرم کی تاثیر سے گلشن میں صبح
قطرهٔ شبنم لبِ گل کے لئے بتخاله تھا
کیا خنک مانیں نھیں منع گریه کی ناصح که شب
دامن مژگاں کو هر تار اثر ژاله تھا [؟]
رات ساقی نے وہ آتش کی تھی پیمانے میں حل
جس سے هر لخت جگر هم بزم داغ لاله تھا
ایک دل تھا سامنے مژگاں کے جس کے هر طرف
کیا هجوم خنجر و شمشیر و تیر و بھاله تھا
اس طرف یه کر و فر اپنی بضاعت میں فقط
بے اثر اک آه تھی یا بے تصرف ناله تھا
طرفه عالم سوز آتش تھی ترے کھر پر محیط
کہہ تو .... برق تھی یا ترکتاز ناله تھا
وہ اشک گرم هے .... دیدهٔ تر کا
که باندھے هر مژه پر آشیاں سمندر کا
وہ دل که تھا نه کبھی یاد گرم سے واقف
بنا هے بزم میں اس کی سپند مجمر کا

طور دیں اس بت کے ھاتھوں ھاے ابتر ھوگیا
جس مسلماں نے اسے دیکھا سو کافر ھوگیا (ورق ۳۷۰ ب)
ھادی پہ نہ کی تونے کبھی بندہ نوازی
کیا تیری خدائی کو صنم یاد کرے گا
مت پوچھ فریبندہ تری زلف ھے یا خط
ایک آفت نو زاد ھے اک تازہ بلا خط
رات اس وضع سے امڈی تھی تری یاد کہ بس
ایسے ھنگاموں سے کرتے رھے فریاد کہ بس
ماہ کہاں وہ روکہاں، غنچہ کہاں دھاں کہاں
مشک کہاں کہاں وہ زلف سنبل گلستاں کہاں
رہ رہ کے سخن کہتا ھر بار بہت تحفہ
ھیں اب تو مساں لب ھی گفتار بہت تحفہ

ھریا ھریا تخلص، ھرسہا نام، قوم برھمن، متوطن سکندرآباد، جوان موزوں طبع، ازوست۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ھے مرا یہ دل غم گین بغل میں
اب آ کہیں اے باعث تسکین بغل میں
زلفوں کا اب تصور آٹھوں پہر رھے ھے
سودا کہیں نہ ھووے مجھ کو یہ ڈر رھے ھے

ھوش ھوش تخلص، میر شمس الدین، باشندۂ لکھنؤ، شاگرد میر سوز مرحوم ازوست۔

یار ھنستا ھے چشم تر کو دیکھ ٭ گریہ ٹک اپنے تو اثر کو دیکھ
دست و پا گم کرے ھیں مو کمراں ٭ نازنیں تیری اس کمر کو دیکھ

ھاشمی ھاشمی تخلص، اصلش از شاہ جہاں آباد، از چندے بہ طرفے رفتہ، نام و نشانش معلوم نیست کہ کیست ازوست۔

نشے پی مے کشوں نے کیا فلک سر پر اُٹھایا ھے
کہ مست ابر سیہ ہو کر چمن میں جھوم آیا ھے

(ورق ۳۷۱ الف)

مجھے تھا دھیان زلفوں کا جو وہ خورشید رو آیا
خدا نے غم کی راتوں میں خوشی کا دن دکھایا ھے

همزه | همزه تخلص ، شاه همزه درویشے ساکن دارالخلافه بود - از چندے طرف عظیم آباد رفته - بسیار خوش فکر ست - ازوست -

ھائے کس کس کے تئیں .... کی ہم یاد کریں
غم مجنوں کریں یا ماتم فرھاد کریں

همت | همت تخلص ، اخوند همت ، شخصے ست معلم ، ساکن قصبهٔ رام پور شعرش خالی از کیفیت نیست - ازوست -

عجب گردش میں اپنی اب اوقات کٹتی ھے
وھاں اب تو زباں کہتے ہوئے اک بات کٹتی ھے

هاتفی | هاتفی تخلص ، شاعر قدیم هم عصر ولی - از نتائج طبع اوست -

تیری چشم و زلف سے کافر ھوا سارا جہاں
اسلام اور تقوی کہاں رھا اور مسلمانی کدھر

همرنگ | همرنگ تخلص ، دلاور علی خان ، برادر مصطفی خان یکرنگ ، مزاجش به طرف اشعار گوئی راغب - از نصایف اوست -

بہ ہر صورت خدا کو دیکھنا عنواں ھے میرا
یہی توحید میں مصرع .... دیواں ھے میرا

عشق سے دل کو کچھ قرار نہیں ٭ اب تلک تجھ کو اعتبار نہیں

ھے ھاتھ ترا خوں سے عاشق کے گر آلودہ
مہندی سے صنم مت کر بار دگر آلودہ

فرهاد کو محنت کی تلخی نہ کبھو ہوتی
شیریں کا جو یک بوسہ ملتا شکر آلودہ

هاتف هاتف تخلص، میرزا محمد نام، احوالش به دریافت نه رسیده۔ یک شعر ربانی شخصیے شنیده ثبت می گردد۔

خط آئے پہ یہ حسن نہ یہ مان رہے گا
ایسے میں اگر ملیے تو احسان رہے گا (ورق ۳۷۱ ب)

هادی هادی تخلص، از نام و نشانش آگاهی نیست۔ شاید این هم از شعرائے دکن ست۔ دو سه بیت از قصیده اش می نگارد۔ ازوست۔

ذات عالی ہے تری واسطۂ رونق دہر
فیض تیرے سے جہاں میں نہیں کوئی بے بہر
ہے ترا جود و کرم خلق پہ جوں ابر بہار
ہے تری موج کرم جیسے سمندر کی لہر
خرم و شاد رہیں دوست ترے تا دم زیست
جو کہ اعدا ہوں ترے ان پہ خدا کا ... قہر

.. .. تخلص، محمد داؤد نام۔ سکنۂ حیدر آباد۔ رباعی ازو به نظر رسیده۔ ثبت می گردد۔ ازوست۔

رکھ فضل و کرم سے اپنے رب العزت
آقا کو مرے بہ عز و جاہ و حشمت
رخشاں ہیں فلک پہ جب تلک یہ انجم
روشن رہے اس کے گھر چراغ دولت

همت همت تخلص، نه نام و نشانش معلوم و نه زاد و بوم۔ قصیده در تہنیت فتح کسے امیرے گفته۔ ازاں جمله دو بیت ثبت می شود۔ از قصیده۔

جلو میں تہنیت گویاں ظفر همت نمایاں هو
جناب اعظم دوراں کو جس دم عزم میداں هو
خدا محفوظ رکھے تجھ کو چشم زخم اعدا سے
به رزم و بزم تائیدات غیبی فضل یزداں هو

هاشمی هاشمی تخلص، میر هاشم علی، سیدے ست شاگرد میرزا رفیع السودا، باشندهٔ لکھنؤ. جوانِ خوش خلق و خوش فکر ست. ازوست ـ

مرا سو بار اس تک الله پر آرزو پہنچا
ادھر سے پر جواب صاف پہنچا جب کبھو پہنچا
دماغ آشفته هوتا هے صبا سنبل کی نکہت سے
مشام آرزو میں تو کسی کاکل کی نه پہنچا (ورق۳۷۲ الف)
یه دعوی سن کے باطل محکمے میں هاشمی هوں گے
اگر حاکم تلک وه شوخ بارونے نکو پہنچا
آه و نالے کے دو مصرعے جو کہے هیں موزوں
صاحب درد اسے شعر فغانی سمجھا
وه برهمن بچه افسوس که اے هم نفساں
قصهٔ درد مرا رام کہانی سمجھا

هنر هنر تخلص، از نام و نشانش اطلاعے نیست ـ اغلب که در دورهٔ سابقین بود ـ ایں مطلع ازوست ـ

بتان هند سے حسن اٹھ گیا هے اے هنر یکسر
نظر آتی نہیں والله کوئی کام کی صورت

هرچند هرچند تخلص، هرچند کشور، نبیره زادهٔ راجه جگل کشور، باد فروش ـ گاه گاهے شعر ریخته می گوید ـ ازوست ـ

غافل نه هو اے ناداں اس دم کے گزارے پر
کشتی هے لگے آکر دریا کے کنارے پر

جس گھڑی صہباے الفت کا ہمیں ساغر دیا
ووں ہی مینائے دل محزوں کا خوں سے بھر دیا
پردۂ ظلمات دل پر سے وہیں سب اٹھ گیا
شمع روہی جب چراغ بزم کو گل کر گیا

هوس| هوس تخلص، میرزا تقی خاں، از امرازاده هاے لکھنؤ۔ شخصے خوش اختلاط و قابل و ظریف۔ معاش به عمدگی بسر می برد۔ از کلام خوش نظام اوست۔ مطلع۔

ہوئے عازم ملک عدم جو ہوش تو خوشی یہ ہوئی کہ غم سے چھٹے
نہ یہ فراغ غم سے یہ وہاں بھی ملا وہاں غم یہ رہا وہ ہم سے چھٹے [؟]

رخ پہ بار عکس ہوگا گل نہ رکھیو کان پر
سنتے ہیں ہم بوجھ رکھنا منع ہے قرآن پر

شاید کوئی جواب دے ہمت نہ ہاریے
آسودگان خاک کو جا کر پکاریے (ورق ۳۷۲ ب)

زاہد کا دل نہ خاطر مے خوار توڑیے
سو بار توبہ کیجیے سو بار توڑیے

قتل عشاق کیا کرتے ہیں ٭ بت کہیں خوف خدا کرتے ہیں

ہوس اب بادیہ گردی کی مرے سر میں نہیں
طعمۂ زاغ و زغن بھی تن لاغر میں نہیں

هوس| هوس تخلص، غلام مرتضی خان نام، باشندۂ دارالخلافه شاه جهان آباد۔ از چندے ذوق شعر گوئی پیدا کرده۔ مرد مودب کم گو به نظر رسیده، این چند شعر از طبع زاد اوست۔

تونے رعنائی قامت جو دکھائی مجھ کو
روش سرو چمن پھر نہ خوش آئی مجھ کو

دل مرا سینے میں جوں برق ہے . . . .
کس نے یاد اس کے تبسم کی دلائی مجھ کو

ہاتھ سے آبلہ پائی کے بہ تنگ آیا ہوں
کوچۂ یار تلک کیا ہو رسائی مجھ کو
جان گر تن سے جدا ہو تو جدا ہو لیکن
جان منظور نہیں تیری جدائی مجھ کو
باغ ہستی کی وہیں سوجھ گئی کیفیت
مئے گل رنگ جو ساقی نے پلائی مجھ کو
بیٹھ کر کیا مرے پہلو سے گیا اٹھ وہ ہوس
فتنہ برپا ہوا آفت نظر آئی مجھ کو

ردیف حرف الیاء المنقوطه

یقین یقین تخلص، انعام اللہ خان، شخصے عمدہ معاش، از شاگردان رشید میرزا جان جاناں مظہر شہید کہ دیوانش مشہور و معروف است ۔ باشندۂ دارالخلافہ ۔ خوش فکری از کلامش مفہوم می گردد، ازوست ۔ مطلع ۔
(ورق ۳۷۳ الف)

بت کریں سجدہ ترے حسنِ خدا داد کو دیکھ
سرو بندہ ہو ترا قامتِ آزاد کو دیکھ
خار سے مژگاں کے جی ڈرتا ہے میرا بے طرح
رکھ مری آنکھوں پہ دیتے ہو کف پا بے طرح
عشق کے جور و جفا میں تجھے گر شک ہے یقیں
عیش پرویز کو اور محنت فرہاد کو دیکھ
سریر سلطنت سے آستانِ یار بہتر ہے ٭ مجھے ظل ہما سے سایۂ دیوار بہتر ہے
کیا بدن ہوگا کہ جس کے کھولتے ناخن کے بند
برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہوگیا
اس بسنتی پوش سے آغوش رنگیں کیجیے
جی میں آتا ہے کہ اس مصرع کو تضمیں کیجیے

منہ اپنا نہ دیکھا کر ہو جائے گا دیوانہ ٭ آئینے کو کہتے ہیں اے شوخ پری خانہ
اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے ٭ نرا برا نہیں یہ شغل کچھ بھلا بھی ہے
نقیں کا شور جنوں سن کے یار نے پوچھا ٭ کوئی قبیلۂ مجنوں میں کیا رہا بھی ہے

مے ہوئی آخر رہی تدبیر غم کی ناتمام
کس سے دل خالی کریں اب ہوچکا مینا تمام

پاؤں سے سر تک پہنچ کر مست ہوتی ہے نگاہ
ہے عروج نشہ کو وہ قد اور بالا تمام

اسیرانِ قفس کی نا امیدی پر نظر کیجو
بہار آوے تو اے صیاد مت ہم کو خبر کیجو

آپ سے واقف نہ تھا جب تک کہاں تھی یہ شکوہ
آئنے میں دیکھتے ہی منہ سکندر ہوگیا

مجھے گر حق تعالیٰ کار فرمائے جہاں کرتا
بتوں کو عاشقوں پر زور سے میں مہرباں کرتا

گریباں پھاڑتے ہیں دیکھ گل ہائے چمن کیوں کر
نہ کیجے چاک ناصح اس ہوا میں پیرہن کیوں کر (ورق ۳۷۳ ب)

رشک تیری دل ربائی کا ز بس کھاتی ہے شمع
دیکھ تیرے حسن کے شعلے کو جل جاتی ہے شمع

دن جنوں کے آن پہنچے ہوشیاراں الوداع
فصل گل نزدیک آئی دوست داراں الوداع

کرتا ہے کوئی یارو اس وقت میں تدبیریں
مرتا ہے یہ دیوانہ اب کھول دو زنجیریں

نہ گزرا ہوگا کوئی مجھ سا رنگیں باولے پن میں
گریباں آ پڑا ہے پھٹ کے گل کی طرح دامن میں

یہ سینہ عشق میں محروم درد و داغ نہیں
ہزار شکر کہ یہ ملک بے چراغ نہیں

دوبارہ زندہ ہوجانا مصیبت اس کو کہتے ہیں
پھر اٹھنا بے دماغوں کا مصیبت اس کو کہتے ہیں
یقیں مارا گیا جرم محبت پر زہے طالع
شہادت اس کو کہتے ہیں سعادت اس کو کہتے ہیں

اسیران قفس کی نا امیدی پر نظر کیجو
بہار آوے تو اے صیاد مت، ہم کو خبر کیجو

خوش آئی ہے مجھے اک رات یہ مجنون عریاں سے
کیا کیجے کہاں تک چاک ہم گزرے گریباں سے

حق مجھے باطل آشنا نہ کرے ٭ میں بتوں سے پھروں خدا نہ کرے
کرتے ہیں اپنے بال دکھا مبتلا مجھے ٭ اس پیچ سے بتوں کے نکالے خدا مجھے

نہ آب تیشہ فرہاد اپنے خوں میں گر ملا سکتا
تو ایسے رنگ سے کب نقش شیریں کو بنا سکتا

توقع دے کے مت کہہ نا امیدی کی سخن بس کر
جواب تلخ مت دے مجھ کو اے شیریں دہن بس کر

وہ کون دل ہے جہاں جلوہ گر وہ نور نہیں
اس آفتاب کا کس ذرے میں ظہور نہیں

دوانے کس طرح ناصح اٹھاویں ہاتھ طفلاں سے
کہ ہے کشت جنوں آباد ان کے سنگ باراں سے (ورق ۳۷٤ الف)

خوش آوے ہے مجھے یہ بات اس مجنون عریاں سے
کیا کیجے کہاں تک چاک ہم گزرے گریباں سے

جیے یہ ہجر میں وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف برطرف بلبل کو پروانے سے کیا نسبت

خال گورے منہ کا لیتا ہے مرے دل کو چرا
اس نگر میں چاندنی راتوں میں پڑتے ہیں چور [؟]

کعبے بھی ہم گئے نہ گیا پر بتوں کا عشق
اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

یحیی | یحیی تخلص، منشی یحیی خاں، متوطن دار الخلافہ. در علم انشا پردازی مہارتے داشت، مدتے مقضی گشتہ کہ در بھرت پور رحل اقامت انداخت، ہماں جا در گزشت۔ خدایش بیامرزاد۔ ازوست۔

رقیبوں کی رکھتے ہو تم چاہ دل سے ٭ بھلایا ہمیں واہ جی واہ دل سے

یوسف | یوسف تخلص، شاہ یوسف، درویشے بود آزادہ وضع۔ گاہے شعر ریختہ می گوید، ازوست۔

پریشاں کردیا ہر ایک کا دل ٭ بلا ناگن تھی اس کی زلف کالی

یاور | یاور تخلص، میرزا یاور بخت بہادر دام اقبالہ، نبیرۂ مرشد زادۂ عالمیاں میرزا جواں بخت مبرور مغفور کہ از چندے رونق افزاے بلدۂ فرخ آباد اند۔ ذوق شعر گوئی ریختہ در خاطرش متمکن۔ این چند از نتائج طبع عالی اوشان است۔

دیکھے جو اس کی زلف گلو گیر کی گرہ
آتش سے غم کی آب ہو زنجیر کی گرہ

ساقی مجھے دے جام شراب دو آتشہ ٭ مدھوش پی کے ہوں مئے ناب دو آتشہ
دیکھے جو مرا شعلۂ دل ہو خجل آتش ٭ آتش سے مری آہ کی ہو منفعل آتش
(ورق ۳۷۴ ب)

کس سے کہوں میں جا کے یہ اپنا بیان عشق
ہوتی نہیں ہے مجھ سے ادا داستانِ عشق

یکرنگ | یکرنگ تخلص، مصطفی خاں، شاعرے بود قوی ملکہ، این ہم شاگرد میرزا جان جاناں مظہر علیہ الرحمہ است۔ در عہد فردوس آرام گاہ علم استادی بر افراشتہ بود۔ مدتے شد کہ رحلت نمود۔ خدایش بیامرزاد۔

ازوست ـ

زخمی به رنگ گل هیں شہیداں کربلا
گل زار کی نمط ہے بیاباں کربلا
کھانے چلا ہے زخم ستم شامیوں کے ہاتھ
دھو ہاتھ اپنے جینے سے مہمانِ کربلا
اندھیر ہے جہاں میں کہ اب شامیوں کی آہ
ہے سر بریدہ شمع شبستان کربلا

پارسائی اور جوانی کیوں کہ ہو ٭ ایک جاگہ اگ پانی کیوں کہ ہو

اس زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال
یکرنگ کے سخن میں خلاف ایک مو نہیں

جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گل ٭ دل بلبل شکستہ کرتا ہے
جس کے درد دل میں کچھ تاثیر ہے ٭ گر جواں ہے تو وہ میرا پیر ہے
نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے ٭ نہ مجھ کو وہ دماغ و دل رہا ہے
کیا جانیے وصال ترا ہو کسے نصیب ٭ ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے
زباں شکوہ ہے مہندی کا ہر پات ٭ کہ خوباں نے لگائے ہیں مجھے ہات
(ورق ۳۷۵ الف)

یکدل | یکدل تخلص. میر عزت اللہ، شاعر عہد فردوس آرام گاہ است ـ شعر عاشقانہ می گفت ـ ازوست ـ

نہیں مطلب مجھے کچھ باغ باں اور ٭ میں دیوانہ ہوں گل کے رنگ و بو کا
خط مرا اس نگار نے نہ پڑھا ٭ کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا

یوسف یوسف تخلص، میر یوسف علی، سید زادہ ایست شاگرد میر عزت اللہ عشق ـ مقطع غزل طرحی مسموع شدہ بود، مرقوم گشت ـ ازوست ـ

نہیں ہے غیر کے قصے کی ہم کو کچھ خبر یوسف
زباں پر رات دن اس یار کا افسانہ رکھتے ہیں

یاد | یادؔ تخلص، میر غلام حسین، شاگرد ثناء الله خاں فراق، از اقربائے شاہ عبد العزیز صاحب است۔ از مریدان حضرت مولوی فخر الدین دامت برکاتہم۔ ازوست۔

ہے کون جو ہو ابروے خم دار کے آگے
رستم بھی نہ ٹھہرے تری تروار کے آگے
نہ لے گا نام کبھی پھر وہ آشنائی کا
ولک بے جس کو دکھایا ہے دن جدائی کا
نفس کے شعلے سے یوں دل کے داغ جلتے ہیں
کہ جیسے شام کو شمع و چراغ جلتے ہیں
اشک خونیں سے یہ تیرے دامن صحرا کا پاٹ
ہے خجل جس سے شفق کی چادر حمرا کا پاٹ
پڑے جو عکس رخ بے نقاب دریا میں
گریں ولک سے . . . . . آفتاب دریا میں

یکرو | یکروؔ تخلص، نام و نشانش معلوم نیست. شاید از متقدمیان است۔ ازوست۔

لے گئے بے رحم بے کس کر گئے ٭ ایک تھا عاشق کے غم خواروں میں دل
(ورق ۳۷۵ ب)
اب تو یکروؔ جیتا رہنے کا نہیں ٭ جا پڑا ہے شوخ خوں خواروں میں دل

دل پر ہیں میرے داغ ترے ہجر میں کئی
گنتے ہی جن کو عمر مری سب گزر گئی

یونس | یونسؔ تخلص، حکیم یونس، طبیبے بود، در جرگۂ شاعرانِ قدیم بہ شمار می آید۔ اشعار فارسی و ریختہ ہر دو می گفت۔ ازوست۔

ہے معطر اب تلک صحرا تمام ٭ اس زمیں پر سے کوئی گل رو گیا

... | . . . تخلص، متوطن بلدۂ مراد آباد۔ ازوست۔

شربت وصل نہ پینے دو نہ سم کھانے دو
کیا غضب ہے کہ نہ جینے دو نہ مرجانے دو

یکرنگ | یکرنگ تخلص، شخصے ست از ہندواں قوم کایتھ بشن داس نام، ساکن سہارن پور۔ ذوق شعر گوئی در دل دارد۔ ازوست۔ مقطع۔

سخت مشکل ہے لکھوں صاف تو ہوتے ہو خفا
اور جاتے ہو سمجھ ٹک بھی جو ایہام لکھوں

تاریخ ہاے منظومۂ اس مجموعہ کہ قدر شناسانِ این فن موزوں نمودہ بہ تحریر آوردہ۔ من کلام سید الشعرا سید غالب علی خاں تخلص۔

عمدۂ اہل سخن میر محمد خاں وہ ٭ اعظم الدولہ سرو سرور خیلِ امرا
کہ شرافت سے نسب کی ہے امیر ابن امیر ٭ لا تعد اس کے اوصاف و ثنا لا تحصیٰ
تذکرہ ریختہ گویوں کا بہ طرز عمدہ ٭ منتخب کرکے کلامِ شعرا اس نے لکھا
اور تاریخ کا اس منتخبِ عمدہ کی ٭ حکم اس منتخب عمدۂ دوراں نے کیا
(ورق ۳۷۶ الف)

«عمدۂ منتخبہ» اس کی وہیں سید نے ٭ لکھی تاریخ، وہی نام بھی اس کا رکھا

من کلام سید رضی خاں بہادر۔

ہزار آفریں اعظم الدولہ را ٭ کہ تصنیف فرمود ایں تذکرہ
اگرچہ بسا تذکرہ دیدہ ام ٭ نہ دیدیم بہتر ازیں تذکرہ
مرا شعر استاد آمد بہ یاد ٭ مناسب بود اندریں تذکرہ
نگینِ سلیماں کہ تابندہ بود ٭ ہمیں اسم اعظم برو کندہ بود
تو گوئی کہ گفتہ است صد سال پیش ٭ چنیں شعر بہر ہمیں تذکرہ
رضی گفت بنویس تاریخ آں ٭ ہمیں اسم اعظم بریں تذکرہ

من کلامِ ثناء اللہ خاں فراق۔

تمہارے تذکرے کو دیکھ اعظم الدولہ
بہ رنگِ گل یہ خوشی سے مرا ہوا عالم
کہ اپنے جامے میں پھولا نہ میں سماتا تھا
صبا نے دیکھ ہوا خواہی سے مجھے اس دم
کہا کہ لکھ ورقِ گل پہ اب کوئی تاریخ
کہ تا جہاں میں رہے یادگار اے ہم دم
قلم لیے گل نرگس کے ہاتھ میں اس دم
یہ فکر تھا مجھے تاریخ اس کی کیجے رقم
جو گوشِ دل میں کہا باغ بانِ قدرت نے
کہ ہے یہ بحر چمن کا سفینۂ اعظم

من کلام فخر الشعرا سید نظام الدین خاں ممنون۔ (ورق ۳۷۶ ب)

زہے اعظم الدولۂ نکتہ سنج ٭ کہ ہر نکتہ اس کا ہے در عدن
لکھا زور ہے اس نے یک تذکرہ ٭ کہ باہم ہو تمیز ارباب فن
جو تاریخ پوچھی تو ممنون نے ٭ کہا یہ ہے معیار نقد سخن

من کلام حافظ عبد الرحمان خاں احسان۔

سخن پرورا، صاحبا، سرورا ٭ پڑھا آپ کا میں نے سب تذکرا
بہ شیرینی جامی خوش کلام ٭ کہ ہم نام احساں ہے وہ نیک نام
بہ کیفیت جام پیر مغاں ٭ بہ امنیت ملک عشق بتاں
نہیں تذکرہ ہے یہ بستان ہند ٭ پسند دل میرزایان ہند
معطر ہوا اس سے ہندوستاں ٭ یہ ہے بوستاں لائق دوستاں
جدھر دیکھو واں یاسمین سخن ٭ خیاباں خیاباں چمن در چمن

عجوبہ ھیں گل اور تماشا ھیں نخل ٭ خزاں کا نہیں اس گلستاں میں دخل
ھر اک نخنہ از بس کہ ھے دل کشا ٭ طرب انتما و مسرت وزا
یہ تاریخ اس کی ھے اے مہرباں ٭ سرور دل شاعران زمــاں

من کلام حکیم میر قدرت اللہ خاں قاسم۔

قاسم سے یہ جا کہا خرد نے ھم دم ٭ با عزو وقار
یہ تذکرہ ھے جو یاد گار عالم ٭ تا روز شمار (ورق۳۷۷ الف)
طغیاں کا دل مکرر اس میں ڈوبا ٭ اے یار یہ وہ
بحر زخار موج زن پیہم ٭ جوں ابر بہار

من کلام میاں محمد نصیر۔

کروں کیا اعظم الدولہ کی تعریف
جہاں میں قدر دان اھل فن ھے
لکھا ھے تذکرہ کیا ریختے کا
گل مضموں کا گویا چمن ھے
رقم کی ھے سبھوں نے اس کی تاریخ
نصیر اب کیوں تو وابستہ دھن ھے
زباں سے مصرع تاریخ یہ کہہ
یہ مجموعہ کوئی عطر سخن ھے

من کلام بھولا ناتھ عاشق۔

کہوں اعظم الدولہ کا وصف کیا ٭ کہ ھنگام تحریر ھے سحر گار
لکھا ھے انہوں نے جو اک تذکرہ ٭ رھے تاکہ عالم میں وہ یاد گار
معانی شاداب و رنگیں سے ھے ٭ ھر اک صفحہ جوں قطعۂ لالہ زار
یہ کم شہر جنت سے بین السطور ٭ سطور اس کی سب سنبل تاب دار

مری بلبل طبع نے دیکھ عاشق ٭ کہی اس کی تاریخ باغ و بہار

من کلام حسین خاں بہادر۔

اعظم الدولہ تخلص سرور ٭ خوب ترکیب تذکرہ را بست

سال تاریخ آں نوشت حسین ٭ فہم او داد شاعراں را دست

(ورق ۳۷۷ ب)

من کلام قلندر بخش آفریں۔

بہار باغ سخن آب و رنگ فضل و ہنر
شگفتہ جس سے رہے ھے طبائع شعرا
سر آمد وصحا یعنی اعظم الدولہ
ہر ایک شعر ھے حس کا بہ دل سرور فزا
لکھا جو ریختہ گویوں کا تذکرہ اس نے
مثال باغ کے یک بار جس نے وہ دیکھا
بہ رنگ گل ھے سدا وہ شکستہ وخنداں
بہ شکل بلبل گلزار نت ھے وہ گویا
غرض وہ غیرت گلزار و رشک روضۂ خلد
ہوا زبس کہ پسند طبائع بلغا
یہ حکم دل مجھے پہنچا کہ اس کی کہہ تاریخ
وھیں حضور تب میں نے جا کے عرض کیا
مجھے تو سوجھی ھے مفتاح بوستان نعیم
پھر آگے مرضی والا جو کچھ ہو وہ فرما

الحمد للہ کہ بہ فضل ایزد متعال ایں نسخہ نہم محرم الحرام ۱۲۲٤ ھجری موافق سنہ جلوس مبارک حضرت بادشاہ جم جاہ، گیتی پناہ، فریدوں سپاہ، دارا مرتبت، سلیمان شوکت، کیخسرو منزلت، سکندر حشمت، غریب نواز،

ظلم گداز، رعیت پرور، عدل گستر، عطا فرماے زر و گوهر، دریا دل، در هر فن کامل، عادل زمان، واقف اسرار آسمانی. کشاف رموز نهانی، اورنگ آراے سریر سلطنت، رونق بخش دیهیم ابهت و مملکت، هز بر میدان رغا، دریاے صفحهٔ سخا، مقبول بارگاه یزدانی، منظور انظار سبحانی، ظل‌الله محمد اکبر پادشاه غازی خلدالله ملکه و سلطانه (و) افاض علی‌العالمین بره و احسانه، صورت اختتام پزیرفت - (ورق ۳۷۸ الف) در صنعت ترشیح ابیاتے چند به گفتن آمد که اگر از هر مصرعش سر حرف بگیرند این بیت جلوهٔ ظهور می دهد -

انتظـــام‌الدوله بهادر کے ه اذن سے ان کا تذکره لکھا

و آن ابیات این است -

اسم حق نے تذکره لکھا تمام ٭ عارفوں کا ذکر کر هر صبح و شام
ظل حق کا نت رهے سر پر مرے ٭ میں هوں دل سے اس کا بنده اور غلام
آرزو میری هے اس سے روز و شب ٭ لعل و گوهر مجھ کو بخشے وه مدام
دولت و حرمت سے هووے زندگی ٭ ورد حق میں سب مرا هووے کلام
. . . . منزل خمسین و خمس ٭ هر زماں اب رکھو مجھ کو نیک نام
بدر تاباں هے مرا ممدوح اسے ٭ هے سپهر شان و شوکت پر مقام
آج اس سا کون هے ابن امیر ٭ در په جس کے رهتے تھے سب خاص و عام
روز و شب هے ارزو میری که هو ٭ کار فرمائی سے اس کی انتظام
یا الهی هو دعا میری قبول ٭ آرزوئیں ان کی هوں سب انصرام
ذوفنون دهر اور عالی همم ٭ نور حق کو اس جبیں سے التیام
ساتھ اس کے دولت دنیا رهے ٭ . . . . . کی دل میں ان کے مستدام
اهل همت ان سے رکھتے هیں رجوع ٭ وه هے دریا دل اور سب مثل جام
نیک خو و نیک رو و نیک گو ٭ کار هاے نیک پر ان کا قیام
(ورق ۳۷۸ ب)
آز و حرص و طمع ان سے دور هے ٭ تر دهاں هیں خشک لب ان سے دوام

ذکر خوبی سے ہے ان کی تازہ رو ٭ کافر و دین دار اور جملہ انام
راز پوشیدہ دل .... صاف پر ٭ آشکارا و عیاں ہے گا تمام
لب کو کھولے میں کہوں ہوں یہ سخن ٭ کہ سر ہر مصرع لے کیجے نظام
ہوتے واضح اسم تب ممدوح کا ٭ اس پر عاشق نے کیا ہے اختتام

تمت ـ تمام شد تذکرۃالشعرا تالیف نواب اعظم‌الدولہ بہادر بہ تاریخ بست و ششم شہر رمضان‌المبارک بہ ساعت خجستہ و یوم مبارک تحریر یافت ـ

تصنیف نواب شہباز خاں بہادر تاریخ تذکرہ و آں ایں ست ، تذکرۃالشعرائے ہندی بے مثل ـ از نواب غلام حسین خاں بہادر ، اچھا تذکرہ لکھا ہے گا ـ
از نواب حسین علی خاں بہادر ، رحمت خدا بے حد ـ

Delhi University Urdu Studies: No 1

'UMDAH-I-MUNTAKHABAH
OR
TADHKIRAH-I-SARWAR

A Biographical Anthology of Urdu Poets

by

Nawab A'zam al-Daulah
Mir Muhammad Khan 'Sarwar'
bin Nawab Abu'l-Qasim Muzaffarjung

Edited by

Dr. Khwaja Ahmad Faruqi,
Professor & Head of the Department of Urdu,
University of Delhi

Published by

The Department of Urdu.
UNIVERSITY OF DELHI,
DELHI-6 (INDIA)